ایک سچی رونگٹے کھڑے کر دینے والی دہشت انگیز داستان
خون ریز
رائیڈر ہیگرڈ

ناول بشکریہ : سعید احمد چوہدری

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بارِاوّل : ۱۹۹۹ء

مصنف : .... رائیڈر ہیگرڈ

مترجم : .... مظہر الحق علوی

کمپوزنگ : .... اسٹوڈنٹس لیزر کمپوزنگ (گلشنِ اقبال)

پرنٹر .... نیو عماد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

تعداد : .... صرف 500سو

قیمت : .... -/200روپے

ناشر : .... مسلم اعظمی

اسٹاکسٹ : رشید نیوز ایجنسی شاپ نمبر۔29 اخبار مارکیٹ

فریئر مارکیٹ فون : 7760892

دہشت انگیز داستان

خون ریز

تمہید

چند سال پہلے۔ یہ جنگ زدلو سے پہلے موسم سرما کا واقعہ ہے۔ ایک سفید فام ناٹال سے گزر رہا تھا۔ کیونکہ یہ سفید فام ہمارے ناول میں کوئی کردار ادا نہیں کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا نام ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے ساتھ مختلف سازوسامان سے لدے ہوئے دو چھکڑے تھے۔ جسے اس نے پیرے ٹوربا پہنچانا تھا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ وہ سردیوں کا موسم تھا۔ اس لئے میدان ویران پڑے تھے۔ کہیں کہیں پیلی گھاس اگ رہی تھی جو کہ غذائیت سے خالی اور بیلوں کے لئے کافی تھی۔ اس موسم میں لوگ عموماً سفر نہیں کرتے کیونکہ مویشیوں کو چارہ نہیں ملتا لیکن اس خدمت کیلئے سفید فام کو دگنی اجرت پیش کی گئی اسی لئے ان چھکڑوں اور مویشیوں کو پیرے ٹوربا تک پہنچانے کیلئے تیار ہو گیا تھا۔ اور اس نے اس بات کا خیال نہ کیا تھا کہ راستے میں چھکڑے کے بیلوں اور مویشیوں کو چارہ ملے گا یا نہیں، اگر راستے میں چند مویشی مر گئے تو اس کا خیال تھا کہ زیادہ اجرت اس نقصان کی تلافی کردے گی۔ چنانچہ وہ چل پڑا۔ اور راستہ میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا یہاں تک کہ وہ ایک نو آبادی اسٹانگر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ اس نو آبادی کا کبھی دوسرا نام تھا۔ یعنی ڈاگوزا، اسی جگہ جہاں اب اسٹانگر آباد ہے افریقہ کے مشہور اور ظالم بادشاہ "شاکا کا کرال تھا۔ شاکا زولو قبیلے کا وہ عظیم بادشاہ تھا جس نے جنوبی مشرقی افریقہ کو روند کر رکھ دیا تھا۔

جس دن وہ سفید فام اسٹانگر سے روانہ ہوا۔ اسی کی دوسری رات کا ذکر ہے کہ سردی دفعتہ بڑھ گئی اور ہوا ایسی یخ بستہ ہو گئی کہ لوگوں کے دانت بجنے لگے اور مویشیوں کے بدن پر انکے بال کھڑے ہو گئے۔ آسمان پر بھورے غلیظ بادل چھا گئے۔

"اب اگر میں افریقہ میں سفر کر رہا ہوتا تو یہی کہتا کہ آج رات سخت برباری ہو گی"۔ سفید فام نے اپنے آپ سے کہا۔ "اسکاٹ لینڈ میں برفباری سے پہلے میں نے آسمان پر ایسے ہی بادل دیکھے ہیں۔"

پھر اس نے سوچا کہ ناتال میں برسوں سے برفباری نہیں ہوئی اور اگر کبھی ہوئی ہے تو معمولی سی چنانچہ اسے یقین تھا کہ برفباری اگر ہوئی بھی تو سخت نہ ہوگی اس نے شراب کا ایک پیک پیکر اپنے جسم میں گرمی پہنچائی اور اپنے خیمہ میں چلا گیا جو کہ ایک چھکڑے کے عقب میں لگ دیا گیا تھا۔

خدا جانے کتنی رات گزر چکی تھی کہ اسکی آنکھ کھل گئی۔ سردی ان گنت بھڑوں کی طرح اس کے جسم پر ڈنک مار رہی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی اسے پہلے احساس ناقابل برداشت سردی کا ہوا چھکڑوں کے بیل سردی برداشت نہ کر کے ہولے ہولے ڈکاریں لے رہے تھے سفید فام نے خیمہ کا پردہ اٹھا کر باہر دیکھا۔ حد نظر تک زمین پر برف کی سفید اور چمکدار چادر بچھی ہوئی تھی۔ اور سیٹیاں بجاتی ہوئی ہوا برف کے گالوں کو اڑاتی پھر رہی تھی سفید فام ایک دم بستر سے اٹھا۔ اور کپڑے پہنے اور اپنے کافر ملازموں کو پکارنے لگا جو چھکڑوں کے نیچے گٹھڑی بنے اور ایک دوسرے میں گھسے سو رہے تھے۔ کافر ملازم جن پر گہری نیند مسلط تھی۔ اپنے آقا کی مسلسل آوازیں سنکر بیدار ہو گئے۔ وہ سردی سے کانپتے اور اپنے جسم پر کمبل لپیٹے چھکڑوں کے نیچے سے رینگ کر باہر آ گئے۔

"جلدی کرو۔" سفید فام نے کہا۔ "ہمارے بیل سرد ہوا اور سردی میں اینٹھ کر رہ جائیں گے"۔

کافر ملازم کھڑے کانپ رہے تھے انکی پلکوں میں اب تک نیند اٹکی ہوئی تھی جسے جھٹکنے کی وہ لوگ ممکن کوشش کر رہے تھے۔

"بیلوں کو کھولکر حصار میں لے آؤ۔ اس طرح انھیں تھوڑی بہت پناہ مل جائیگی سفید فام نے کہا اور لالٹین ہاتھ لٹکائے اپنے خیمہ سے باہر آ گیا۔

آخر کار یہ کام ہو گیا اور یہ کام آسان نہ تھا۔ کیونکہ کافر اپنے ٹھٹھرے ہوئے سن ہاتھوں سے بیلوں کی سرد نکیلیں بمشکل پکڑ سکتے تھے سڑکوں کے درمیان راستہ چھٹا ہوا تھا۔ یہ گویا حصار کا دروازہ تھا۔ چھکڑوں کے عقب میں چھٹے ہوئے میدان میں گویا چھتیس بیلوں کو ٹھونس دیا گیا۔ اور وہاں انکی نکیلیں چھکڑوں کے پہیوں کی سلاخوں سے باندھ دی گئیں

اس طرف سے مطمئن ہو کر سفید فام پھر اپنے بستر میں آکر دبک گیا۔ اور کافر تھوڑی تھوڑی دیسی شراب پینے کے بعد ایک چھکڑا کے نیچے جا گھسا اور کمبل اوڑھ کر اپنے گھٹنے میں پیٹ گھسا کے پڑھ رہے اور پڑتے ہی سو گئے کافر نیند کے متوالے ہوتے ہیں۔

افریقہ میں سفر کرنے والے تاجر اور مسافر جب رات کو قیام کرتے ہیں تو وحشیوں اور درندوں کے حملے سے بچنے کے لئے چھکڑوں کو' جن کو ویگن کہا جاتا ہے ایک دوسرے سے ملا کر ایک دائرے میں اس طرح کھڑا کر دیتے ہیں کہ ان کی ایک دیوار سی بن جاتی ہے۔ چھکڑوں کے اس دیوار کے درمیان میدان چھٹا رہتا ہے اس میدان میں تاجر اور اس کے ملازم یا مسافر اور ان کے بیوی بچے اور عزیز و اقربا قیام کرتے ہیں۔ چھکڑوں کے اس حصار کو "لاگر" کہتے ہیں' وحشیوں کے حملہ کی صورت میں یہ "لاگر" شہر پناہ کا کام دیتا ہے۔

"اگر موسم ایسا ہی رہا تو میرے سارے کے سارے بیل مر جائیں گے۔ سفید فام دل ہی دل میں بولا "بیل اس سردی کو یقیناً برداشت نہ کر سکیں گے"۔

چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی جس میں ہوا کی سیٹیاں سنائی دیتی رہیں۔

ناگہانی کچھ ہوا۔ چھکڑا یوں لرزا جیسے بھونچال آگیا ہو۔ بیل اونچی آواز میں ڈکارے" کیلوں کے ٹوٹنے کی آواز آئی کھروں کے چھٹنے کی آواز سنائی دی' سفید فام نے بستر میں پڑے ہی پڑے گردن لمبی کر کے خیمے سے باہر دیکھا۔ بیل رسے توڑا کے بھاگے جا رہے تھے ۔ بیل سردی برداشت نہ کر سکے تھے اور رسے تڑا کے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگ گئے تھے۔ چنانچہ اس وقت سوائے اس کے اور کچھ نہ کیا جا سکتا تھا کہ صبح کا انتظار کیا جائے۔

آخری کار ٹھٹھری ہوئی سرد صبح طلوع ہوئی۔ اور میدانوں میں پڑی برف چاند کی طرح چمکنے لگی ۔ بیلوں کو تلاش کیا گیا لیکن ان کا کوئی سراغ نہ ملا برف رات بھر پڑھتی رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کھروں کے نشانات مٹا دیئے تھے۔ ایسی صورت میں بیلوں کو تلاش کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔ سفید فام نے اپنے کافر ملازموں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔

دوستو!۔ اب کیا کیا جائے؟ اس نے پوچھا

کسی نے کچھ مشورہ دیا اور کسی نے کچھ تاہم وہ سب ایک بات متفق تھے کہ جب تک برف پگھل نہیں جاتی کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ پہلے تو انھیں برف کے رکنے اور پھر اس کے پگھلنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

بیوقوف عورتوں کی بیوقوف اولاد اس طرح تو خود ہم ٹھٹھر کر لکڑی ہوجائیں گے سفید فام نے جھنجلا کر کہا۔ اسکا مزاج بگڑ چکا تھا کیونکہ وہ ایک دو نہیں پورے چار سو پونڈ کے بیل گنوا چکا تھا۔

اور اب اس زولو نے زبان کھول لی جواب تک خاموش رہا تھا یہ زولو دہرے بدن کا طویل القامت شخص تھا۔ اور پہلے چھکڑے کو یہی ہنکتا تھا۔

"میرے آقا" اس نے کہا۔ یہ ہے میرا مشورہ' بیل تو برف میں غائب ہوگئے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرف گئے ہیں۔ اور اس وقت کہاں گئے ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مرگئے۔ البتہ اس کرال میں "اور اس نے دو میل دور ایک ٹیلے کے دامن میں نظر آتی ہوئی چند جھونپڑیوں کی طرف اشارہ کیا" ایک مشہور و معروف وچ ڈاکٹر رہتا ہے جس کا نام زواتی ہے۔ وہ بوڑھا ہے بہت بوڑھا لیکن زبردست عالم ہے اس ٹکر کا کوئی دوسرا وچ ڈاکٹر پورے ملک میں نہیں اب اگر آپ کو ان بیلوں کا پتا دے سکتا ہے۔ تو وہ زواتی ہی ہے۔"

میں ایسے خرافات میں یقین نہیں رکھتا۔" سفید فام نے کہا' "تاہم اس کرال میں ہمیں برف اور سردی سے پناہ مل جائے گی لگے ہاتھوں ہم تمہارے اس وچ ڈاکٹر کو بھی آزمالیں گے۔ کیا نام بتایا تم نے اس کا؟

"زواتی"

"ٹھیک ہے تب شراب کی ایک بوتل اور تھوڑی سی نسوار زواتی کے لئے لے چلو۔ افریقی شراب اور نسوار کے دلدادہ ہوتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد سفید فام مسافر وچ ڈاکٹر زواتی کی جھونپڑی میں کھڑا تھا اس کے سامنے

ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شخص اتنا بوڑھا تھا۔ کہ ہڈیوں کا گھوسلا ہو کر رہ گیا تھا جس پر جھریوں پڑی ہوئی کھال ڈھیلی ڈھیلی منڈی ہوئی تھی۔وہ اندھا تھا اس کا بایاں ہاتھ سفید جلا ہوا اور ٹوٹی ہوئی ٹہنی کا طرح خشک اور بیکار تھا۔

"سفید فام آقا! کیا لینے آئے ہو مجھ بوڑھے کے پاس؟ زواتی نے بے حد باریک آواز میں پوچھا۔ تم کو مجھ پر اور میرے علم پر اعتبار نہیں' لیکن میرے آقا! میرا علم جھوٹا نہیں' میں بتاؤں گا کہ تم کیوں آئے ہو؟ میں بتاؤں گا کہ وہ کہاں ہیں؟ جن کی تمہیں تلاش ہے۔ اور جن کے بھاگ جانے سے تم پریشان ہو کسی اور غرض سے نہیں تو محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس بوڑھے زواتی کا علم جھوٹا نہیں میں تمہاری مدد کروں گا۔ میرے آقا! تمہارے بیل سردی سے گھبرا کر بھاگ گئے ہیں تم نے انھیں تلاش کیا لیکن وہ تمہیں نہیں ملے۔ اب تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے بیل کہاں ہیں کہو میں غلط تو نہیں کہہ رہا"۔؟

"نہیں تم سچ کہہ رہے ہو وچ ڈاکٹر" سفید فام نے جواب دیا "تمہارے کان واقعی لمبے ہیں"

"ہاں میرے کان لمبے ہیں بہت لمبے۔ اور میری نظر بھی تیز ہے حالانکہ میں اندھا ہوں لیکن اس اندھے پن میں وہ چیزیں دیکھ سکتا ہوں جو آنکھیں والے نہیں دیکھ سکتے۔ تم کو نہیں دیکھ سکتا لیکن تمہارے بیلوں کو دیکھ سکتا ہوں ٹھہو مجھے سننے دو۔ اور مجھے دیکھنے دو۔

چند لحوں تک وچ ڈاکٹر جھومتا رہا پھر بولا۔

"سفید فام! پائن ٹاؤن کے قریب تمہارا ایک باغ ہے۔ ہے نا؟ ہاں میں ہاں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے اس باغ میں سے کوئی ایک گھنٹہ کی مسافت پر ایک بوئر رہتا ہے جس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں ہیں۔ اس بوئر کے باغ کے قریب ایک گھاٹی ہے۔ جس میں گھنے درخت اور گنجان جھاڑیاں ہیں۔ میرے آقا! اسی گھاٹی میں تم کو اپنے بیل مل جائیں گے یہاں سے پانچ دن کی مسافت پر ہیں۔ تمہارے بیل وہاں تمہارے سب بیل موجود ہیں۔ سوائے تین کے ایک بڑا اور کالا بیل ایک چھوٹا سرخ بیل جس کے صرف ایک سینگ تھا

اور ایک تیسرا بیل جس کے بدن پر کالی چتیاں ہیں۔ یہ تین بیل تم کو نہ ملیں گے کیونکہ یہ راستہ میں مر گئے ہیں اپنے آدمیوں کو بھیج دو۔ اور ان تین کے علاوہ دوسرے سب بیل انہیں مل جائیں گے۔ نہیں، نہیں، میرے آقا! میں کسی قسم کی کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا۔ میں امیر ہوں مجھے دولت کی ضرورت نہیں۔"

سفید فام زواتی اور اس کے علم کا مذاق اڑانے لگا۔ لیکن بوڑھا زواتی ایسا سنجیدہ رہا کہ سفید فام نے آخر کار اپنے آدمیوں کو اسی طرف بھیج دیا۔ جہاں زواتی کے بقول اس کے بیلوں نے پناہ لی تھی۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ گیارہویں دن سفید فام کے کافر ملازم بیل ہنکاتے واپس آ گئے۔ جیسا کہ وچ ڈاکٹر نے کہا تھا تین بیل واقعی غائب تھے۔ یہ گیارہ دن سفید فام نے زواتی کے کرال کے ایک جھونپڑے میں گزارے وہ روزانہ دوپہر ڈھلے زواتی کے پاس جاتا اور رات گئے تک اس کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔

تیسرے دن اس نے زواتی سے پوچھا کہ اس کا ایک ساتھی خشک اور سفید کیونکر ہو گیا یہ یہ کہ امسلوپوگاس اور ناڈاکون ہیں۔ جن کا نام باتوں کے دوران بوڑھے کی زبان پر بار بار آجاتا تھا۔ جواب میں زواتی نے سفید نام کو وہ کہانی سنائی جواب ان اوراق کے ذریعہ آپ تک پہنچ رہی ہے۔ روزانہ وہ سفید فام کو کہانی کا کچھ حصہ سناتا رہا یہاں تک کہ اس نے کہانی کو اختتام تک پہنچا دیا بوڑھے کی پوری کہانی یہاں نقل نہیں کی گئی کیونکہ کچھ تو سفید فام بھول گیا تھا اور پھر یہ کہ غیر ضروری تفصیلات حذف کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ مصنف زولو ضرب الامثال اور محاوروں کو انگریزی میں بامعنی ڈھال سکتا اور نہ یہ ممکن تھا کہ وہ کہانی بیان کرنے والے کی پیش کردہ تفصیل کو ہو بہو پیش کر دیتا کیونکہ بوڑھا بولتا کم تھا اور ایکٹنگ زیادہ کرتا تھا مثلاً وہ کسی سپاہی کی موت کا واقعہ بیان کر رہا تھا تو لکڑی اٹھا کر اور پینترے بدل بدل کر دکھاتا کہ سپاہی کو یوں مارا گیا یا اس نے یوں مقابلہ کیا۔ یوں گرا، یوں تڑپا، اور یوں مرا۔ کہانی کے غم ناک اور پر اثر حصوں پر بوڑھے وچ ڈاکٹر کی آواز رندھ جاتی تھی حتیٰ کہ وہ رو پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ بوڑھے نے ایک نہیں بلکہ بہت سی آوازوں میں کہانی سنائی وہ ہر کردار کی آواز کی نقل کرتا تھا اور اس

کی آواز میں مکالمے سناتا تھا کہانی سناتے وقت زواتی حال سے ماضی میں انتقال کر جاتا تھا اور اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھنے لگتا جو کبھی اس نے حقیقت میں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ زواتی نہ تھا بلکہ خود ماضی تھا جو سفید فام کو کہانی سنا رہا تھا۔

بہرحال سفید فام نے اس کہانی کو اسی طرح ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ یہ کہانی اس نے زواتی سے سنی تھی چنانچہ اب ایک عجیب و غریب اور لرزہ خیز داستان آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ ان اوراق میں آپ کی ملاقات عظیم شاکا سے ہو گی اور ڈنگان سے ہو گی جو اس کا بھائی تھا ان اوراق میں آپ افریقہ کی حسین ترین لڑکی ناڑا کے حسن کے جلوے دیکھیں گے۔ جو بعد میں سوسن کے نام سے مشہور ہوئی آپ امسلوپوگاس کے کارناموں سے واقف ہوں گے اور اس کے کارنامے آپ کو حیرت میں ڈال دیں گے اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ امسلوپوگاس کا لقب کیوں "خونریز" پڑ گیا۔ اور آپ ان اوراق میں ان لوگوں کو زندہ دیکھیں گے جو کبھی کے مر گئے۔

چونکہ سفید فام کا کام یہاں ختم ہوتا ہے اس لئے وہ آپ سے رخصت ہوتا ہے اور زواتی جس کا کبھی دوسرا نام تھا اب آپ کو مخاطب کرتا ہے اور ماضی کے پردے اٹھا کے آپ کو وہ خونچکاں اور لرزہ خیز تصویر دکھاتا ہے جسے دیکھنے کی تاب کمزور دل والے نہ لا سکیں گے۔

ابتداء خونچکاں

میرے آقا! تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اسلوپوگاس کی کہانی سناؤں اس اسلوپوگاس کی جو اس مشہور کلہاڑے کا مالک تھا جس کا نام "کراہیں پیدا کرنے والا" تھا۔ ہاں اس اسلوپوگاس جس کا لقب "خونریز" اور "کٹھ بھوڑ" تھا اور اس کی اس محبت کی داستان بیان کروں جو اسے ناڈا سے تھی۔ ہاں اس ناڈا سے جو افریقہ کی حسین ترین لڑکی تھی چنانچہ "سوسن" کے نام سے مشہور تھی اے میرے آقا! یہ کہانی خاصی طویل ہے تاہم اگر میری زندگی نے وفا کی تو میں کہانی شروع سے آخر تک سناؤں گا میرے آقا! اپنا دل سخت کر لو کیونکہ میری کہانی غم ناک ہے اور اب بھی جب میں ناڈا کے متعلق سوچتا ہوں تو میری آنکھوں سے میری اندھی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

سفید فام آقا! جانتے ہو میں کون ہوں" نہیں۔ تم نہیں جانتے تمہارے نزدیک تو میں ایک بوڑھا وچ ڈاکٹر ہوں جس کا نام زواتی ہے۔ کئی برسوں سے لوگ مجھے اسی نام سے جانتے ہیں اور ایک وچ ڈاکٹر ہی سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے میرا اصل نام زواتی نہیں ہے۔ میں نے اپنا نام بدل دیا ہے اور کئی برسوں سے اسی نام سے مشہور ہوں۔ میں نے اپنا پرانا نام کسی کو نہیں بتایا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر میرا پرانا نام ظاہر ہو گیا تو ایک نہ ایک بھالا میرا سینہ تلاش کر لے گا۔

میرے آقا! میرے اس ہاتھ کی طرف دیکھو نہیں اس ہاتھ کی طرف نہیں جو خشک اور بیکار ہے بلکہ اس دوسرے ہاتھ کی طرف تم میرے اس ہاتھ کو دیکھ سکتے ہو۔ میں نہیں دیکھ سکتا کیونکہ میری آنکھوں پر اندھیرے کے پردے پڑ گئے ہیں لیکن میں دل کی آنکھوں سے اپنے اس ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں میں اسے سرخ دیکھ رہا ہوں۔ میرے اس ہاتھ سے دو بادشاہوں کا خون ٹپک رہا ہے سنو! میرے آقا! اپنا کان قریب لاؤ اور سنو' میرا نام موپ" ہے آہ! تم چونکے کیوں؟

ہاں میں وہی موپو ہوں جس نے شاہ کو قتل کیا تھا میں نے اس کے دونوں بھائیوں

ڈنگان اور اوم لاہانگانہ کے ساتھ مل کر اس بادشاہ کو قتل کیا تھا وہی شاکا جس نے جنوبی مشرقی افریقہ میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں میرے سامنے خاک و خون میں لوٹا تھا۔ بے شک ڈنگان اور اوم لاہانگانہ نے بھی اس پر وار کیا تھا لیکن وہ میرے بھالے کا زخم جو شاکا کے لئے موت کا پیامبر ثابت ہوا تھا اور اے میرے آقا! اگر میں نہ ہوتا تو شاکا قتل نہ ہوتا شاکا کو میں نے دونوں شہزادوں کے ساتھ مل کر قتل کیا تھا لیکن ڈنگان کو میں نے ایک دوسری جگہ قتل کیا تھا۔

ہاں' ہاں ڈنگان اس جگہ نہ مرا تھا بلکہ وہ اس پہاڑ پر مرا تھا جو آسیبی پہاڑ یا کوہ آسیب کہلاتا ہے اس وقت میں بھی وہیں موجود تھا اس وقت میری ٹانگیں کمزور نہ تھیں اس وقت میں طویل سفر کر سکتا تھا اور انتقام کی آگ میرے سینے میں کبھی نہ بجھی تھی میں شب و روز اس کا تعاقب کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے جالیا میں نے اور ایک دوسرے نے اسے جالیا۔ اور اس کا خاتمہ کردیا۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔

لیکن تم پوچھو گے نہیں میں یہ باتیں تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟ ناڈا اور امسلوپوگاس کی محبت سے اس کا کیا تعلق؟ یہ میں تمہیں بتاؤں گا شاکا کو میں نے اس لئے قتل کیا اس نے میری بہن اور امسلوپوگاس کی ماں بالکا کو اور میری بیوی بچوں کو قتل کروایا تھا۔ اب رہا ڈنگان تو اسے ناڈا کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ میرے آقا! ناڈا میری بیٹی تھی۔

میرے آقا! اس کہانی میں ان ہستیوں کے نام موجود ہیں جن کے نام سے ایک عالم تھراتا اور جن کے نام لے کر زولو سپاہی نعرے لگاتے تھے۔ میں نے ان ناموں کے رعب اور نعروں کی گرج سے پہاڑوں کو لرزتے بیابانوں کو گونجتے اور دریاؤں کو بے چینی سے کروٹیں بدلتے دیکھا ہے لیکن اب کہاں ہیں وہ جن کے ناموں سے پہاڑ تک لرزتے تھے؟ ابدی خاموشی نے انہیں نگل لیا ہے البتہ سفید فام ان کے ناموں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں میرے آقا! میں وہی موپو ہوں جس نے ان رعب دار ناموں والوں کے لئے ایسے در کھول دیئے جن سے گزر کر یہ لوگ اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے میں نے وہ ڈوریں کاٹ دیں جو ان کا رشتہ اس دنیا سے جوڑے ہوئے تھیں وہ اس دنیا سے

رخصت ہو گئے ہا۔ ہا۔ ہا۔ وہ موت کے اندھیرے اور ان دیکھے گڑھے میں جا پڑے شاید ان کے گرنے کا عمل آج تک جاری ہے غالباً وہ اپنے ویران کرالوں میں سانپ کے روپ میں اب بھی رینگتے اور دھول چاٹتے ہیں کاش کہ میں ان سانپوں کو دیکھ اور پہچان سکتا اگر ایسا ہوتا تو میں اپنی ایڑی سے ان سانپوں کے سر کچل دیتا۔

دیکھو میرے آقا! اس طرف۔ نشیب میں زولو بادشاہوں کا قبرستان ہے اس قبرستان میں ایک سوراخ ہے اور اس سوراخ میں شاکا کی ہڈیاں پڑی سفید ہو رہی ہیں اسی شاکا کی جسے بالکا کے خون کے عوض قتل کیا گیا اور یہاں سے دور زولولینڈ میں کوہ آسیب کی ایک کھائی میں ڈنگان کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ اس کو ناڈا کے لئے قتل کیا گیا۔ ڈنگان کی ہڈیاں بکھر گئیں۔ ایک دفعہ میں اسے دیکھنے وہاں گیا تھا اس وقت تک گدھ اور لومڑیاں اپنا کام ختم کر چکی تھیں اور میں نے ڈنگان کی ہڈیوں پر کھڑے ہو کر تین دفعہ قہقہہ لگایا تھا اور پھر میں یہاں آگیا کہ یہاں بیٹھ کر اپنی موت کا انتظار کروں۔

ان واقعات کو ایک زمانہ گزر گیا ایک دور ختم ہو گیا اور دوسرا دور کبھی کا شروع ہو چکا ہے اب میں بوڑھا اور اندھا ہوں طبیعت ہر قسم کے شغل سے سیر ہو چکی ہے اب میں بڑی بے تابی سے موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ موت مجھے پسند ہے کیونکہ ناڈا سے ملنے کا یہی ایک ذریعہ ہے میں اب تک زندہ رہا۔ کیوں رہا؟ شاید اس لئے کہ تمہیں یہ کہانی سنا سکوں اور یہ کہانی تم مجھ سے سن کر دنیا میں پھیلا دو تم پوچھتے ہو میری عمر کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ میں بھی نہیں جانتا بس میں بوڑھا ہوں بہت بوڑھا' میری آنکھوں نے قبیلوں کو مٹتے دیکھا ہے میری آنکھوں نے عجیب عجیب انقلاب دیکھے ہیں میری آنکھوں نے خون کے دریا بہتے دیکھے ہیں میری آنکھوں نے بے گناہوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے اور میری آنکھوں نے اس شاکا کو دیکھا ہے جو اگر آج زندہ ہوتا تو میری ہی طرح بوڑھا ہوتا وہ لوگ اب اس دنیا میں نہیں رہے جنہیں میری آنکھوں نے دیکھا تھا ایک میں بچ رہا ہوں لیکن اب میں بھی رخصت سفر باندھ چکا ہوں۔

چنانچہ مجھے تمہید ختم کر کے اپنی کہانی سنا دینی چاہئے ممکن ہے موت مجھے آلے اور میں

اپنی کہانی ختم نہ کرسکوں گھاس خشک اور پیلی ہو گئی ہے موسم سرما شروع ہو چکا ہے اور یہ کہانی سناتے وقت میں اپنے دل میں ٹھنڈک محسوس کررہا ہوں۔ بہرحال اب مجھے اس سرزمین کے بطن میں ہی سونا ہے اور میں اس کے لئے تیار بھی ہوں۔

خیر کہانی سنو۔

بہت پہلے، کئی سال پہلے جب زولو قبیلہ دوسرے قبائل کی طرح ایک معمولی سا قبیلہ تھا میں نے لنگانی قبیلے کے ایک باعزت گھرانے میں جنم لیا ہمارا قبیلہ بڑا نہ تھا یہی کوئی دو تین ہزار مرد ہوں گے اس میں لیکن لنگانی قبیلہ کا ہر مرد بہادر تھا اب وہ سب مرچکے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی عورتیں اور بچے بھی مرگئے۔ لنگانی قبیلہ صفحہ ہستی سے مٹ گیا مہینے کے آخری چاند کی طرح وہ قبیلہ "غروب" ہو گیا اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ عورتیں، مرد بچے، سب ختم ہو گئے کوئی نہ رہا۔ کوئی نہ بچا۔ لیکن یہ میں اپنے وقت پر بتاؤں گا کہ لنگانی قبیلہ کس طرح ختم ہوا اور یہ کہ اس کی تباہی کا باعث کیا تھا۔

ہمارا قبیلہ ایک سرسبزوشاداب خطے میں آباد تھا کہتے ہیں کہ اس جگہ اب بوئر جنہیں ہم آمابونا کہتے ہیں آباد ہو گئے ہیں میرا باپ ماکداما اس قبیلے کا سردار تھا۔ جس کا کرال ایک بلند ٹیلے پر بنایا گیا تھا۔ میں موپو۔ اس کی پہلی بیوی کے بطن سے نہ تھا۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب میں بچہ تھا اور میرا قد اتنا تھا کہ جب میں کھڑا ہوتا تھا تو میرا سر پورے قد کے آدمی کی کہنی تک پہنچتا تھا۔

ہاں تو جب میں اتنا سا تھا تو ایک شام میں اپنی ماں کے ساتھ ٹیلے پر سے اتر کر نیچے آیا میری ماں کا معمول تھا کہ وہ روزانہ شام کو نیچے اتر آتی اور ان مویشیوں کو دیکھا کرتی جنہیں ملازم باڑے میں بند کر رہے ہوتے میری ماں کو چند گائیں خصوصیت سے پسند تھیں۔ سفید تھوتھنی والی ایک گائے تو میری ماں سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ میری ماں جدھر بھی جاتی گائے اس کے پیچھے پیچھے چلا کرتی اس وقت میری بہن بالکا بہت چھوٹی تھی۔ چنانچہ وہ میری ماں کے کولھے پر لدی ہوتی تھی۔

ٹیلے پر سے اترنے کے بعد ہم چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ ملازم گایوں کو ہنکاتے

واپس آتے نظر آئے میری ماں نے سفید تھوتھنی والی گائے کو آواز دی۔ وہ دوڑی آئی ماں نے مکئی کے ڈنٹھل جنہیں وہ ساتھ لائی تھی۔ گائے کے آگے ڈال دیئے ماں نے چرواہوں سے کہا کہ وہ گھر لوٹتے وقت اس گائے کو باڑے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ چرواہے مویشیوں کو لے کر چلے گئے میری ماں گھاس پر بیٹھ گئی اور بالکا کو دودھ پلانے لگی میں قریب کھیلنے لگا سفید تھوتھنی والی گائے قریب گھاس چر رہی تھی۔

ہمیں وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ہمیں ایک عورت نظر آئی۔ وہ ہماری طرف آرہی تھی وہ یوں لڑکھڑاتی چل رہی تھی جیسے بڑی دور سے منزلیں مارتی چلی آرہی ہو۔ وہ سر پر چٹائی کا ایک گٹھر لئے ہوئے تھی اور ایک لڑکا' جو میرا ہم عمر تھا لیکن میری طرح دبلا پتلا نہ تھا وہ قدرے موٹا اور گٹھا ہوا تھا اس کا قد مجھ سے نکلتا ہوا تھا۔ ہم اس عورت کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے اور اس نے وہ فاصلہ جو ہمارے اس کے درمیان میں تھا بہت دیر میں طے کیا بیشک وہ بہت تھکی ہوئی اور تقریباً نڈھال تھی وہ ہمارے قریب آئی اور بے جان سی زمین پر ڈھے سی گئی اس نے اپنے بال جس طرح سے بنا رکھے تھے اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ہمارے قبیلے سے نہ تھی۔

"سلام بہن۔" اجنبی عورت نے تقریباً پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"روئی اور پڑ رہنے کے لئے تھوڑی سے جگہ" اجنبی عورت نے جواب دیا۔ میں بہت دور سے آرہی ہوں اور تھکی ہوئی اور بھوکی ہوں۔

"نام کیا ہے تمہارا' اور کون سا قبیلہ ہے تمہارا؟"

"میرا نام اونانڈنی ہے اور میں قبیلہ زولو سے تعلق رکھتی ہوں میرے شوہر کا نام سازان کوکانہ ہے"۔

بات یوں تھی کہ ہمارے اور زولو قبیلے میں ایک عرصے سے جھگڑا چلا آرہا تھا اور سازان کوکانہ نے ہمارے چند سپاہی مار ڈالے تھے اور ہمارے بہت سے مویشی ہنکالے گیا تھا چنانچہ جب میری ماں کو معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کون ہے تو وہ غصے اور جوش کے عالم میں ایک جھٹکے کے ساتھ یوں اٹھی کہ بالکا کے منہ سے دودھ چھوٹ گیا۔

"زولو کتیا! تجھے یہاں آنے کی جرات کیونکر ہوئی؟ اور پھر ڈھٹائی تو دیکھو کہ سور کی بیوی مجھ سے کھانا اور رہنے کے لئے جھونپڑی طلب کرتی ہے۔" میری ماں نے ہاتھ ہلائے' چلائی۔ "چلی جا۔ بس اسی وقت چلی جا یہاں سے ورنہ میں کرال کی لڑکیوں کو آواز دوں گی اور پھر وہ تجھے ڈنڈوں سے مار مار کر یہاں سے نکال دیں گی۔"

اوناندی جو خاص قبول صورت تھی خاموش بیٹھی رہی اگر اس کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو یقیناً میری ماں پر جھپٹ پڑی ہوتی لیکن اوناندی' معلوم ہوتا ہے بڑی بردبار عورت تھی جب میری ماں خاموش ہوئی تو اس نے بڑی نرم آواز میں کہا۔

"بہن! تمہارے قریب چرتی ہوئی گائے کے تھن دودھ سے بوجھل ہو رہے ہیں مجھے اور میرے بچے کو تھوڑا سا دودھ ہی پلا دو"۔

اور اس نے اپنے گٹھر میں سے تونبی نکال کر ہماری طرف بڑھا دی۔

"نہیں۔" میری ماں نے کڑک کر کہا۔

"طویل سفر کی وجہ سے ہم تھک گئے ہیں مارے پیاس کے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ دودھ نہ سہی تھوڑا سا پانی ہی پلا دو۔ اوم کلو تمہیں اس کا اجر دے گا۔"

"تو جاتی ہے یا نہیں یہاں تجھے کچھ نہ ملے گا جا کسی اور جگہ پانی تلاش کر لے اپنے لئے بھی اور اپنے اس حرامی پلے کے لئے بھی۔"

عورت کی آنکھیں پرنم ہو گئیں لیکن لڑکا اپنے سینے پر ہاتھ باندھے خاموش کھڑا رہا۔ وہ دانت پیس رہا تھا اور کھا جانے والی نظروں سے میری ماں کو دیکھ رہا تھا وہ خاصا قبول صورت لڑکا تھا اور اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں لیکن جب وہ غصے ہوتا تھا تو اس کی آنکھیں سرخ اور خوف ناک ہو جاتی تھیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ طوفان آنے سے پہلے آسمان سرخ اور خوف ناک ہو جاتا ہے۔

"ماں! ہماری ضرورت نہ یہاں ہے اور نہ وہاں۔ لڑکے نے کہا اور اپنے سر سے اس سمت کا اشارہ کیا جس طرف کہ زولو قبیلہ آباد تھا۔ چلو ماں اس طرف چلیں۔ تمتوا قبیلے کے لوگ ہمیں ضرور پناہ دیں گے۔

"ہاں بیٹے چلو" اوناندنی نے کہا۔ "لیکن بیٹے راستہ لمبا ہے اور ہم تھکے ہوئے ہیں اور بھوکے پیاسے ہیں ہم کہیں راستہ میں ہی مر جائیں گے۔"

میں نے اوناندنی کے یہ الفاظ سنے تو میرا دل پگھل گیا مجھے اس عورت اور اس عورت کے بیٹے پر رحم آگیا چنانچہ اپنی ماں کی خفگی کی پرواہ کئے بغیر میں نے اوناندنی کے ہاتھ سے تونبی گھسیٹ لی اور اس گھاٹی کی طرف بھاگ پڑا جو قریب ہی تھی اور جہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں واپس آیا تو تونبی پانی سے لبالب بھری ہوئی تھی ماں نے مجھے پکڑنے کے لئے ہاتھ چلایا۔ کیونکہ وہ بہت غصہ ہو رہی تھی لیکن میں تیر کی طرح اس کے قریب سے نکلا چلا گیا۔ میں نے تونبی لڑکے کو دے دی چونکہ اب میری ماں کچھ نہ کر سکتی تھی اس لئے وہ کھڑی اوناندنی کو کوس رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ اس کا شوہر اول درجے کا بدمعاش اور چور ہے جو ہمارے مویشی ہنکا کر لے گیا اوناندنی کا شوہر منحوس تھا اس کا بیٹا بھی سبز قدم ہے اس لئے ہمارے قبیلے میں اس کی آمد کی وجہ سے ہمارا قبیلہ تباہ ہو جائے گا۔ وغیرہ۔ اور اے میرے آقا! میری ماں کا یہ اندازہ غلط نہ تھا اگر اوناندنی اور اس کا بیٹا مر گئے ہوتے تو ہمارا کرال نہ اجڑتا آج وہاں لکڑ بھگے نہ چیخ رہے ہوتے اور میرے قبیلے کے مردوں عورتوں اور بچوں کی ہڈیاں اس گھاٹی میں نہ پڑی ہوتیں جو..... اور سے تمتوا کرال کے قریب ہے۔

میری ماں نہایت ہی غصے کے عالم میں بک جھک رہی تھی سفید تھوتھنی والی گائے اس کے قریب کھڑی تھی۔ بالکا رو رہی تھی اور میں اوناندنی اور اس کے بیٹے کے سامنے گویا مودب کھڑا تھا۔ لڑکے نے میرے ہاتھ سے تونبی لے لی۔ اب اس کا فرض تو یہ تھا کہ وہ پہلے اپنی ماں کو پانی پلاتا اور پھر خود پیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اس نے تونبی اپنے منہ سے لگائی اور ایک ہی سانس میں نصف سے زیادہ پانی پی گیا۔ جب وہ پانی پی چکا تو اس نے تونبی اپنی ماں کی طرف بڑھا دی۔

بچا ہوا پانی اوناندنی غٹا غٹ پی گئی جب وہ بھی پانی پی چکی تو لڑکے نے تونبی پھر اس کے

ہاتھ سے لے لی اور اسے اپنے ہاتھ میں لٹکائے میرے قریب آیا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں پتلی سی چھڑی تھی۔

"لڑکے! کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے یوں پوچھا جیسے بزرگ بچوں سے یا حکمراں ذلیل اور کم رتبہ لوگوں سے پوچھتے ہیں۔

"میرا نام موپو ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تمہارا قبیلے کا کیا نام ہے؟"

"لنگانی"۔

موپو! میں تمہارا نام یاد رکھوں گا تم بھی میرا نام یاد رکھنا میں سازان کو کانہ کا بیٹا شاکا ہوں اور میرے قبیلے کا نام زولو ہے میں ابھی چھوٹا ہوں موپو اور میرا قبیلہ بھی چھوٹا اور معمولی ہے آج میں جنگل جنگل بھٹک رہا ہوں۔ بے گھر اور بے در ہوں۔ لیکن ایک دن تم دیکھو گے کہ میں ایسا نہ رہوں گا۔ میں عظیم بنوں گا۔ میں عظمت عروج اور شہرت کی انتہائی بلندیوں کو چھولوں گا آج ایک ذلیل عورت مجھے اور میری ماں کو جھڑک سکتی ہے۔ لیکن ایک زمانہ وہ آئے گا کہ میرا نام سنتے ہی عورتوں کے حمل گر جائیں گے کسی میں اتنی جرات نہ ہو گی کہ میرے سامنے ہوں بھی کر سکے۔ بڑے بڑے سورماؤں کے پتے میرے سامنے پانی ہوں گے میں عظیم ہوں گا اور میرا قبیلہ بھی عظیم ہو گا۔ میں ایک عالم کو روند ڈالوں گا میرے قبیلے کے سپاہی اپنے پیروں سے دور دور تک کی زمین کو سپاٹ کر دیں گے تب اے موپو میں تمہارے قبیلے کو یاد کروں گا۔ لنگانی قبیلے کو یاد کروں گا جس نے پیاسے شاکا اور اس کی ماں کو دودھ کا قطرہ تک نہ دیا یہ تو تم دیکھ رہے ہو نا؟ اس میں سمائے ہوئے پانی کے ایک قطرے کے عوض میں ایک لنگانی کی جان لوں گا۔ لیکن موپو! میں تمہیں بخش دوں گا۔ اور میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ میں تمہاری غلطیوں کو نظرانداز کر دوں گا اور تمہارے گناہوں سے درگزر کروں گا اور یہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اب رہی یہ عورت اور اس نے میری ماں کی طرف اشارہ کیا "تو اسے چاہئے کہ یہ جلد ہی مر جائے مبادا میں اسے یہ بتانے پر مجبور ہو جاؤں کہ موت کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بس میں کہہ چکا۔"

اور وہ دانت پیسنے اور اپنی چھڑی میری ماں کی طرف ہلانے لگا۔

میری ماں چند لمحوں تک تو بت بنی کھڑی رہی پھر سانس کھینچ کر بولی۔

"اوہو ہو۔ مینڈک کی طرح گرجتا ہے شیطان کے نطفے! میں بتاتی ہوں تجھے کہ تو کتنا عظیم ہے ٹھہر تو جا حرامی کے پلے۔

اور بالکا کو گھاس پر پٹخ کے وہ شاکا کی طرف لپکی۔

"شاکا جہاں تھا وہیں کھڑا رہا جب میری ماں اس کے قریب پہنچی تو اس نے اپنی چھڑی اتنے زور سے میری ماں کے سر پر ماری کہ وہ لڑکھڑا کر وہیں چت گری۔ شاکا نے ایک قہقہہ لگایا۔

"ذلیل عورت! شکر کر کہ میں نے تیری جان نہ لی" اس نے کہا اور پلٹ کر اپنی ماں اونانڈی کے ساتھ چل دیا۔

اے میرے آقا! اس دن پہلی دفعہ میں نے شاکا کو دیکھا تھا اس دن پہلی دفعہ میں نے اس کے منہ سے وہ الفاظ سنے تھے یہ ایک پیشنگوئی تھی جو سچ ثابت ہوئی۔ اور اس کے منہ سے جو آخری الفاظ نکلے تھے یعنی اس وقت جب وہ مر رہا تھا۔ سو وہ بھی ایک پیشنگوئی تھی جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ پہلی پیشنگوئی میں اس نے کہا تھا کہ وہ عظیم بنے گا اور قبیلہ زولو کو عروج حاصل ہو گا تو ایسا ہی ہوا۔ مرتے وقت اس نے قبیلہ زولو کے زوال کی پیشنگوئی کی تھی اور تم دیکھ رہے ہو میرے آقا اس کی پیشنگوئی بھی سچ ثابت ہو رہی ہے۔ سفید فام سیاہ فاموں کے گردیوں جمع ہو رہے ہیں جس طرح مرتے ہوئے بیل کے گرد گدھ جمع ہو جاتے ہیں زولو اب وہ نہیں رہے جو پہلے تھے ان کی قوتیں منتشر ہو گئیں چنانچہ آقا! میری کہانی دراصل ایک قوم کی موت کا مرثیہ ہے۔

لیکن شاکا کی اس دوسری پیشنگوئی کا ذکر میں مناسب وقت پر کروں گا۔

میں اپنی ماں کے قریب پہنچا وہ اٹھی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی اس کے سر پر گہرا زخم آیا تھا جس سے خون ٹپک ٹپک کر اس کے سینے پر پھیل رہا تھا اور میں مٹی پر سے گھاس توڑ کے اس سے خون پونچھ رہا تھا عجیب طاقت تھی اس لڑکے شاکا میں کہ

اس نے اپنی چھڑی کی ایک ہی ضرب سے میری ماں کی کھوپڑی پھاڑ دی تھی بہت دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ بالکا روتی رہی گائے ہولے ہولے ڈکراتی رہی اور میں ماں کے چہرے اور سینے پر سے خون پونچھتا رہا آخر کار اس نے اپنے سر پر سے ہاتھ ہٹایا اور مجھے مخاطب کیا۔

موپو! میرے بیٹے "اس نے کہا" میں نے کچھ دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ وہ لڑکا جس کا نام شاکا ہے اور جس نے اپنی چھڑی سے مجھے مارا ہے بڑا اور موٹا ہو گیا ہے ہاتھی کی طرح وہ پہاڑوں اور میدانوں میں سے گزر رہا ہے اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا بھالا ہے جس سے خون ٹپک رہا ہے وہ لوگوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑتا ہے اور انہیں چیر کر پھینک دیتا ہے وہ کرالوں کو اجاڑ رہا ہے وہ جس طرف بھی رخ کرتا ہے اسی طرف کے میدان سیاہ اور کرال ویران ہو جاتے ہیں۔ اور موپو میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو دیکھا وہ خوش اور مطمئن ہیں۔ میں نے اپنے قبیلے کے سینکڑوں بچوں کو دیکھا اور لنگانی مردوں کو دیکھا کہ وہ بہادر ہیں۔ اور لنگانی' عورتوں کو دیکھا کہ وہ خوب صورت اور تندرست ہیں۔ اس کے بعد ایک دفعہ پھر میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو دیکھا تو وہ زندہ نہ تھے ان کی ہڈیاں جیسے ایک کھائی میں پڑی ہیں سفید اور خشک ہڈیاں اور میں نے دیکھا کہ شاکا' ہڈیوں کے اس انبار پر کھڑا قہقہے لگا رہا ہے اور پھر موپو! میں نے تمہیں عروج حاصل کرتے دیکھا لنگانی قبیلے میں صرف تم زندہ ہو۔ پھر میں نے دیکھا کہ تم سانپ کی طرح شاکا کے پیچھے رینگ رہے ہو اور تمہارے ساتھ وہ شخص دوسرے بھی رینگ رہے ہیں پھر موپو تم چھوٹے سے بھالے سے شاکا پر وار کرتے ہو وہ گرتا ہے وہ خاک و خون میں لوٹ جاتا ہے اس عالم میں وہ تمہیں بددعا دیتا ہے لیکن تم اس کے کان میں اپنی بہن بالکا کا نام پکارتے ہو اور پھر وہ مرجاتا ہے موپو! موپو! چلو اب گھر چلو۔ اندھیرا پھیل رہا ہے۔"

چنانچہ وہ اٹھی اور ہم گائے کو باڑے میں پہنچا کر اپنے جھونپڑے میں آگئے میں خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ گیا ایک عجیب طرح کا انجانا خوف میرے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا میں ڈر رہا تھا۔ کیوں اور کس سے۔؟ یہ میں نہیں جانتا۔

موپو مصیبت میں

آقا! اب میں یہ بتاؤں گا کہ میری ماں نے گویا کس طرح داعی اجل کو لبیک کہا اور وہ جلد مرگئی نو عمر شاکا نے اپنی چھڑی سے میری ماں کے ماتھے پر زخم پیدا کردیا تھا۔ چنانچہ ماں کا ماتھا سوج گیا اور زخم بگڑ گیا۔ اس میں زہریلی پیپ پڑ گئی جو اندر ہی اندر اترتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ بھیجے تک پہنچ گئی پھر ایک دن میری ماں چلتے چلتے ایک دم سے تیورا کر گری اور ایسی گری کہ پھر نہ اٹھ سکی وہ مرگئی اور میں بہت رویا کیونکہ مجھے اپنی ماں سے بے حد محبت تھی۔ میں نے رو رو کر اسے پکارا لیکن اس نے مجھے جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھیں بند اور بدن ٹھنڈا تھا خیر اسے دفنا دیا گیا اور جلد ہی لوگ اسے بھول گئے ایک میں تھا جو اسے یاد کیا کرتا تھا اس کی صورت میری نظر کے سامنے گھومتی اور اس کی آواز میرے کانوں میں گونجا کرتی تھی بالکا چونکہ بچی تھی اس لئے وہ بھی ماں کو بھول گئی۔ رہا میرا باپ تو اس نے ایک جوان لڑکی سے شادی کرلی اور مزے سے اس کے ساتھ رہنے لگا اور اے میرے آقا! میری ماں کی موت کے ساتھ ہی میری مشکلات کا آغاز ہوا میرے بھائی مجھے پسند نہ کرتے تھے کیونکہ میں ان سے زیادہ ہوشیار اور زیرک تھا میں بھالا پھینکنے میں ماہر تھا اور دوڑنے میں بھی میرے بھائی میرا مقابلہ نہ کرسکتے تھے چنانچہ وہ مجھ سے جلتے تھے اور اس لئے انہوں نے میرے خلاف میرے باپ کے کان بھرنے شروع کئے نتیجہ یہ ہوا کہ میرے باپ کا سلوک میرے ساتھ عجیب ہو گیا۔ لیکن بالکا مجھے چاہتی تھی اور میں اسے چنانچہ اس بھری دنیا میں ہم دونوں اکیلے رہ گئے ہم دونوں ایک دوسرے کا سہارا بنے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے یوں چپکی ہوئی تھی جس طرح میدان میں اگے ہوئے تنہا درخت سے کوئی بیل حالانکہ اس وقت میں چھوٹا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ صرف ہوشیار اور زیرک ہونے سے ہی کام نہ چلے گا بلکہ زندہ رہنے کے لئے جسمانی طور پر بھی طاقت ور ہونا ضروری ہے جس کے ہاتھ میں بھالا ہو وہ بے شک کسی کو قتل تو کرسکتا ہے لیکن زبردست قوتوں سے ٹکر نہیں لے سکتا اس کے لئے عظیم بننا اور کسی فوج کی کمان سنبھالنے کی قابلیت پیدا کرنا

ضروری ہے میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ وچ ڈاکٹروں اور ساحروں کو سونگھنے والوں سے ڈرتے ہیں حتیٰ کہ بہادر سپاہی بھی وچ ڈاکٹر کے سامنے سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے وچ ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کیا کیونکہ وچ ڈاکٹر ہر اس شخص کو قتل کرا سکتا تھا جس سے اسے نفرت ہو۔ چنانچہ میں نے وچ ڈاکٹری کا فن سیکھا میں نے دیوتاؤں کے حضور قربانیاں پیش کیں جنگلوں میں کئی دن تک بھوکا اور پیاسا ریاضت کرتا رہا۔ اور وہ سب کام کئے جو وچ ڈاکٹر بننے کے لئے ضروری ہیں۔ میرے آقا! ہمارا علم جھوٹا بھی ہے اور سچا بھی اس میں دھوکا بھی ہے اور حقیقت بھی لیکن جھوٹ کے مقابلے میں سچ اور دھوکے کے مقابلے میں حقیقت زیادہ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے آقا! تم اپنے بیلوں کا پتہ معلوم کرنے کے لئے میرے پاس نہ آتے۔

چنانچہ دن ہفتوں میں' ہفتے مہینوں میں اور مہینے برسوں میں تبدیل ہوتے رہے وقت گزرتا گیا میری عمر بڑھتی گئی یہاں تک میں بیس سال کا ہو گیا۔ اب میں جوان تھا پورا مرد تھا۔ اس عرصے میں میں وہ تمام علوم حاصل کر چکا تھا جو اپنے طور پر یعنی بغیر استاد کے حاصل کر سکتا تھا لیکن بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میں بغیر استاد کے نہ جان سکتا تھا جب تک میں کسی کا شاگرد نہ بنتا اس وقت تک وچ ڈاکٹر نہ بن سکتا تھا چنانچہ میں اپنے قبیلے کے سب سے بڑے وچ ڈاکٹر نوما کا شاگرد بن گیا اور نوما سے میں نے بہت سے شعبدے سیکھے اور اپنا علم مکمل کر لیا نوما ایک آنکھ سے کانا بوڑھا اور بہت زیادہ ہوشیار تھا۔ میں چونکہ فطرتاً زیرک اور ہوشیار تھا اس لئے میں نے بہت جلد تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی نوما کو میری یہ تیزی پسند نہ آئی۔ چنانچہ وہ دل ہی دل میں مجھ سے جلنے اور نفرت کرنے لگا اور مجھے نیچا دکھانے اور ذلیل کرنے کے لئے موقع کا منتظر رہا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ قریب کے قبیلے کے ایک شخص کے مویشی گم ہو گئے۔ چنانچہ وہ تحائف لے کر نوما کے پاس آیا کہ اس سے اپنے مویشیوں کا پتہ معلوم کرے نوما نے کوشش کی لیکن اس کے علم نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ بتا نہ سکا کہ امیر آدمی کے گمشدہ مویشی کہاں ہیں۔ چنانچہ وہ امیر شخص غصہ ہو گیا اور اپنے تحائف واپس کرنے لگا۔ لیکن نوما

لالچی تھا اور ہاتھ آئی ہوئی چیز کو واپس دینا اس کا شیوہ نہ تھا اس لئے دونوں میں خاصی گرما گرمی ہو گئی۔ امیر نے کہا کہ وہ نوما کو قتل کر دے گا۔ نوما نے کہا کہ وہ اس پر جادو کر دے گا۔

"ٹھہرو" میں نے کہا کیونکہ مجھے خوف ہو چلا تھا کہ دونوں میں سے ایک کی لاش ضرور گرے گی' ذرا صبر کرو اور مجھے دیکھنے دو' ممکن ہے میرا مقدس سانپ تمہارے مویشیوں کا پتہ بتا دے۔

"تم ابھی طفل مکتب ہو" امیر آدمی نے کہا "تم کیا بتا سکو گے؟"

"یہ ابھی معلوم ہو جائے گا" میں نے پانسے کی ہڈیاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

ہڈیاں رکھ دو' نوما چلایا۔ اس کتیا کے جنے کے فائدے کی خاطر اپنے مقدس سانپ کو تکلیف دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

"پھینکنے دو اسے ہڈیاں" امیر آدمی کڑک کر بولا۔ اگر تم نے اسے روکا تو میں اپنے بھالے سے تمہارے سینے میں ایسا سوراخ کر دوں گا کہ سورج کی کرنیں اس کے آر پار نکل جائیں گی۔"

چنانچہ میں نے ہڈیاں پھینکیں۔ امیر آدمی میرے سامنے بیٹھ گیا اور میرے سوالات کے جواب دینے لگا۔ میرے آقا۔ تم جانتے ہی ہو کہ ہم کس طرح گم شدہ مویشیوں کا پتہ معلوم کر لیتے ہیں۔ ہمارے کان لمبے ہوتے ہیں اور ہماری "الہولسی" ہماری گم شدہ چیز کا پتہ دیتی ہے۔ جیسا کہ اس نے تمہارے بیلوں کا مجھے پتہ دیا تھا۔

خیر تو اس معاملہ میں میرے علم نے میری مدد کی۔ میں اس آدمی کی مویشیوں کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔ لیکن میری الہولسی نے میری مدد کی اور مجھے اس شخص کے مویشی نظر آ گئے اور میں نے اسے مویشیوں کا پتہ دیا۔ اور ان کے رنگ و عمر تک اسے بتا دی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اس کے ریوڑ کی ایک گائے کی ٹانگ درخت کی جڑ میں پھنس گئی ہے اور یہ کہ وہ ایک چشمہ میں اس طرح مردہ بنی ہوئی ہے کہ اسکی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں' میری الہولسی نے مجھ سے ایسا ہی کہا تھا۔ اس لئے میں نے اس امیر آدمی سے

ایسا ہی کہا۔

امیر آدمی بہت خوش ہوا۔ اور اس نے کہا کہ اگر میرے علم نے غلطی نہیں کی اور اسے مویشی مل گئے تو وہ تمام تحائف نوبا سے لیکر مجھے دے دے گا۔ پھر اس نے قریب کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے یا نہیں۔ اور لوگوں نے جواب دیا "بیشک ایسا ہی ہونا چاہئے" اور امیر آدمی نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا اور یہ کہ نوبا سے تحائف لیکر مجھے دیدیئے جائیں گے لیکن نوبا خاموش بیٹھا کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا وہ جانتا تھا کہ میرا قیاس صحیح تھا۔ چنانچہ وہ بہت زیادہ غصہ ہو رہا تھا۔ وہ اسے برداشت نہ کرسکتا تھا کہ کمہار سے زیادہ گدھے ہوشیار ہو جائیں پھر یہ معمولی معاملہ نہ تھا۔ یہ نوبا کی عزت و عظمت کا سوال تھا۔ اگر امیر آدمی کے مویشی اسی جگہ مل گئے جہاں میرے قیاس کے مطابق ہونا چاہئے تھا تو پھر ظاہر ہے کہ نوبا کی شہرت ختم ہو جاتی اور لوگ مجھے نوبا سے بڑا وچ ڈاکٹر سمجھنے لگتے اور نوبا پر سے ان کا اعتماد اٹھ جاتا۔ اب چونکہ رات کا اندھیرا اتر چکا تھا۔ اور چاند طلوع نہ ہوا تھا اس لئے امیر آدمی نے کہا کہ وہ رات ہمارے ہی کرال میں گزارے گا اور صبح ہوتے ہی مجھے لے کر اس جگہ جائے گا۔ جہاں میرے کہنے کے مطابق اس کے مویشی موجود تھے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ چلا گیا کہ اپنے کسی واقف کار کی جھونپڑی میں رات گزارے۔

میں بھی اپنی جھونپڑی میں چلا گیا اور چٹائی پر لیٹ کر نیند کا انتظار کرنے لگا۔ نہ جانے میں کب سوگیا اور نہ جانے کتنی دیر تک سوتا رہا۔ یکایک میں نے اپنے سینے پر بوجھ محسوس کیا اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی تو ایک ٹھنڈی اور نوکدار چیز میرے حلق پر ٹک گئی میں پھر چت گرا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ اور کھلے ہوئے دروازے میں سے میں سرخ چاند کو دیکھ سکتا تھا۔ چاند کی زرد چاندنی کھلے دروازے میں سے جھونپڑی میں رینگ آئی تھی اور یہ اجالا وچ ڈاکٹر نوبا کے چہرے کو پوری طرح نمایاں کررہا تھا۔ نوبا میرے سینے پر سوار تھا اور اپنی ایک آنکھ سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اور اس چاقو کی نوک میں نے اپنے حلق پر محسوس کی تھی۔

"کتے کے پلے! میرے ٹکڑوں پر پلا ہے۔ اور پھر میرے خلاف ہی بھونکتا ہے"

"تو ما نے بھنچی ہوئی آواز میں کہا" مجھ سے مکر لیتا ہے حرامی؟ جہاں میں ناکام رہا۔ وہاں تجھے کامیاب ہونے کی جرات کیونکر ہوئی؟ بہت جلد تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے نمک حرام پلوں کے ساتھ توما کیا سلوک کرتا ہے۔ پہلے تو میں تیری زبان جڑ سے کاٹ لوں گا کہ چیاؤں چیاؤں نہ کر سکے۔ اور پھر تیرے جسم سے گوشت کاٹوں گا آہستہ آہستہ اور جب تو بھس بھرے تھیلے کی طرح ہو جائے گا تو میں لوگوں سے کہوں گا کہ محافظ روح نے تجھے ایسا بنا دیا ہے۔ کیونکہ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ لوں گا اور پھر.....

وہ اپنے چاقو کی نوک میرے حلق میں اتارنے لگا۔

رحم۔ آقا۔ رحم میں نے گھبرا کر کہا کیونکہ میں خوف زدہ تھا اور چاقو کی نوک بری طرح میرے حلق میں چبھ رہی تھی۔ "رحم کرو مجھ پر۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"جیسا میں کہوں گا ویسا ہی کرو گے؟" اس نے پوچھا اور چاقو میرے حلق پر دبایا۔

"ہاں۔ کروں گا۔"

"تو اسی وقت جاؤ اور اس کتے کے مویشیوں کو ہنکا کر لے جاؤ اور وہاں چھپا دو۔ اور اس نے ایک خفیہ گھاٹی کا پتہ دیا جسے چند ہی لوگ جانتے تھے"۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو اسی ریوڑ میں سے تین تگڑی گائیں میں تمہیں دوں گا۔ لیکن اگر تم نے انکار کیا اور مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تو میرے باپ کی روح کی قسم میں تمہارا قیمہ کرنے کے لئے ایک نہ ایک ذریعہ تلاش کر لوں گا۔

"میں تمہارے حکم کا بندہ ہوں اور تم جیسا چاہتے ہو ویسا ہی کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔ "افسوس ہے کہ تم نے یہ بات مجھے پہلے نہ بتائی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ مویشی تم اپنے لئے رکھنا چاہتے ہو تو میں ان کا پتہ امیر آدمی کو کبھی نہ بتاتا۔ میں نے محض اس خیال سے اسے مویشیوں کا پتہ بتایا کہ کہیں تمہیں تحائف واپس نہ دینے پڑ جائیں۔

"تم اتنے عیار نہیں ہو۔ جتنا کہ میں نے تمہیں سمجھ رکھا تھا" وہ غرایا "اچھا اب جاؤ۔ اور دیکھو صبح ہونے کے دو گھنٹہ پہلے تم واپس آسکتے ہو۔"

میں اٹھا اور سوچنے لگا کہ نوما پر ایک دم سے جھپٹ پڑوں لیکن میں نہتا تھا اور نوما کے پاس چاقو تھا۔ اس کے علاوہ اگر میں کامیاب ہوتا اور نوما میرے ہاتھوں مارا جاتا تو یہی سمجھ لیا جاتا کہ میں نے قصداً اس کا خون کردیا ہے اور پھر نتیجہ معلوم ــــ وچ ڈاکٹر کو قتل کرنا ناقابل معافی جرم ہے اور اسکی سزا انتہائی تکلیف دہ موت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک دوسری تجویز سوچی' میں نے سوچا کہ امیر آدمی کے مویشیوں کو خفیہ گھاٹی کی طرف لے جانے کے بجائے سیدھا کرال کی طرف ہنکا لاؤں گا۔ اور پھر قبیلے کے سردار' یعنی اپنے باپ اور کرال والوں کے سامنے نوما کی قلعی کھول دوں گا۔ لیکن میں اس وقت جوان تھا اور نوما کے دل کی گہرائیوں سے واقف نہ تھا۔ وچ ڈاکٹری میں اس کی عمر گزری تھی۔ اور وہ زمانہ کا سرد و گرم دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک شیطان تھا۔ لومڑی کی طرح عیار اور شیر کی طرح خونخوار' خود اس نے مجھے کویا۔ اگایا اور سیحا تھا لیکن وہ نہ چاہتا تھا کہ میں ایک تناور درخت بن کے نوما کو اپنے سائے میں لے لوں اسے وہ برداشت نہ کرسکتا تھا کہ علم میں چیلا گرو سے بڑھ جائے لیکن ایسا ہوا تھا اس کا بویا ہوا پودا درخت بن گیا تھا اور نوما اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا تھا۔

میں نے اپنا ڈنڈا لیا اور ڈھال اٹھائی' اس اثناء میں نوما اپنی ایک آنکھ سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ میں جھونپڑی سے باہر آیا' کرال سنسان تھا ہر طرف خاموشی تھی اور خاموش کرال اور میدانوں میں چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ میں کرال سے نکل کر میدان میں آیا۔ اور اب میں دوڑ رہا تھا اور اونچی آواز میں گا رہا تھا کہ رات کے بھوت میرے قریب نہ آئیں۔

کوئی ایک گھنٹہ تک میں میدان میں دوڑتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ان ٹیلوں تک پہنچ گیا۔ جو گویا جھاڑیوں کے جنگل کی سرحد پر واقع تھے۔ اس جنگل میں اندھیرا تھا گنجان درختوں نے چاندنی کو اوپر ہی اوپر روک لیا تھا۔ جنگل میں پہنچ کر میں اور بھی زور زور سے گانے لگا تھا کیونکہ جنگل ہی میں بھوت اور بدروحیں بھٹکا کرتی ہیں۔ آخر کار میں نے وہ

پگڈنڈی تلاش کرلی جو مویشیوں اور جنگل کے جانوروں کی آمد و رفت سے پیدا ہو گئی تھی اور اب میں اس پگڈنڈی پر بھاگا جارہا تھا۔ آخرکار میں جنگل کے عین بیچ میں پہنچ گیا۔ یہاں درختوں اور جھاڑیوں سے گھرا ہوا ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ اس میدان میں چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ میدان میں پہنچ کر میں رکا گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اب میں میدان کی طرف بھاگ رہا تھا۔ بے شک میرا اندازہ صحیح تھا۔ میدان میں مویشیوں کے کھروں کے نشانات تھے۔ چنانچہ اب میں مویشیوں کے خوشی کے گیت گاتا ہوا آگے بڑھا۔ اور بہت جلد اس وادی میں پہنچ گیا جسے قطع کرتا ہوا ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ یہاں کھروں کے نشانات زیادہ واضح تھے۔ اور گھاس بھی دب کر جھک گئی تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد میں چشمہ کے کنارے پر تھا۔ یہی وہ چشمہ تھا جس کا پتہ مقدس روح نے مجھے دیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ چشمہ میں ایک گائے مردہ پڑی تھی اور جیسا کہ میں نے اپنے علم سے دیکھا تھا۔ اسکی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ یہ چشمہ' یہ جگہ اور یہاں کی ہر چیز ایسی ہی تھی۔ جیسی کہ میں نے نوما کی جھونپڑی میں بیٹھ کر اپنے علم کے زور سے دیکھی تھی۔

میں چند قدم آگے بڑھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا اور مجھے کچھ نظر آیا۔ یہ صبح کی روشنی تھی جو کہ مویشیوں کے سینگوں پر چمک رہی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک گائے نے پھنکار کے اپنا سر ہلایا۔ اور اپنے جسم میں سے رات کی شبنم جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ گائے نہ تھی بلکہ بیل تھا اور صبح کی دھندلی روشنی میں ہاتھی کی طرح عظیم الجثہ نظر آرہا تھا۔

میں نے تمام مویشیوں کو جمع کیا اور انہیں اپنے آگے پگڈنڈی پر ہنکاتا ہوا کرال کی طرف چلا۔ صبح کا اجالا تیزی سے پھیلنے لگا۔ اور جب میں اس جگہ پہنچا جہاں سے مجھے مویشیوں کو دائیں طرف موڑنا تھا۔ بشرطیکہ میں انہیں خفیہ گھاٹی میں لے جانا چاہوں۔ سورج کو طلوع ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ نوما نے مجھے حکم دیا کہ میں مویشیوں کو خفیہ گھاٹی میں لے جاؤں۔ لیکن میں ایسا نہ کرنا چاہتا تھا۔ میں مویشیوں کو کرال میں لے جانا اور لوگوں کو بتا دینا چاہتا تھا کہ نوما چور اور دھوکہ باز ہے۔ چونکہ میں تھک گیا تھا کہ اس

لئے اس دوراہے پر جہاں سے ایک راستہ کرال اور دوسرا خفیہ گھاٹی کی طرف جاتا تھا۔ ستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ ابھی مجھے بیٹھے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میں نے آدمیوں کے بولنے کی آواز سنی۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ ٹیلے پر سے بہت سے لوگ اتر رہے تھے۔ وہ میری طرف آ رہے تھے آگے آگے نوما چل رہا تھا اور نوما کے ساتھ وہ شخص تھا جس کے مویشیوں کو میں ہنکائے لا رہا تھا میں اٹھا اور حیرت زدہ اور خاموش کھڑا رہا۔ وہ لوگ شور مچاتے اور ڈنڈے ہلاتے میری طرف بھاگے آ رہے تھے۔

"وہ رہا' وہ رہا" نوچلایا۔ دیکھو! کیا اچھا میرا نام روشن کیا ہے کم بخت' کیا کہا تھا میں نے تم سے؟ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یہ لونڈا شیطان اور چور ہے؟ ہاں۔ ہاں' میرے شاگرد۔ موپو! میں خوب واقف ہوں تمہاری چالاکیوں سے دیکھو! وہ تمہارے مویشیوں کو چرا کر لئے جا رہا تھا۔ یہ شروع سے جانتا تھا کہ تمہارے مویشیوں مویشی کہاں ہیں۔ غالباً بلکہ یقیناً اسی نے تمہارے مویشیوں کو وہاں چھپا رکھا تھا جوان ہو گیا ہے اس لئے ایک بیوی کے لئے تڑپ رہا ہے اور تم جانو اتنے مویشیوں کو رکھے تو ایک بیوی رکھی جا سکتی ہے موپو! نطفہ حرام! تو نے میرے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا مجھے کیا پتہ تھا کہ تو پیٹ میں پاؤں نکال لے گا اور تیری وجہ سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔

اور وہ ڈنڈا بلند کر کے ایک دم سے میری طرف بڑھ آیا۔ مویشیوں کا مالک اس کے پیچھے تھا۔ وہ غصہ کے عالم میں اپنے دانت پیس رہا تھا۔

اور اب اے میرے آقا! پورا معاملہ میری سمجھ میں آگیا میرا دل دھڑکنے اور سر چکرانے لگا۔ اور سرخ رنگ کا ایک جھنڈا سا میری آنکھوں کے سامنے لہرانے لگا۔ میرے آقا! یہاں یہ بتا دوں کہ جب بھی مجھے غصہ آتا ہے اور جب بھی میں مارنے مرنے پر تیار ہو جاتا ہوں تو ایک سرخ جھنڈا سا میرے آنکھوں کے سامنے لہرانے لگتا ہے۔ اور پھر مجھے ہوش نہیں رہتا کہ میں کیا رہا ہوں' میرے منہ سے ایک چیخ کی صورت میں صرف ایک لفظ نکلا۔

"جھوٹا"

توما دیوانوں کی طرح مجھ پر پل پڑا۔ اس نے اپنے ڈنڈے سے مجھے پر وار کیا جو میں نے اپنی ڈھال پر لیا۔ اور جواب میں اپنا ڈنڈا چلا دیا۔ میرا وار خالی نہ گیا۔ ڈنڈا اس کے سر پر پڑا۔ اسکی کھوپڑی "تڑاخ" سے بولی اور خود توما جانے مردہ کی یا بے ہوشی کی حالت میں میرے قدموں میں گرا۔ میں پھر جنگل کے عفریت کی طرح چیخا اور مویشیوں کے مالک کی طرف لپکا اس نے اپنا بھالا پھینک کر مارا۔ میں کمر سے جھک گیا' بھالا سنسناتا ہوا میرے سر پر سے نکل گیا اور اب میں نے مویشیوں کے مالک پر حملہ کردیا۔ میرا یہ وار بھی خالی نہ گیا اس نے ڈھال سامنے کردی لیکن میں نے اتنی قوت سے وار کیا تھا اور وہ ایسا تپا تلا تھا کہ ڈھال اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا اور ڈنڈا اس کے سر پر پڑا مویشیوں کا مالک بھی ڈھیر ہو گیا میں نہیں جانتا کہ وہ مر گیا کہ بے ہوش رہا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مرا نہ تھا کیونکہ اس نے ڈھال سامنے کردی تھی اس لئے ضرب کا زور کم ہو گیا تھا البتہ وچ ڈاکٹر توما مرچکا تھا۔ یقیناً مرچکا تھا جس کی کھوپڑی اتنے زور سے بجی ہو وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

لوگ دم بخود کھڑے تھے۔ انکی اس حالت سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ میں پلٹا اور ہوا کی سی تیزی سے ایک طرف بھاگ پڑا۔ مجھے بھاگتا دیکھ کر وہ لوگ چونکے اور شور مچاتے میرا تعاقب کرنے لگے۔ انہوں نے میری طرف بھالے پھینکے۔ لیکن قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی چنانچہ بھالے میرے آگے اور پیچھے گر رہے تھے۔ آہ میرے آقا! ان دنوں میں جوان تھا اور میری ٹانگوں میں بجلیاں تھیں کوئی مجھے پکڑ نہ سکتا تھا۔ وہ لوگ مجھے پکڑ نہ سکے میں اس ہرن کی تیزی سے بھاگ رہا تھا جس کے پیچھے شکاری کتے لگ گئے ہوں۔

تعاقب کرنے والوں کی آوازیں رفتہ رفتہ مدہم پڑنے لگیں یہاں تک کہ وہ ڈوب گئیں' میں نے گردن گھما کر دیکھا میں بہت آگے نکل آیا تھا۔ تعاقب کرنے والے کہیں نظر نہ آرہے تھے۔ اب میں اکیلا تھا اور محفوظ۔

31

کارنامہ

تیز دوڑنے سے میرا سانس پھول گیا تھا۔ چنانچہ میں گھاس پر لیٹ گیا اور ہانپنے لگا۔ اور جب میرا سانس درست ہوا تو میں اٹھا۔ اور قریب کی دلدل کے کنارے پر اگے ہوئے نرسلوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ سارا دن اس جھنڈ میں چھپا صورت حال پر غور کرتا رہا۔

"اب میں کیا کروں؟" یہی ایک سوال تھا جو بار بار میرے دماغ میں کوندجاتا تھا۔ میں اس لومڑی کی طرح ہو گیا تھا۔ جس کو کسی طاقت ور دشمن نے بھٹ سے نکال دیا ہو۔ میں کرال میں واپس نہ جا سکتا تھا کیونکہ وہ لوگ مجھے دفن کر دیتے اور بیشک میں ان کے نزدیک واجب القتل تھا۔ اس لئے کہ وہ مجھے چور یقین کر چکے تھے اور دوم اس لئے کہ وچ ڈاکٹر نوما میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اور وچ ڈاکٹر کے قاتل کی سزا اذیت ناک موت تھی اور میں ابھی مرنا نہ چاہتا تھا۔

اور اس عالم میں جب کہ میں بے گھر اور مفرور تھا۔ مجھے شاکا کا خیال آیا۔ اس لڑکے کا جس کو میں نے کئی سال پیشتر پانی پلایا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ ہر کرال تک شاکا کا نام پہنچ گیا تھا۔ وہ لڑکا جو کبھی تھکا ہوا اور پیاسا ہمارے کرال میں آیا تھا۔ اب ایک مشہور ہستی بن چکا ہے۔ فضا اس کے نام سے بوجھل تھی۔ حتیٰ کہ ہوا کے جھونکوں سے گھاس سرسراتی تو گویا اس سراہٹ میں بھی شاکا کا نام ہوتا۔ شاکا نے اپنے متعلق جو پیشنگوئی کی تھی اور میری ماں نے اس کے جواب میں جو خواب دیکھا تھا وہ صحیح ثابت ہو رہا تھا۔ قبیلہ ام نیتوا کی مدد سے شاکا نے اپنے باپ سازان کو کاٹا کا تخت حاصل کر لیا تھا۔ اس نے قبیلہ آماقولے کو زبردست شکست دی تھی اور وہ قبیلہ زوانی سے خفا ہو گیا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس قبیلہ کا نام و نشان تک مٹا دے گا۔

شاکا کا یہ وعدہ مجھے یاد تھا کہ وہ مجھے عظیم بنا دے گا۔ اور یہ کہ میں اسکے صلے میں عروج حاصل کروں گا۔ اور اسکی مہربانیوں سے امیر بن جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اب شاکا کے پاس جا کر قسمت آزمائی کروں۔ شاید وہ مجھے قتل کر دے۔ یوں ہی سہی، اگر میں یہاں

رکا تب بھی مارا جاؤں گا۔ شاکا کے کرال میں اگر میرے لئے موت ہے تو یہاں بھی تو موت ہے۔ شاکا کے پاس جانے سے ممکن ہے میں مارا جاؤں لیکن کم از کم یہ آرزو تو میرے دل میں باقی نہ رہے گی کہ میں نے قسمت آزمائی نہ کی اور عورتوں کی طرح بیٹھا موت کا انتظار کرتا رہا۔ چنانچہ میں نے شاکا کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن فوراً ہی مجھے اپنی بہن بالکا کا خیال آیا میں اسے چاہتا تھا اور وہ بھی مجھے چاہتی تھی۔ میرے باپ نے اسکی نسبت قریب کے قبیلہ کے ایک سردار سے کر دی تھی۔ لیکن بالکا اس نسبت سے خوش نہ تھی۔ یہ شادی اسکی مرضی کے خلاف کی جارہی تھی۔ اور یہ میں جانتا تھا چنانچہ میں نے سوچا اگر میں کسی طرح بالکا کے پاس پہنچ گیا اور اسے بتایا کہ میں ہمیشہ کے لئے کرال سے رخصت ہو رہا ہوں تو شاید وہ بھی میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو جائے گی اور بالکا کی موجودگی میرے لئے سہارا بنی رہے گی اور میں اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کروں گا۔

"بہرحال بالکا تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے میں نے فیصلہ کیا۔

چنانچہ میں نرسلوں میں چھپا رہا یہاں تک کہ رات کا اندھیرا اتر آیا اور تب میں اٹھ کر اپنی کمین گاہ سے باہر آیا۔ اور اپنے کرال کی طرف چلا۔ مکئی کے کھیتوں میں' جو کرال کے باہر تھے پہنچ کر میں رکا۔ میں صبح سے بھوکا تھا اور بھوکے ہونے کے باعث میری آنکھوں کے سامنے ترمرے سے ناچ رہے تھے۔ چنانچہ میں مکئی کے بھٹے توڑ توڑ کر کچے ہی چبانے لگا۔ جب بھوک کی تکلیف ذرا کم ہوئی تو میں پھر آگے بڑھا۔ میں کرال کے قریب پہنچ گیا۔ کرال کے چند لوگ الاؤ کے گرد بیٹھے غالباً دن کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں سانپ کی طرح رینگتا ہوا قریب پہنچا اور ایک جھاڑی کے قریب چھپ گیا۔ الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ مجھے نہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن میں انکی باتیں سن سکتا تھا۔ اور مجھے عجیب عجیب ذلیل ناموں سے یاد کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ نوما جیسے زبردست وچ ڈاکٹر کو قتل کر کے میں نے بہت برا کیا کیونکہ میری یہ حرکت پورے قبیلہ کو کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا کر دے گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ چونکہ میں نے مویشیوں کے مالک پر بھی حملہ کیا تھا۔ اس لئے اس کا قبیلہ ضرور انتقام لے گا۔ اس کے علاوہ انکی باتوں سے مجھے

معلوم ہوا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے کہ کل صبح مجھے تلاش کیا جائے اور میں جہاں بھی مل جاؤں۔ بلاتوقف قتل کردیا جاؤں۔ "بہت اچھا" میں دل ہی دل میں بولا۔ مجھے تلاش کرنا۔ میری گرد کو بھی نہ پاؤ گے۔

عین اسی وقت ایک کتا جو الاؤ کے قریب بیٹھا ہوا تھا اٹھا اپنی تھوتھنی اٹھا کر ہوا سونگھنے لگا۔ میرے آقا۔ میں چونکہ ناتجربہ کار تھا۔ اس لئے میں نے یہ تو سوچا ہی نہ تھا کہ کرال کے کتے میری بو سونگھ سکتے ہیں اور مجھے پکڑوا سکتے ہیں۔ کتا بہت دیر تک اپنی تھوتھنی اٹھائے ہوئے سونگھتا رہا اور پھر اس جھاڑی کی طرف جن کے پیچھے میں تھا۔ دیکھ دیکھ کر غرانے لگا اور میرا دل مارے خوف کے سرد ہو گیا۔

"یہ کتا کس پر غرا رہا ہے؟" ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا' ذرا جا کر دیکھو!

لیکن دوسرا شخص اس وقت نسوار سونگھ رہا تھا اور اٹھنا نہ چاہتا تھا۔

"خود کتے کو دیکھنے دو" جاکر۔ اس نے جواب دیا۔ چور پکڑنے کے لئے ہمیں اٹھنا پڑے گا۔ تو پھر کتا پالنے سے فائدہ ہی کیا؟"

"پچ جاؤ" پہلے شخص نے کتے سے کہا۔

اور کتا بھونکتا ہوا۔ میری طرف آیا۔ اور اب میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ میرا کتا "کوس" تھا اور اے میرے آقا! بہت عمدہ اور بے حد وفادر کتا تھا۔

میں جھاڑی کے پیچھے دبکا ہوا تھا۔ اور نہ جانتا تھا کہ کیا کروں اس اثناء میں کتے نے میری بو پہچان لی تھی۔ چنانچہ وہ خاموش ہو گیا اور میرا منہ اور ہاتھ چاٹنے لگا۔ خاموش کوس' خاموشی کوس میں نے سرگوشی میں کہا۔

اور کوس میرے قریب بیٹھ گیا۔

"اب یہ کتے کو کیا ہوا؟ کہاں مر گیا وہ؟ پہلے شخص نے کہا۔ "جانے کیا سحر کردیا گیا اس پر کہ وہ ایک دم سے خاموش ہو گیا اور واپس نہ آیا؟"

دیکھتے ہیں چل کر" دوسرے نے کہا اور بھالا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

اور ایک بار پھر میرا دل خوف سے سرد ہو گیا۔ اب میرے لئے دو ہی صورتیں باقی رہ

گئی تھیں' یا تو وہیں چھپا رہوں یا پکڑا جاؤں اور یا پھر اٹھ کر بھاگ پڑوں چنانچہ میں نے فرار ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ ابھی میں فرار ہونے کے متعلق سوچ رہا تھا کہ یکایک ایک بڑا اور کالا سانپ نکلا اور میری طرف آتے ہوئے آدمیوں کی ٹانگوں میں سے گزرتا ہوا جھونپڑیوں کی طرف بھاگا۔ وہ لوگ نہایت ہی بدحواسی کے عالم میں اچھل کر ایک طرف ہوزہے اور پھر یہ کہتے ہوئے سانپ کے پیچھے لپکے کہ اسی سانپ کو دیکھ کر کتا بھونکا تھا۔ میرے آقا! تم کچھ بھی کہو میں تو یہی کہوں گا کہ وہ میری محافظ روح تھی۔ جس نے مجھے بچانے کے لئے سانپ کا روپ اختیار کر لیا تھا۔

اب میدان صاف تھا۔ میں رینگ کر دوسری طرف چلا گیا۔ کوس میرے ساتھ تھا۔ مجھے خیال آیا کہ کتے کا خاتمہ کردوں' مبادا وہ میرا بھانڈا نہ پھوڑ دے لیکن جب میں نے اسے قریب بلایا کہ اپنے ڈنڈے سے اسکی کھوپڑی توڑ دوں' تو وہ میرے قریب آکر میرے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اور دم ہلانے لگا گویا مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا۔ چنانچہ میں اسے مار نہ سکا۔ اور اپنی الھولسی (مقدس روح) پر بھروسہ کر کے آگے بڑھا۔ کوس میرے ساتھ تھا۔ میرا ارادہ پہلے خود اپنی جھونپڑی میں جانے کا تھا کہ وہاں سے ضرورت کی چیزیں لے آؤں مثلاً بھالا اور کمبل وغیرہ۔ میرا خیال تھا کہ میری جھونپڑی خالی ہوگی۔ کیونکہ اس میں سوائے میرے اور کوئی نہ سوتا تھا اور نوما کی جھونپڑیاں میری جھونپڑی سے چند قدم دور دائیں طرف تھی۔

میری جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ آقا! رات کے وقت ہم لوگ جھونپڑی کے دروازے پر کانٹے دار جھاڑیاں رکھ کر اسے بند کر دیتے تھے لیکن اس رات میری جھونپڑی کے دروازے پر نہ تو جھاڑیاں رکھی گئی تھیں اور نہ ہی وہاں کوئی نظر آرہا تھا۔ کتے کو باہر ہی رہنے کا اشارہ کر کے میں جھونپڑی کے قریب پہنچا۔ چند ثانیوں تک میں دروازے کے قریب چھپا آہٹ لیتا رہا۔ معلوم ہوا کہ جھونپڑی خالی تھی۔ میں اندر گھس گیا۔ اور اب میں' بھالا' پانی بھرنے کی تونبی اور اپنا چوبی تکیہ تلاش کر رہا تھا یہ تکیہ اتنا خوبصورت تھا اور اس میں ایسے نقش و نگار کندہ کئے گئے تھے کہ میں اسے چھوڑنا نہ چاہتا تھا بہت جلد مجھے یہ

چیزیں مل گئیں۔ اب میں اپنا کمبل تلاش کررہا تھا۔ میں اندھیرے میں ٹٹول رہا تھا کہ میرا ہاتھ کسی ٹھنڈی چیز پر جاپڑا۔ میں ایک دم گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا لیکن میں پھر ہمت کرکے آگے بڑھا۔ اور اس ٹھنڈی چیز کو ٹٹونے لگا۔ نوما کی لاش تھی۔ اسی نوما کی جسے میں نے اپنے ڈنڈے کی ایک ہی ضرب سے اس دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچا دیا تھا۔ نوما کی لاش میری ہی جھونپڑی میں رکھی گئی تھی۔ اور اس وقت تک وہیں پڑی رہنے والی تھی جب تک کہ اسے دفن نہیں کردیا جاتا۔ میرے آقا! خوف سے میں لرزنے لگا کیونکہ وہ نوما زندہ نوما سے زیادہ خوفناک اور خطرناک تھا۔ میں وہاں سے بھاگنے والا تھا کہ جھونپڑی کے باہر سے عورتوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ ان آوازوں کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ نوما کی دو بیویاں تھیں جو کہ آپس میں باتیں کررہی تھیں انکی باتوں سے معلوم ہوا کہ نوما کی ایک بیوی لاش کے پاس بیٹھنے اور ماتم کرنے آئی تھی۔ چنانچہ اے میرے آقا! اب میں پھنس گیا تھا کیونکہ اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا جھونپڑی کے دروازے پر اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ میں نے بھینسے کے سے سانسوں کی آواز سنی۔ اور جان لیا کہ نوما کی موٹی بیوی دروازے میں سے رینگ کر جھونپڑی میں داخل ہورہی تھی۔ وہ جھونپڑی میں داخل ہوکر لاش کے قریب بیٹھ گئی۔ اب میں باہر نہ جاسکتا تھا۔ وہ میرا راستہ روکے بیٹھی تھی۔ میں دروازے تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ اب وہ ماتم کررہی تھی وہ اپنے شوہر کا نام لے لے کر رو رہی تھی اور مجھے کوس رہی تھی۔

آہ! میرا آقا! وہ نہ جانتی تھی کہ میں اسی جھونپڑی میں موجود ہوں اور اس کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سن رہا ہوں۔ میں بھی نوما کی لاش کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مجھ پر خوف مسلط تھا اور کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں دفعتاً مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ اب چونکہ نوما کی بیوی وہاں موجود تھی اس لئے نوما کی لاش کا خوف میرے دل سے جاتا رہا تھا اور میرے ذہن کے کواڑ کھل گئے تھے اب میں اپنے آپ کو بچانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔

مجھے یاد آیا کہ نوما زندگی میں دھوکے باز اور عیار شخص تھا۔ اب کیوں نہ میں بھی

عیاری سے کام لوں اور اس مقصد کے لئے نوما کی لاش کو بھی آلہ کار بناؤں۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ نوما کی لاش کے کندھوں کے نیچے رکھ دیئے اور اسے آہستہ سے اٹھانے لگا۔ یہاں تک کہ اسے سیدھا بٹھا دیا نوما کی بیوی نے لاش کو اٹھتے ہوئے دیکھا تو اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلی۔

"بڑھیا! خاموش ہوجا" میں نے نوما کی آواز میں کہا "زندگی میں تو تو نے مجھے سکون نہ دیا۔ اب مرنے کے بعد تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے نالائق یہاں بھی مجھے پریشان کرنے چلی آئی۔

نوما کی موٹی بیوی مارے خوف کے ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ اور پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چیخنے کے لئے اس نے منہ کھولا۔

"ہیں! تو اب چیخنا چاہتی ہے؟" میں نے پھر نوما کی آواز میں کہا "بہت اچھا! موٹی بڑھیا! میں تجھے ایسا سبق دوں گا کہ عمر بھر کے لئے تجھے چپ لگ جائے گی۔"

اور میں نے نوما کی لاش اس پر ڈھکیل دی۔

چنانچہ بڑھیا کے حواس باختہ ہو گئے اور وہ بے ہوش ہو کر پڑی۔ میں یہ نہیں جانتا کہ بعد میں اسے ہوش آیا یا کہ نہیں کم سے کم اس وقت تو وہ خاموش ہو گئی ہیں نے کمبل گھسیٹ کر بغل میں دبایا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نوکا کا بہترین لباس تھا۔ جس کی قیمت تین بیلوں سے کم نہ تھی۔ اور کمبل لے کر میں بھاگا وہاں سے کوس میرے ساتھ تھا۔

میرے باپ ماکداما کا کرال وہاں سے کوئی دو سو قدم دور تھا۔ اور مجھے اسی کرال میں جانا تھا کیونکہ بالکا اسی جگہ ایک جھونپڑی میں سوتی تھی۔ میں اس کرال میں دروازے سے داخل نہ ہو سکتا تھا کیونکہ ایک سپاہی وہاں ہر وقت پہرہ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے کرال کے گردینی ہوئی کانٹے دار باڑھ میں اپنے بھالے سے راستہ بنایا اور اندر گھس کر اس جھونپڑی کی طرف رینگنے لگا جس میں بالکا اپنی دوسری بہنوں کے ساتھ سویا کرتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جھونپڑی کے کس کونے میں سوتی تھی اور اس کا سر کس طرف رہتا تھا چنانچہ میں اسی طرف پہنچا اور خاموشی سے بے حد خاموشی سے جھونپڑی کی گھاس پھونس کی دیوار میں

سوراخ بنانے لگا اور اس کام میں کافی وقت صرف ہوا کیونکہ دیوار موٹی اور مضبوط تھی، پھر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا میں نے سوچا کہ شاید بالکا نے اپنی جگہ بدل لی ہو اور میں غلطی سے کسی دوسری لڑکی کو بیدار کردوں۔ چنانچہ میں نے بالکا کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اور اکیلے ہی فرار ہو جانے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی میں اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دیوار کے دوسری طرف کسی کو کروٹ لیتے اور پھر ایک لڑکی کو آہستہ آہستہ روتے سنا۔

"آہ یہ بالکا ہے" میں دل ہی دل میں بولا۔ جو اپنے بھائی کی یاد میں رو رہی ہے۔ میں نے ہونٹ اسی جگہ رکھ دیئے جہاں دیوار پتلی ہو گئی تھی اور پھر میں نے تقریباً سرگوشی میں کہا۔

"بالکا! میری بہن رو نہیں میں موپو ہوں تمہارا بھائی خاموش رہو۔

اٹھو اور اپنا کمبل لے کر باہر آجاؤ۔

بالکا بہادر اور ہوشیار لڑکی تھی اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو چیخ پڑی ہوتی چند ثانیوں تک بالکا خاموش کھڑی رہی اور پھر اپنا کمبل لئے جھونپڑی سے باہر آگئی۔

موپو! یہاں کیوں آئے ہو؟ جب میرے وہ قریب آگئی تو اس نے پوچھا اگر دیکھے گئے تو پکڑے جاؤ گے اور پکڑے گے تو قبیلے والے تمہارے ٹکڑے اڑا دیں گے۔

پھر میں نے اپنا ارادہ اسے بتا کے پوچھا۔

کہو اب تمہارا ارادہ ہے میرے ساتھ چل رہی ہو یا مجھے الوداع کہہ کر جھونپڑی میں جانا پسند کرتی ہو۔

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

نہیں بھائی میں تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ ہمارے گھر میں بلکہ پورے قبیلے میں سوائے تمہارے میرا کوئی اور نہیں۔ حالانکہ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اپنی موت کی طرف جا رہی ہوں تاہم میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اس وقت میں نے بالکا کے ان لفظوں پر غور کیا لیکن بعد میں مجھے اس کے یہ الفاظ یاد

آئے اور میں اسے اپنے ساتھ لانے پر خوب پچھتایا۔ خیر تو ہم دونوں اپنے آپ کو چھپاتے کرال سے باہر آگئے۔ کوس ہمارے ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہم گھاس کے میدان میں بھاگے جا رہے تھے اور ہمارا رخ اس طرف تھا جس طرف کہ زولو قبیلہ آباد تھا اور جس طرف شاکا کا کرال تھا۔

فرار

ہم رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ ہمارا کتا بھی تھک گیا دن طلوع ہوا تو ہم مکئی کے ایک کھیت میں چھپ گئے اس خوف سے کہ مبادا میرے باپ کے آدمی ہمیں تلاش کرنے نکلے ہوں اور ہمیں پالیں۔

دوپہر ڈھل رہی تھی جب ہم نے آوازیں سنیں میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ یہ ہمارے قبیلے کے آدمیوں کا ایک گروہ تھا۔ یہ لوگ ہمیں تلاش کرنے آئے تھے وہ قریب کے کرال میں یہ معلوم کرنے چلے گئے کہ وہاں کے کسی آدمی نے ہمیں دیکھا ہے یا نہیں اس کے بعد وہ ہمیں نظر آئے۔ اندھیرا اترتے ہی ہم کھیت میں سے نکل کر آگے روانہ ہوئے قسمت میں یوں لکھا تھا۔ چنانچہ سویوں کہ ہماری ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جس نے ہمیں گھور کر دیکھا۔ لیکن منہ سے نہ بولی اس کے بعد ہم دن میں اور رات میں برابر چلتے رہے کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ تعاقب کرنے والوں کو بڑھیا ہمارا پتہ دے گی بشرطیکہ ان کی ملاقات اس بڑھیا سے ہوئی اور ہمارا یہ خوف بے بنیاد نہ تھا۔

تیسرے دن شام کو ہم ایک کرال کی سرحد پر مکئی کے کھیتوں میں پہنچے اور یہ کیا کہ کھیتوں کو روند ڈالا گیا ہے۔ ایک کھیت میں ہمیں ایک بے حد بوڑھے شخص کی لاش پڑی ملی اس کے بدن پر بھالے کے اتنے زخم تھے کہ خارپشت کے بدن پر جتنے کانٹے ہوتے ہیں۔ ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور آگے بڑھے اور دیکھا کہ وہ کرال بھی جس کے وہ کھیت تھے جلا کر سیاہ کردیا گیا تھا۔ ہم اس کرال میں داخل جب ہوئے اور وہاں جو منظر دیکھنے کو ملا وہ لرزہ خیز غمناک اور اداس تھا بعد میں ہم ایسے نظاروں کے عادی ہو گئے لیکن اس وقت چونکہ پہلی دفعہ ہم نے ایسا منظر دیکھا تھا اس لئے دل پر عجیب اثر ہوا۔

جلے ہوئے کرال میں مردوں اور بچوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور کرال میں جگہ جگہ خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے۔ غروب ہوتے ہوئے سورج کی سرخی میں لاشیں بھی سرخ معلوم ہو رہی تھیں۔ بالکا اس منظر کی تاب نہ لاکر رونے لگی۔ وہ بچاری لڑکی تھی اور اس موت کے کرال میں سے ہمیں کھانے کو کچھ نہ مل سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے درختوں کے

پتے اور گھاس وغیرہ چبا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔

کسی زبردست دشمن نے اس کرال پر حملہ کیا ہے میں نے کہا۔

اور ابھی یہ الفاظ میرے منہ سے ہی نکلے تھے کہ کسی کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ یہ آواز ایک ٹوٹی ہوئی باڑھ کے دوسری طرف سے آ رہی تھی میں جلدی سے اس طرف پہنچا۔ وہاں ایک نوجوان عورت پڑی ہوئی تھی جو بری طرح زخمی تھی۔ لیکن مری نہ تھی۔ اس عورت سے تھوڑی ہی دور ایک نوجوان کی لاش پڑی تھی۔ اور اس لاش کے اردگرد بہت سی لاشیں تھیں جو کسی دوسرے قبیلے کے سپاہیوں کی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ نوجوان بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا ہے۔ زخمی عورت کے سامنے تین بچوں کی لاشیں پڑی تھیں اور چوتھے اور سب سے چھوٹے بچے کی لاش عورت کے سینے پر پڑی ہوئی تھی۔ میں اس عورت کی طرف دیکھنے لگا وہ پھر کراہی اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے مجھے دیکھا میرے ہاتھ میں بھالا تھا۔

آہ مار ڈالو مجھے جلدی مار ڈالو۔ وہ بولی مجھے اتنی اذیت دینے کے بعد بھی تمہارا دل نہیں بھرا۔

خاتون! میں ایک مسافر ہوں اور تمہیں قتل کرنے نہیں آیا ہوں میں نے کہا۔

تو پانی پلا دو مجھے۔ عورت بولی۔ کرال کے عقب میں چشمہ بہہ رہا ہے۔

میں نے بالاکو قریب بلا کر اس سے کہا کہ وہ عورت کے پاس ٹھہرے اور خود تونبی لے کر چشمے پر پہنچا۔ چشمے میں بھی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جنہیں گھسیٹ کر میں نے باہر پھینکا۔ اور جب پانی قدرے صاف ہو گیا تو تونبی بھر کے اس عورت کے پاس واپس آیا۔ زخمی عورت تونبی منہ سے لگا کے بہت سا پانی پی گئی اس کے جسم میں ذرا سی قوت آگئی۔ پانی نے اس کی حیات کی قوت کو ذرا دیر کے لئے اکسا دیا تھا۔

خاتون کیا واقعہ ہوا یہاں۔ میں نے پوچھا۔

زولو بادشاہ شاکا کی فوج یہاں آئی تھی۔ آہ اس نے ہمیں کھا لیا۔ عورت نے جواب دیا۔ آج صبح جب ہم اپنی جھونپڑیوں میں سو رہے تھے شاکا کی فوج ہم پر ٹوٹ پڑی۔ میری

آنکھ کھل گئی اجنبی میں اپنے بچوں اور شوہر کے ساتھ جس کی لاش سامنے پڑی ہے باہر دوڑی آئی۔ میرے شوہر کے ہاتھ میں بھالا اور ڈھال تھی میرا شوہر بہادر تھا۔ دیکھو وہ بہادروں کی موت مرا ہے۔ مرنے سے پہلے اس نے تین زولو شیطانوں کو خاک و خون میں لٹا دیا پھر زولوؤں نے مجھے پکڑ لیا اور میری نظر کے سامنے میرے تین بچوں کو بھالوں سے چھید ڈالا پھر مجھ پر بھالے برسائے یہاں تک کہ میں گری اور انہوں نے مجھے مردہ سمجھ لیا پھر وہ چلے گئے۔ میں نے نہیں جانتی کہ شاکا کی فوج نے ہم پر کیوں حملہ کیا۔ غالباً اس لئے کہ شاکا نے زورائی سردار سے جنگ کرنے کے لئے ہمارے قبیلے کے سردار سے مدد طلب کی تھی لیکن ہمارے سردار نے مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ خاموش ہو گئی پھر زور سے چیخی اور مر گئی۔

میری بہن رونے لگی۔ خود میرا دل بھی بھر آیا۔

آہ میں دل ہی دل میں بولا ادم کلو کلو خفا ہے اگر وہ خفا نہ ہوتا تو دنیا میں ایسے مظلوم نہ ہوتے۔

اے میرے آقا اس وقت سوچا یوں تھا میں نے۔ لیکن اب میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہم نے ادم کلو کلو کو بھلا دیا ہے ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلتے۔ ان دنوں میرا دل چوزے کی طرح تھا اور میری آنکھیں ایسے نظاروں کی عادی نہ تھی۔ لیکن بعد میں آہ میرے آقا' وہ ایسے نظاروں کی عادی ہو گئیں۔ اور پھر ایسے نظاروں نے میرے دل پر کوئی اثر نہ کیا۔ لیکن وہ عجیب زمانہ تھا شاکا کے دور میں افریقہ کے دریا خون سے سرخ ہو کر بہتے تھے۔ کسی بھی دریا یا چشمے کا پانی پینے سے پہلے ہمیں یہ اطمینان کر لینا پڑتا تھا کہ اس میں انسانوں کا تو خون نہیں ملا ہوا ہے وہ ایسا زمانہ تھا جب گدھ لگڑ بھگے اور دوسرے مردار خور پرندے اور درندے بھوکے نہ مرتے تھے۔ شاکا کی فوجیں ان کے لئے انسانی گوشت افراط سے مہیا کر دیتی تھیں۔ ایسا زمانہ تھا وہ جس میں خون پانی سے ارزاں تھا انسانوں نے بڑی سرعت اور خاموشی سے مرنا سیکھ لیا تھا لیکن اس کا ذکر کرنے سے کیا فائدہ وہ لوگ مر گے مٹ گئے۔ موت کا وہ دور ختم ہوا لیکن فائدہ نہیں کسی

چیز سے فائدہ نہیں زندگی کا بھی فائدہ نہیں پیدا ہونا غلطی ہے زندگی ایک لعنت ہے اور موت ہی اس زندگی سے نجات دلا سکتی ہے۔

اس رات ہم نے اسی کرال میں قیام کیا لیکن سو نہ سکے کیونکہ رات بھر ہم ان لوگوں کرال میں گھومتے اور چیخیں سنتے رہے۔ انٹانگو ات بھر چیختے اور ایک دوسرے کو پکارتے رہے مرد اپنی بیویوں کو اور عورتیں اپنے بچوں کو تلاش کر رہی تھیں ہمیں خوف تھا کہ مبادا وہ ہمارے موجودگی سے باخبر ہو جائیں۔ اور عضہ ہو کر ہمارا خاتمہ کر دیں چنانچہ میں اور بالکا ایک دوسرے سے چمٹ گئے ہم دونوں خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہے تھے۔ کوس بھی کانپ رہا تھا اور وقتاً فوقتاً اپنی تھوتھنی اٹھا کر نہایت بھیانک آواز مین رو لیتا تھا۔ لیکن انٹانگو نے شاید ہمیں نہ دیکھا اور صبح ہونے کے قریب تھی جب ان کی آوازیں ڈوب گئیں۔

سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہم بھوتوں کے اس کرال میں سے نکلے اور آگے روانہ ہوئے اس کرال سے نکلنے کے بعد ہمیں شاکا کے کرال کا راستہ تلاش نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ شاکا کی فوج کے قدموں کے نشانات ہماری راہبری کر رہے تھے راستے میں کہیں کہیں زولو سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ملیں۔ ان سپاہیوں کو خود ان کے ساتھیوں نے اس لئے قتل کر دیا تھا کہ زخموں کی وجہ سے وہ چل نہ سکتے تھے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سپاہیوں اور مویشیوں کے کھروں کے نشانات اور خود زولو سپاہیوں کی لاشیں ہمیں راستہ دکھا رہی تھیں اور اس طرح ہمارا سفر قدرے آسان ہو گیا تھا۔ جلے ہوئے کرال اور بے گناہوں اور خود زالو سپاہیوں کی لاشیں دیکھ کر میں نے سوچا کہ شاکا کے پاس جانا مناسب ہو گا بھی یا نہیں جو کچھ ہم نے دیکھا وہ سب اس کی وجہ سے ہے یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ شاکا شاید ہمیں بھی قتل کروا دے گا۔

لیکن چونکہ ہمارا کوئی ٹھور ٹھکانا تھا نہیں اس لئے یہ سوچ کر ہم چلتے رہے کہ جو کچھ ہونا ہی ہو کر رہے گا چلتے چلتے ہم تھک گئے بھوک اور تھکان نے ہمیں نڈھال کر دیا بالکا تو بالکل مایوس ہو گئی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ ہم اب اپنا یہ سفر ختم کریں اور کسی جگہ بیٹھ کر

موت کے منتظر رہیں۔ کیونکہ موت ہماری ساری تکلیفوں کا خاتمہ کردے گی۔ چنانچہ ہم ایک چشمے کے کنارے بیٹھ گئے۔ ابھی میں مرنا نہ چاہتا تھا لیکن اب سوچتا ہوں کہ اے میرے آقا کہ اگر راستے میں ہی مر گئے ہوتے تو اچھا ہوتا۔

ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ میرا کتا کوس ایک دم سے اٹھا اور لپک کر قریب کی جھاڑیوں میں گھس گیا۔ ہم نے جدوجہد کی آوازیں سنیں۔ میں بھی اٹھ کر جھاڑیوں میں پہنچا اور دیکھا کہ میرا کتا ایک ڈوئی کو جو کتے جیتنا تھا۔ دبوچے بیٹھا ہے ڈوئی تڑپ رہا تھا یہ ڈوئی جھاڑی میں سو رہا تھا کہ کوس اس کی بو پا کر اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنا بھالا ڈوئی کر کے پیٹ میں اتار دیا اور خوشی سے چلا اٹھا کیونکہ اب ہمیں کھانا ملنے والا تھا۔ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ وہی لوگ بہتر طور سے لگا سکتے تھے جو مسلسل کئی دنوں سے درختوں کے پتے اور جڑیں چبا چبا کر پیٹ کی آگ بجھاتے رہے ہوں۔

جب ڈوئی تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تو میں نے اس کی کھال اتاری پھر گوشت کے قتلے کیے اور ان قتلوں کو چشمے میں دھو کر ہم کچے ہی چبانے لگے کیونکہ ہمارے پاس آگ نہ تھی کہ گوشت بھون سکتے۔ ٹھیک ہے میرے آقا کچا گوشت کھانا بڑی ہی ذلیل اور درندوں کی سی حرکت ہے لیکن سچ کہتا ہوں اسوقت کچا گوشت بھی ہمیں دنیا کی لذیذ ترین نعمت معلوم ہو رہا تھا۔

خیر تو ہم گوشت کھا چکے اور پیٹ کی اینٹھن ذرا کم ہوئی تو ہم چشمے میں اتر گئے اور نہانے لگے۔ نہاتے نہاتے بالکا کی نظر اتفاقاً سامنے کی طرف اٹھ گئی۔ فوراً ہی اس کے منہ سے خوف کی چیخ نکلی۔ میں نے بھی سامنے دیکھا ہم سے تھوڑی ہی دور ایک ٹیلہ تھا اور ٹیلے پر چھ مسلح سپاہی تھے میں نے فوراً ہی انہیں پہچان لیا۔ وہ میرے باپ کے سپاہی تھے جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا چنانچہ وہ خوشی کے نعرے لگاتے اور اپنے بھالے ہلاتے نہایت تیزی سے ٹیلے پر سے اترنے لگے ہم چشمے میں سے نکل آئے اور منہ اٹھا کر اندھا دھند بھاگ پڑے خوف کی وجہ سے ہماری ٹانگوں میں حیرت انگیز تیزی آگئی تھی۔

اور اب نقشہ یوں تھا ہمارے سامنے میدان تھا۔ جو دریائے ادم فلوزی تک بتدریج جھکتا چلا گیا تھا دریا اس میدان کو قطع کرتا ہوا گزر رہا تھا دریا کے دوسرے کنارے سے میدان پھر بلند ہو گیا تھا اور ہم یہ نہ جانتے تھے کہ اس کے دوسری طرف کیا ہے لیکن ہمارا اندازہ یہ تھا کہ اس کے عقب میں شاکا کا کرال ہے چنانچہ ہم دریا کی طرف بھاگے۔ ہمارے پیچھے میرے باپ کے آدمی شکاری کتوں کی طرح شور مچاتے بھاگے آ رہے تھے۔ تعاقب کرنے والے دم بدم ہم سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ کیونکہ وہ تازہ دم تھے اور پھر غصہ نے بھی ان کی ٹانگوں میں تیزی کی رو دوڑا دی تھی۔ انہیں غصہ اس بات پر تھا کہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے انہیں اتنی دور تک آنا پڑا تھا۔ ہم تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ تاہم تعاقب کرنے والے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے آخرکار ہم دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ دائیں طرف دریا شور مچاتا اور آبشار بناتا بہہ رہا تھا۔ اور بائیں طرف وہ کف دردہن تھا کیونکہ اس طرف زیر آب پتھر تھے۔ اور یہ دریا کا اتار تھا۔ اس طرف پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ وہاں کوئی پیر نہ جما سکتا تھا۔ اس آبشار اور اتار کے درمیان پانی پرسکون تھا لیکن بہاؤ پھر بھی تیز تھا۔

آہ بھائی اب ہم کیا کریں۔؟ بالکا نے مایوسی سے کہا

اب ہمارے لئے دو ہی راستے رہ گئے ہیں میں نے جواب دیا یا تو سپاہیوں کے بھالوں میں چھد کر دیئے جائیں یا پھر قسمت پر بھروسہ کر کے دریا میں چھلانگ لگا دیں۔

ڈوب کر مرنا چھد کر مرنے سے بہتر ہوگا۔ بالکا نے کہا۔

بس تو ٹھیک ہے میں نے کہا ادم کلوکلو اور مقدس سانپ ہماری مدد کرے کم سے کم ہم تیرنا تو جانتے ہیں آگے جو قسمت میں لکھا ہے ہوگا۔

اور ہم اس جگہ پہنچے جہاں پانی پرسکون اور مگر بہاؤ تیز تھا ہم نے اپنی چیزیں سوائے بھالے کے کنارے پھینک دیں۔ میں نے اپنا بھالا دانتوں میں دبایا اور مقدس روح کا نام لے کر دریا میں چھلانگ لگادی۔ بالکا نے میرا ساتھ دیا اب پانی ہمارے سینہ تک آیا۔ آب گلے تک۔ اور اب ..... ٹانگوں تلے زمین نہ تھی ہم تیر رہے تھے کتا بھی تیر رہا تھا وہ ہمارے آگے تھا اور عین اسی وقت تعاقب کرنے والے کنارے پر پہنچ گئے۔

شیطانوں تو تم تیر رہے ہو۔ ایک سپاہی نے کہا بہت اچھا اگر تم ڈوب نہ گئے تو ہم پکڑ کے تمہیں قتل کر دیں گے۔ کیونکہ ہم دریا کے پایاب مقام سے واقف ہیں۔ اور اسے عبور کرسکتے ہیں۔ ہمارے سرداروں کی مقدس روحوں کی قسم ہم دنیا کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ اس ٹانگ برابر کے لونڈے کی جرات تو دیکھو۔ کم بخت خود تو مرنے والا ہے ساتھ ہی اپنی بہن کو بھی موت کی طرف لے جارہا ہے بہت اچھا ایسا سبق دوں گا تجھے کہ دوسرے عبرت حاصل کریں گے۔

اور اس نے اپنا بھالا پھینکا جو میرے اور بالکا کے درمیان گرا۔

ہم بغیر دم لئے تیرتے رہے اب ہم منجدھار میں پہنچ گئے تھے پانی ہمیں اپنے ساتھ اتار کی طرف گھسیٹ رہا تھا اور اس طرف زیر آب بڑے بڑے پتھر تھے جن سے پانی شور مچاتا اور کف اڑاتا گزر رہا تھا دھارا ہمیں گھسیٹتا رہا چونکہ ہم اچھے پیراک تھے۔ اس لئے تیرتے رہے اب اگر ہم دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تب تو بچ نکلنے کی کوئی امید ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر دھاوا ہمیں اتار کی طرف گھسیٹ لے گیا تو پھر۔ الوداع

اب ہم دوسرے کنارے کے قریب تھے لیکن ساتھ ہی دریا کے اتار کے بھی قریب ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ ہم زندگی کے لئے ایسی جدوجہد کر رہے تھے کہ کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔ بالکا بہادر لڑکی تھی وہ بڑی ہمت سے اور ذرا بھی گھبرائے بغیر تیر رہی تھی۔ لیکن دھاوا اسے اتار کی طرف لے جا رہا تھا اور میں اس کی مدد نہ کر سکتا تھا اتفاقاً میرے پیر ایک زیر آب چٹان پر ٹک گئے میں سنبھل کر کھڑا ہو گیا اور اب میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ بالکا اندھا دھند ہاتھ پیر چلا رہی تھی وہ تیرتی آ رہی تھی اور اس سے صرف دس قدم دور دریا کا خطرناک اتار تھا میں اس کی مدد کے لئے واپس نہ جا سکتا تھا۔ میں تھکان سے نڈھال ہو رہا تھا اور ہاتھوں اور ٹانگوں کے پٹھے یوں درد کر رہے تھے جیسے ان میں سیسہ بھر دیا گیا ہو۔ چنانچہ معلوم ہوتا تھا کہ اب بالکا بچ نہ سکے گی۔

لیکن کوس نے اپنی مالکن کو اتار کی طرف دیکھا وہ تیر کی طرح بالکا کے قریب پہنچا۔ اور دو دفعہ بھونک کر کنارے کی طرف گھوم گیا۔ بالکا نے اس کی دم پکڑلی کوس زور لگا کے تیرنے لگا۔ بالکا بھی اپنے ایک آزاد ہاتھ اور ٹانگوں سے مقدور بھر زور لگا رہی تھی۔ اور اب وہ دونوں آہستہ آہستہ قریب آ رہے تھے۔ میں نے اپنے بھالے کو الٹا پکڑ کے اس کی ہتھی بالکا کی طرف بڑھا دی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ہتھی پکڑی بالکا کی ٹانگیں اتار کے کنارے پر پہنچ چکی تھیں لیکن میں نے اسے کھینچا۔ کوس نے اسے کھینچا۔ اور خود بالکا نے زور لگایا۔ اور ہماری کوششیں اسے اتھلے پانی میں لے آئیں۔ اب کنارے پر پہنچنا آسان تھا اور کنارے پر پہنچتے ہی بالکا بے جان سی ڈھے گئی۔

دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے ہمارے قبیلے کے سپاہیوں نے جب دیکھا کہ ہم نے دریا عبور کر لیا ہے اور صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئے ہیں تو وہ اپنے بھالے ہلا ہلا کر ہمیں دھمکیاں دینے لگے۔ اور پھر پایاب مقام کی تلاش میں چلے گئے کہ وہاں سے دریا عبور کر کے تعاقب جاری رکھیں۔

بالکا اٹھو میں نے کہا وہ لوگ پایاب مقام کی تلاش میں گئے ہیں۔

تم جاؤ بھائی مجھے مر جانے دو۔ بالکا نے جواب دیا۔

لیکن میں نے اسے جبراً اٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا سانس درست ہو چکا تھا اور ہم نہایت تیزی سے سامنے والے ٹیلے کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم چلتے رہے اور اب ہم اس کی چوٹی پر تھے۔ اور وہاں سے ہم نے دیکھا کہ کچھ دور پر ایک زبردست کرال تھا۔

ہمت رکھو میری بہن میں نے کہا۔ لیکن ہمیں کیا ملے گا وہاں؟ شاید موت۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا ہم چل پڑے اس طرف باقاعدہ ایک راستہ بنا ہوا تھا جو دریا کے بائیں حصے سے شروع ہو کر کرال تک گیا تھا اب کرال صرف آدھے گھنٹے کی مسافت پر رہ گیا تھا۔ ہم نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور ہمارا خون خشک ہو گیا ہماری پیچھے پانچ تعاقب کرنے والے بھاگے آ رہے تھے۔ ان کا ایک ساتھی دریا عبور کرتے وقت غرق ہو گیا تھا۔

ہم پھر بھاگنے لگے۔ لیکن اب ہماری ٹانگیں جواب دے رہی تھیں ہم ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ لڑکھڑا رہے تھے اور تعاقب کرنے والے ہر لحظہ بہ لحظ قریب ہوتے جا رہے تھے۔ اور اس وقت مجھے اپنے کتے کوس کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں کوس کو تعاقب کرنے والوں پر چھوڑ دوں تو وہ کسی ایک کا حلقوم ضرور ادھیڑ دے گا۔ میں نے کوس کو قریب بلا کر اسے سمجھایا میں جانتا تھا کہ وہ زندہ نہ بچے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہ تھا وفادار جانور میری بات سمجھ کر پلٹا اور نہایت غصے کے عالم میں غراتا ہوا تعاقب کرنے والوں کی طرف لپکا اس کے بال اس کے بدن پر کھڑے ہو گئے تھے اور وہ بہت خونخوار نظر آ رہا تھا۔

کوس تعاقب کرنے والوں کے قریب پہنچ گیا انہوں نے بھالوں اور ڈنڈوں سے اسے مارنے کی کوشش کی لیکن وہ وار بچاتا رہا۔ آخر کار ایک سپاہی کا ڈنڈا کوس کی پیٹھ پر پڑا ساتھ ہی کوس نے ایک چھلانگ لگائی اور اس سپاہی کے حلق میں اپنے دانت گاڑ کر لٹک گیا۔ کتا اور سپاہی زمین پر لوٹنے لگے۔ انجام اس کا یہ ہوا کہ دونوں مارے گئے سپاہی کو کوس نے مار ڈالا اور دوسرے سپاہیوں نے کوس کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح ہماری کتے کوس کی کہانی ختم ہوتی ہے۔

اس اثناء میں ہم بھاگتے رہے اور ہم کرال کے دروازے سے صرف دو سو قدم دور تھے اور اڑتے ہوئے غبار اور بلند ہوتے ہوئے شور سے پتہ چلتا تھا کہ اس وقت کرال میں کچھ ہو رہا ہے اب چار تعاقب کرنے والے بچ رہے تھے جو ہماری طرف بھاگے آ رہے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ اس سے پہلے کہ ہم کرال کے دروازے تک پہنچیں وہ ہمیں پالیں گے۔ کیونکہ بالکا اتنی تھک گئی تھی کہ بھاگ نہ سکتی تھی بھاگنا تو ایک طرف رہا وہ تیزی سے چل بھی نہ سکتی تھی۔ اور اس وقت اے میرے آقا میں نے سوچا کہ میں اپنی جان دے کر بالکا کو بچاؤں گا۔ وہ جوان اور حسین تھی چنانچہ مجھے یقین تھا کہ شاکا اسے قتل نہ کرے گا۔

بالکا۔ بھاگو' بھاگو۔ میں نے اپنی رفتار کم کرتے ہوئے کہا

بالکا اور خوف تھکن سے دیوانی ہو رہی تھی اور میرا مقصد سمجھ نہ سکتی تھی چنانچہ وہ لڑکھڑاتی اور گرتی پڑتی کرال کے دروازے کی طرف بھاگی اس نے یہ بھی دیکھا کہ میں قصداً پیچھے رہ گیا تھا۔

میں اپنا سانس درست کرنے کے لئے گھاس پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں تنہا چار سپاہیوں کا مقابلہ اس وقت کرنے والا تھا کہ جب تک میں مارا نہ جاتا۔ میرا دل سینے میں زخمی کبوتر کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ اور خون میری کنپٹیوں میں بج رہا تھا جب تعاقب کرنے والے میرے قریب آ گئے تو میں اٹھا بھالا میری ہاتھ میں تھا ایک بار پھر سرخ کپڑا میری نظر کے سامنے لہرانے لگا اور میرا تمام خوف زائل ہو گیا۔

تعاقب کرنے والے اس طرح میری طرف بھاگے آ رہے تھے کہ دو آگے تھے اور دو پیچھے اور آگے اور پیچھے والوں کے درمیان ایک نیزے کا فیصلہ تھا اور جو دو آگے تھے۔ ان میں ایک سپاہی اپنے ساتھی سے کوئی پانچ چھ قدم آگے تھا اس آگے والے سپاہی نے ایک نعرہ لگا کر مجھ پر حملہ کر دیا میرے پاس ڈھال نہ تھی لیکن میں پھرتیلا اور چالاک تھا۔ اور حملہ آور غصے اور اپنی طاقت کے نشے میں اندھے ہو رہے تھے۔ میں ایک دم سے اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گیا اور اس کی ڈھال کے نیچے سے اپنا بھالا ڈھکیل دیا۔ اس نے بھی اپنا بھالا

جھکایا۔ جو میری کندھے پر گہری خراش لگا گیا دیکھو آقا یہ ہے اس زخم کا نشان ــــ لیکن میرا بھالا ــــ میرے آقا میرا بھالا اپنا کام کر گیا۔ وہ کھچ سے اس کے پیٹ میں گھس گیا۔ سپاہی دونوں ہاتھ پھیلا کر گرا اور تڑپنے لگا۔ اب میں نہتا تھا۔ میرا بھالا چونکہ پھینک کر مارنے کا تھا۔ اس لئے وہ ہلکا اور نازک تھا چنانچہ اس کا دستہ بیچ میں ٹوٹ گیا اب صورت حال یہ تھی کہ بھالے کا ٹوٹا ہوا دستہ میری ہاتھ میں تھا اور پھل تڑپتے ہوئے سپاہی کی پیٹ میں اس اثناء میں دوسرا سپاہی میرے سر پر پہنچ چکا تھا۔ یہ شخص لمبا تڑنگا تھا اب بچنے کی کوئی امید نہ تھی موت میرے سامنے تھے۔ یکایک امید کی ہلکی سی کرن میرے دل میں رینگ آئی۔ اور مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ میں ایک دم سے گٹھر بن کر زمین پر لوھک گیا۔ سپاہی مجھ پر حملہ کرنے کے لئے بھالا بلند کر چکا تھا میں لڑکھڑاتا اس کی ٹانگوں سے جا ٹکرایا۔ سپاہی اس کے لئے تیار نہ تھا چنانچہ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اور کٹے ہوئے تناور درخت کی طرح دھم سے گرا میں فوراً پلٹا سپاہی کے ہاتھ سے اس کا بھالا چھوٹ گیا تھا۔ میں نے وہ بھالا اٹھایا۔ اور جب سپاہی اٹھ رہا تھا تو میں نے اسے اس کی پیٹھ میں اتار دیا اے میرے آقا یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔ اور چشم زدن میں اس سپاہی کی زندگی کا چراغ بجھ گیا۔

اور پھر میں کرال کی طرف بھاگا کیونکہ میری ہمت جواب دے گئی تھی بقیہ دو تعاقب کرنے والوں سے لڑنے کی طاقت اب مجھ میں نہ تھی۔

مجھ سے چند قدم آگے بالکا مست شرابی کی طرح لڑکھڑاتی چلی جا رہی تھی جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ کرال کے دروازے سے صرف چالیس قدم دور رہ گئی تھی۔ لیکن اب بالکا کی طاقت بالکل ہی جواب دے گئی تھی اور وہ بے ہوش ہو کر گرنے والی تھی۔ میں اس کے قریب کھڑا تھا۔ دونوں تعاقب کرنے والے اپنے مردہ ساتھیوں کے قریب چند ثانیوں تک کھڑے رہے اور پھر غصے سے دانت کچکچاتے اور بھالے ہلاتے میری طرف بڑھے جیسے کہ معلوم ہوتا تھا وہ میرا جسم چھلنی کر دیں گے۔ عین اس وقت کرال کا دروازہ کھلا اور بہت سے سپاہی ایک قیدی کو گھسیٹتے ہوئے کرال سے باہر لائے۔ ان سپاہیوں کے پیچھے ایک قوی الجثہ شخص نہایت شان و تمکنت سے چل رہا تھا وہ چیتے کی کھال اپنے کندھے پر ڈالے

ہوئے ہنس رہا تھا اس کے ساتھ پانچ چھ امراء تھے۔

سپاہیوں نے جو قیدی کو گھسیٹے لا رہے تھے دیکھا کہ سامنے کچھ ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہ سپاہی ہماری طرف دوڑ پڑے اور عین اسی وقت میرے پاس پہنچ گئے جبکہ تعاقب کرنے والے مرے قریب پہنچ چکے تھے۔ اور مجھے مار ہی ڈالنے والے تھے۔

کون ہو تم۔ وہ چلائے کون ہو تم کہ شیر زدلو کے کرال کے دروازے پر قتل و غارت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں شیر زدلو کسی کو بھی قتل کر سکتا ہے۔

ہم ماکداما کی رعایا ہیں۔ تعاقب کرنے والوں نے جواب دیا اور ہم اس لڑکے کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔ یہ لڑکا ایک خون کر کے بھاگ آیا ہے اور اس کا دوسرا جرم یہ ہے کہ اپنی بہن کو بھی اپنے ساتھ بھگا لایا ہے ہمارے دو ساتھی راستے میں مر گئے اور دو کو اس شیطان نے قتل کر دیا دیکھو وہ پڑی ہیں ان کی لاشیں چنانچہ اجازت دو کہ ہم اپنے سردار کا حکم بجا لائیں اور اس شیطان کا جسم اپنے بھالوں سے چھلنی کر دیں۔

یہ اجازت شیر زدلو دے سکتا ہے انہوں نے جواب دیا۔ اور اس نے اپنی جان بخشی کی بھی درخواست کی۔

عین اسی وقت قوی الجثہ سردار نے ہماری طرف دیکھا اور باتوں کی آوازیں سنیں وہ نہایت شان و تمکنت سے ہماری طرف بڑھا حالانکہ وہ ابھی نوجوان تھا لیکن اس کا قد دوسرے ہر شخص سے نکلتا ہوا اور چہرہ مرعوب کن تھا اس کا سینہ کشادہ و چوڑا تھا۔ وہ قبول صورت بلکہ حسین تھا اور اس کے بشرے سے سخت دلی اور خشونت عیاں تھی۔ اور جب وہ غصہ ہوتا تو اس کی آنکھیں آگ میں تپائے ہوئے لوہے کی طرح سرخ ہو جاتی تھیں۔

کون ہیں یہ گستاخ جو ہماری کرال کے سامنے دھول اڑا رہے ہیں اس نے آبرو پر بل ڈال کر گونج دار آواز میں پوچھا۔

اے شاکا، اے عظیم ساتھی سپاہیوں کے افسر نے احترام سے جھک کر کہا یہ دو شخص کہتے ہیں کہ یہ لڑکا مجرم ہے اور یہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں اور اب اسے

قتل کرنا چاہتے ہیں۔

بڑی تفریح رہے گی شاکا نے کہا انہیں اجازت ہے کہ وہ اس لڑکے کو قتل کر دیں۔

اے عظیم سردار ہم آپ کے شکر گزار ہیں میرے کرال کے سپاہیوں نے کہا جو مجھے اور بالاکا کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

ہم نے تمہارا شکریہ قبول کیا۔ کون ہے وہ جو شاکا کا شکر گزار نہیں۔ شاکا نے کہا اور پھر اپنے سپاہیوں کے افسر کی طرف گھوم کر بولا۔ جب یہ مجرم کو قتل کر چکے تو پھر خود ان کی آنکھیں نکال کر یہاں سے ہانک دیا جائے کہ وہ زندہ مگر اندھے ہو کر اپنے کرال تک پہنچ جائیں۔ یہ سزا ہے ان کی گستاخی کی کہ انہوں نے شیر زولو کے کرال کے سامنے بھالا بلند کیا اے سپاہیوں اب ہماری تعریف کرو۔

شاہ عظیم ہے شیر زولو رحم دل ہے عظیم ہاتھی انصاف کرنے والا ہے وہ زبردست ہے اور اس کا اقبال دوپہر کے سورج کی طرح تابندہ ہے سپاہیوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

لیکن ہمارے تعاقب کرنے والے خوف سے چلا اٹھے۔ کیونکہ انہیں ایسے عجیب انصاف کی توقع نہ تھی۔

"ان کی زبانیں بھی کاٹ لو۔ شاکا گرجا۔ ان کے چیخنے چلانے سے ہمارے کانوں کو تکلیف ہوتی ہے ان کی چیخ و پکار سے ہماری عورتوں کی نیند اور مردوں کے سکون میں خلل آتا ہے ..... اور ایسے شور سے ہماری گایوؤں کے حمل گر جاتے ہیں ..... چلو! کام کرو اپنا۔ اپنے مجرم کو قتل کردو ..... یہ لڑکی بے ہوش پڑی ہے چنانچہ پہلے اپنے بھالے اس کے جسم میں اتار دو۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ لوہا عورت کے گوشت کو کس طرح کاٹتا ہے! تم ہچکچا رہے ہو؟ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کر رہے ہو؟ ہیں! تم سوچنا چاہتے ہو؟ بہت اچھا ہم تمہیں سوچنے کے لئے وقت دیں گے۔ ان دونوں کو لے جاؤ۔ اور ان کے جسم پر شہد چھڑ کر انہیں قید خانے میں ڈال دو۔ کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے یقین ہے یہ لوگ کوئی آخری فیصلہ کر چکے ہوں گے بشرطیکہ کل تک چونٹیاں انہیں کھا نہ جائیں۔ لیکن ٹھہرو ..... پہلے اس گیدڑ اور اس کی ساتھی لومڑی کا خاتمہ کردو ..... اور اس نے میری اور بالاکا کی

طرف اشارہ کیا۔

"یہ دونوں تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور انہیں نیند کی سخت ضرورت ہے اور ہم ایسی نیند لانے والے ہیں جو کبھی نہیں ٹوٹتی۔ ہمارے حکم سے ان پر وہ ابدی نیند طاری کردو جس میں خواب نظر نہیں آتے۔

اور اب میں نے زبان کھولی کیونکہ شاکا کے سپاہی قتل کرنے کے لئے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔

شاکا! عظیم سردار! میں نے کہا "موپو ہوں اور یہ میری بہن بالکا ہے" وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے دور سے قہقہہ لگایا۔

اچھا تو تم موپو ہو اور یہ تمہاری بہن بالکا ہے! خوب موپو ہم تمہیں اور تمہاری بہن کو خوش آمدید اور پھر الوداع کہتے ہیں الوداع موپو! تم سے مل کر ہمیں خوشی حاصل ہوئی!

شاکا عظیم سردار! میں نے جلدی سے کہا۔ ماکداما کا بیٹا ہوں ـــــ میں لنگانی قبیلے کا موپو ہوں۔ عظیم سردار کو یاد ہوگا کہ کئی سال پہلے جب ہاتھی عظیم نہ تھا۔ ایک لڑکے نے پیاسے شاکا کو پانی پلایا تھا۔ اے سردار اس لڑکے کا نام موپو تھا میں وہی موپو ہوں۔ جس نے آپ کو پانی پلایا تھا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اس وقت آپ نے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ عظیم ہوجائیں گے تو میری حفاظت کریں گے اور آپ نے یہ بھی قسم کھائی تھی کہ آپ میری جان نہ لیں گے خواہ مجھ سے کوئی گستاخی ہی کیوں نہ ہوجائے اے عظیم سردار! آپ کے اس وعدے اور اسی قسم کے سہارے میں یہاں آیا ہوں تاکہ آپ کے پاس میں اطمینان و سکون سے بیٹھ سکوں۔ عظیم سردار سے میری درخواست ہے کہ وہ کئی سال پہلے کئے گئے وعدے کو بھول نہ جائیں۔"

شاکا کے رعونت چہرے پر تغیر ہوا۔

"ہاں یہ جھوٹ نہیں ہے" شاکا نے کہا موپو ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ماکداما کے بیٹے! تم ہمارے چہیتے کتے کی طرح کرال میں رہو گے اور ہم تمہیں کھلائیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے لیکن تمہاری بہن کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے جہاں ہم نے

تمہاری حفاظت اور جان بخشی کا وعدہ کیا تھا۔ وہاں ہم نے یہ قسم بھی کھائی تھی کہ جب ہم عظیم ہوں گے تو تمہارے قبیلے کے ایک ایک فرد کو قتل کردیں گے چنانچہ کیوں نہ تمہاری بہن کو ہی قتل کردیا جائے؟؟"

اس لئے شاہ عظیم کہ میری بہن جوان اور خوبصورت ہے۔ میں نے جھجک کر کہا۔ اس کے علاوہ مجھے اپنی بہن سے محبت ہے اور میری التجا ہے کہ عظیم سردار کہ میری خاطر میری بہن کی جان بخشی کی جائے۔"

"اس لڑکی کو چت لٹا دو ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں شاکا نے کہا۔"

دو سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے اوندھے منہ پڑی ہوئی بالکا کو چت لٹا دیا۔

"ہم ..... موپو تم نے پھر سچ کہا ہے شاکا نے کہا" ہم تمہاری التجا قبول کرتے ہیں تمہاری بہن ہماری جھونپڑی میں رہے گی۔ اور اس کا شمار ہماری "بہنوں میں ہوگا۔ اب اپنی کہانی سناؤ خیال رہے ایک لفظ بھی جھوٹ نہ ہو۔"

چنانچہ اسی جگہ بیٹھ گیا اور شروع سے آخر تک اپنی کہانی سنادی۔ شاکا بڑی دلچسپی سے سنتا رہا۔ اور جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا کہ کاش میرا کتا کوئی زندہ ہو تاکہ وہ اسے میرے باپ کی جھونپڑی پر بٹھا دیتا۔ پھر وہ اپنے سپاہیوں کی طرف گھوم کر بولا۔

ہم اپنا پچھلا حکم منسوخ کرتے ہیں ان لنگڑی کتوں کو اس طرح نہ مارا جائے جس طرح کہ ہم نے کہا تھا ان میں سے ایک کو قتل اور دوسرے کو آزاد کردو۔ یہ دیکھو! اور اس نے اس قیدی کی طرف اشارہ کیا جسے گھسیٹ کر کرال سے باہر لایا گیا تھا"۔ یہ دیکھو موپو! یہ وہ شخص ہے جس نے بزدلی کا ثبوت دیا ہے۔ گزشتہ کل ہماری فوج نے قریب کے ایک کرال کو کھالیا ہے یہاں آتے وقت تم اس کرال سے گزرے ہوگے۔ خیر تو اس شخص نے اور دوسرے سپاہیوں نے ایک شخص پر حملہ کیا جو اپنی بیوی اور بچوں کو بچانے کی کوشش کررہا تھا۔ اس شخص نے خوب جنگ کی اور ہمارے تین سپاہیوں کو قتل کردیا۔ چنانچہ یہ بزدل کتا اس سے ڈرنے لگا۔ یہ اس شخص سے لڑنے کی جرات نہ کرسکا۔ چنانچہ اس نے بھالا پھینک کر اسے مار ڈالا۔ اور پھر اس کی بیوی کو قتل کردیا لیکن یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ اسے

چاہیے تھا کہ وہ اس عورت کے شوہر سے دست بدست جنگ کرتا اب ہم اسے بہادروں کی موت مرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ یہ بزدل تمہارے سور خانے کے سوروں میں سے کسی ایک سے اس وقت تک جنگ کرے گا جب تک کہ یہ خود مارا نہیں جاتا۔ اور شاکا نے میرے باپ کے کرال کے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا "دیکھو! یہ ہے ہماری مہربانیوں کا پہلا ثبوت ہے کہ ہم تمہیں یہ تماشا دکھا رہے ہیں۔ ہاں تمہارے باپ کے آدمیوں میں سے جو ایک بچ رہے گا اسی طرح دوڑایا جائے گا جس طرح کہ اس نے اب تک تمہیں دوڑایا ہے اور اس سور کو جو زندہ رہے گا ہم اپنے ایک پیغام کے ساتھ تمہارے باپ کے پاس بھیج دیں گے ماکداما کے کتو! جلدی سے فیصلہ کرلو کہ تم میں سے کون زندہ رہے گا۔"

اب ایسا ہوا کہ وہ دونوں' جو میرا تعاقب کرتے ہوئے آئے تھے حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے چنانچہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ خود مارا جائے اور اس کا بھائی بچ جائے چنانچہ وہ دونوں آگے بڑھے اور دونوں نے کہا کہ وہ بزدلوں سے جنگ کریں گے۔

"ایں! تو گویا سوروں میں اب بھی شرافت اور عالی ظرفی باقی ہے! شاکا نے کہا بہت اچھا۔ فیصلہ اب ہم کریں گے یہ بھالا دیکھ رہے ہو نا؟ ہم اسے پھینکتے ہیں اگر یہ الٹا گرا یعنی اِس طرح کہ ہتھی زمین کی طرف اور پھل آسمان کی طرف رہا تو تم دونوں میں سے یہ طویل القامت شخص آزاد کردیا جائے گا۔ لیکن اگر بھالا سیدھا گرا یعنی پھل زمین کی اور ہتھی آسمان کی طرف اٹھی رہی تو اس پستہ قد شخص کو آزاد کردیا جائے گا۔

اور شاکا نے اپنا چھوٹا بھالا۔ جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ سب کی نظر بھالے پر جمی ہوئی تھی اور اتفاق ایسا ہوا کہ وہ الٹا گرا یعنی اس طرح کہ پہلے اس کی ہتھی کی نوک نے زمین کو چھوا۔

"تم ادھر آؤ" شاکا نے طویل القامت بھائی سے کہا "تم آزاد ہو' دوڑتے ہوئے اپنے کرال میں پہنچو اور اپنے سردار ماکداما سے کہو کہ یوں تمہارے کرال میں کئی سال پہلے ایک لڑکا بھوکا اور پیاسا آیا تھا۔ لیکن اسے تمہارے یہاں سے دودھ پینے کو نہیں ملا تھا اس

لڑکے اور اس کی ماں کو تمہارے کرال کے دروازے پر سے ذلیل کر کے ہانک دیا گیا تھا چنانچہ آج تمہارے بیٹے موپو کا کتا تمہاری جھونپڑی پر بیٹھا رو رہا ہے۔ بس جاؤ۔

وہ طویل القامت شخص پلٹا اپنے بھائی کو گلے لگایا۔ دونوں بھائی پرنم آنکھوں سے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور وہ طویل القامت شخص شاکا کا وہ منحوس پیغام لے کر میرے باپ کے کرال کی طرف روانہ ہوا۔

اب شاکا نے زولو قیدی کو طلب کیا جو دوسروں کے ساتھ میرا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا لیکن اب اکیلا رہ گیا تھا شاکا نے انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا دونوں نے بھالے اٹھائے اور ہنستے بدل بدل کر ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

اس جنگ کا انجام یہ ہوا کہ میرے کرال والوں نے زولو قیدی کو آخر کار قتل کر دیا لیکن ابھی وہ اپنا سانس درست کرنے بھی نہ پایا تھا کہ شاکا نے اسے فرار ہونے کا حکم دیا۔ وہ حکم عدولی کی جرات نہ کر سکا اور پلٹ کر بھاگا۔ شاکا نے اشارہ کیا۔ اور پانچ زولو سپاہی اس کا تعاقب کرنے لگے۔

اس دفعہ پھر میرے کرال کا سپاہی بچ نکلا وہ شاکا کے سپاہیوں کے ہاتھ نہ آیا میرے کرال کا سپاہی تیز رفتار تھا اور خرگوش کی طرح بھاگ رہا۔ اور شاکا کے سپاہی اس طرح بھاگ نہ سکتے تھے لیکن شاکا اپنے سپاہیوں کی اس سست رفتاری سے غصہ نہ ہوا۔ میرا خیال ہے کہ خود شاکا نے اپنے سپاہیوں کو یوں آہستہ آہستہ دوڑنے کو کہا تھا میرے آقا! میرے آقا! شاکا جیسا سنگدل اور ظالم شخص دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ لیکن اس میں ایک خوبی بھی تھی۔ اور وہ یہ کہ شاکا بہادروں کی قدر کرتا اور ہمیشہ ان کی زندگی بچا لیتا تھا۔ بشرطیکہ خود شاکا کا حکم قائم رہے یعنی لوگوں کو یہ نا معلوم ہو کہ "عظیم ہاتھی" نے اپنا فیصلہ بدل دیا تھا۔ اب رہا میں تو میں دل ہی دل میں خوش ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ میرے کرال والے نے اس شخص پر فتح پائی تھی جس نے اس عورت کو جو ہمیں جلے ہوئے کرال میں زخمی پڑی ملی تھی۔ اور اس کے بچوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس عورت نے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، ہمارے سامنے دم توڑا تھا۔

شاہی طبیب

چنانچہ اے میرے آقا! یہ واقعات تھے جو مجھے اور بالکا کو شیر زولو کے کرال میں لے آئے تھے میری مشکلات جن کا خاتمہ شاکا کے کرال میں پہنچنے پر ہوا۔ اب تم پوچھا گے کہ میں نے یہ کہانی تمہیں کیوں سنائی جو ہمارے قبیلے کی دوسری معمولی کہانیوں سے مختلف نہیں ہے؟ تو یہ آپ کو بعد میں معلوم ہوجائے گا۔ اس وقت صرف اتنا بتادوں کہ یہی واقعات تھے جو بعد کے واقعات کی گویا تمہید ثابت ہوئے جس طرح درخت سے پہلے بیج ہوتا ہے جس میں سے پودا پھوٹتا اور پھر آخر میں تناور درخت بن جاتا ہے تو یہ واقعات بیج تھے جن کی وجہ سے وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اسلوپوگاس تھا جن کی وجہ سے وہ لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "ناڈا" تھا اور جو اتنی حسین تھی کہ بعد میں "سوسن" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اگر یہ واقعات نہ ہوئے ہوتے تو نہ "سوسن" پیدا ہوتی اور نہ "خونریز" اور نہ ہی میں تمہیں ان کی محبت کی داستان سناتا "ناڈا" میری بیٹی تھی اور اسلوپوگاس جو بالکا کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ کسی اور کا نہیں بلکہ شاکا کا بیٹا تھا لیکن بہت لوگ اس راز سے واقف ہیں۔

جب بالکا خوب آرام کرچکی۔ اس کی تھکن دور ہوگئی اور اس کا حسن عود کر آیا تو شاکا نے اسے اپنی بیویوں میں شامل کرلیا شاکا کی بہت سی بیویاں جنہیں وہ اپنی بہنیں کہا کرتا تھا۔ رہا میں تو اس نے مجھے شاہی وچ ڈاکٹر اور طبیب بنا دیا اور یہ بڑا عہدہ تھا۔ چنانچہ چند برسوں میں ہی بہت سی بیویوں کا شوہر اور بہت سے مویشیوں کا مالک بن گیا۔ لیکن میرے آقا! یہ عہدہ جتنا بڑا اور منافع بخش تھا انتہائی خطرناک بھی تھا۔ ہر رات جب میں اپنے بستر پر جاتا تھا۔ تو نہیں جانتا تھا کہ دوسری رات مجھے دیکھنا نصیب ہوگی یا نہیں۔ شاکا ہر اس وچ ڈاکٹر کو فوراً قتل کرا دیا تھا جو اطمینان بخش طور پر اس کی کسی بیماری کا علاج نہ کرتا یا اس کا کوئی وہم دور نہ کرسکتا۔ اور ایسے بہت سے وچ ڈاکٹر تھے جو شاکا کے غضب کا شکار ہوئے تھے اور اب ان کی ہڈیوں تک کا پتہ نہ تھا کیونکہ ایک نہ ایک دن ایسا آتا جب شاکا کا دماغ

مکدر ہوتا اور وہ کسلمندی اور اداسی محسوس کرتا۔ اور پھر۔۔۔۔ ان وچ ڈاکٹروں کو بھالوں سے چھید دیا جاتا جو اس کا علاج کر رہے ہوتے لیکن میں شاکا کے غضب سے بچتا رہا اول تو اس لئے کہ میرا علم زبردست اور دوائیں زوروار تھیں اور دوم اس لئے کہ شاکا اپنا وعدہ اور قسم بھولا نہ تھا۔ چنانچہ ہوا یہ کہ جہاں بھی شاکا جاتا میں اس کے ساتھ ہوتا میں اس کی جھونپڑی کے قریب سوتا۔ دربار میں اس کے تخت کے پیچھے بیٹھتا اور میدان جنگ میں شاکا کے پہلو میں کھڑا نظر آتا۔

آہ! جنگ' جنگ' وہ جنگوں کا دور تھا اور ہم جنگ کرنا جانتے تھے۔ ہزاروں اور کروڑوں گدھ ہماری فوج کے ساتھ پرواز کیا کرتے لکڑ بھگے گروہ در گروہ ہمارے دستوں کے دائیں اور بائیں جھاڑیوں میں چھپتے چھپاتے چلا کرتے جس طرف ہماری فوجیں رخ کرتیں آسمان پر گدھ کے جھنڈ اور زمین پر لکڑ بھگوں کے غول ہمارا ساتھ دیتے اور اے میرے آقا انہیں مایوسی نہ ہوتی۔ جس کرال سے شاکا کی فوج گزرتی گدھوں اور لکڑ بھگوں کے لئے وسیع دسترخوان بچھاتی چلی جاتی۔ میں اس پہلی جنگ کو کبھی نہ بھولوں گا جس میں شریک تھا یہ پہلا موقع تھا جب میں شاکا کے ساتھ میدان جنگ میں گیا تھا۔ یہ جنگ اس وقت ہوئی جب دریائے ہاگوز کے کنارے پر شاکا اپنا نیا کرال بنا چکا تھا۔ اس نے اس کرال کی تعمیر سے ابھی ابھی فرصت پائی تھی کہ زوراد سردار نے اپنے حریف شاکا پر تین دفعہ فوج کشی کی شاکا اپنے دس رجمنٹ لے کر اس کے مقابلے کو نکلا اور اس جنگ میں پہلی دفعہ شاکا کی فوج کا ہر سپاہی ایک چھوٹا بھالا لئے ہوئے تھا۔

اور یوں نقشہ تھا۔

سامنے والے ایک نیچے اور لمبے ٹیلے پر ہماری فوج کے عین سامنے زوراد کی فوج تھی۔ اور اس فوج میں سترہ رجمنٹ تھے ان کی تعداد سے ٹیلہ سیاہ ہو رہا تھا اور ان کی ٹوپیوں کے پر ہوا میں لہرا رہے تھے جیسے برف کے گالے ہماری فوج بھی ٹیلے پر تھی ہماری اور زورادی فوجوں کے درمیان ایک وادی تھی جسے قطع کرتا ہوا ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ رات بھر سپاہیوں کے گیت وادی میں گونجتے رہے اور پھر بھوری صبح طلوع ہوئی۔ وہ اٹھے اور

انہوں نے اپنے جسم اور ڈھالوں پر سے رات کی شبنم جھاڑی۔ وہ مرنے کے لئے تیار تھے۔

ہر سپاہی خوش تھا کہ وہ جنگ کرے گا ہر سپاہی خوش تھا کہ و بہادروں کی موت مرے گا۔ صفیں قائم کی گئیں سپاہی سینہ تان کے کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے بھالے جھکائے اور بھالے آسمان کے تاروں کی طرح ان گنت تھے اور صبح کی روشنی میں تاروں کی طرح چمک بھی رہے تھے صبح کی فرحت بخش ہوا نے تازہ دم سپاہیوں کے چہروں پر پنکھا جھلا اور ٹیلے کے عقب میں سے سرخ سورج طلوع ہوا اس کی کرنوں نے ڈھالوں کو بھی سرخ کردیا۔ اور میدان جنگ میں بھی سرخی بکھر گئی سپاہیوں نے یہ سرخی دیکھی اور جان لیا کہ وہ موت ہے لیکن وہ موت سے نہ ڈرتے تھے۔ چنانچہ وہ ہنسے۔ وہ جنگ کرنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے اور جنگ قریب تھی چنانچہ وہ خوش تھے کیا بھالوں کی نوک میں چھید کر مر جانا اچھا نہ تھا؟ کیا عزت اور بہادری کی موت اچھی نہ تھی؟ کیا اپنے بادشاہ کے لئے جان دینا قابل فخریات نہ تھی۔ موت کے بغیر فتح ممکن نہیں' خون بہائے بغیر سرخروئی ممکن نہیں۔ چنانچہ جو مر جائیں گے ان کے لئے ابدی سکون ہوگا۔ اور دنیا میں عورتیں ان کی بہادری کے گیت گائیں گی اور مرد آلاؤ کے گرد بیٹھ کر ان کے کارنامے بیان کریں گے اور جو زندہ رہیں گے عورتیں ان کے بھی گیت گائیں گی اور فتح ان کی دلہن ہوگی اور کس قدر حسین دلہن ہے یہ۔

میں اپنی اندھی آنکھوں سے اب بھی اس منظر کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے کانوں میں اب بھی سپاہیوں کے گیت گونج رہے ہیں سنو! وہ جنگی گیت "انگومو" گا رہے ہیں اور اس گیت میں ایسا سحر ہے کہ وہ بہادر سپاہیوں کو پاگل بنا دیتا ہے فوج کی بائیں طرف سے گیت شروع ہوا اور ایک کے بعد ایک دستے نے اس کے بول اٹھا لئے وہ گا رہے ہیں مارے جوش کے پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ وہ یوں جھوم رہے ہیں جیسے نشے میں ہوں۔

اور یوں گا رہے ہیں وہ۔

"ہم بادشاہ کی گائیں ہیں۔

ام کلو کلو نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے۔
اس لئے کہ ہم اپنے بادشاہ پر سے قربان ہو جائیں۔
ہم بادشاہ کی خاطر اپنی گردنیں کٹا دیں گے۔
ہم زولو ہیں' ہم شیر کی اولاد ہیں۔
ہم جب حملہ کرتے ہیں تو پہاڑوں کو پیچھے دھکیل دیتے ہیں
ہم چاہتے ہیں تو دریاؤں کے رخ موڑ دیتے ہیں
ہمارے نعروں سے آسمانوں میں زلزلہ آجاتا ہے۔ اور
ہمارے پیروں کی دھمک سے زمین لرزنے لگتی ہے
دیکھو! دیکھو دشمن ہمارے خوف سے کانپ رہا ہے
کیونکہ شاکا شیر ہے۔
ہم شاکا کی اولاد ہیں
اور شیر کی اولاد شیر ہوتی ہے
"ہوشیار! ہوشیار! ہوشیار!۔"

یکایک شیر زولو شاکا نظر آیا وہ دستوں کے درمیان سے گزر رہا ہے مغرور اور مست ہاتھی کی طرح اس کے ساتھ فوج کے افسر ہیں۔ اس کے ساتھ اس کا محافظ دستہ ہے اور اس کے ساتھ اس کا خاص وچ ڈاکٹر ہے اور یہ وچ ڈاکٹر اے میرے آقا۔ میں ہوں۔ شاکا نہایت شان سے قدم اٹھا رہا وہ نہایت تمکنت سے چل رہا ہے موت ہے اس کی آنکھوں میں اور وہ موت کی طرح ہوا سونگھ رہا ہے فضا میں موت کی بو ہے شاکا نے اپنا اساگائی بلند کیا۔ اور یکایک خاموشی چھا گئی لیکن زولو جنگی گیت کی آواز اب بھی وادی میں گونج گونج کر ٹیلوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"کہاں ہے بزدل زوراد کی بزدل اولاد؟" شاکا نے چیخ کر کہا اور اس کی آواز سانڈ کی آواز کی طرح تھی۔

"اے عظیم سردار! اے عظیم ہاتھی! وہ سامنے ہے بزدل زوراد اور اس کی بزدل

اولاد" ہزاروں بھالے سامنے والے ٹیلے کی طرف اٹھے ہوئے تھے اور بھالوں کے پھلوں پر بجلیاں سی کروٹیں بدل رہی تھیں۔

"بزدل ہیں وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔" شاکا نے کہا۔ تو کیا ہم یہاں بیٹھے ان کے آگے بڑھنے کا انتظار کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارے بال سفید ہو جائیں۔"

"نہیں شاہ عظیم نہیں۔"

سپاہیوں نے جواب دیا۔ حکم ہو۔ ہم سب حکم کے منتظر ہیں۔"

"بہت اچھا! کہاں ہے امکان ڈھولہ کا دستہ؟" شاکا نے تیسری دفعہ چیخ کر کہا اور فوراً امکان ڈھولو کی کالی ڈھالیں فوج میں سے الگ ہوتی نظر آئیں ..... اور اب وہ دستہ شاکا کے سامنے مودب اور منتظر کھڑا تھا۔

"جاؤ میرے بچو۔ جاؤ۔" شاکا نے کہا۔ دیکھو! وہ ہے دشمن جاؤ لیکن خبردار دشمن کو پیٹھ دکھا کے منہ نہ دکھانا۔"

"ہم نے سنا شاہ عظیم! ہم نے سنا اے باپ" سپاہیوں نے ایک زبان ہو کر کہا اور امکان ڈھولو کا دستہ ہرنوں کے ریوڑ کی طرح ٹیلے سے اترنے لگا۔

اور اب وہ چشمہ عبور کر رہے تھے زورادی کی فوج بھڑوں کے چھتے کی طرح بھنبھنا اٹھی۔ بھالے بلند ہوئے اور زورادی سپاہیوں کے بھالوں پر سورج کی کرنیں کروٹیں بدلنے لگیں۔

میں اپنی اندھی آنکھوں سے کئی سال پہلے کا منظر اس کی پوری تفصیل کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں ..... دیکھ رہا ہوں ..... اور تمہیں بھی وہ تصویر دکھاتا ہوں ..... دیکھو زورادی فوج بڑھ رہی ہے ..... ادھر سے امکان ڈھولو کا دستہ بڑھ رہا ہے۔ ان کے پیروں کی دھمک سے زمین جھکولے کھا رہی ہے ..... اور ..... دیکھو! دونوں فوجوں کی ٹکر ہوئی لوہے سے لوہے کے ٹکرانے کا شور بلند ہوا۔ بھالے ڈھالوں پر پڑے "کھٹاک' کھٹاک" اور ان سب آوازوں سے بالا جنگی گیت کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

جنگ ہو رہی ہے ..... زور و شور سے ہو رہی ہے کبھی زورادی امکان' ڈھولو کو اور

کبھی امکان ڈھولو زوراویوں کو پیچھے "دھکیل دے رہے ہیں تھوڑی دیر تک یونہی ہوتا رہا۔ اور اب امکان ڈھولو کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ وہ پسپا ہو رہے ہیں۔ زوراویوں نے قوت سمیٹ کر ایک اور حملہ کیا اور امکان ڈھلو کے پاؤں اکھڑ گئے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اب وہ چشمے میں اتر رہے ہیں۔ نصف دستہ کھیت رہا...... زولو سپاہی غم و غصہ سے چلا اٹھے لیکن شاکا مسکرا رہا ہے "راستہ دو' راستہ دو" میں نے کہا۔ "امکان ڈھولو چھوکریوں کو راستہ دو۔" زولو صفیں دائیں بائیں پھٹ گئیں۔ شکست خوردہ امکان ڈھولو سر جھکائے آئے اور صفوں کے درمیان سے گزرتے فوج کے عقب میں چلے گئے۔

اب شاکا نے افسروں سے کچھ کہا۔ وہ دوڑ پڑے انہوں نے سپہ سالار مان زیوا اور دستوں کے افسروں سے کچھ کہا اور دائیں طرف لیکن شاکا بقیہ تین رجمنٹوں کے ساتھ ٹیلے پر ہی کھڑا رہا۔ آہ! میرے آقا! وہ لوگ مرد تھے اور بہادر بھی انہوں نے خوب جنگ کی وہ فرار نہ ہوئے۔ زوراویوں کے دستے یکے بعد دیگرے ان پر حملہ کرتے رہے لیکن زولو پسپا نہ ہوئے وہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں قتل ہوئے لیکن انہوں نے دشمن کو پیٹھ نہ دکھائی ہر زولو کی لاش کے اردگرد زواویوں کی لاشیں پڑے ہوئی تھیں۔ میرے آقا!

ان دو رجمنٹوں میں کا ایک سپاہی بھی واپس نہ آیا...... یہ دونوں رجمنٹیں نوجوانوں پر مشتمل تھیں لیکن وہ شاکا کے سپاہی تھے اور اسی پر کٹ مرے۔ سپہ سالار مان زیوا کی لاش' لاشوں تلے دبی ہوئی تھی...... ایسا قتل کیا تھا اس نے اور یوں جنگ کی تھی اس نے' اب ایسے بہادر پیدا نہیں ہوتے میرے آقا!

وہ سب کے سب مر گئے شاکا اب بھی اپنا ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا...... وہ دائیں طرف دیکھ رہا تھا اور بائیں طرف دیکھ رہا تھا...... اور دائیں بائیں جھاڑیوں میں بھالوں کے پھل چمک رہے تھے ہماری فوج کے یہ دونوں دستے دشمن کی فوج کی طرف بڑھ رہے تھے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے دو آہنی طوفان دشمن کے قریب ہو رہے تھے اور اب وہ دشمن پر جا پڑے۔ ایک بار پھر ہتھیاروں کی جھنکار سے وادی گونج اٹھی شاکا کے سپاہیوں نے خوب قتل کیا اور آخر میں وہ بھی قتل ہو گئے زوراوی سپاہی بہت زیادہ تھے اور مجھے اعتراف ہے

کہ بہادر بھی تھے جنگ کا فیصلہ ہماری حق میں ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ دشمن کا پلڑا اب تک بھاری رہا تھا۔

اور اب شاکا نے وہ حکم صادر کیا جس کا ہر شخص منتظر تھا۔

"ہاں۔ اے زولو بہادروں کی اولاد! اب تمہاری باری ہے ...... حملہ کرو ......" اس نے کہا۔

ایک شور بلند ہوا۔ جنگی نعروں سے زمین و آسمان میں زلزلہ میں آگیا پیروں کی دھمک سے زمین لرز گئی ..... بھالوں کی چمک سے آنکھیں چوندھیا گئیں اور اس ندی کی طرح جس کا بند ٹوٹ گیا ہو اور ان بادلوں کی طرح جو طوفان بادوباراں لئے ہوئے ہوں۔ ہم آگے بڑھے دوست اور دشمن کو کچلتے اور روندتے آگے بڑھے دشمن کے دستے ہم سے ٹکر لینے کے لئے سمٹ گئے۔ ہم چشمہ عبور کر چکے اس لمحے پہلے دستوں کے زخمی سپاہی کوشش کر کے اٹھے اور انہوں نے ہماری طرف ہاتھ ہلائے لیکن ہم نے انہیں اپنے پیروں تلے روند ڈالا۔ اور اس میں کیا برا کیا ہم نے؟ بے شک وہ ہمارے سپاہی تھے لیکن زخمی تھے اور اب جنگ نہ کر سکتے تھے۔

اور پھر ہم زورادیوں سے جا ٹکرائے جیسے بھینسا بھینسے سے ٹکراتا ہے جیسے ایک مست ہاتھی دوسرے مست ہاتھی سے ٹکراتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے معلوم نہیں۔ ہر چیز سرخ ہو گئی ہائے وہ جنگ ہم دشمن کو ڈھکیلتے آگے بڑھتے رہے اور جب جنگ ختم ہوئی تو وادی خون کے تالاب میں تبدیل ہو چکی تھی اور اس تالاب میں سیاہ لاشیں تیر رہی تھیں۔ بہت کم سپاہی فرار ہو سکے ہم دشمنوں پر سے یوں گزر گئے۔ جیسے جنگل میں آگ ہم نے ان کی زندگیوں کو کھالیا۔ اور پھر ہم رک گئے اور دشمن کو تلاش کرنے لگے لیکن دشمن کہاں تھا؟۔ زورادیوں کے سب سپاہی مارے جا چکے تھے زورادیوں کی فوج اب نہ رہی تھی۔ پھر ہم نے اپنے سپاہیوں کو شمار کیا سورج کو طلوع ہوتے دس رجمنٹوں نے دیکھا تھا۔ لیکن اسے غروب ہوتے صرف تین رجمنٹیں دیکھ رہی تھیں بقیہ رجمنٹیں اس دنیا میں پہنچ گئی تھیں جہاں سورج نہیں چمکتا۔ ایسی جنگ ہوتی تھیں شاکا کے زمانے میں۔

تم پوچھو گے کہ ان امکان ڈھلو سپاہیوں کا کیا بنا جو دشمن کے سامنے سے فرار ہو گئے تھے؟ یہ بھی سن لو۔ جب ہم کرال میں پہنچ گئے تو شاکا نے مفرور رجمنٹ کے سپاہیوں کو طلب کیا انہیں شمار کیا۔ ایک ایک سپاہی کا نام پوچھا۔ ان سے بڑے نرم لہجے میں باتیں کرتا رہا اس نے ان کی خدمتوں کا شکریہ ادا کیا ان کی وفاداریوں کی تعریف کی اور کہا کہ اگر وہ فرار ہو گئے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ ...... "چھوکریاں" خون خرابے اور قتل و غارت کے مناظر نہیں دیکھ سکتیں اور ڈر جاتی ہیں تاہم اس نے حکم دیا تھا۔ "جاؤ لیکن دشمن کو پیٹھ دکھا کے ہمیں منہ نہ دکھانا۔"

لیکن انہوں نے شاکا کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس لئے اب ان کے لئے کوئی کچھ نہ کر سکتا تھا اور ہر شخص مجبور تھا۔ چنانچہ یہ کہہ کر شاکا نے کمبل سے اپنا منہ ڈھک لیا فوراً ہی فاتح سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے ان بھگوڑوں کو قتل کر دیا چشم زدن میں دو ہزار لاشیں شاکا کے سامنے پڑی تھیں۔

میرے آقا! ان دنوں بزدلوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا تھا ...... چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہر زولو سپاہی دوسرے قبیلے کے پانچ سپاہیوں کے برابر تھا یہ ذلت کی موت کا خوف تھا کہ ایک زولو تن تنہا دس دشمنوں کا مقابلہ کرتے نہ جھجکتا تھا۔ اور مرجاتا تھا مگر فرار نہ ہوتا تھا کیونکہ فرار ہونے کے بعد بھی موت اس کی منتظر ہوتی تھی ...... ذلت کی موت سے بہتر ہے لڑو اور مرجاؤ لیکن فرار ہونے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔" یہ تھا زولو کا اصول۔ اور جب تک شاکا زندہ رہا ایک بھی دشمن فاتح بن کر ہماری کرال میں داخل نہ ہو سکا۔ موت شاکا کے نام پلتی تھی۔ اور فتح و نصرت اس کے گھر کی لونڈی تھی۔ شاکا نے کبھی کسی جنگ میں شکست نہ کھائی۔ سچ تو یہ ہے کہ شاکا شکست کے نام تک سے واقف نہ تھا وہ عظیم تھا عظیم رہا اور عظیم ہی رہا ......

اور یہ جنگ جس کی تفصیل میں نے بیان کی ہے بہت سی جنگوں میں سے ایک تھی ہر مہینے ایک نہ ایک رجمنٹ کو کسی طرف بھیجا جاتا اور جب یہ رجمنٹ واپس آتی تو اس میں بہت کم سپاہی باقی رہ گئے ہوتے اور یہ سپاہی فتح کے نعرے لگاتے اور مویشیوں کے ریوڑ

ہنکاتے واپس آتے ایک کے بعد ایک قبیلہ ہماری فوجوں سے شکست کھاتا رہا۔ ایک کے بعد ایک کرال ویرانے میں تبدیل ہوتا رہا۔ ہر مہینہ کا نیا چاند کسی نہ کسی قبیلہ پر منحوس ستارہ بن کر چمکتا اور مفتوح قبائل کے ان لوگوں کو جو زندہ گرفتار ہوتے۔ ایک الگ رجمنٹ بنادی جاتی اور اس طرح مرے ہوئے سپاہیوں کی کسر پوری کی جاتی چنانچہ ہر مہینہ یہی ہوتا کہ بہت سے زولو سپاہی مارے جاتے تاہم فوج بڑھتی جاتی۔ اور شاکا کی فوج میں مفتوح سپاہی کے قبائل بھی نظر آتے۔ شاکا کی فوج زولوؤں پر مشتمل نہ تھی یہ تم سمجھ گئے ہو گے اس لئے ہوا یہ کہ بہت جلد دوسرے سردار ختم ہوگئے۔ "ادم لووہ کا" کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد "مان سنگارا" قبیلہ مٹ گیا' پھر موت کا ستارہ۔ "ام زی لیکازی" پر چمکا۔ اور انہیں انتہا سے جنوب کی طرف دھکیل دیا۔ اور اب "مائی زانی" کا زوال ہوا۔ اور یوں ایک کے بعد دوسرے سردار ختم ہوتے چلے گئے۔ اور اس علاقہ میں کوئی سردار نہ رہا سوائے شاکا کے پھر ہماری فوجوں نے اس مقام کا رخ کیا۔ جہاں اس وقت میں بیٹھا ہوا ہوں یعنی ناٹال کا۔ جب ہماری فوجیں یہاں آئی ہیں تو ناٹال بستی اتنی وسیع و عریض تھی۔ کہ لوگوں کو شمار نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن جب ہماری فوجیں یہاں سے رخصت ہوئیں تو۔ اکا دکا مرد کسی جھاڑی یا کھڈ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور بس عورتیں مرد اور بچے ...... ہم نے سب کا صفایا کردیا تھا۔ ناٹال کی سرزمین ویران پڑی تھی' اور جلے ہوئے کرالوں میں لکڑ بھگے لاشوں کو نوچتے' کھسوٹتے نظر آتے تھے۔ اس کے بعد آما پونڈر کے سردار اوفاکو کی باری تھی۔ آہ۔ میرے آقا! کہاں ہے اب اوفاکو؟۔ اس طرح جنگیں ہوتی رہیں یونہی موت کی چکی گھومتی رہی یونہی وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ خود زولو جنگ سے اکتا گئے اور تیز سے تیز بھالے انسانی جسم کاٹتے کاٹتے کند ہوگئے اور شاکا افریقہ کا عظیم ترین سردار بلکہ شہنشاہ بن گیا۔

امسلوپوگاس کی پیدائش

میں کہہ چکا ہوں کہ آقا کہ شاکا کی بہت سی بیویاں تھیں جنہیں وہ اپنی 'بہنیں کہتا تھا۔ اس ۔کے باوجود شاکا نے طے کرلیا تھا کہ اس کے کوئی اولاد نہ ہوگی اور جب بھی اس کی کسی "بہن" کے کوئی بچہ ہوتا۔ تو شاکا اس بچے کو اور ساتھ ہی بچہ جننے والی کو بھی فوراً قتل کرا دیتا۔

"موپو!" شاکا نے مجھ سے کہا تھا۔ "یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ میں اپنی اولاد کو اس لئے پرورش کروں کہ وہ بڑے ہو کر خود مجھے قتل کردے۔ چنانچہ میں' یہ میرا حصول ہے۔ کہ وہ سردار کس طرح مارے گئے جنہیں لوگ ظالم نہ کہتے تھے وہ انہیں کے ہاتھوں قتل ہوئے جو خود ان کے نطفے سے پیدا ہوئے تھے۔ نہیں موپو۔ میں خود مختار ہوں اور خود مختار ہی رہوں گا۔ میں تنہا اور بے خوف حکومت کروں گا۔ اور جب میرا وقت آئے گا۔ اور میں اپنے اجداد کے پاس پہنچ جاؤں گا تو میرے قبیلے میں جو سب سے زیادہ طاقتور ہوگا۔ میری جگہ حاصل کرلے گا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ جب شاکا نے مجھ سے یہ کہا تھا تو اس ےَ چند دنوں بعد میری بہن اور شاکا کی بیوی بالکا کے درد اٹھا۔ اسی دن میری بیوی مکیٹوفا نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس سے آٹھ دن پہلے میری ایک اور بیوی آناندی ایک لڑکے کو جنم دے چکی تھی' تم پوچھو گے کہ شاکا نے مجھے اتنی بہت سی بیویاں کرنے کی اجازت کیوں دی جب کہ وہ اپنے کسی سپاہی کو شادی کرنے کی اس وقت تک اجازت نہ دیتا تھا۔ جب تک کہ وہ ادھیڑ عمر نہ ہو جاتا؟ بات یہ ہے کہ میں نے شادی کرنے کی اجازت چاہی تھی اور چونکہ میں شاکا کا خاص وچ ڈاکٹر تھا۔ اس نے مجھے اجازت دے دی تھی' اور کہا تھا کہ ایک وچ ڈاکٹر کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ عورتوں کی بیماریوں سے بھی پوری طرح واقف ہوجائے تاکہ شاکا کی بیویوں کا علاج ٹھیک طرح کرسکے۔ اور عورتوں کے شیطانی مزاج کو درست کرسکے۔ گویا عورتوں کے مزاج کو درست کرنا ممکن ہے۔

جب شاکا کو معلوم ہوا کہ بالکا کے درد اٹھا ہے۔ تو اس نے فوراً میری بہن کو آخری بار پیار کیا اور پھر اس نے مجھے بلاوا بھیجا اور حکم دیا کہ میں اپنی بہن کے پاس بیٹھا رہوں اور جب بچہ پیدا ہو جائے۔ تو اس کا...... بچے کا...... خاتمہ کر کے لاش شاکا کے پاس لے آؤں۔ تاکہ وہ اپنا اطمینان کرلے اور یہ رسم تھی کہ ہ بچے کی لاش شاکا کے حضور لائی جاتی تھی۔ اور جب اسے یقین ہوجاتا تھا کہ بچی میں زندگی کی رمق تک باقی نہیں ہے۔ تب اسے دفنا دیا جاتا تھا۔

میں نے شاکا کا حکم سنا۔ جھک کر کورنش بجالایا۔ اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے بالکا کی جھونپڑی کی طرف چلا۔ لیکن ملول اور اداس تھا۔ کیونکہ بالکا میری بہن تھی۔ اور اس کے بچے کو مارنے کی خدمت میرے سپرد ہوئی تھی لیکن مجھے بہرحال شاکا کے حکم کی تعمیل کرنا تھا' شاکا کے حکم سے سرتابی کی جرات نہ میں کرسکتا تھا اور نہ کوئی اور اگر ہم ایسا نہ کرتے۔ اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتے۔ تو ہماری اور ہمارے ساتھ ہی ہمارے عزیز اقربا کی زندگیوں کا چراغ بھی بجھا دیا جاتا کیونکہ شاکا کی سرگوشی میں اتنا اثر تھا۔ کہ کسی کی گرج میں بھی ایسی دھمک نہ ہوگی۔ چنانچہ بہتر تھا کہ نوزائیدہ بچہ مرجائے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم سب لومڑیوں اور لکڑبھگوں کی غذا بن جائیں۔

میں "امپوسینی" کے دروازے پر پہنچا۔ دروازے پر سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ جنہیں میں نے شاکا کے حکم سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنے بھالے جھکائے اور مجھے راستہ دے دیا۔ میں بالکا کی جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اس جھونپڑی میں بادشاہ کی دوسری بیویاں بھی موجود تھیں۔ لیکن جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہ اٹھیں اور وہاں سے چلی گئیں۔ کیونکہ یہ مناسب نہ تھا کہ میری موجودگی میں وہ وہاں ٹھہری رہیں اس طرح میں اپنی بہن کے ساتھ جھونپڑی میں اکیلا رہ گیا۔

چند لمحوں تک بالکا خاموش پڑی رہی اور میں بھی خاموش رہا۔ حالانکہ اس کے اٹھتے اور گرتے ہوئے سینے سے میں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ رو رہی ہے۔

"بالکا!۔ یہ کیا کر رہی ہو؟" میں نے کہا بہت جلد تمہارا غم غلط ہوجائے گا"

"نہیں" اس نے ہچکی لے کر کہا "...... ابھی تو میرے غم کی ابتدا ہوئی ہے۔ آہ!"
میں جانتی ہوں کہ تم اس وقت یہاں کیوں آئے ہو؟ تم اس بچے کو قتل کرنے آئے ہو
جو میرے بطن سے پیدا ہونے والا ہے۔"

"لڑکی! یہ بادشاہ کا حکم ہے۔"

"یہ بادشاہ کا حکم ہے ...... اور کیا بادشاہ کا حکم ہی سب کچھ ہے؟ کیا بہن کی محبت کچھ
نہیں؟"

"بالکا! یہ بادشاہ کا بچہ ہے"

"بے شک میرا بچہ تو نہیں ہے۔ کیا میرے جگر کے ٹکرے کو میرے سینہ پر سے
گھسیٹ لیا جائے گا؟ کیا اس کا گلا گھونٹ دیا جائے گا؟ اور یہ کام تم کرو گے۔ موپو۔ موپو!۔
کیا میں نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے؟۔ کبھی؟ دل دکھایا ہے تمہارا؟۔ کیا میں نے تم سے
محبت نہیں کی ہے؟ کیا تمہاری خاطر میں نے اپنا گھربار نہیں چھوڑا؟۔ میں تمہارے ساتھ
فرار ہونے سے ذرا بھی ہچکچائی کیا تم بھول گئے' کہ ابھی دو ماہ پہلے بادشاہ تم پہ خفا ہوا تھا۔
کہ تم اسے اچھا نہ کرسکے تھے۔ اور وہ تمہیں اسی وقت قتل کرا دینا چاہتا تھا؟ اس وقت
تمہیں کس نے بچایا تھا۔ موپو؟۔ میں نے ...... ہاں میں نے شاکا کے سامنے گڑگڑائی تھی۔
اور اس سے تمہاری زندگی کی بھیک مانگی تھی۔ میری اس بھلائی اور محبت کا یہ بدلہ دے
رہے ہو۔ کہ میرے پہلوٹھی کے بچے کا گلا گھونٹنے آئے ہو۔"

"لڑکی! یہ بادشاہ کا حکم ہے۔" میں نے کڑک کر کہا حالانکہ میرے دل کے ٹکڑے
ہوگئے تھے۔

پھر بالکا نے کچھ نہ کہا۔ اس نے کروٹ لے کر دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ اور رونے
لگی۔

اسی وقت جھونپڑی کے باہر سرسراہٹ سنائی دی اور جھونپڑی کا دروازہ تاریک ہوگیا۔
ایک عورت جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کون ہے میں پلٹا اور فوراً ہی
سجدہ ریز ہوگیا۔ کیونکہ میرے سامنے بادشاہ کی ماں اونانڈی کھڑی تھی۔ جو "مادر آسمان" کے

نام سے مشہور تھی۔ ہاں میرے آقا! یہ وہی عورت تھی۔ جسے میری ماں نے دودھ اور پانی دینے سے انکار کردیا تھا۔ "خوش آمدید موپو" اوناندی نے کہا۔ "اور یہ بالکا کیوں رو رہی ہے؟"

"یہ آپ اسی سے پوچھ لیں۔ مادر مہربان" میں نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے بالکا؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ اس وقت تم عورتوں کی خاص تکلیف میں مبتلا ہو۔ لیکن ہر عورت کو یہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔"

اور اب بالکا نے کہا:۔

"مادر مہربان! میں تکلیف سے نہیں رو رہی ہوں' بلکہ اس لئے رو رہی ہوں کہ یہ شخص' جو میرا بھائی ہے' میرے شوہر اور آپ کے بیٹے کا فرستادہ ہے اور اس لئے آیا ہے کہ میرے بچے کا' جو پیدا ہونے والا ہے۔ گلا گھونٹ دے اور اس طرح اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرے۔ اور مہربان کبھی آپ کی چھاتیاں بھی دودھ سے بوجھل ہوئی تھیں۔ کبھی آپ نے بھی کسی کو دودھ پلایا تھا۔ لیکن آہ! آپ کا بچہ آپ سے نہ چھینا گیا تھا"۔ مادر مہربان! آپ ماں اور ماں کے دل سے واقف ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ ماں کے جذبات کیا ہوتے ہیں۔ میری بچے کو بچا لیجئے۔"

"بہتر ہوتا کہ میرے بیٹے کا گلا بھی اسی طرح گھونٹ دیا جاتا۔" اوناندی نے کہا۔ اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج بہت سے بے گناہ زندہ ہوتے۔"

"کم سے کم بچپن میں تو آپ کا بیٹا پیارا اور رحم دل تھا۔ اور آپ کو یقیناً اس سے محبت رہی ہوگی۔ آخر وہ آپ کا خون ہے۔"

"نہیں بالکا۔ وہ بچپن میں بھی ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ اب ہے۔ اس نے میری چھاتی کی ٹُنی کاٹ لی تھی۔ اور میرے سر کے بال نوچ لئے تھے۔ شاکا جیسا اب ہے بچپن میں بھی ایسا ہی تھا۔"

"تاہم ممکن ہے کہ ایسا اس کا بچہ نہ ہو۔ سوچئے' مادر مہربان! آپ اب تک دادی بننے سے محروم رہی ہوں۔ آپ کا کوئی پوتا نہیں جو آپ کے بڑھاپے کا سہارا بن سکے۔ اور

آپ کا دل بہلا سکے کیا آپ یہی چاہتی ہیں کہ آپ کی نسل مٹ جائے؟ ہمارا آقا جنگ سے باز نہیں آتا۔ اس کی عمر میدان جنگ میں گزر رہی ہے۔ ممکن ہے قتل ہو جائے۔"

"اگر ایسا ہوا۔ اگر شاہ کسی جنگ سے واپس نہ آیا۔

بالکا سازاں کا درخت ابھی خشک نہیں ہوا ہے۔ کیا بادشاہ کے بھائی نہیں ہیں؟"

"ہیں تو سہی۔ لیکن مادر مہربان وہ آپ کا خون نہیں ہیں۔ میری بات نہیں سن رہی ہیں۔ آپ؟ بہت اچھا میں ایک عورت اور ماں بن کر ایک عورت اور ماں سے درخواست کر رہی ہوں۔ کہ میرے بچے کو بچا لیجئے۔ یا اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیجئے۔"

اوناندی کا دل پگھل گیا۔ اس کی آنکھ میں آنسو چھلک آئے۔

"موپو! بالکا کے بچہ کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟" ان اوناندی نے کہا "شاکا بچے کی لاش ضرور دیکھنا چاہے گا۔ اور اگر اسے شک ہو گیا ...... اور تم جانو نرسلوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ...... یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ کل ہم کہاں ہوں گے۔"

"پورے زولو لینڈ میں کیا کوئی نوزائیدہ بچہ نہیں ہے؟" بالکا نے سرگوشی میں کہا۔ اور مارے خوشی کے اٹھ بیٹھی۔ "سنو! موپو! کیا تمہاری بیوی بھی درد زہ میں مبتلا نہیں ہے؟ میری بات سنئے' مادر مہربان' تم بھی سنو موپو۔ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرنا۔ اگر میرا بچہ مارا گیا۔ تو تم دونوں بھی مارے جاؤ گے۔ کیونکہ میں بادشاہ سے کہوں گی۔ کہ تم دونوں میرے پاس میرے بچے کو بچانے اور شاکا کو قتل کرنے کی سازش کر کے آئے تھے۔ اور اپنی اس سازش میں مجھے بھی شریک کرنا چاہتے تھے۔ بس اب دو ہی راستے تمہارے سامنے رہ گئے ہیں۔ یا تو میرے بچے کو بچا لو۔ یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اور وہ بے دم ہو کر بستر پر گر گئی۔ میں نے اوناندی کی طرف اور اوناندی نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر اوناندی نے کہا:۔

"موپو!۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور قسم کھاؤ کہ میرا یہ راز تمہارے سینے میں دفن رہے گا۔ میں بھی قسم کھاتی ہوں' ہو سکتا ہے کہ ایک دن یہ بچہ' جس نے ابھی دن کی روشنی نہیں دیکھی ہے۔ زولو لینڈ کا بادشاہ بن جائے اور اگر ایسا ہوا موپو تو اس دن تم بہت بڑے آدمی

بن جاؤ گے۔ لیکن تم نے اگر اپنی قسم توڑی تو یاد رکھو موپو میں اکیلی نہیں مروں گی۔

"میں قسم کھاتا ہوں۔ اور مہربان" میں نے کہا۔

"تم سے یہی توقع تھی۔ ماکداما کے بیٹے۔"

"شکریہ میرے بھائی۔" بالکا نے کہا۔ "اب جاؤ' اور وہ کام کرو جو کرنا ہے۔ جلدی کرو۔ میرا درد بڑھ رہا ہے۔ جاؤ اور جان لو کہ اگر تم ناکام رہے تو مجھ سے رحم کی توقع نہ رکھنا۔"

چنانچہ میں جھونپڑی سے باہر آیا۔

"کہاں چلے؟" باہر پہرہ دیتے ہوئے سپاہیوں نے پوچھا۔

"اپنی دوائی کا تھیلا لینے جارہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

لیکن میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اور میں انتہائی مایوسی کے عالم میں زولو لینڈ سے فرار ہونے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ میں یہ کام نہ کرسکتا تھا۔ اور کون سا باپ ایسا ہوگا۔ جو کسی دوسرے بچے کی خاطر خود اپنے بچے کا گلا گھونٹ دے؟ نہیں۔ نہیں۔ بالکا کے بچے کے لئے میں اپنے لخت جگر کو نہ مار سکتا تھا پھر میں حکم عدولی کی جرات بھی نہ کرسکتا تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ بالکا کے بچے کو زندہ چھوڑ کر میں خود زندہ بچا رہوں۔ چنانچہ اب سوائے فرار کے اور کوئی راستہ نہ تھا اپنے بیوی بچوں کو شاکا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود اپنی جان بچا لے جاؤں۔ یہی ایک صورت تھی۔ فرار صرف فرار شاکا کے سائے میں زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ میں اپنی جھونپڑیوں کے قریب پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ میری بیوی ماکروفا نے جڑواں بچوں کو جنم دیا ہے۔ میں بے تابانہ جھونپڑی میں گھس گیا اور وہاں پہنچتے ہی میں نے اپنی دوسری بیوی کو باہر بھیج دیا۔ سوائے انادی کے جس نے آٹھ دن پہلے ایک لڑکے کو جنم دیا تھا۔ ماکروفا کے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ لڑکا مرا ہوا پیدا ہوا تھا۔ لڑکی زندہ اور تندرست تھی یہ لڑکی بڑی ہو کر بہت حسین نکلی۔ یہی ناڈا تھی۔ جو بعد میں "سوسن" کے نام سے مشہور ہوئی۔ مردہ لڑکے کو دیکھتے ہی ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے دماغ میں کوند گیا۔

"یہ لڑکا مجھے دو" میں نے آنادی سے کہا "یہ مرا نہیں ہے لاؤ۔ مجھے دو اسے تاکہ میں اسے کرال سے باہر لے جاؤں اور اپنے علم اور دواؤں کے زور سے اس میں زندگی پھونک دوں۔"

"بے فائدہ ہے۔ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے۔" آنادی نے کہا

"بے وقوف عورت! بحث نہ کرو مجھ سے۔ لاؤ۔ اس لڑکے کو" میں نے غصہ ہو کر کہا اور آنادی نے مردہ بچے کو میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

مردہ بچے کو میں نے دواؤں کے تھیلے میں لپیٹا۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے احتیاط کی خاطر میں نے تھیلے کو چٹائی میں لپیٹ لیا۔

جب تک میں واپس نہ آؤں' کسی کو جھونپڑی میں نہ آنے دینا "میں نے آنادی سے کہا۔ "اگر ایک کتا بھی جھونپڑی میں آیا۔ تو میرا علم اور دوائیں بے اثر رہیں گی۔ اور ہاں اس بچے کے متعلق جو مردہ معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کسی سے کچھ نہ کہنا۔"

اور میں اپنی دونوں بیویوں کو حیرت زدہ چھوڑ کر باہر آگیا اور حیران ہونے کی بات بھی تھی۔ کیونکہ' اے میرے آقا' ہم لوگوں کا یہ اصول تھا کہ جب کسی عورت کے جڑواں بچے پیدا ہوئے تھے تو شوہر دونوں بچوں کو بچانے کی کوشش نہ کرتا تھا۔

میں بھاگم بھاگ امپوسینی کے دروازے پر پہنچا'

"شاہ عظیم کے وفادارو! میں اپنی دوائیں لے آیا ہوں۔" میں نے پہرہ دیتے ہوئے سپاہیوں سے کہا۔

"جاؤ" انہوں نے جواب دیا۔ اور میرے لئے راستہ بنادیا۔

میں دروازے میں سے گذر کر بالکا کی جھونپڑی میں پہنچا بادشاہ کی ماں اوناندی بالکا کے ساتھ اکیلی تھی!

"بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ لڑکا ہے" اوناندی نے مجھے مطلع کیا۔ "یہ دیکھو"

میں نے دیکھا۔ خاصہ تندرست اور تگڑا بچہ تھا۔ اس کی آنکھیں شاکا کی آنکھوں کی طرح کالی اور بڑی تھیں اوناندی میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"کہاں ہے" اس نے سرگوشی میں کہا۔

میں نے چٹائی الگ کی اور تھیلی میں سے مردہ بچے کو نکالا۔ لیکن میرا دل دھڑک رہا تھا۔ اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ حالانکہ جھونپڑی میں اور کوئی نہ تھا۔ لیکن میں خوف بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"زندہ بچہ مجھے دو۔ میں نے کہا۔

بچہ مجھے دے دیا گیا۔ میں نے تھیلے میں دوا نکال کر اس کی زبان پر لگادی۔ اور اس دوا میں ایسی تاثیر تھی کہ وہ زبان کو تھوڑی دیر کے لئے گنگ کر دیتی تھی۔ پھر میں نے بالکا کے بچہ کو دواؤں کے تھیلے میں رکھا اور تھیلے کو پھر چٹائی میں لپیٹ دیا۔ مردہ بچے کے گلے پر میں نے ایک تار لپیٹ دیا جیسے اس تار سے میں نے اس کا گلا گھونٹا ہو اور پھر اس مردہ بچے کو میں نے ایک غلیظ کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اور اب میں نے بالکا کو مخاطب کیا۔

"لڑکی!" میں نے کہا۔ "اور اے مادر مہربان میں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کہانی کے انجام تک پہنچنے سے پہلے بہت سی جانیں جائیں گی۔ اپنے سینے قبروں کی طرح بند کرلو مبادا قبر تم دونوں کو نگل لے۔"

چنانچہ میں مردہ بچے کو اپنے ہاتھ پر لئے باہر آگیا۔ دواؤں کا تھیلا جس میں شاکا کے تخت کا وارث تھا...... میں نے اپنے کندھے سے لٹکا رکھا تھا میں امپوسینی کے دروازے سے باہر آیا اور مردہ بچے کو پہرے داروں کو دکھایا..... انہوں نے جھک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے" انہوں نے سر ہلا کر کہا۔

لیکن امپوسینی کے باہر بدقسمتی میری منتظر تھی کیونکہ ابھی میں چار قدم بھی آگے بڑھنے نہ پایا تھا کہ میری مڈبھیڑ بادشاہ کے تین پیغامبروں سے ہو گئی۔

"سلام ماکدراما کے بیٹے۔" انہوں نے کہا "شاہ عظیم تمہیں امٹوکولو میں طلب کر رہے ہیں۔"

بہت اچھا۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں پہلے دوڑ کر دیکھ آؤں کہ میری بیوی ماکروفا کا کیا حال ہے۔ شاہ عظیم کے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے۔" اور میں نے مردہ بچے کو تینوں کی طرف

بڑھا دیا۔ "اسے بادشاہ کی طرف لے جاؤ۔"

نہیں موپو..... شاہ عظیم کا حکم ہے کہ تم فوراً ان کے پاس پہنچو۔ اپنی بیوی کا حال تم بعد میں معلوم کرلینا۔"

یہ سن کر میرا دل سرد ہو گیا۔ بادشاہ کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ کیا شاکا کو معلوم ہو گیا ہو گا؟ اگر نہ بھی ہوا ہو تو میں کم از کم اس وقت اس کے سامنے جانے کی جرات نہ کر سکتا تھا کیونکہ تھیلے میں زندہ بچہ موجود تھا..... تاہم پس و پیش کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔

"بہت اچھا' چلو۔ میں نے کہا اور ہم انٹوکولو کی طرف چلے۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ شاکا اپنے جھونپڑی کے سامنے میدان میں بیٹھا ہوا تھا..... میں نے سجدے میں گر کر شاہی سلام کے الفاظ کہے۔

"بائے ٹی۔"

"اٹھو ماکداما کے بیٹے۔" شاکا نے کہا۔

"نہیں شاہ عظیم نہیں۔ میرے ہاتھ شاہی خاندان کے ایک بچے کے خون میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور جب تک شاہ عظیم مجھے معاف نہیں کردیتے ہیں اپنا ماتھا زمین پر سے نہ اٹھاؤں گا۔"

کہاں ہے؟ شاکا نے پوچھا۔

میں نے اس غلیظ کپڑے کی طرف اشارہ کیا جس میں مردہ بچہ لپٹا تھا۔

"ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔" شاکا نے کہا۔

میں نے کپڑا ہٹا دیا..... شاکا آگے کی طرف جھک گیا وہ بہت دیر تک مردہ بچے کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے قہقہہ لگایا۔

"یہ بادشاہ بن سکتا تھا۔" شاکا نے کہا۔ اور ایک مشیر کو اشارہ کیا کہ وہ لاش لے جائے موپو! تم نے اس بے گناہ کا گلا گھونٹا ہے جو ہماری جگہ حاصل کر سکتا تھا تم دل میں خوف محسوس نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں آقا....." میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس بچے کو جو بادشاہ بن سکتا تھا اس کے حکم سے مارا گیا ہے جو بادشاہ اور ہمارا آقا ہے۔"

"اچھا بیٹھو۔ ہم باتیں کرنا چاہتے ہیں۔" شاکا نے کہا وہ اداسی اور اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا اس خدمت کے لئے تمہیں پانچ عمدہ نسل کے بیل دیئے جائیں گے تمہیں یہ انعام کل مل جائے گا۔ تمہیں اجازت ہے کہ ہمارے خاص مویشیوں میں سے جن بیلوں کو چاہو اپنے لئے پسند کرلو۔

"شاہ عظیم ہے...... شاہ دریا دل ہے شاہ ان داتا ہے" میں نے کہا اب اجازت ہو تو غلام اپنی بیوی کے پاس جائے اسے بھی درد اٹھا ہے اور میرا دل اس کی طرف لگا ہوا ہے۔"

"نہیں ٹھہرو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ بالکا کا کیا حال ہے؟"

"اچھی ہے اور حضور کی احسان مند۔"

"جب تم نے اس سے بچہ لیا ہوگا تو وہ روئی تو ہوگی؟"

"نہیں شاہ عظیم۔ وہ نہ روئی اور نہ اس نے ماتم کیا اس کے برخلاف اس نے کہا...... "میرے آقا کی خوشی میری خوشی ہے......"

"اور یہ اس نے اچھا کیا...... اگر اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی ٹپکا ہوتا تو وہ اپنے بچے کے پاس پہنچ جاتی۔ اور کون تھا اس کے ساتھ؟"

"مادر آسمان۔"

شاکا کے ابرو پر بل پڑ گئے۔

"ہیں! اوناندی۔ ہماری ماں تھی وہاں!...... کیا کر رہی تھی وہ؟ ہم اپنے سر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حالانکہ وہ ہماری ماں ہے لیکن......"

شاکا ایک دم سے خامش ہوگیا۔ چند ثانیوں بعد اس نے کہا۔

"موپو! اس چٹائی میں کیا ہے؟" اور اس نے اپنے اساگائی سے اس تھیلے کی طرف

اشارہ کیا۔ جو میرے کندھے سے بندھا ہوا تھا۔

"دوائیں ہیں شاہ عظیم۔" میں نے جواب دیا۔

"افوہ تم تو اتنی بہت سی دوائیں لئے پھرتے ہو گویا پوری فوج کا علاج کرنے چلے ہو۔ کھولو اس گٹھر کو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمہاری دوائیں کیسی ہیں۔

اور اے میرے آقا مارے خوف کے میری ہڈیوں کا گودا تک پگھل گیا۔ اگر میں چٹائی ہٹاتا تو بہت ممکن تھا شاکا اس بچے کو دیکھ لیتا جو دوائیں کے تھیلے میں تھا اگر نہ دیکھتا تب بھی اسے شک ضرور ہو جاتا......

شاہ عظیم! یہ دوائیں سحرزدہ ہیں اور شاہ عظیم کو چاہئے کہ وہ سحر پھونکی ہوئی چیزوں کو نہ دیکھیں......

"ہمارے حکم کی تعمیل کرو...... شاکا گرجا...... ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں کیا الا بلا کھلائی جاتی ہے ہم شاہوں کے شاہ اور حکیموں کے حکیم ہیں...... کھولو اپنا گٹھر۔"

"بے شک آپ شاہوں کے شاہ اور حکیموں کے حکیم ہیں اور موت ہے اس کی دوا جو آپ کے حکم سے سرتابی کی جرات کرے میں نے کہا اور اپنے کندھے پر سے تھیلا اتار کر حتیٰ الامکان شاکا سے دور اور حصار کے سائے میں رکھ دیا اور بڑی احتیاط سے چٹائی کھولنے لگا پسینہ میرے ماتھے سے ٹپک رہا تھا اور میرا گلا خشک ہو گیا تھا اگر شاکا نے بچے کو دیکھ لیا تو...... ؟اگر بچے نے رونا شروع کیا تو......؟ اگر ایسا ہوا تو میں بادشاہ کے ہاتھ سے بھالا گھسیٹ کے خود اس کے سینے میں اتار کر چھید کرنے کے بعد...... اسی بھالے سے اپنے آپ کو ہلاک کرلوں گا۔

اور اب چٹائی کھل چکی تھی اس کے نیچے خشک پتے اور درختوں کی جڑیں تھیں اور ان جڑی بوٹیوں تلے گھاس کے تھیلے میں بالکا اور شاکا کا بچہ......

"واہیات! بڑی واہیات دوائیں ہیں تمہاری باشاہ نے نسوار کی چٹکی اپنی ناک میں چڑھاتے ہوئے کہا" دیکھو موپو ہمارا نشانہ کس قدر صحیح ہے......

اور اس نے دوائیں کے تھیلے میں بھونکنے کے لئے اپنا بھالا اٹھایا لیکن میری محافظ روح

نے میری مدد کی عین اس وقت شاکا کو چھینک آگئی۔ چنانچہ یوں ہوا کہ شاکا کا ہاتھ بھک گیا اور بھالے کی نوک اوپری بتوں اور جڑوں کو ہی چھید کر رہ گئی......

"آسمانوں کا رحم ہو بادشاہ پر" میں نے رسم کے مطابق کہا......

"شکریہ موپو۔ یہ نیک شگون ہے شاکا نے کہا "اب تمہیں جانے کی اجازت ہے موپو! ہماری مانو اور اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالو جس طرح کہ ہم کرتے ہیں تم بھی کرو مبادا بڑے ہو کر تمہاری پریشانی بلکہ بربادی کا باعث بن جائیں...... شیرنی کے بلوں کو غرق کر دینا ہی مناسب ہے اور یہ تم بھی جانتے ہو کہ بچھو کی مادہ کے بچے خود اپنی ماں کو کھا لیتے ہیں۔"

میں نے جلدی جلدی گٹھر لپٹا اگر بچہ رونے لگ گیا تو کیا ہوگا؟ میں انھا بادشاہ کو سلام کیا اور الٹے قدموں چلتا ہوا باہر آگیا لیکن ابھی میں دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ تھیلہ میں رکھا ہوا بچہ "چیں...... چیں" کرنے لگا میری آقا اگر ایک منٹ پہلے اس نے ذرا سی بھی آواز نکالی ہوتی تو کیا سے کیا ہو جاتا۔

"ارے!" جب میں دروازے میں سے نکل رہا تھا تو ایک پہرے دار نے کہا...... "یہ تم نے اپنے موچھا میں کیا کتے کا پلا بند کر رکھا ہے؟

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور تقریباً بھاگتا ہوا اپنی جھونپڑی کے قریب پہنچا اور اس جھونپڑی میں داخل ہو گیا جس میں ماکروفا تھی۔ وہاں ماکروفا اور آنادی کے علاہ کوئی اور نہ تھا۔

"عورت! میں نے بچے میں زندگی پھونک دی ہے" میں نے کہا اور گٹھر...... کھولنے لگا۔

آنادی نے بچہ لے لیا اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"زندگی نے اس کے جسم میں داخل ہو کر اسے موٹا کر دیا ہے" وہ بولی۔

"جب یہ پیدا ہوا تھا تو ایسا موٹا نہ تھا۔"

"بڑی عقلمندی کی بات کہی ہے تم نے واقعی اب یہ موٹا ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس کی آنکھیں بھی بدل گئی ہیں جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس کی آنکھیں ایسی نہ تھیں۔" آنادی نے کہا "اس کی آنکھیں بڑی اور کالی ہیں۔ بادشاہ کی آنکھوں جیسی۔"

"اس کی ران پر پیدائشی نشان ہے" آنادی نے پھر کہا "اس بچے کی ران پر' جو میں نے تمہیں دیا تھا...... ایسا کوئی نشان نہ تھا۔

"میں نے ایک دوا اس کی ران پر رکھ دی تھی جس سے یہ نشان بن گیا ہے" میں نے کہا۔

"نہیں۔ یہ وہ بچہ نہیں ہے" آنادی نے بڑی سنجیدگی سے کہا "یہ کسی اور کا بچہ ہے تم نے اپنے مردہ بچہ سے اسے بدل دیا ہے یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔

میرا دل کہتا ہے کہ یہ بچہ ہم پر کوئی مصیبت لے آئے گا۔

اور اب میں مارے غصے کے بے قابو ہوگیا میں اٹھا اور آنادی کو لعنت ملامت کرنے اور دھمکانے لگا۔ مجھے احساس ہو چلا تھا کہ اگر اس عورت کی زبان بند نہ کی گئی تو وہ ہم سب کو عذاب میں مبتلا کردے گی..... "اموش چڑیل" میں نے چیخ کر کہا یہ کیا بک بک کر رہی ہے تو؟ کیا تو چاہتی ہے کہ ہمارے گھرانے پر عذاب نازل ہو؟ کیا تو چاہتی ہے کہ ہم سب بادشاہ کے غضب میں مبتلا ہو جائیں؟

اب اگر تو نے ایسی ویسی بات منہ سے نکالی تو اس دائرے میں بیٹھی نظر آئے گی جہاں مشکوک عورتوں اور مردوں کو بٹھایا جاتا ہے اور پھر وچ ڈاکٹر تجھے سونگھ لیں گے کہ تو چڑیل ہے؟"

چنانچہ میں یوں طوفانی بادل کی طرح گرجتا اور آنادی کو ڈراتا دھمکاتا رہا یہاں تک کہ وہ خوف زدہ ہو گئی اور میرے قدموں میں گر کر رونے اور معافی مانگنے لگی۔ لیکن میں دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ اس عورت کی زبان خاموش رہنے والی نہ تھی۔

اور میرا یہ خوف بے جا نہ تھا۔

شاکا اور امسلو پوگاس

چنانچہ دن مہینوں اور مہینے برسوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے اور یہ معاملہ بظاہر دب گیا اس کے متعلق کسی نے کچھ نہ سنا کسی کو کوئی پتہ نہ چلا لیکن جیسا کہ میں نے کہا یہ معاملہ دب گیا تھا ختم نہ ہوا تھا یہ فتنہ سو رہا تھا اور میں اس وقت سے ڈر رہا تھا جب یہ فتنہ بیدار ہوگا۔ اس راز سے دو عورتیں واقف تھیں بادشاہ کی ماں اور بادشاہ کی بیوی یعنی میری بہن بالکا یہاں تو خیر ٹھیک تھا لیکن دو دوسری عورتیں بھی اتفاقاً اس راز سے واقف ہوگئی تھیں ...... میری مراد میری بیویوں ماکروفا اور آنادی سے ہے خود میں نے ان سے کچھ نہ کہا تھا لیکن انہوں نے اندازہ لگالیا تھا کہ معاملہ کیا ہے پھر تم ہی کہو کہ یہ راز کب تک راز رہتا؟ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ بالکا اور اونانڈی اس لڑکے کو دیکھے بغیر نہ رہ سکتی تھیں جو میرا بیٹا مشہور تھا۔ اور جس کا نام امسلو پوگاس تھا۔ لیکن وہ درحقیقت اونانڈی کا پوتا اور شاکا کا بیٹا تھا جو بالکا کے بطن سے پیدا ہوا تھا ...... چنانچہ یوں ہوا۔ کہ بالکا۔ اور اونانڈی میری بیوی سے ملنے کا بہانہ کرکے اکثر میری جھونپڑی میں آجاتیں اور امسلو پوگاس سے کھیلتیں اور اسے پیار کرتیں میں نے ان دونوں عورتوں کو منع کردیا کہ وہ میرے یہاں نہ آئیں اس لئے کہ احتیاط کا تقاضا یہی تھا لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی اور تم جانو محبت اندھی ہوتی ہے جہاں احتیاط کا گزر نا ممکن نہیں چنانچہ میرے منع کرنے کے باوجود وہ دونوں برابر آتی رہیں ...... اور پھر ایک دن شاکا نے امسلو پوگاس کو اونانڈی کی گود میں دیکھ ہی لیا۔

"موپو! تمہارے اس چوہے سے میری ماں کو اتنا پیار کیوں ہے؟" اس نے پوچھا۔ اس نے کبھی مجھ سے تو اتنا پیار نہیں کیا حالانکہ میں اس کا خون ہوں۔؟

میں نے جواب دیا کہ اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا چنانچہ فی الحال بات آئی گئی ہوگئی ...... لیکن اس کے بعد شاکا اپنی ماں کی طرف سے کھٹک گیا چنانچہ اس کے جاسوس اونانڈی پر نگاہ رکھنے لگے۔

اور اب اسلوپوگاس بڑا اور طاقت ور ہو گیا تھا دور دور تک اس کا ہمسر کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا۔ وہ بااعتماد کم گو اور اپنے باپ شاکا کی طرح نڈر تھا پوری دنیا میں وہ صرف دو انسانوں کو چاہتا تھا ایک تو مجھے جسے وہ اپنا باپ سمجھتا تھا اور دوسرا ناڈا کو جسے وہ اپنی بہن سمجھتا تھا۔

جس طرح لڑکوں میں اسلوپوگاس سب سے زیادہ بہادر اور طاقت ور تھا اسی طرح ناڈا لڑکیوں میں سب سے زیادہ حسین اور نیک دل تھی سچ تو یہ ہے میرے آقا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ناڈا کی رگوں میں خالص زولو خون نہ تھا حالانکہ اس کے متعلق میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تاہم ناڈا کی آنکھیں زولو عورتوں کی آنکھوں کی طرح پھیلی ہوئی اور بھری نہ تھیں۔ اس کے بال لمبے تھے مگر ہمارے بالوں کی طرح بہت زیادہ گھنگھریالے نہ تھے اور اس کی رنگت بھی کالی نہ تھی بلکہ وہ تانبے کی طرح تھی۔ اور ایسی رنگت اسے اپنی ماں ماکروفا سے ورثے میں ملی تھی حالانکہ اس کا رنگ ماکروفا بلکہ کسی بھی افریقی لڑکی سے زیادہ کھلتا ہوا تھا۔ میری بیوی ماکروفا سوازی قبیلے سے تھی۔ اور قبیلے کی دوسری عورتوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئی تھی۔ شاکا نے ماکروفا کو مجھے بخش دیا تھا کہ میں اسے بیوی بنالوں‘ ماکروفا ایک سوازی سردار کی بیٹی تھی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ اس سردار کی بیوی کے ہی بطن سے پیدا ہوئی تھی لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ سردار حقیقت میں ماکروفا کا باپ بھی تھا یا نہیں کیونکہ خود ماکروفا نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے کوئی سفید فام کرال میں مقیم تھا...... یہ سفید فام پرتگالی تھا اور لوہے کے ہتھیار بنانے میں ماہر تھا۔ یہ سفید فام ماکروفا کی ماں سے محبت کرتا تھا۔ چنانچہ مشہور تھا کہ ماکروفا سوازی سردار کی نہیں بلکہ اس سفید فام کی بیٹی تھی بہرحال اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ میری بیوی ماکروفا کی پیدائش سے پہلے سردار نے اس سفید فام کو قتل کر دیا تھا۔ بہر حال حقیقت سے کوئی بھی واقف نہیں تاہم یہ باتیں میں نے اس لئے بیان کر دیں کہ ناڈا کا حسن افریقی نہیں بلکہ سفید فام عورتوں کا سا تھا چنانچہ ممکن ہے کہ اس کا نانا ہی سفید فام پرتگالی ہو۔

قصہ مختصر اسلوپوگاس اور ناڈا میں بہت زیادہ محبت تھی۔ دونوں ساتھ اٹھتے‘ ساتھ بیٹھتے‘ ساتھ گھومتے‘ ساتھ کھاتے اور ساتھ ہی سو رہتے۔ دونوں ایک طرح سے سوچتے اور

ایک زبان سے بولتے تھے۔ گویا دونوں ایک جسم دو قالب تھے۔ آہ! ان دونوں کا جوڑا کس قدر عمدہ تھا اور ابھی دونوں بچے ہی تھے کہ اسلوپوگاس نے دو دفعہ ناڈا کی جان بچائی۔

پہلا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن دونوں بیروں کی تلاش میں کرال سے بہت دور نکل گئے میری مراد ان خاص قسم کے بیروں سے ہے جو افریقہ میں افراط سے ہوتے ہیں اور بچوں کا من بھاتا کھانا ہیں۔ خیر تو وہ چلتے رہے اور انہیں کچھ ہوش نہ رہا کہ وہ کتنی دور آگئے ہیں یہاں تک کہ انہیں بیروں کی جھاڑیاں مل گئیں اور دونوں نے خوب بیر کھائے یہ شام کا وقت تھا اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا دونوں بیر کھا کر وہیں لیٹ گئے اور فوراً ہی سو گئے جب ان کی آنکھ کھلی تو رات بہت زیادہ گزر چکی تھی ہوا تیز چل رہی تھی اور بارش بھی ہو رہی تھی کیونکہ وہ موسم سرما کی ابتدا تھی جب پھل پک جاتے ہیں۔

"اٹھو ناڈا" اسلوپوگاس نے کہا۔ "ہمیں بہت جلد کرال میں پہنچ جانا چاہئے ورنہ ہم سردی سے ٹھٹھر کر رہ جائیں گے۔"

چنانچہ ناڈا اٹھی وہ خوفزدہ تھی وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے چل پڑے رات اندھیری تھی ..... بارش کو اڑاتی پھر رہی تھی چنانچہ وہ دونوں راستہ بھول گئے اور جب صبح طلوع ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک انجانے جنگل میں بھٹکتے ہوئے پایا ..... جھاڑیوں سے بیر توڑ کر پیٹ کی آگ بجھائی اور تھوڑے دیر ستانے کے بعد پھر چل پڑے وہیں دن بھر چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور رات نے اپنی کالی زلفیں بکھیر دیں۔ اور وہ رات پچھلی رات سے زیادہ سرد تھی۔ اسلوپوگاس نے درخت کی ٹہنیاں توڑیں اور دونوں ایک دوسرے سے لپیٹ کر اور اپنے اوپر ٹہنیاں ڈال کر سو رہے اور اس طرح انہیں کچھ گرمی ملی صبح وہ بیدار ہوئے لیکن اب اتنے تھکے ہوئے تھے کہ تیز نہ چل سکتے تھے اور ان کے پاس بیر بھی بہت کم رہ گئے تھے۔ دوپہر تک وہ بھی ختم ہو گئے چنانچہ وہ ایک تقریباً عموی ٹیلے کے سائے میں بیٹھ گئے تھکی ہوئی ناڈا نے اپنا سر اسلوپوگاس کے سینے پر ٹکا دیا۔

"بھائی بہتر ہو گا کہ ہم اسی جگہ مر جائیں۔" ناڈا نے کہا۔

اسلوپوگاس حالانکہ ابھی چھوٹا تھا لیکن ہمت ہارنے اور ڈرنے والا نہ تھا "نہیں ..... نہیں ....." اس نے کہا۔ "ابھی مرنا نہیں ہے جب موت آئے گی تو دیکھا جائے گا ..... تم یہاں آرام کرو میں ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔"

شاید کوئی کرال قریب ہی ہو .....

چنانچہ وہ ناڈا کو وہیں چھوڑ کر ٹیلے پر چڑھ گیا ٹیلے کی ڈھلان پر بیروں کی جھاڑیاں تھیں اور ان میں ملی جلی وہ جھاڑیاں تھیں جن کی جڑیں لذیذ ہوتی ہیں۔ اور ان میں طاقت و غذا بھی اسلوپوگاس نے بیروں اور جڑوں سے اپنا پیٹ بھرا۔ آخر کار وہ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ چاروں طرف گھنا جنگل تھا اور مشرق کی طرف جنگل سے پرے دور بہت دور' کالے پہاڑ کے پس منظر میں ایک سفید دھاری سی نظر آ رہی تھی۔ جیسے دھواں ہو۔ لیکن وہ دھواں نہ تھا بلکہ آبشار تھا اسلوپوگاس اس آبشار سے واقف تھا جو شاہی کرال کے عقب میں تھا۔ چنانچہ اسلوپوگاس جڑیں اور بیر لئے خوشی سے چلاتا ٹیلے سے نیچے آیا۔ لیکن جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں ناڈا تھی تو اس نے دیکھا تھکن اور سردی کو برداشت نہ کرکے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ وہ زمین پر بے جان سی پڑی تھی۔ اور اس کے قریب ہی ایک بڑا گیدڑ زبان لٹکائے کھڑا تھا۔ جو اسلوپوگاس کو دیکھتے ہی بھاگ گیا اب اسلوپوگاس کے لئے دو ہی راستے رہ گئے تھے ایک تو یہ کہ ناڈا کو وہیں چھوڑ دے اور اپنی جان بچائے اور دوسرا یہ کہ خود بھی ناڈا کے پاس بیٹھا رہے۔ اور موت کا انتظار کرے لیکن اس نے ایک تیسرا راستہ تلاش کرلیا۔ اس نے اپنا موچھا کھولا اور اس کی دھجیوں کو گرہ لگا کے ایک رسہ بنالیا ..... اس رسہ سے بے ہوش ناڈا کو کمر سے باندھا اور شاہی کرال کی طرف چل پڑا۔ راستہ طویل تھا اور دشوار گزار بھی اس کے علاوہ خود اسلوپوگاس بھی تھکا ہوا تھا ..... ظاہر ہے کہ وہ زندہ کرال تک نہ پہنچ سکتا تھا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ چند پیغامبر جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ ایک ننگا لڑکا اپنے ہاتھ میں چھڑی لئے لڑکھڑاتا اور ٹھوکریں کھاتا چلا جارہا ہے اس کے منہ سے کف جاری ہے اور ایک لڑکی اس کے کمر سے بندھی ہوئی ہے وہ دھجیاں جس

سے لڑکے نے لڑکی کو اپنی کمر پر باندھ رکھا تھا۔ لڑکے کی جلد کو چیر کر گوشت میں اتر گئی ہیں لڑکا اس قدر تھکا ہوا تھا کہ بول نہیں سکتا تھا اس کی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں۔

ایک پیغامبر نے اسے پہچان لیا کہ وہ موپو کا بیٹا امسلو پوگاس تھا۔ چنانچہ وہ اسے کرال میں لے آئے وہ ناڈا کو مردہ تصور کر چکے تھے اور اسے وہیں چھوڑ دینا چاہتے تھے لیکن امسلو پوگاس نے اس کے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ اس کا دل دھڑک رہا تھا چنانچہ وہ ناڈا کو بھی اٹھا کر لے آئے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ دونوں بچ گئے۔ اور ایک دوسرے کو پہلے سے بھی زیادہ چاہنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے امسلو پوگاس کو کرال سے باہر جانے سے منع کر دیا لیکن لومڑی کی طرح بھٹکنا امسلو پوگاس کی فطرت تھی۔ چنانچہ ایک دن یوں ہوا کہ کرال کا دروازہ کھلا دیکھ کر امسلو پوگاس اور ناڈا باہر نکل گئے اور انہوں نے ایک تنگ گھاٹی تلاش کرلی۔ اس گھاٹی کے متعلق عجیب عجیب روایتیں مشہور تھیں یہ تو سبھی جانتے تھے کہ وہاں بد روحیں بھٹکا کرتی ہیں۔ اور اس شخص کو مار ڈالتی ہیں جو وہاں پہنچ جاتا ہے یہ سچ تھا یا غلط یہ میں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا تو میں بھی جانتا تھا کہ وہاں ایک وحشی عورت رہتی تھی اس عورت نے قریب کے ایک غار کو اپنا گھر بنا رکھا تھا اور وہ پتے کھا کر یا جانوروں کو مار کر اپنی بھوک مٹاتی تھی اگر یہ چیزیں نہ ملتیں تو جو بھی ملتا کھالتی۔ یہ عورت پگلی تھی۔ اس کے شوہر کو وچ ڈاکٹروں نے سونگھ لیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کے خلاف اپنا سحر آزما رہا تھا چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا تھا یہاں جیسا کہ دستور تھا۔ سپاہیوں کو اس کے کرال کی طرف بھیجا کہ وہ اس شخص کے کرال کو سپاٹ کر دیں اور اس کی بیوی بچوں اور عزیزوں کو قتل کر دیں۔ حکم کی تعمیل میں سپاہیوں نے اس شخص کی تین جوان لڑکیوں کو قتل کر دیا۔ ان سپاہیوں نے اس کی بیوی کو بھی قتل کر دیا ہوتا لیکن ان کے دیکھتے دیکھتے ہی اس عورت کے بدن میں کوئی روح گھس گئی اور وہ دیوانی ہو گئی اس لئے شاکا کے سپاہیوں نے اسے قتل نہ کیا اس عورت کے جسم میں روح حلول کر گئی تھی اب سپاہی اسے چھوتے بھی ڈرتے تھے۔ بعد میں یہ عورت کرال سے بھاگ گئی اور اس گھاٹی میں رہنے لگی جو "بھوتوں کی گھاٹی" کے نام سے

مشہور تھی اور جہاں لوگ دن میں بھی جاتے ڈرتے تھے اس عورت کا پاگل پن بھی عجیب تھا اور یہ خصوصیت تھی اس کے پاگل پن کی کہ جب بھی وہ کسی بچے کو خصوصاً لڑکی کو دیکھتی تو اسے قتل کرنے کی آرزو اس کی دل میں پیدا ہو جاتی اور وہ اکثر اپنی یہ آرزو پوری کر لیا کرتی۔ جب پورے چاند کی رات ہوتی اور اس عورت کا پاگل پن اپنے عروج پر ہوتا تو وہ بچوں کی تلاش میں نکل پڑتی اور لکڑ بھگے کی طرح کرال میں سے بچوں کو اٹھا لے جاتی اور گھاٹی میں لا کر یا راستے میں ہی انہیں مار ڈالتی۔ پھر اس کے بھیانک قہقہے گونجتے ان قہقہوں کی آواز کرال تک پہنچتی اور لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ پگلی اپنا شکار حاصل کر چکی ...... اس کے باوجود کوئی شخص اس عورت کو قتل کرنے یا اسے کچھ کہنے کی بھی جرات نہ کر سکتا تھا کیونکہ اس میں کوئی روح حلول کر گئی تھی اور لوگ اس روح سے ڈرتے تھے ...... حتیٰ کہ وہ لوگ بھی خاموش ہی رہتے جن کے بچوں کو یہ پگلی اٹھا لے جاتی۔

چنانچہ اسلو پوگاس اور ناڈا اس گھاٹی میں پہنچے جہاں وہ پگلی رہتی تھی اور اس کے غار کے قریب چشمے کے کنارے بیٹھ گئے اور پھول توڑ توڑ کر ان کے ہار اور گجرے بنانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اسلو پوگاس اٹھا اور پہاڑی سوسن کی تلاش میں چلا گیا ...... یہ پھل ناڈا کو بہت پسند تھے۔ جاتے وقت اس نے اونچی آواز میں ناڈا سے کچھ کہا اور اس کی آواز نے پگلی کو بیدار کر دیا۔ جو اپنے بھٹ میں سو رہی تھی کیونکہ وہ گیدڑ اور لکڑ بھگے کی طرح راتوں کو بھٹکا کرتی تھی اور دن کو سویا کرتی تھی وہ بیدار ہوئی اور اپنا بھالا ہاتھ میں لئے اپنے بھٹ سے باہر رینگ آئی اس نے ناڈا کو دیکھا جو چشمے کے کنارے بیٹھی ہار اور گجرے بنا رہی تھی۔ پگلی دبے پاؤں اس کی طرف بڑھی کہ ناڈا کو قتل کر دے۔ اور جب وہ ناڈا کی طرف بڑھ رہی تھی تو ...... ناڈا نے بعد میں مجھے بتایا۔ یکایک ہوا کا ایک سرد جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا اور ایک انجانا خوف اس کے دل میں اتر گیا حالانکہ نہ تو اس نے پگلی کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا اور نہ اس کے وجود سے ہی باخبر تھی۔ ناڈا نے پھول پھینک دیئے اور جھک کر چشمے میں دیکھا شفاف پانی میں اسے پگلی کا عکس نظر آیا۔ جو ڈھلان پر سے اس کی طرف رینگ رہی تھی۔ پگلی کے خشک اور غلیظ بال اس کے چہرے پر پڑے ہوئے تھے

اور اس کی آنکھوں میں حیوانی چمک تھی۔
ناڈا کے منہ سے ایک فلک شگاف چیخ نکل گئی اور وہ اٹھ کر اس طرف بھاگی جس طرف اسلوپوگاس گیا تھا۔ پگلی بھی اس کے پیچھے دوڑی۔
اسلوپوگاس نے ناڈا کی چیخ سن لی تھی وہ پلٹا اور ٹیلے کی چوٹی کی طرف بھاگا اب اس کے سامنے پگلی تھی ..... وہ ناڈا کو پکڑ چکی تھی ..... وہ ایک ہاتھ سے ناڈا کے بال پکڑے ہوئے تھی اور اس کا دوسرا ہاتھ جس میں بھالا تھا۔ ہوا میں بلند تھا۔ وہ ناڈا پر وار کرنے والی تھی ..... اسلوپوگاس کے پاس بھالا نہ تھا۔ اس کے پاس ایک ڈنڈا البتہ تھا یہ ڈنڈا بھی معمولی تھا یعنی اس کے سر پر لٹو بنا ہوا نہ تھا بہر حال وہ یہی ڈنڈا بلند کر کے پگلی کی طرف لپکا اس نے ڈنڈا اتنے زور سے پگلی کے ہاتھ پر مارا کہ اس نے ناڈا کے بال چھوڑ دیئے اب وہ جنگل کی بدروح کی طرح چیخ کر اسلوپوگاس کی طرف پلٹی۔ اس نے اپنا بھالا بلند کیا اور اسلوپوگاس پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ اچھل کر ایک طرف ہو رہا اور اس کا وار بچا گیا پگلی نے پھر وار کیا۔ اسلوپوگاس یہ وار بھی بچا گیا۔ اب پگلی نے گھوم کر تیسرا حملہ کیا اسلوپوگاس اس کا وار بچانے کے لئے زمین پر لیٹ گیا۔ تاہم بھالا اسلوپوگاس کے کندھے میں اتر گیا۔ اسلوپوگاس نے دونوں ہاتھوں سے بھالا پکڑ لیا ..... اور ایک جھٹکے کے ساتھ دائیں طرف لڑھک گیا بھالا پگلی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اسلوپوگاس ایک دم سے اٹھ کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ بھالا اس کے کندھے میں ترازو تھا۔
اب پگلی پلٹی اور اپنے غصے اور پاگل پن میں چیختی ناڈا کی طرف دوڑی کہ اس کا گلا گھونٹ دے اسلوپوگاس نے دانت بھینچ کر اپنے کندھے میں سے بھالا کھینچ لیا پگلی نے فوراً ایک بھاری پتھر اٹھایا اور اتنی قوت سے اس نے پتھر پھینکا تھا کہ چٹان سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اگر یہ پتھر اسلوپوگاس کے سر پر پڑا ہوتا تو اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو گئی ہوتی۔
اسلوپوگاس نے پگلی پر وار کر دیا اور وہ وار ایسا نپا تلا تھا اس کا کہ بھالا پگلی کے سینے میں گھس کر پیٹھ میں سے نکل آیا ..... وہ اف تک کئے بغیر گری اور فوراً ہی ٹھنڈی ہو گئی۔
اس کے بعد ناڈا نے اسلوپوگاس کا زخم دھو کر پٹی کس دی اس کا زخم کافی گہرا تھا اور

اب اس میں لمبس اٹھ رہی تھیں اس لئے وہ بڑی مشکل سے شاہی کرال میں پہنچا اور اپنی پوری کہانی مجھے سنادی۔

اسلو پوگاس کے اس کارنامے کی خبر بجلی کی سی تیزی سے پورے کرال میں پھیل گئی اکثر لوگوں نے شور مچایا کہ اس لڑکے کو قتل کردینا چاہئے کیونکہ اس نے اس عورت کی جان لی تھی۔ جس میں روح حلول کر گئی تھی ..... لیکن میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلو پوگاس نے اپنی اور ناڈا کی حفاظت کرنے کے لئے جوابی حملہ کیا تھا۔ اور اپنی حفاظت کرنا کوئی جرم نہیں ہے اس کے علاوہ ..... میں نے کہا ..... اگر اس عورت میں کوئی روح حلول کر گئی تھی تو وہ یقیناً بد روح تھی۔ اگر ہم انسانوں کی بھینٹ اپنے کسی دیوتا پر نہیں چڑھاتے حتیٰ کہ جنگ کے دیوتا پر بھی نہیں۔ یہ تو باسوتو کتوں کی رسم ہے زولو بہادروں کی نہیں اس کے باوجود مخالفت کا طوفان نہ تھما ..... خصوصاً اس لئے کے وچ ڈاکٹر اسلو پوگاس کو قتل کرنا چاہتے تھے وہی شور مچا رہے تھے کہ اگر اس "روح" کا خون بے انتقام پڑا رہا تو کرال پر ضرور کوئی آفت آئے گی۔ آخر کار یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچ گیا چنانچہ شاکا نے مجھے اسلو پوگاس اور وچ ڈاکٹروں کو طلب کیا۔

ابتدا میں وچ ڈاکٹروں نے اپنا بیان دیا۔ اور پورا معاملہ سمجھانے کے بعد شاکا سے درخواست کی کہ اسلو پوگاس کو قتل کردیا جائے شاکا نے پوچھا کہ اگر لڑکے کو قتل نہ کیا گیا تو کیا ہوگا؟ اس پر وچ ڈاکٹروں نے جواب دیا کہ بگی کی روح خود اسلو پوگاس کو آلۂ کار بنا کے شاہی گھرانے پر کوئی مصیبت لے آئے گی شاکا نے پوچھا کہ وہ روح کیا خود اس پر بھی کوئی مصیبت لے آئے گی؟

وچ ڈاکٹر چند ثانیوں تک حساب جوڑتے اور استخارہ دیکھتے رہے پھر انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خود بادشاہ پر کوئی مصیبت نہ آئے گی البتہ اس پر ضرور آئے گی جو شاکا کے بعد اس کے تخت پر بیٹھے گا۔ شاکا نے کہا کہ اسے اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں جو اس کے تخت پر بیٹھے گا۔ اور نہ ہی اسے فکر ہے کہ اس کے بعد زولو لینڈ میں کیا ہوگا ..... اور اب اس نے اسلو پوگاس کو مخاطب کیا جو بڑی بے پروائی اور بے خوفی سے کھڑا بادشاہ کی طرف

دیکھ رہا تھا بالکل اس طرح جس طرح کہ دو ہم رتبہ شخص ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔

"لڑکے! شاکا نے کہا۔" وچ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیا جائے کیونکہ اسی میں ہماری اور ہماری رعایا کی بھلائی ہے اب اگر تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو تو تمہیں اجازت ہے۔"

"شاہ عظیم!" اسلوپوگاس نے جواب دیا "میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اس عورت کو قتل کیا اور خود حفاظتی کوئی گناہ نہیں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" شاکا نے کہا اگر ہم تمہیں قتل کرنا چاہیں تو کیا تم اپنی حفاظت کے لئے ہمیں یا ان جلادوں کو جو ہمارے حکم سے تمہیں قتل کرنے آئے ہوں، قتل کر دو گے؟ اس عورت میں ایک روح تھی۔ اور اسی روح کے حکم سے وہ بچی قتل کیا کرتی تھی اور اسی کے حکم سے وہ عورت تمہیں بھی قتل کرنا چاہتی تھی کوئی اور دلیل نہیں ہے تمہارے پاس؟"

"شاہ عظیم!" اسلوپوگاس نے کہا۔ اگر میں نے اس عورت کو قتل نہ کر دیا ہوتا تو وہ میری بہن کا گلا گھونٹ دیتی اور میں اپنی بہن کو اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔"

"یہ بھی کوئی بات نہ ہوئی" شاکا نے کہا اگر ہم تمہیں قتل کر سکتے ہیں تو کیا یہ حکم نہیں دے سکتے کہ تمہارے ساتھ تمہارے عزیزوں کو بھی قتل کر دیا جائے چنانچہ کیا روح بھی ایسا نہیں کر سکتی اگر تمہیں اور کچھ نہیں کہنا ہے تو لڑکے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اور اب مجھے خوف ہوا کہ وچ ڈاکٹروں کے کہنے سے شاکا کہیں اسلوپوگاس کو قتل نہ کروا دے لیکن اسلوپوگاس نے بڑی بے خوفی سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور اس شخص کی طرح جو حق پر ہو یوں کہا۔"

"شاہ عظیم! اور دشمنوں کو اپنے پیروں تلے کچلنے والے عظیم ہاتھی! مجھے اور بھی کچھ کہنا ہے اگر اب بھی میں آپ کو مطمئن نہ کر سکا تو بہتر ہو گا کہ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے میرے قتل کا حکم دے دیا جائے شاہ عظیم کو یاد ہو گا کہ آپ نے اپنے

جلادوں کو اس عورت کو قتل کرنے کے لئے بھیجے تھے انہوں نے اس عورت کے شوہر اور اس کی اولاد کا تو خاتمہ کردیا لیکن اس عورت کو زندہ چھوڑ دیا ...... کیونکہ وہ اسے پگلی سمجھ رہے تھے میں خود بادشاہ کا حکم بجا لایا ہوں اور اس عورت کو خواہ وہ پگلی ہو یا نہ ہو قتل کردیا ہے چنانچہ میں نے بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی ہے جس کی تعمیل خود بادشاہ کے جلاد نہ کرسکے تھے چنانچہ شاہ عظیم! میں انعام کا مستحق ہوں نہ کہ سزا کا۔"

"خوب کہا اسلوپوگاس۔ خوب کہا" شاکا نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "اس لڑکے کو جس کے سینے میں جوان اور بہادر دل ہے بطور انعام دس گائیں دی جائیں ...... لڑکے کا باپ موپو اس کی گائیوں کی رکھوالی کرے گا اسلوپوگاس! اب خوش ہوئے تم؟"

"میں اس انعام کو قبول کرتا ہوں جس کا میں مستحق ہوں اور میں شاہ عظیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ زیادہ تر موت ہی انعام میں دیتا ہے"

شاکا چونکا اس نے گھور کر اسلوپوگاس کی طرف دیکھا اس کے ابرو پر بل پڑ گئے اور آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔

"واہ! یہ بچھڑا تو بیل کی طرح ڈکراتا ہے۔" وہ بولا۔ ہمارا بچپن بھی ایسا ہی تھا یہ لڑکا ہماری طرح ہے بے خوف اور جیالا ہے لڑکے! جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے اسی پر چلتے رہو ...... کبھی بزدلی اور کم ہمت کا ثبوت نہ دینا اور جب تم منزل پر پہنچ جاؤ گے تو لوگ تمہیں شاہی سلام کریں گے۔ البتہ ہمارے مدمقابل نہ آنا اور ہمارے راستے سے ہٹے رہنا مبادا ہم ہی سے ٹکراؤ جاؤ تم جاؤ ایک ملک میں دو مور اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں تم جاسکتے ہو۔

چنانچہ ہم نے شاکا کو سلام کیا اور وہاں سے چلے آئے اور آتے وقت میں نے دیکھا کہ وچ ڈاکٹر بادشاہ کے اس فیصلے سے خوش نہ تھے اور کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ لوگ میرا عروج دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے۔ اور اسلوپوگاس کو قتل کروا کے میرا دل دکھانا چاہتے تھے لیکن ان کے دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

حلقہ موت

اس کے بعد پہلی فصل کے جشن تک کوئی خاص واقعہ نہ ہوا اس جشن کے موقعہ پر چند لوگوں کو قتل کیا گیا وچ ڈاکٹروں نے ان ساحروں کو سونگھا جو بادشاہ کے خلاف سازش کر رہے تھے انہیں قتل کردیا گیا پھر انہوں نے چند چیلوں کو سونگھا اور انہیں بھی قتل کردیا گیا۔

میرے آقا! انگو مبو کو زولولینڈ میں کثرت سے ہوتے تھے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ زولولینڈ میں وچ ڈاکٹروں کا اثر اور خوف بڑھنے لگا کسی کی جان و مال سلامت نہ تھی جو لوگ راتوں کو اپنی جھونپڑی میں جاتے ان میں سے کوئی نہ جانتا تھا کہ کل کون زندہ ہوگا اور کسے ..... ان وچ ڈاکٹر کی چھڑی چھو جائے گی۔ ایک عرصے تک شاکا خاموش رہا اور جب تک وچ ڈاکٹر ان لوگوں کو سونگھتی رہی جن سے شاکا چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا یا جنہیں کسی خاص مقصد کے تحت قتل کرانا چاہتا تھا تب تک تو سب کچھ ٹھیک رہا لیکن جب وچ ڈاکٹر ذرا نڈر ہوگئے۔ اور انہوں نے چند ایسے لوگوں کو اپنی چھڑی سے چھوا۔ جنہیں شاکا پسند کرتا تھا تو اب اسے وچ ڈاکٹروں پر غصہ آنے لگا لیکن وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کے رہ گیا..... وہ کچھ کر نہ سکتا تھا۔ کیونکہ ان کی چھڑی جس کو چھولے اس کے اور اس کے پورے کنبے کے لئے موت لازمی تھی اس طرح شاکا گویا دو شاخہ ٹہنے کے درمیان پھنس گیا تھا اور ان لوگوں کو بھی بچا نہ سکتا تھا جو اسے نہ صرف پسند تھے بلکہ جن سے وہ محبت کرتا تھا۔

ایک رات شاکا کا دماغ بگڑا ہوا تھا اور وہ اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا چنانچہ اس نے مجھے بلاوا بھیجا۔ اسی دن انگو مبو کو ہوا تھا اور وچ ڈاکٹروں نے بہت سے آدمیوں کو اپنی چھڑیوں سے چھونے کے علاوہ بادشاہ کے پانچ بہادر ترین افسروں کو بھی چھوا تھا چنانچہ دوسروں کے ساتھ ان پانچ افسروں کو بھی قتل کردیا گیا تھا..... اور مقتولوں کے بیوی بچوں کا صفایا کرنے اور ان کی جھونپڑیوں کو کھود ڈالنے کے لئے بادشاہ کے خاص جلادوں کا دستہ روانہ ہوچکا تھا اور اسی وجہ سے شاکا کا مزاج بگڑا ہوا تھا اور اس نے مجھے بلاوا بھیجا تھا کہ میرے سامنے

اپنے دل کی بھڑاس نکالے۔

ماکداما کے بیٹے۔ زولو لینڈ میں ہماری نہیں بلکہ وچ ڈاکٹروں کی حکومت ہے اس نے کہا وچ ڈاکٹروں کے اس بڑھتے ہوئے اثر کا انجام کیا ہوگا۔ ان کی یہ جرات کیا رنگ لائے گی۔ ایک دن وہ ہمیں بھی سونگھ لیں گے؟ کیا ایک دن ہم بھی اسی طرح قتل کر دیئے جائیں گے جس طرح آج ہمارے پانچ بہادر قتل کر دیئے گئے ہیں موپو انسانوں کا زور بڑھتا جا رہا ہے اور ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے منحوس اندھیرے کی طرح ان کا سایہ ہماری مملکت پر پڑ رہا ہے موپو بتاؤ ہم کس طرح ان کا زور توڑ سکتے ہیں۔

شاہ عظیم جو لوگ بھالوں کے بل پر چلتے ہیں وہ کبھی نہ کبھی اپنا توازن گنوا کر موت کے کھڈ میں جا پڑتے ہیں میں نے جواب دیا۔ چنانچہ وچ ڈاکٹر بھی اپنا توازن گنوا کر موت کے کھڈ میں گر سکتے ہیں۔ ان کے سینے میں ایسے دل نہیں جن کی دھڑکنیں بند نہ کی جا سکیں۔ ان کی رگوں میں وہ خون نہیں جو بہایا نہ جا سکے۔

شاکا نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا

موپو تم جتنے دلیر ہو اتنے ہی بے وقوف ہو کہ ہمیں ایسا الٹا مشورہ دے رہے ہو اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ ان کو قتل کرنا گناہ ہے ناقابل معافی جرم ہے۔

میں وہی کہہ رہا ہوں جو شاہ کے دل میں ہے میں نے جواب دیا

بے شک سچے اور حقیقی وچ ڈاکٹر کو قتل کرنا گناہ ہے لیکن اگر کوئی انسان جھوٹا' دھوکے باز اور مکار ہو تب۔" اگر وہ معصوموں اور بے گناہوں کو سونگھ کر ان پر موت لے آیا ہو تب۔ اگر وہ اپنی کوئی غرض پوری کرنے کے لئے بے گناہوں کو قتل کروا رہا ہو تب؟ کیا ایسے جھوٹے اور مکار انسانوں کو بھی قتل کرنا جرم ہے۔

بے حد عمدہ نکتہ ہے۔ شاکا نے کہا لیکن اب یہ بتاؤ کہ اس معاملے کو انجام تک کیسے پہنچایا جائے۔ کس طرح سچے و جھوٹے انسانوں کو پرکھا جا سکتا ہے اس کی کوئی کسوٹی ہے تمہارے پاس؟

اور اب میں آگے جھکا اپنا منہ شاکا کے کان کے قریب لے گیا اور اسے وہ ترکیب بتائی

جو میرے ذہن میں تھی۔

اور اس وقت یہ سرگوشی میں نے اس لئے کی کہ میں وچ ڈاکٹروں کے فن اور مکاری سے واقف تھا۔ اس کے علاوہ خود مجھے بھی یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں وہ خود میرے اور میرے عزیزوں کی زندگیوں کے درپے نہ ہوجائیں۔ میرا یہ خوف بیجا بھی نہ تھا کیونکہ یہ لوگ میرے عروج کو حسد کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور مجھے اکھاڑ پھینکنے کا بس موقعہ ہی تلاش کر رہے تھے

شاکا نے میری تجویز سنی اور اپنا سر ہلایا

اور پھر ایک صبح شاہ عظیم شاکا نہایت ہی خوف اور غصے کے عالم میں چیختا اور گرجتا اپنے جھونپڑے میں سے باہر نکل آیا اس نے کرال والوں کو طلب کیا وہ دیکھیں کہ کس گستاخ ساحر نے یہ شرارت کی تھی۔ کرال کے لوگ نے دیکھا کہ خاص بادشاہ کے دروازے پر راتوں رات کوئی شخص خون لگا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کے حواس جاتے رہے وہ جو میدان جنگ میں نہ ڈرتے اور نہ گھبراتے تھے پتے کی طرح کانپنے لگے عورتیں یوں ماتم کرنے لگیں جیسے کوئی مرگیا ہو۔

کس نے یہ کام کیا ہے شاکا اپنے جھونپڑے کے دروازے پر لگے ہوئے خون کی طرف اشارہ کرکے گرجا کون ہے وہ جس نے ہمارے دروازے پر خون لگانے اور خود ہم پر اپنا سحر چلانے کی جرات کی ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے ایک یا دو کا خون' سو یا دو سو کا خون اس بدشگونی کو نہ دھو سکے گا۔ جس نے یہ کام کیا ہے وہ اکیلا روحوں کی دنیا میں نہ جائے گا ہم اس کے ساتھ پورا قافلہ چلتا کردیں گے اس گستاخ پر پورا قبیلہ تباہ ہوگا۔ اس کا کرال اجڑ جائے گا اپنے اجداد روحوں کی قسم۔ ہم کسی کو نہ بخشیں گے ایک کتے کو بھی نہیں ہم شیر ہیں کھالیں گے سب کو ہم ہاتھی ہیں روندھ ڈالیں گے سب کو شاکا پر اپنا سحر آزمانے کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ بہت برا۔ ہمارے پیغامبر آج بلکہ اسی وقت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف دوڑے جائیں گے اور ہر چار طرف کے وچ ڈاکٹروں کو یہاں لے آئیں گے ہر کرال کے سردار اور

ہر رجمنٹ کے افسر کو بھی یہاں طلب کیا جائے گا اور آج کے دسویں دن ہمارے کرال میں ایسا اگوموکو ہوگا۔ کہ پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔

چنانچہ شاکا کا پیغام لے کر پیامبر روانہ ہوئے وہ چند وچ ڈاکٹروں کو اور چند کرال کے سرداروں کو بلانے روانہ ہوئے تھے۔ اور پھر مشرق و مغرب سے شمالی و جنوب سے لوگوں کا سیلاب سا امنڈ پڑا وہ گروہ در گروہ شاہی کرال میں آنے لگے وہ آئے بادشاہ کی تعریف کرتے اس کی عظمتوں کے گیت گاتے۔ اس کے سامنے سجدے کئے" لیکن شاکا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ البتہ ان آنے والوں میں سے ایک شخص کو شاکا نے اس لئے قتل کروا دیا کہ وہ اپنے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چھڑی لئے ہوئے تھا۔ حالانکہ یہ چھڑی کئی سال پہلے خود شاکا نے اس شخص کو دی تھی لیکن سرخ رنگ شاہی رنگ تھا جسے صرف بادشاہ ہی استعمال کرسکتا تھا۔ اور شاکا کے بھالے کی ہتھی بھی سرخ تھی چنانچہ اس شخص کا سرخ چھڑی لے کر آنا گستاخی سمجھا گیا اور وہ قتل کردیا گیا۔ اب چونکہ شاکا کا مزاج برہم تھا اس لئے وہ پچھلے واقعات بھلا چکا تھا۔

جس رات زبردست اجتماع ہونے والا تھا اس سے ایک رات پہلے عورت اور مرد ساحروں کا گروہ شاہی کرال میں داخل ہوا۔ اس گروہ میں عورتیں اور مرد ملا کے ایک سو پچاس تعداد میں تھے جب ان وچ ڈاکٹروں کا گروہ کرال میں داخل ہوا تو لوگوں پر دہشت طاری ہوگئی انہوں نے اپنے گلے میں انسانی ہڈیوں بیلوں کے گردوں مچھلیوں کے پھیھڑوں اور سانپ کی کینچلوں کی مالا ڈالے ہوئے تھے ان کے خشک اور لانبے بالوں سے گرگٹ اور چھپکلی کی چربی بندھی ان کے گالوں پر لٹک رہی تھی۔ یہ ہیبت ناک گروہ خاموشی سے کرال میں داخل ہوا۔ یہ خاموشی سے چلتے ہوئے شاہی جھونپڑے کے سامنے پہنچے وہاں پہنچ کر وہ رکے۔ اور عورت اور مرد سب نے ایک آواز ہوکر ایک گیت گایا گیت یوں تھا

ہم پہاڑوں پر سے آئے ہیں
ہم غاروں سے نکل کر آئے ہیں

ہم جنگلوں اور دلدلوں سے نکل کر آئے ہیں
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
ہم مجرموں کو سونگنے آئے ہیں
ہم گنہگاروں کو سونگھنے آئے ہیں
ہم ان کا خون بہانے آئے ہیں
ہم ان کے خون میں لوٹیں لگانے آئے ہیں
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
ہم یوں آئے ہیں جس طرح گدھ میدان جنگ میں
ہم یوں آئے ہیں جس طرح لکڑ بھگے موت کے مقام پر
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
ہمارے ساتھ ہمارا علم ہے
ہمارے ساتھ ہمارے تابع فرمان بھوت ہیں
اور یہ بھوت ان لوگوں کے نام ہمارے کانوں میں کہہ رہے ہیں
جنہیں مرنا ہے
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
اے شاکا موت ہمارے ساتھ ہے
ہم موت ہیں ہم موت ہیں ہم موت ہیں
موت ہماری ماں ہے کہ وہ ہمارے قدم مرنے والوں کی طرف اٹھا دیتی ہے
ہم موت کے بیٹے ہیں ہم موت کی بیٹیاں ہیں
اور ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں ہم آئے ہیں
دیکھو دیکھو سرخ سورج غروب ہو رہا ہے مغرب میں

دیکھو دیکھو سرخ چاند طلوع ہو رہا ہے مشرق سے

دیکھو دیکھو سورج خون برسا رہا ہے اور خون برسا رہا ہے

پہاڑوں پر گھاٹیوں میں اور میدانوں میں

اور دھرتی خون کی پیاسی ہے خون چاہتی ہے وہ

چنانچہ ہم آئے ہیں آئے ہیں آئے ہیں

ہوشیار ہوشیار کس نے بادشاہ پر اپنا سحر چلایا ہے

کون ہے وہ' کون ہے وہ

ہم جانتے ہیں ہم جانتے ہیں

ایک دو نہیں بہت سے ہیں بہت سے

اور ان بہت سوں کو ہم الوداع کہنے

آئے ہیں' آئے ہیں' آئے ہیں

وہ خاموش ہو گئے اور پھر خاموشی سے اس جگہ سے چلے گئے جو ان کے قیام کے لئے پہلے سے مخصوص کردی گئی تھی کہ وہاں یکسوئی سے کل کے لئے تیاریاں کریں

لیکن دوسرے لوگ جو وہاں موجود تھے۔ ان ساحروں کا یہ گیت سن کر خوف سے کانپنے لگے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے کتنے ہی لوگوں کو ان کی چھڑیاں چھو جائیں گی اور کتنے ہی لوگ ابدی نیند سو جائیں گے اور میں خود بھی کانپ رہا تھا کیونکہ میرے دل میں بھی خوف نے گھر کرلیا تھا آہ میرے آقا عجیب تھا وہ دور عجیب تھا۔ شاکا کی حکومت جس میں ہر دور اور ہر موڑ پر بھیانک موت اپنے دانت نکالے کھڑی تھی اس زمانے کی کسی شخص کی زندگی اس کی اپنی نہ تھی اور نہ ہی کسی کے بیوی بچے محفوظ تھے سب کی حیات کی ڈور شاکا کے ہاتھ میں تھی اور جس ڈور کو جب وہ چاہتا کھینچ دیتا اور جو بچ رہتے ...... جو بادشاہ کے غضب کا شکار نہ ہوتے میدان جنگ سے صحیح سلامت لوٹ آتے وہ آخر کار مجوسیوں کا شکار بن جاتے۔

موت کی غمناک اور اداس صبح طلوع ہوئی ایسی صبح کبھی زولو لینڈ میں طلوع نہ ہوئی

تھی شاہی نقیبوں نے بادشاہ کا پیغام پکار دیا کہ سب لوگ اجتماع کو میں شریک ہونے کے لئے آجائیں اور پھر لوگ گروہ در گروہ آئے اور کسی کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ تھا سوائے ایک معمولی چھڑی کے۔ کیونکہ بادشاہ کے حضور مسلح ہو کر آنا گستاخی تھی جس کی سزا موت تھی۔ لوگ آئے اور شاہی جھونپڑے کے سامنے کے میدان میں دائرہ بنا کر بیٹھ گئے ہر شخص گھبرایا ہوا تھا پریشان اور اداس تھا اور صبح وہ لوگ کھانا نہ کھا سکے تھے کیونکہ وہ خود موت کی غذا بننے والے تھے وہ بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے اور دائرے کے باہر سپاہی کھڑے ہوگئے یہ سپاہی منتخب تھے۔ قوی الجثہ' غصہ ور' اور سخت دل انہیں صرف بے گناہوں کو قتل کرنے کے لئے سدھایا گیا تھا چنانچہ یہ سپاہی دراصل جلاد تھے۔ جو موٹے موٹے ڈنڈوں سے مسلح تھے۔

جب سب آگئے تو بادشاہ آیا اس کے ساتھ امراء تھے اور میں تھا جب شاکا چیتوں کی کھال اپنے کندھے پر ڈالے نمودار ہوا تو وہاں بیٹھے ہوئے لوگ سجدے میں گر گئے۔ اور سب نے ایک زبان ہو کر شاہی سلام کا لفظ بائے ٹی کہا لیکن شاکا خاموش رہا۔ اس نے اپنی سجدہ ریز رعایا کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ اس کے ابرو پر بل پڑے ہوئے تھے۔ اور چہرہ گمبھیر تھا اس نے ایک نظر لوگوں پر اور ایک نظر جلادوں پر ڈالی اور جس طرف بھی اس کی نظر اٹھتی۔ اس طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے خوف سے زرد ہوگئے شاکا آگے بڑھا اور دائرے کے جنوب میں ایک اسٹول پر بیٹھ گیا جو اس کے آگے تھا۔

چند لمحوں تک موت کی سی خاموشی طاری رہی اور پھر حرم کی جھونپڑیوں میں سے لڑکیوں کا ایک گروہ نکل آیا۔ یہ لڑکیاں ناچ کا لباس پہنے ہوئے تھیں یعنی ان کے گلے میں دانوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں اور کمر میں دانوں کی ہی جھالر بندھی ہوئی تھیں جو ان کے گھٹنے تک لٹکی ہوئی تھیں اور وہ اپنے ہاتھوں میں درخت کی ہری شاخیں لئے ہوئے تھیں وہ بادشاہ کے سامنے آکر رکھیں انہوں نے شاہی سلام بائے ٹی کیا اور پھر وہ ایک ساتھ ایک سر ایک تال میں تالیاں بجا بجا کر یوں گانے لگیں۔

ہم شاہی نقیب ہیں ای ای

بادشاہ کی دعوت میں میزبان ہیں ای' ای

ایک دسترخوان بچھایا جائے گا ای ای

جس پر گدھ دعوت اڑائیں گے ای ای

بادشاہ عظیم ہے اوہ' اوہ

ہاتھی عظیم ہے اوہ' اوہ

ہمارا داتا ہے ای' ای

سب اس کے لئے جیتے ہیں ہا ہا ہا

ہم سب اسی کے لئے لڑتے ہیں ہا' ہا' ہا'

ای ای۔ اوہ اوہ' ہا ہا ہا

لڑکیاں خاموش ہو گئیں اور انہوں نے اپنا رقص ختم کیا اور ہمارے پیچھے ایک قطار میں کھڑے ہو گئیں اب شاکا نے اپنا ہاتھ اٹھایا فوراً ہی بھاگتے ہوئے پیروں کی چاپ سنائی دی اور شاہی جھونپڑیوں کے پیچھے سے مجوسیوں کا گروہ نمودار ہوا۔ عورتیں دائیں طرف اور مرد بائیں طرف تھے۔ ہر ساحر کے ہاتھ میں جنگلی بھینسے کی خشک دم تھی اور دوسرے ہاتھ میں یعنی دائیں ہاتھ میں چھوٹے بھالوں کا گٹھا اور ایک چھوٹی ڈھال تھی بہت بھیانک منظر تھا اسوقت اور بھی بھیانک نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک ساتھ قدم اٹھاکر دوڑ رہے تھے اور ان کے ٹخنوں' کلائیوں اور گلے میں پڑی ہوئی انسانی ہڈیاں بج رہی تھیں۔ ان کے لانبے خشک بالوں سے بندھے ہوئے مچھلیوں کے پھیپھڑے' سانپ کی کنچلی اور بیلوں کے گردے اور بال ان کے پیچھے ہوا میں اڑ رہے تھے ساحروں کے چہرے چمک رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے چہرے پر چربی مل رکھی تھی۔ اور ان کی کی آنکھیں مچھلی کی آنکھوں کی طرح باہر کو نکل پڑ رہی تھی۔ اور ان کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے وہ ان لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے جو حلقہ موت میں اپنی موت کے منتظر بیٹھے تھے۔ مجوسی خاموشی سے بھاگتے ہوئے آگے بڑھتے رہے وہاں موت کی سی خاموشی طاری تھی اور اس خاموشی کو چیرتے ہوئے بھاگتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ مجوسیوں کے پیروں کی چاپ دم

توڑ رہی تھی اور لوگ جانتے تھے کہ یہ دراصل موت کے پیروں کی چاپ تھی۔ ساحر شاہ کے سامنے پہنچ گئے اور اب وہ اس کے سامنے ایک قطار میں کھڑے تھے۔ عورتیں دائیں طرف اور مرد بائیں طرف چند لمحوں تک وہ خاموش کھڑے رہے اور ہر ایک نے اپنی چھوٹی ڈھال بادشاہ کی طرف بڑھادی اور پھر انہوں نے ایک آواز ہو کر کہا۔

سلام ہو تجھ پر اے باپ

اور سلام ہو تم پر میرے بچو شاکا نے کہا

کیا چاہتا ہے ہمارا آقا ساحروں نے پوچھا۔

خون ہاں! خون۔ مجرم کا خون۔ گنہگاروں کا خون

مجوسی آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے عورتوں کا گروہ مردوں سے سرگوشیاں کر رہا تھا

شیر زولو خون چاہتا ہے۔ مرد ساحروں نے کہا

اسے خون ملے گا۔ عورتوں نے جواب دیا

اور اس کی آنکھیں مجرموں اور گنہگاروں کو دیکھیں گی

وہ ان کی لاشیں شمار کرتے کرتے تھک جائے گا۔

بس خاموش رہو شاکا نے چیخ کر کہا بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ کام کی بات' کام کی بات سنو' غور سے سنو۔ ساحروں نے ہم پر اپنا سحر چلانے کی کوشش کی ہے ہمارے محل کے دروازے پر کسی نے خون لگادیا ہے اے مجوسیوں! چوہوں کی طرح زمین میں گھس جاؤ اور ان ساحروں کو تلاش کرو اے ساحروں گدھوں کی طرح پرواز کرو اور مجرموں کو ہمارے سامنے لاؤ۔ ساحروں' لومڑیوں اور گیدڑوں کی طرح سونگھو اور گنہگاروں کے نام بتاؤ۔ اے رات کے شکاریو! اے ماضی اور مستقبل میں دیکھنے والو! اے لوگوں کے دلوں میں جھانکنے والوں اسرار کے غاروں میں سے گستاخوں اور سازشیوں کو گھسیٹ لاؤ۔ اگر مجرم فرار ہوگئے ہیں تو زمین کی طنابیں کھینچ لو۔ اگر وہ مر گئے ہیں تو قبروں کے دہانے کھول کر ان کی لاشیں لاؤ بس اب اپنا کام کرو۔ اور سنو! حقیقی مجرموں کو ہمارے سامنے لاؤ اور ہم تمہیں مالا مال کردیں گے۔ اور گنہگاروں اور مجرموں پر ہم موت طاری کردیں گے۔ اگر

مجرم کا قبیلہ ہے تو ہم اس قبیلے کو مٹا دیں گے اگر کرال ہے تو ہم اس کے کرال کو اجاڑ دیں گے۔ ہم شاکا ہیں ہم عظیم ہیں۔ ہم شیر ہیں ہم ہاتھی ہیں دس دس کے گروہ میں بٹ کر اپنے کام کی ابتداء کرو کیونکہ تم بہت ہو اور یہ کام آج کا سورج غروب ہونے سے پہلے ختم ہو جانا چاہئے۔ دس دس کے گروہ میں بٹ جاؤ۔ اور ہر گروہ باری باری اپنا کام کرے شام سے پہلے ہمیں مطلع کرے۔

شام سے پہلے کام ختم ہو جائے گا۔ ساحروں نے جواب دیا

اور فوراً ہی دس ساحر عورتیں آگے بڑھ آئیں اور گروہ کی سردارنی اس وقت کی مشہور ترین ساحرہ نوبیلا تھی۔ اس عورت کی نظر اتنی تیز تھی کہ وہ اندھیرے میں دیکھ لیتی تھی۔ اور اس کی قوت شامہ کتے کی طرح تھی اور اس کی قوت سامعہ بھی ایسی تھی کہ وہ ان مردوں کی آوازیں بھی سن لیتی تھی جو قبر کے اس طرف اندھیرے میں چلاتے تھے۔

دوسرے ساحر مرد اور عورتیں بادشاہ کے سامنے نیم دائرے میں بیٹھ گئے لیکن نوبیلا سب کے آگے بڑھی اس کے پیچھے دوسری عورتیں چلیں اور یہ عورتیں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف گھوم گئیں۔ اب ان کی نظریں آسمان پر جمی ہوئی تھیں اب انہوں نے اپنی نظریں جھکا لیں اور اب زمین پر جمی ہوئی تھی۔ ان کی نظریں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

وہ گھوم گئیں۔ مشرق و مغرب کی طرف شمال و جنوب کی طرف اور اب ان کی نظریں ان لوگوں کے دلوں میں اتری جا رہی تھیں جو حلقہ موت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ساحروں کی نظریں ان کے دل ٹٹول رہی تھیں۔ اور اب وہ عورتیں دائرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے چاروں طرف بلیوں کی طرح رینگ رہی تھیں۔ وہ رینگ رہی تھیں وہ زمین سونگھ رہی تھیں اور وہاں خاموشی طاری تھی۔ گہری خاموشی۔ آدھی رات کی سی خاموشی اور اس خاموشی میں لوگ اپنے دلوں کی دھڑکنیں سن رہے تھے۔ اور قریب کے درختوں پر منتظر بیٹھے ہوئے گدھوں کی بے تابانہ چیخیں۔ کبھی کبھی خاموشی کے اس گھمبیر پردے میں شگاف ڈال دیتی تھیں۔

آخر کار نوبیلا نے پوچھا

بہنو تم اس کی بوپاری ہو

اے ماں ہم اس کی بوپاری ہیں۔ نو عورتوں نے جواب دیا

"تم نے اسے سونگھ لیا ہے؟

"ہم نے اسے سونگھ لیا ہے"

"کیا مشرق کی طرف ہے؟

"ہاں وہ مشرق کی طرف ہے"

"کیا وہ یہیں بیٹھا ہے؟

"کیا وہ اجنبی کا بیٹا ہے؟

"ہاں وہ اجنبی کا بیٹا ہے۔

چنانچہ وہ نو عورتیں اور دسویں نوبیلا چار ہاتھوں اور ٹانگوں سے آگے رینگنے لگیں۔ وہ آگے ہی آگے بڑھتی رہیں یہاں تک کہ وہ اس مقام سے دس قدم درو رہ گئیں۔ جہاں میں دوسرے امراء کے ساتھ بادشاہ کے پھنڈ کھڑا تھا انہوں نے میری طرف دیکھا میرے برابر دوسرے امراء تھے۔ خوف سے ان کے چہرے زور ہوگئے میرے آقا میری ٹانگیں خوف سے بے جان ہوگئیں اور میری ہڈیوں کا گودا خوف سے پگھل کرپانی ہوگیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ اجنبی کا بیٹا کون ہے یہ میں تھا جسے وہ عورتیں سونگھنے والی تھیں اگر انہوں نے مجھے سونگھ لیا تو نہ صرف میں بلکہ میرا پورا کنبہ مارا جائے گا۔ ہرچند کہ شاکا نے مجھے قتل نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن ان ساحروں کے سامنے اس قسم کی کوئی اہمیت باقی نہ رہ جاتی تھی۔

میں نے خوف بھری نظروں سے ساحروں کے بھیانک چہروں کی طرف دیکھا وہ میری طرف رینگ رہی تھیں۔ میں نے پیچھے نظر کی اور دیکھا کہ جلاد اپنے ڈنڈے لئے منتظر کھڑا ہے میری آنکھوں کے سامنے موت ناچ گئی۔ بے شک یہ عورتیں مجھے سونگھنے والی تھیں۔ اور یہ جلاد میری ہی کھوپڑی پاش پاش کرنے والے تھے۔ لیکن پھر مجھے وہ وقت یاد آیا۔ جب

میں نے بادشاہ سے سرگوشی کی تھی میں نے بادشاہ سے کچھ کہا تھا اور اس نے سنجیدگی سے سرہلایا تھا اور مجھے یاد آیا۔ یہ کارروائی کیوں ہو رہی تھی۔ چنانچہ امید کی کرن میرے دل میں رینگ آئی اس کی باوجود یہ امید موہوم تھی۔ کیونکہ امید تھی کہ اس طرح خود شاکا نے مجھے پھنسانے کے لئے جال بچھایا ہو۔ اب وہ عورتیں بہت قریب آگئیں اور وہ رک گئیں۔

اے میری بہنوں کیا تم نے غلط خواب دیکھا ہے بوڑھی نوبیلا نے پوچھا

اے ماں خواب ہم نے رات میں دیکھا تھا وہی دن میں بھی دیکھا

ساحروں نے جواب دیا

اے بہنو! تو کیا میں اس کا نام تمہارے کانوں میں کہہ دوں؟ نو عورتوں نے سپاہیوں کے پھندوں کی طرح اپنے سر زمین پر سے اٹھا۔ اور ان کی گردنوں میں پڑی ہوئی ہڈیوں کی مالائیں بج اٹھیں اور اب نو عورتوں نے آپس میں سر جوڑ لئے۔ ایک دائرے کی شکل میں اور نوبیلا نے اپنا سر اس دائرے میں جھونک دیا اور پھر اس نے سرگوشی میں کچھ کہا۔

ہا ہا ہا۔ وہ ہنسیں' بہت بھیانک ہنسی تھی ان کی بے شک یہی اس کا نام ہے بہتر ہو گا کہ اب اس کا نام اونچی آواز میں پکارا جائے۔ اور اس کے خاندان کا نام کیونکہ اس کے بعد کوئی آواز اور کوئی کسی کا نام نہ سن سکے گا۔

اور یکایک دسوں عورتیں اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ اور میری طرف بھاگ کر آئیں بوڑھی نوبیلا سب کے آگے تھی۔ اور وہ اپنے ہاتھ میں بھالا لئے ہوئے تھی وہ چڑیلیوں کی طرح اچھلتی کودتی میری طرف آئیں۔ جنگلی بھینسوں کی دمیں جو ان کے ہاتھوں میں تھیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں اور پھر نوبیلا نے بھینسے کی دم میرے منہ پر ماری اور اونچی آواز میں کہا۔

سلام ماکداما کے بیٹے تو ہی ہے جس نے بادشاہ کے دروازے پر خون لگایا ہے بس اپنے کنبہ کے ساتھ مرجا۔

میں نے جیسے خواب کے عالم میں نوبیلا کو اپنی طرف آتے دیکھا اور جیسے خواب میں

بھینسے کی دم کی ضرب اپنے منہ پر محسوس کی تھی۔ اور میں نے اپنے پیچھے جلادوں کے پیروں کی چاپ سنی۔ وہ میرا خاتمہ کرنے کے لئے میرے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن میرے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا میں نے شاکا کی طرف دیکھا اور میرا خیال ہے کہ اسے بڑبڑاتے سنا۔

تیر نشانے کے بہت قریب بیٹھا ہے لیکن نشانے پر نہیں۔

اور پھر شاکا نے اپنا بھالا بلند کیا۔ چاروں طرف خاموشی چھاگئی جلاد جہاں تھے وہیں رک گئے اور ساحرہ عورتیں اپنے ہاتھ پھیلائے خاموش کھڑی رہ گئیں۔

ٹھہرو شاکا نے کہا موپو۔ ایک طرف کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تمہیں سونگھا گیا ہے نوبیلا تم بھی اپنی بہنوں کے ساتھ موپو کے قریب کھڑی ہو جاؤ کیونکہ تم نے اسے سونگھا ہے ایک کتے کا خون ہماری پیاس نہیں بجھاسکتا اور سونگھو اور سونگھو اے گدھو دس دس کے گروہ میں آؤ اور سونگھو۔

چنانچہ میں اٹھا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا میں حیران تھا اور اپنے انجام کے متعلق کسی آخری نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا نوبیلا مع اپنی نو مجوسیوں کے میرے قریب کھڑی ہو گئی۔ یہ بھی حیران تھی۔ کیونکہ آج سے پہلے یوں ہوتا آیا تھا کہ مجوسیوں کی چھڑی بھینسے کی دم جسے بھی چھو جاتی وہ اسی وقت اور اسی جگہ قتل کر دیا جاتا تھا اور اسی وقت سپاہیوں کے ایک دستے کو اس کے کنبے کا صفایا کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ لیکن آج یہ ایک نئی بات ہوئی تھی چنانچہ نوبیلا اور اس کی بہنیں حیران تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ بادشاہ نے مجھے فوراً ہی کیوں قتل نہ کرا دیا دوسرے ساحر بھی حیران تھے چنانچہ انہوں نے سوالیہ نظروں سے شاکا کی طرف دیکھا اسکا چہرہ سوائے غصہ کے دوسرے جذبات سے عاری رہا۔ وہ طوفانی بادل کی طرح بیٹھا رہا۔

چنانچہ اب مجوسیوں کے دوسرے گروہ نے اپنا کام شروع کیا جس طرح پہلے گروہ نے کیا تھا ایسا ہی دوسرا گروہ نے کیا۔ تاہم اس دوسرے گروہ کا طریقہ نوبیلا کے گروہ سے قدرے مختلف تھا۔ ساحروں کے اس گروہ نے بادشاہ کے چند خاص مشیروں کے منہ پر

بھینسے کی دمیں ماریں اور انہیں مجرم قرار دیا۔

ایک طرف کھڑے ہو جاؤ شاکا نے ان لوگوں کو حکم دیا جنہیں ساحروں نے سونگھ لیا تھا اور پھر ان ساحروں کو حکم دیا تم بھی اس پہلے گروہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جس نے موپو کو سونگھا تھا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تم سب کے سب مجرم ہو

چنانچہ وہ گروہ بھی ایک طرف کھڑا ہو گیا اور اب ساحروں کا تیسرا گروہ میدان میں آیا۔ اس گروہ کے ساحروں نے چند فوجی افسروں کو مجرم قرار دیا چنانچہ ان افسروں کو ان کے ساتھ مجوسیوں کو بھی جنھوں نے افسروں کو سونگھا تھا ایک طرف کھڑے ہو جانے کا حکم ملا

دن بھر یونہی ہوتا رہا۔

گروہ در گروہ ساحرہ عورتیں آتیں اور مجرموں کو سونگھتی رہیں یہاں تک کہ ایک بھی ساحرہ باقی نہ رہی یہ ساحرہ عورتیں ان لوگوں کے ساتھ جنہیں انہوں نے سونگھا تھا ایک طرف خاموش اور حیران کھڑی تھیں۔

اب مرد ساحروں کی باری تھی چنانچہ دس دس کی ٹولیوں میں بٹ کر اب انہوں نے اپنا کام شروع کیا اور میں نے دیکھا کہ مرد مجوسیوں کے منہ لٹک گئے شاید انہوں نے فریب اور خطرے کی بو پالی تھی اور انہیں پھنسانے کے لئے یہ سب انتظام ہے لیکن بادشاہ کے حکم سے سرتابی کی جرات کوئی نہ کر سکتا تھا بہرحال مجرموں کو سونگھنا تھا۔ چنانچہ ان ساحروں نے اپنا کام جاری رکھا یہاں تک مجرموں کی قطاریں لگ گئیں۔ یہ لوگ جنہیں ساحروں نے سونگھا تھا وہ زمین پر قطار اور اندر قطار خاموش بیٹھے تھے۔ اور غمناک نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

سورج بڑی سرعت سے مغرب کی طرف جھکتا چلا جا رہا تھا دن ختم ہو رہا تھا اور ابھی بہت سے ساحر باقی تھے جنہیں اپنے علم اور قوتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا چنانچہ جیسے جیسے سورج ڈھلتا جا رہا تھا ان ساحروں پر جنون سوار ہوتا جا رہا تھا ..... وہ ہوا میں چھلانگیں لگا رہے تھے جنگل کے بھوتوں کی طرح چیخ رہے تھے اپنے دانت کٹکٹا رہے تھے۔ زمین پر لوٹیں لگا رہے تھے۔ خود اپنے سر میں اور دوسرے کے سروں میں دھول بھر رہے

تھے پھر انہوں نے ٹوکریوں میں سے کالے اور لمبے سانپ نکالے کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ سانپ حد سے زیادہ زہریلے تھے ساحر ان زہریلے سانپوں کو زندہ اور سالم نگل گئے ...... اب وہ ماضی کے بادشاہوں کی روحوں کو پکار رہے تھے۔

آخر کار شام ہو گئی ...... ان مجوسیوں کے آخری گروہ نے اپنا کام شروع کیا اور انہوں نے امپوسینی (حرم سرا) کے چند محافظوں کو سونگھ لیا لیکن اس آخری گروہ میں ایک شخص تھا۔ جو سب سے الگ اور خاموش کھڑا تھا۔ یہ ساحر نوجوان اور طویل القامت تھا۔ یہ شخص ایک طرف کھڑا تھا۔ اور اپنی نگاہیں آسمان پر جمائے ہوئے تھا۔

جب ساحروں کا یہ آخری گواہ اپنا کام کر چکا اور اپنے سونگھے ہوئے مجرموں کے ساتھ ایک طرف کھڑا ہو گیا تو شاکا نے اس نوجوان ساحر کو اپنے قریب بلایا۔ شاکا نے اس سے اس کا اور اس کے قبیلے کا نام پوچھا اور پھر پوچھا کہ وہ کیوں اپنے گروہ سے الگ رہا اور کیوں نہ اس نے اپنا کام انجام دیا جیسا کہ اس کے ساتھیوں نے دیا تھا۔

شاہ عظیم! میں آرچی کا بیٹا انڈایازامبی ہوں اس نے جواب دیا ...... اور میرا قبیلہ ماکولیسینی ہے۔

کیا یہ بادشاہ کا حکم ہے کہ میں اس شخص کو سونگھ لوں جس نے بادشاہ کے دروازے پر خون لگایا ہے اور جس کا نام روحوں نے میری کان میں کہا ہے؟"

"ہاں یہ حکم ہمارا ہے۔" شاکا نے جواب دیا۔

چنانچہ نوجوان آگے بڑھا وہ نہ تو زمین پر رینگ رہا تھا اور نہ ہی پاگلوں کی طرح اشارے کر رہا تھا ...... اور وہ نہ چیخ چلا رہا تھا ...... وہ شاکا کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ایک لمحے تک وہ خاموش کھڑا۔ پھر اس نے بھینسے کی دم، جو اس کے ہاتھ میں تھی آہستہ سے شاکا کے منہ پر ماری اور کہا......

"شاہ عظیم! میں نے سونگھ لیا ہے اور میرا علم جھوٹا نہیں ہے۔"

اور وہاں موجود لوگ حیرت اور خوف سے مکھیوں کے چھتے کی طرح بھنبھنا اٹھے لوگ اس بے وقوف ساحر کی موت کے منتظر تھے وہ جانتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ کوئی دم میں

شاکا کا غصہ پھٹ پڑے گا لیکن اس کے برخلاف شاکا اٹھا اور اس نے قہقہہ لگایا۔

"سونگھ لیا تم نے" شاکا نے کہا تمہارا علم بے شک ٹھیک ہے اور تم سچے مجوسی ہو "لوگو! یہ کام ہمارا ہے خود ہم نے اپنے دروازے پر خون لگایا تھا.... اور ایسا ہم نے ایک سوچے سمجھے ہوئے مقصد کے تحت کیا تھا۔ ہم معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون سا مجوسی سچا ہے اور کون سا جھوٹا۔ ہم معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کس کا علم سچا ہے اور کس کا جھوٹا...... چنانچہ اب ثابت ہوگیا کہ پورے زولو لینڈ میں صرف ایک ساحر ایسا ہے جو صحیح معنوں میں مجوسی ہے۔ اب رہے جھوٹے اور مکار تو دیکھو ان کی طرف اور شمار کرو انہیں .... یہ درخت کے پتوں کی طرح ان گنت ہیں .... دیکھو! یہ کھڑے ہیں جھوٹے اور ان کے قریب کھڑے ہیں وہ لوگ جنہیں انہوں نے سونگھا ہے۔ یہ لوگ مجرم نہیں ہیں .... یہ لوگ بے گناہ اور بے قصور ہیں ..... اور انہیں انہوں نے سونگھا ہے کہ یہ بے گناہ اور ان کی بیوی بچے بھی مارے جائیں اے میرے بچو! اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ ان مکاروں کو کیا انعام دیا جائے؟"

اور پھر ایک شور بلند ہوا اور سب نے کہا......

"قتل کردیا جائے انہیں۔"

"ہاں۔ قتل کردیا جائے گا انہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ دھوکے بازوں اور مکاروں کو قتل کیا جاتا ہے" شاکا نے کہا "یہ لوگ بے گناہوں کا خون بہا چکے آج خود ان کا خون بہایا جائے گا۔

اور اب ان ساحروں کو نظر آیا کہ وہ شاکا کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے تھے مارے خوف کے وہ چلا اٹھے۔ رونے اور گڑگڑانے لگے۔ وہ رحم کی بھیک مانگنے۔ اپنے گالوں پر تھپڑ مارنے اور اپنے بال نوچنے لگے یہ ایک خلاف توقع بات ثابت ہوئی تھی۔ خصوصاً ساحروں نے یقین کرلیا تھا کہ وہ خود کبھی قتل نہ کیے جائیں گے لیکن آج جب خود ان کی تیار کردہ دوا انہیں پلائی جارہی تھی تو وہ خوف سے کانپ رہے تھے لیکن شاکا ہنس رہا تھا اس کے دل میں رحم نہ تھا وہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"سنو!" شاکا نے ہماری طرف جنہیں ان ساحروں نے سونگھا تھا اشارہ کیا اور کہا تمہیں ان مکاروں نے اس یقین کے ساتھ سونگھا تھا کہ تم پر موت طاری کردی جائے گی۔ لیکن اب تم ان پر موت طاری کردو گے۔ تم ان سے ہزاروں بے گناہوں کا انتقام لو گے۔ قتل کرو انہیں۔ خاتمہ کردو ان سب کا سوائے اس نوجوان ساحر کے جس کا علم سچا ہے۔"

چنانچہ ہم لوگ اٹھے۔ ہمارے دلوں میں غصے' نفرت اور انتقام کی جو آگ بھڑک رہی تھی اور پھر یہ ہوا کہ مرنے والوں نے مارنے والوں کو قتل کردیا اور اجتماع کے دائرے میں سے خوشی کے نعرے اور قہقہے بلند ہوئے۔

لوگ خوش تھے کہ ان بدبختوں کا خاتمہ ہوگیا تھا وہ خوش تھے کہ اب ان کی زندگیاں محفوظ تھیں۔

آخر کار یہ کام پورا ہوا۔ ہم لاشوں کے انبار کے قریب سے ہٹ آئے اب وہاں خاموشی تھی۔ ساحر خود اپنے ہی خون میں مردہ پڑے تھے ساحر آخرکار اسی راستے گئے تھے جس راستے پر انہوں نے ان گنت بے گناہوں کو چلتا کیا تھا۔ شاکا لاشوں کے انبار کی طرف بڑھا وہ لوگ جنہوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ احتراماً جھک گئے۔ اور پھر بادشاہ کی تعریف میں گیت گاتے پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ شاکا قریب آیا۔ اس نے مسکرا کر لاشوں کی طرف دیکھا۔

"دیکھو موپو!" یہ پڑے ہیں۔ وہ فریبی جنہوں نے ہمارے سامنے جھوٹ بولنے اور غلط سلط پیشنگوئیاں کرنے کی جرات کی تھی۔ "شاکا نے کہا" موپو!۔ ان لوگوں کے لئے تم نے واقعی بے حد عمدہ تجویز بتائی تھی۔ تاہم ہمارا خیال ہے کہ جب نوبیلا نے اپنی چھڑی تمہارے منہ پر ماری تھی۔ تو موپو۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں چونکتے اور زرد ہوتے دیکھا تھا۔ بہرحال ساحر مرگئے۔ ہم نے ان کا زور توڑ دیا اور لوگ خوش ہیں کہ انہیں کمینوں کے خوف سے نجات مل گئی۔ یہ مٹی۔ اور اس نے لاشوں کے انبار پر چھائے ہوئے گرد و غبار کی طرف اشارہ کیا۔ "ان لاشوں پر بیٹھ جائے گی۔ اور ان جھوٹے

○ ساحروں کا نام اور نشان تک مٹ جائے گا۔ اور ــــــ"

دفعتاً" وہ خاموش ہو گیا۔ لاشوں کے انبار میں کوئی چیز حرکت کر رہی تھی کوئی چیز ان کے نیچے سے نکل رہی تھی۔ اور اب وہ کھڑے ہوئی اور اب وہ لڑکھڑاتی اور ڈولتی ہماری طرف بڑھ رہی تھی ہیبت ناک چیز تھی وہ۔ ایک عورت جو خون میں نہائی ہوئی اور دھول میں اٹی ہوئی تھی میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ نوبیلا تھی۔ وہی بوڑھی ساحرہ جس نے اپنی چھڑی سے مجھے چھوا تھا وہی نوبیلا تھی۔ جسے خود میں نے قتل کیا تھا۔ لیکن جو مردوں کی دنیا سے لوٹ آئی تھی۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے ہماری طرف بڑھتی رہی۔ اس کا لباس خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اور تار تار ہو کر اس کے خشک بدن سے لٹک رہا تھا۔ اس کے چہرے اور جسم پر ان گنت زخم تھے۔ وہ کوئی دم کی مہمان تھی۔ لیکن اس عالم میں بھی اس کی آنکھیں نفرت و حقارت سے چمک رہی تھی۔

"سلام شاہ عظیم" اس نے کہا۔

"خاموش! مکار عورت" شاکا گرجا "تو مرچکی ہے۔"

"نہیں۔ میں ابھی زندہ ہوں۔ میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ اور اس کتے کی آواز سنی تھی۔ جس کا نام موپو ہے۔ اور جسے تم نے اپنی ناک کا بال بنا رکھا تھا۔ میں اس وقت تک خاموش نہ ہوں گی۔ جب تک کہ مر نہیں جاتی۔ آج صبح جب میں مردوں میں شامل نہ تھی تو میں نے اس کتے کو سونگھا تھا۔ اور اب کہ میں موت سے قریب ہوں اسے ایک بار پھر سونگھ رہی ہوں۔ شاکا ہوشیار ہو جا کہ تیرا یہ کتا تجھ پر حملہ کردے گا۔ یہ تیری ماں اونانڈی اور تیری بیوی بالکا سے سازش کرے گا اور تجھے قتل کردے گا۔ جب اس نمک حرام کے بھالے کا پھل تیرے پہلو میں پیوست ہو جائے گا۔ تو نوبیلا اس پیشگوئی اور خود نوبیلا کو یاد کرلینا۔ الوداع۔

"یہ چڑیل مکار ہے۔ کم بخت مرتے وقت بھی مکر سے باز نہ آئی۔ شاکا نے کہا اور بے پروائی سے پلٹ کر چل دیا۔

لیکن نوبیلا کی اس آخری پیشنگوئی کے الفاظ اس کے دل و دماغ پر نقش ہو گئے تھے۔ ممکن ہے وہ میری طرف سے مطمئن ہوتا۔ تاہم اوناندی اور بالکا کے متعلق نوبیلا نے جو پیشنگوئی کی تھی۔ اس نے شاکا کو متفکر اور پریشان کردیا تھا۔ نوبیلا کے یہ الفاظ شاکا کے دماغ میں یوں جمع رہے جس طرح کہ زمین میں بیج اور پھر انہی بیجوں سے شک کے پودے پھوٹے اور پھر یہ پودے بڑھ کر یقین کا تناور درخت بنے اور یہ درخت جو پھل لائے وہ بڑا ہی منحوس تھا۔

چنانچہ اے میرے آقا۔ شاکا کا اجتماع یوں ختم ہوا۔ ایسا زبردست اور عجیب انگومبو کو پورے افریقہ میں پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔

گمشدگی

اس زبردست انگومبو کو میں ساحروں کو قتل کرنے کے بعد شاکا نے اپنے جاسوس اپنی ماں اوناندی اور بیوی بالکا کے پیچھے لگا دیئے۔ یہ جاسوس ان دونوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے اور ذرا ذرا سی خبر شاکا تک پہنچا دیتے۔ انہی جاسوسوں کے ذریعہ شاکا کو معلوم ہوا ہے کہ اوناندی اور بالکا خفیہ طور سے میری جھونپڑی میں آتی ہیں اور میرے ایک بیٹے کو پیار کرتی ہیں۔ شاکا نوبیلا کی پیشنگوئی بھولا نہ تھا۔ چنانچہ اس خبر نے اس کے دل میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔ لیکن اس معاملہ میں اس نے خود مجھ سے کچھ نہ کہا کیونکہ اسے مجھ سے کوئی خطرہ لاحق نہ تھا اور نہ ہی اسے یہ خوف تھا کہ میں اس کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہوں یا کر سکتا ہوں۔ اس کے باوجود اس نے مجھے چند دنوں کے لئے شاہی کرال سے ہٹا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ فیصلہ اس نے کس سوچے سمجھے ہوئے مقصد کے تحت کیا تھا بہرحال اس نے مجھے ایک قبیلے میں جانے کا حکم دیا۔ یہ قبیلہ شاہی کرال سے بہت دور آماسوزی کی سرحد پر آباد تھا اور بادشاہ کے خاص الخاص مویشیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ میرے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ میں وہاں جا کر بادشاہ کے مویشیوں کی حالت معلوم کروں اور یہ دیکھوں کہ ان کی تعداد میں کتنا اضافہ ہوا ہے میں بادشاہ کے سامنے جھک گیا اور میں نے کہا کہ میں بھاگتا ہوا جاؤں گا۔ اور بہت جلد بادشاہ کے مویشیوں کی خبر لے کر آؤں گا شاکا نے اپنے چند خاص آدمی میرے ساتھ کر دیئے۔

چنانچہ میں اپنی بیویوں اور بچوں سے رخصت ہونے کے لئے اپنی جھونپڑیوں میں پہنچا اور وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری بیوی ماوسائی آناری بیمار ہو گئی ہے یہ عجیب بیماری تھی جس کے سبب عجیب عجیب خیالات آناری کے دماغ میں آتے تھے اور جو خیالات اس کے دماغ میں آتے تھے انہیں کو وہ الفاظ کا جامہ پہنا دیتی تھی یقیناً میرے کسی دشمن نے آناری پر سحر کر دیا تھا کہ وہ یوں بکنے جھکنے لگی تھی اور اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی۔

میرا جی جانے کو نہ چاہتا تھا۔ لیکن میں بادشاہ کے حکم کو ٹال نہ سکتا تھا اور مجھے وہ

طویل سفر بہرحال کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی ماکروفا سے مشورہ کیا ماکروفا ناڈا کی ماں تھی اور اسلوپوگاس بھی اس کا بیٹا سمجھا جاتا تھا حالانکہ ایسا نہ تھا جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

جب میں نے ماکروفا کو بتایا کہ میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں چند دنوں کے لئے شاہی کرال سے رخصت ہو رہا ہوں تو وہ رونے لگی اور مجھ سے لپٹ گئی میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک منحوس سایہ اپنے پر محسوس کر رہی ہے اور یہ کہ اگر میں اسے شاہی کرال میں ہی چھوڑ گیا تو جب واپس آؤں گا تو اسے ناڈا اور اسلوپوگاس کو، جسے میں اپنا بیٹا کہتا اور حقیقت میں بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔ زندہ نہ پاؤں گا۔ میں نے اسے تسلی دینے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ اور بھی خوف زدہ ہو گئی اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی اور بولی کہ میرے جانے کے بعد وہ خود ناڈا اور اسلوپوگاس مارے جائیں گے۔

ماکروفا کے رونے دھونے سے میرا دل پسیج گیا اور اس کے دل کا خوف میرے دل میں بھی رینگ آیا بالکل اسی طرح جس طرح کہ شام کے سائے وادی میں سے پہاڑوں پر رینگ آتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

ماکروفا نے جواب دیا۔

میرے سرتاج! مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو کہ میں ظالموں کے اس منحوس کرال میں اکیلی نہ رہ جاؤں۔ سرتاج! یہ ایسی سرزمین ہے جہاں خود آسمان سے بھی خون برستا ہے مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میں اپنے قبیلے میں چلی جاؤں گی اور اپنے لوگوں میں اس وقت تک مقیم رہوں گی جب تک کہ شاکا کا کالا سایہ اس سرزمین پر سے ہٹ نہیں جاتا میرے سرتاج! یہاں میری اور میرے بچوں کی زندگیاں محفوظ نہیں ہیں۔

"ماکروفا! یہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا "تم تو جانتی ہو کہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر ایک تنکا بھی کرال سے باہر نہیں جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے تاہم ایک شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ سکتا ہے"۔ "ماکروفا

نے کہا"۔ اور تم تو جانتے ہی ہو کہ بادشاہ زن و شوہر کے نجی معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ چنانچہ تم یہ مشہور کر دو کہ مجھے عورتوں والی بیماری ہو گئی ہے میری کوکھ سوکھ گئی ہے اور چونکہ میں بچہ جننے کے قابل نہیں رہی اس لئے تم مجھے واپس اپنے قبیلے میں بھیج رہے ہو۔ اگر ہم زندہ رہے تو میرے سرتاج کبھی نہ کبھی ضرور مل جائیں گے۔

ایسا ہی ہو گا ماکروفا' میں نے جواب دیا۔ تم آج ہی رات امسلوپوگاس کو لے کرال سے نکل جاؤ۔ کل صبح دریا کے کنارے مجھ سے آملنا۔

چنانچہ میں نے ماکروفا کے ہونٹ چومے اور اس طرح ہم ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اسی رات ماکروفا ناڈا اور امسلوپوگاس کو ساتھ لے کر شاہی کرال سے نکل گئی۔ اور کسی نے اسے نکلتے نہ دیکھا۔

دوسرے دن علی الصبح میں نے ان لوگوں کو طلب کیا جو شاکا کے حکم کے مطابق میرے ساتھ جانے والے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر میں اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ جب ہم دریا کے کنارے پہنچ گئے اور میری بیوی ماکروفا دونوں بچوں کے ساتھ مجھ سے آملی جیسا کہ پہلے سے طے کر لیا گیا تھا۔ ماکروفا اسی جگہ ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھی اور میں اسے دیکھتے ہی بظاہر غصہ ہوا۔ مارکروفا نے مجھے سلام کیا جیسی کہ ہمارے ہاں رسم تھی۔ میرے ساتھیوں نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"میں اپنی اس بیوی کو طلاق دے چکا ہوں" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کیونکہ اب یہ اس درخت کی طرح ہو گئی ہے جو پھل نہیں لاتا۔ چنانچہ میں اسے سوازیوں میں واپس بھیج رہا ہوں جہاں سے یہ آئی ہے۔ پھر میں نے ماکروفا سے کہا۔ عورت! رونا بند کر۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اب تو میرے لئے بے کار ہے۔

"لیکن شاہ عظیم سے اجازت لی ہے؟" میرے ساتھیوں نے پوچھا"۔

شاہ عظیم کو میں جواب دے لوں گا۔ میں نے جواب دیا۔

چنانچہ ہم ماکروفا اور دونوں بچوں کو ساتھ لے کر آگے روانہ ہوئے۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اسلوپوگاس شاکا کا بیٹا تھا لیکن اس راز سے صرف تین آدمی واقف تھے ایک تو میں خود' دوسری شاکا کی بیوی۔ اور میری بہن بالکا اور تیسری شاکا کی ماں اونانڈی۔ چونکہ وہ شاکا کا بیٹا تھا۔ اس لئے اسی کی طرح طویل القامت' نڈر' طاقت ور' بہادر اور دھن کا پکا تھا۔ جب ہم اسے لے کر چلے ہیں تو وہ بچہ نہ رہا تھا بلکہ خاصلا بڑا ہو گیا تھا اور نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اس کا مزاج بھی اپنے باپ شاکا کی طرح تیز تھا۔

قصہ مختصر ہم سات دنوں تک میدانوں میں سفر کرتے رہے اور ساتویں دن کی رات کو پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے۔ اس طرف گنتی کے ہی کرال تھے کیونکہ کئی سال پہلے شاکا نے اس طرف کے کرالوں کو میدان بنا دیا تھا۔

میرے آقا! غالباً آپ اس علاقے سے واقف ہوں گے یا کبھی اس طرف سے گزرے ہوں گے۔ اس علاقے میں ایک عجیب و غریب پہاڑ ہے یہ پہاڑ بھوتوں کا مسکن ہے چنانچہ "آسیبی پہاڑ" یا کوہ آسیب کہلاتا تھا۔ اس پہاڑ کی ایک چوٹی ایسی ہے جیسے کے بڑھیا کا سر ہو اس سر میں آنکھیں بھی ہیں۔ ناک بھی ہیں کان بھی ہیں اور دہن بھی ہے دور سے دیکھنے پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بوڑھی عورت چٹان پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے بیٹھی ہے اور سامنے میدانوں کی طرف دیکھ رہی ہے پتھر کی یہ عورت "بوڑھی چڑیل یا" ۔ "سنگی چڑیا" کے نام سے مشہور ہے۔

اسی وحشت انگیز علاقے میں ہمیں قیام کرنا تھا کیونکہ رات کا اندھیرا اتر آیا تھا بہت جلد ہمیں معلوم ہو گیا کہ اردگرد کی پہاڑیوں میں شیر کثرت سے تھے۔ ہم ان کے دہاڑنے کی آوازیں سن رہے تھے اور ہمارے دل خوف سے سرد ہوئے جارہے تھے لیکن اسلوپوگاس ذرا بھی خوف محسوس نہ کررہا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس نے ڈرنا سیکھا ہی نہ تھا خیر تو حفاظت کے لئے ہم نے اردگرد سے خاردار جھاڑیاں کاٹ کے ان کا بوما بنایا اور اس بوما میں ہم اپنے بھالے لے کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد چاند نکل آیا۔ چونکہ وہ پورے چاند کی رات تھی۔ اور آسمان بھی شفاف تھا اس لئے چاندنی پوری طرح کھلی کئے ہوئے

تھی۔

جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں سے کوئی چھ بھالوں کے فاصلے پر ایک چٹان تھی اور اس چٹان میں سطح زمین سے کافی اوپر ایک غار تھا اور اس غار میں ایک شیر مع اپنی شیرانی اور بچوں کے رہتا تھا۔ جب چاند نکل آیا تو ہم نے دیکھا کہ شیر اور شیرنی غار سے باہر آئے اور چٹان کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے دو بچے ان کے سامنے بلی کے بچوں کی طرح کھیل رہے تھے اور قلابازیاں کھا رہے تھے اگر ہم خوف زدہ نہ ہوتے تو اس منظر سے خوب لطف اندوز ہوتے۔ "کاش کہ ان دو بچوں میں سے ایک مجھے مل جاتا۔" ناڈا نے کہا' اور میں اسے اسی طرح پالتی جس طرح کہ لوگ کتا پالتے ہیں۔

امسلوپوگاس ہنسا۔

اس پر اس نے کہا کہ ایک لے آؤں تمہارے لئے۔

"بکو مت لڑکے" میں نے کہا۔ بہادر سے بہادر شخص بھی شیرنی کے بھٹ میں جانے کی جرات نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو واپس نہیں آتا"۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اکثر لوگوں نے شیروں کے بچے پکڑے ہیں اور وہ زندہ بھی رہے ہیں۔" امسلوپوگاس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی۔

جب بچے کھیل چکے تو ہم نے دیکھا کہ شیرنی نے ایک بچے کو اپنے منہ میں پکڑا اور اسے غار میں رکھ آئی۔ پھر واپس آکر دوسرے بچے کو غار میں چھوڑ آئی۔ اس کے بعد وہ اپنے نر کے ساتھ شکار کی تلاش میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے ان دونوں کے دھاڑنے کی آوازیں سنی جو بہت دور سے آرہی تھی۔ چنانچہ ہم نے آگ جلائی اور اس کے قریب پڑ کر سو رہے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ شیر اور شیرنی شکار کی تلاش میں جا چکے ہیں۔ چنانچہ صبح سے پہلے واپس نہ آئیں گے لیکن امسلوپوگاس کو نیند نہ آئی۔ وہ ناڈا کے لئے شیرنی کا ایک بچہ لانے کا فیصلہ کر چکا تھا اور چونکہ نوجوان اور جوشیلا تھا اس لئے اس نے انجام پر غور نہ کیا اور نہ اسے یہ خیال آیا کہ اس کی یہ احمقانہ حرکت ہم اور خود اس پر کیا مصیبت لے

آئے گی۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اس نے ڈرنا سیکھا ہی نہ تھا اس کے علاوہ وہ ناڈا کو بہت چاہتا تھا۔ اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ناڈا کسی چیز کی خواہش ظاہر کرے اسلوپوگاس وہ چیز اس کے لئے لے کر نہ آئے۔

چنانچہ ہم بے خبر پڑے سو رہے تھے کہ اسلوپوگاس اٹھا اور نہایت خاموشی سے چلتا ہوا بوما میں سے نکل گیا اپنے ایک ہاتھ میں بھالا لئے اس چٹان کے قدموں میں پہنچ گیا جس کے ایک غار کو شیر اور شیرنی نے اپنا بھٹ بنا رکھا تھا وہ اوپر پہنچا اور بہت جلد اس نے غار تلاش کر لیا غار میں گھس پڑا شیرنی کے بچے سمجھے کہ ان کی ماں شکار لے کر آگئی ہے چنانچہ وہ "خرخر" اور "ٹیاؤں' ٹیاؤں" کرنے لگے۔ ان کی آنکھیں اندھیرے میں چراغوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اور یہی چراغ تھے جو اندھیرے غار میں اسلوپوگاس کی راہبری کر رہے تھے۔ وہ غار میں پیٹ کے بل رینگنے لگا۔ غار میں بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جو اسلوپوگاس کے سینے میں چبھ رہی تھیں آخر کار وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں شیرنی کے بچے دبکے بیٹھے تھے اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بچے کو دبوچ لیا اور دوسرے کو بھالا مار کر ہلاک کر دیا۔ اب اسے عجلت سے کام لینا اور بہت جلد ہمارے پاس بوما میں پہنچ جانا تھا کیونکہ صبح ہونے والی تھی۔ اور شیر اور شیرنی کے واپس آنے کا وقت قریب تھا۔

ابھی پوری طرح صبح نہ ہوئی تھی کہ میں بیدار ہو گیا اور آنکھ کھلتے ہی میں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ میرا خون خشک ہو گیا۔ سامنے اسلوپوگاس کھڑا ہنس رہا تھا۔ اس کے دانتوں میں بھالا دبا ہوا تھا۔ جس کا پھل خون آلود تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں تڑپتے اور غراتے ہوئے بچے کو اس طرح پکڑے ہوئے تھا کہ ایک ہاتھ میں بچے کی چاروں ٹانگیں تھیں اور دوسرے میں گردن' بہن اٹھو' اس نے کہا... تمہارے لئے میں ایک عمدہ کتا لے آیا ہوں۔ افوہ! کاٹ رہا ہے اس وقت لیکن بہت جلد تم سے مانوس ہو جائے گا۔

ناڈا اٹھی اور شیرنی کے بچے کو دیکھ کر مارے خوشی کے چیخ پڑی لیکن میں چند لمحوں تک مارے حیرت کے بت بنا کھڑا رہا۔

"بے وقوف میں نے چیخ کر کہا" اس سے پہلے کہ شیرنی آکر ہم سب کو پھاڑ کھائے۔

اس پلے کو چھوڑ دے۔ نہیں میرے باپ' میں اس پلے کو تو نہ چھوڑوں گا امسلوپوگاس نے جواب دیا۔ "کیا ہم پانچ آدمی مل کر دو جنگلی بلیوں کا خاتمہ نہیں کر سکتے! میں اکیلا بھٹ میں جاتے نہ ڈرا اور تم پانچ آدمی ان بلیوں سے کھلے میدان میں مقابلہ کرتے ڈرتے ہو حالانکہ تمہارے ہاتھ میں بھالے ہیں۔

تیرا تو دماغ چل گیا ہے۔ میں نے کڑک کر کہا۔ "چھوڑ دے اسے" اور میں امسلوپوگاس کی طرف لپکا کہ شیرنی کا بچہ اس کے ہاتھ سے لے کر بوما سے باہر پھینک دوں۔ لیکن وہ اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔

"میں جس چیز کو ایک دفعہ حاصل کر لیتا ہوں اسے پھر نہیں چھوڑتا۔" امسلوپوگاس نے کہا۔ کم سے کم زندہ نہیں چھوڑتا۔

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا یا کچھ سمجھتا۔ امسلوپوگاس نے پلے کا سر پکڑ کر اس کی گردن مروڑ دی اور پھر اسے پھینک دیا۔

"لو! تمہارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے پلے کو چھوڑ دیا ہے وہ بولا۔" اب تم خوش ہوئے میرے باپ۔

اور وہ اپنے باپ شاکا کی طرح ہنسا۔

دفعتاً ایک زبردست گرج سے میدان اور چٹانیں گونج اٹھیں شیر اور شیرنی واپس آ گئے تھے بھٹ میں انہیں ایک بچہ مردہ پڑا ملا تھا اور دوسرا گم تھا ہم چونکہ بوما سے باہر تھے اس لئے میں نے چیخ کر کہا۔

"بوما میں۔ بوما میں"

اور ہم خاردار جھاڑیوں کا حصار پھلانگ کر بوما میں پہنچ گئے میرے ساتھی اپنے بھالے تیار کر رہے تھے اور خوف اور سردی سے ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

ہم نے سامنے دیکھا شیر اور شیرانی نہایت تیزی سے چٹان پر سے اتر رہے تھے اور اس شخص کی بو سونگھتے ہوئے آ رہے تھے جس نے ان سے ان کے بچے چھین لئے تھے شیر آگے تھا۔ وہ گرجتا اور غراتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے شیرنی تھی۔ جو اپنے منہ میں اس بچے کو

دبائے ہوئے تھی۔ جسے اسلوپوگاس نے غار میں ہلاک کردیا تھا اب وہ قریب آگئے تھے دونوں غم و غصہ سے پاگل ہو رہے تھے شیر اپنی دم اپنی رانوں پر کوڑے کی طرح مار رہا تھا۔

"سموپ" کے بیوقوف بیٹے، لعنت ہو تجھ پر، میرے ایک ساتھی نے اسلوپوگاس سے کہا۔ اتنا پیٹوں گا تجھے کہ تیری کھال ادھڑ جائے گی۔

"پہلے ان شیروں سے نپٹ لو پھر مجھے پیٹ لینا بشرطیکہ تم میں اتنی طاقت ہو۔" اسلوپوگاس نے بے پروائی سے کہا۔

اور اب شیر قریب آگئے تھے وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ان کے دوسرے بچے کی لاش پڑی تھی۔ شیر رک گیا۔ اس نے اپنے دوسرے بچے کی لاش سونگھی۔ اور پھر وہ گرجا۔ وہ گرجا اور ہم کانپ گئے رہی شیرنی تو اس نے پہلے بچے کو جو اس کے منہ میں دبا ہوا تھا آہستہ سے زمین پر رکھ دیا اور دوسرے کو اٹھا لیا کیونکہ وہ دونوں کو بیک وقت منہ میں دبا نہ سکتی تھی۔

ناڈا! میرے پیچھے ہو جاؤ۔ اسلوپوگاس نے اپنا بھالا ہلا کر کہا۔ "شیر کوئی دیر میں چھلانگ لگانا چاہتا ہے۔

ابھی اسلوپوگاس کی بات پوری ہوئی بھی نہ تھی شیر زمین پر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کا پیٹ اور سینہ زمین پر ٹک گیا اور پھر اس نے چھلانگ لگائی وہ ایک دم سے زمین پر سے اٹھا اور کسی زبردست پرندے کی طرح ہوا میں تیرتا ہوا ہماری طرف آیا۔

"اسے اپنے بھالوں پر لے لو" اسلوپوگاس نے چیخ کر کہا۔

اور ہم نے جیسے لاشعوری طور پر اس ناتجربہ کار لونڈے کی ہدایت پر عمل کیا ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور ہم نے اپنے بھالے اٹھا دیئے شیر سیدھا بھالوں پر گرا۔ "پچ سے بھالوں کے پھل اس کے جسم میں اتر گئے ایک تو شیر کی چھلانگ بڑی زوردار تھی اور پھر خود شیر بھی کافی وزنی تھا چنانچہ اس کی چھلانگ کے دھکے اور اس کے بوجھ کے باعث ہم اپنا توازن کھو بیٹھے۔ اور ایک ساتھ زمین پر گرے۔ شیر ہمارے اوپر گرا۔ وہ ہم پر اور اپنے جسم میں پیوست بھالوں پر اپنے پنجے چلا رہا تھا۔ اور غصہ اور تکلیف سے دھاڑ رہا تھا۔

شیر اٹھا اور اب وہ دانتوں سے ان بھالوں کو کاٹ رہا تھا جو اس کے سینے میں ترازو تھے۔ پھر اسلوپوگاس نے جو شیر کو بھالوں پر لینے میں ہمارے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک طرف کھڑا تھا۔ ایک نعرہ لگایا اور ساتھ ہی اپنا بھالا شیر کی پیٹھ میں اتار دیا۔ شیر آخری بار گرجا اور پھر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اس تمام عرصہ میں شیرنی اپنے مردہ بچے کو منہ میں دبائے بوما کے باہر کھڑی رہی تھی لیکن جب اس نے اپنے نر کی آخری گرج سنی تو اس نے بچے کو زمین پر رکھ دیا اور چھلانگ لگانے کے لئے زمین پر بیٹھ گئی۔ تنہا اسلوپوگاس مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا تھا کیونکہ صرف وہی اپنا بھالا شیر کے جسم سے واپس کھینچ سکا تھا اور شیرنی نے اسلوپاگاس کی طرف چھلانگ لگائی موخرالذکر اپنی جگہ پر چٹان کی طرح جما رہا۔ شیرنی اسلوپوگاس پر گری بھالا شیرنی کے جسم میں اتر گیا۔ اسلوپوگاس شیرنی کے نیچے گرا۔ شیرنی ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ٹوٹا ہوا بھالا اس کے سینے میں پیوست تھا۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے اسلوپوگاس کو سونگھا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ مردہ تھا یا بے ہوش۔ جیسے شیرنی نے جان لیا کہ یہی وہ لڑکا ہے کہ جس نے اس کے بچوں کو مارا ہے۔ شیرنی نے اسلوپوگاس کو منہ سے پکڑ کر اپنے دانتوں میں دبایا۔ اور اس طرح بے ہوش یا شاید مردہ لڑکے کو لئے وہ بوما کو صاف چھلانگ گئی۔

"آہ بچاؤ" اسے بچاؤ۔ ناڈا چلائی۔

اور ہم سب لوگ شور مچاتے شیرنی کی طرف بھاگے۔

ایک لمحہ تک شیرنی اپنے مردہ بچوں کے پاس کھڑی رہی۔ اسلوپوگاس اس کے منہ میں لٹک رہا تھا۔ اور وہ اپنے بچوں کے پاس یوں کھڑی تھی جیسے کوئی فیصلہ نہ کرپائی ہو کہ اپنے مردہ بچوں کو لے جائے یا ان کے قاتل کو اور ہم دل ہی دل میں دعا مانگ رہے تھے کہ شیرنی اسلوپوگاس کو چھوڑ دے لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔ ہماری آوازیں سن کر اس نے گردن گھمائی ہماری طرف دیکھا اور پھر اسلوپوگاس کو منہ میں دبائے لمبی لمبی چھلانگیں لگاتی سامنے کی جھاڑیوں کی طرف بھاگی ہم نے اپنے بھالے اٹھائے اور شیرنی کے تعاقب میں

چل پڑے لیکن تھوڑی دور آگے سے سنگلاخ زمین شروع ہو گئی تھی۔ اور وہاں ہمیں شیرنی کے پنجوں کے نشانات نہ ملے چنانچہ ہم شیرنی اور امسلوپوگاس کا کوئی بھی سراغ نہ پاسکے ہم ادھر ادھر تلاش کرتے رہے۔ اور پھر مایوس ہو کر لوٹ آئے۔ ہائے! میں رو رہا تھا۔ اور میرا دل رو رہا تھا۔ امسلوپوگاس میرا بیٹا نہ تھا لیکن میں اسے اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

"میرا بھائی کہاں ہے؟" جب ہم واپس آئے تو ناڈا نے پوچھا۔

"گم ہو گیا" میں نے جواب دیا۔ ہمیشہ کے لئے گم ہو گیا۔

"ناڈا بلک بلک کر رونے لگی اور زمین پر گر گئی۔

"کاش کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ مر گئی ہوتی" وہ اپنے بالوں میں خاک ڈالتی ہوئی بولی۔

"ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔" میری بیوی ماکروفا نے کہا۔

"تعجب ہے کہ اپنے بیٹے کے لئے تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی نہیں ہے۔" میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"مرے ہوئے پر رونے سے کیا فائدہ؟" ماکروفا نے جواب یا "کیا میرے آنسو اسے واپس لے آئیں گے؟ دن چڑھ رہا ہے چنانچہ ہمیں چلنا چاہیے۔"

اس شخص کو ماکروفا کا یہ جواب عجیب معلوم ہوا۔ تاہم وہ خاموش ہو رہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امسلوپوگاس ماکروفا کا بیٹا نہ تھا۔

بہرحال ہم ایک دن اور اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ محض اس خیال سے کہ شیرنی شاید اپنے بھٹ میں واپس آجائے' اور ہم اس کا خاتمہ کرسکیں۔ لیکن وہ واپس نہ آئی۔ چنانچہ دوسرے دن ہم آگے روانہ ہوئے۔ میں ملول و اداس تھا۔ اور مارے غم کے ناڈا کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس کا غم اتنا شدید تھا۔ کہ وہ نڈھال ہو گئی تھی۔ اور بمشکل ہی جی سکتی تھی۔ لیکن اس پورے سفر میں میں نے پھر ناڈا کو امسلوپوگاس کا نام لیتے نہ سنا۔ اس نے امسلوپوگاس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں دفن کردیا تھا۔ منہ سے کچھ نہ کہتی تھی میں بھی

خاموش تھا۔ بظاہر میں امسلوپوگاس کو بھلا چکا تھا۔ لیکن دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا میں نے اس لڑکے کو شیر زولو سے اسی لئے بچایا تھا۔ کہ ان پہاڑوں کی شیرنی اس کا خاتمہ کردے؟

دن گزرتے رہے اور ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ہم اس کرال میں پہنچ گئے۔ جہاں بادشاہ کے مویشی تھے۔ اس کرال سے ماکروفا کو رخصت کرنا تھا۔ جس دن ہم کرال پہنچے اس کے دوسرے ہی دن علی الصبح میں نے ماکروفا کو پیار کیا۔ لیکن چھپ کر کیونکہ بظاہر میں اس سے قطع تعلق کرچکا تھا۔ اور ہم دونوں یوں رخصت ہوئے جیسے کہ اس دنیا میں پھر کبھی نہ ملیں گے اور یہ حقیقت ہے۔ کہ ہم پھر کبھی نہ ملے۔ اپنی بیوی سے رخصت ہونے کے بعد میں ناڈا کو ایک طرف لے گیا اور اس سے کہا۔

"بیٹی! ہم دونوں جدا ہوتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ ہم پھر کبھی مل بھی سکیں گے یا نہیں' یہ بہت برا زمانہ ہے اور تمہاری اور تمہاری ماں کی بہتری اسی میں ہے کہ تم میرے ساتھ نہ رہو۔ ناڈا تم بہت جلد جوان ہوجاؤ گی اور پورے افریقہ میں تم سے حسین لڑکی کوئی دوسری نہ ہوگی۔ چنانچہ بہت سے جوان تم سے شادی کرنا چاہیں گے۔ اور اس وقت شاید میں تمہارے پاس نہ ہوں گا کہ اپنے قبیلے کی رسم کے مطابق کسی ایسے جوان کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ دی دو۔ جو حقیقت میں تمہار مستحق ہو۔ چنانچہ میری یہ بات یاد رکھو کہ کسی ایسے نوجوان کو ہی اپنا شوہر بنانا۔ جو تم سے اور جس سے خود تم محبت کرسکو۔ اور جسے تم اپنا شوہر بناؤ۔ مرتے دم تک اسی کی وفادار رہنا۔ بیٹی! کوئی بھی لڑکی کتنی خوبصورت کیوں نہ ہو۔ اپنے شوہر کو خوش کرکے ہی خوش رہ سکتی ہے۔ اور دنیا کی مسرتیں اور سکھ حاصل کرسکتی ہے۔ وہ لڑکی کبھی سکھی نہیں ہوسکتی جو اپنے شوہر کو ناراض کرتی ہے۔ اپنا مزاج ٹھنڈا رکھنا اور کبھی اپنے شوہر سے جھگڑا نہ کرنا۔ اور نہ روٹھنا۔ کیونکہ ....."

اور میں خاموش ہوگیا۔ کیوکہ ناڈا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالدی تھیں' عجیب چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔

"بس میرے باپ۔ آگے نہ کہو" وہ بولی "تمہاری یہ نصیحتیں فضول ہیں ....

اسلوپوگاس میری حماقت سے مارا گیا اور اس کے بعد میں کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کروں گی' شادی کرنا تو ایک طرف رہا۔ اب میں شادی کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گی' میں اکیلی اور کنواری ہی زندہ رہوں گی۔ اور اکیلی اور کنواری ہی مرجاؤں گی کاش کہ مجھے جلد ہی موت آجائے اور میں دوسری دنیا میں اسے تلاش کرلوں جسے میں چاہتی ہوں۔"

"ناڈا! یہ کیا حماقت ہے!" میں نے کہا "اسلوپوگاس تمہارا بھائی ہے اور تمہیں اس کے متعلق ایسی باتیں نہ کہنی چاہئیں۔ ہرچند کہ وہ مرچکا ہے تاہم یہ بڑے شرم کی بات ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" ناڈا نے کہا "میں وہی کہتی ہوں جو میرا دل کہتا ہے اور یرا دل کہتا ہے کہ مجھے صرف اسلوپوگاس سے محبت ہے۔ جب وہ زندہ تھا۔ تب بھی میں اسے چاہتی تھی' اور مرگیا ہے تب بھی میں اسے چاہتی ہوں اور ہمیشہ چاہتی رہوں گی۔ آہ! میرے باپ! تم مجھے بچی سمجھتے ہو؟ نہیں میرا دل جوان ہے۔ اور وہ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔"

چنانچہ میں نے ناڈا کو مزید سرزنش نہ کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اسلوپوگاس اس کا حقیقی بھائی نہ تھا۔ اور اگر وہ زندہ ہوتا تو ناڈا اس سے شادی کرسکتی تھی۔ البتہ اس بات پر حیران ضرور تھا۔ کہ اس کے دل کی آواز اس سے ایسی صحیح بات کہہ رہی تھی۔ حالانکہ ناڈا اس راز سے واقف نہ تھی۔

"اسلوپوگاس کے متعلق اب کچھ نہ کہو کیونکہ وہ مرچکا ہے" میں نے کہا "بیٹی! ممکن ہے ہم پھر کبھی نہ مل سکیں لیکن میری تم سے درخواست ہے کہ تم مجھے نہ بھلانا اور میری نصیحتوں کو یاد رکھنا۔ بیٹی! دنیا ایک خاردار جنگل ہے۔ اور ان خاروں پر خون کی بارش ہوتی ہے۔ اور یہ خار خون پی کر بڑھتے ہیں اور ہم اس جنگل میں راستہ بھولے ہوئے مسافر کی طرح بھٹکتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ہمیں جنگل میں کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن ہم بھٹکتے بھٹکاتے آخر کار منزل تک پہنچ جائیں گے اور یہ منزل موت ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ

موت ملنے کے بعد کیا ہوتا ہے اور ہم کہاں چلے جاتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں قرار آجائے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم بری دنیا سے اچھی دنیا میں چلے جائیں۔ اور وہ لوگ جو ہمیں اس دنیا میں عزیز تھے۔ مرنے کے بعد ہمیں اس دنیا میں مل جائے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ انسان اسی لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ مرکر ختم ہو جائے۔ مرنے کا یقیناً کوئی مقصد ہے اور مرنے کے بعد یقیناً انسان اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں ام کلوکلو کی حکومت ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ میں سمجھتا ہوں تب بھی موت ایک اچھی چیز ہے۔ وہ ایک ایسی نیند ہے کہ تمام تفکرات کا خاتمہ کردیتی ہے۔ بہرحال تم کبھی نہ گھبرانا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور ہمیشہ بہتری کی امید رکھنا کیونکہ امید ہے کہ جو انسان کو دکھ درد میں بھی مایوس نہیں ہونے دیتی۔

پھر میں نے ناڈا کی پیشانی چومی اور اس طرح ہم رخصت ہوئے میں ناڈا اور میری بیوی ماکروفا کو اس وقت تک جاتے دیکھتا رہا' جب تک وہ دونوں نظروں سے اوجھل نہ ہوگئیں۔ وہ دونوں سوزی لینڈ کی طرف گئے تھے اور میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کیونکہ میں اسلوپوگاس کو گنوا چکا تھا اور اب میری بیٹی اور بیوی بھی رخصت ہوگئی تھیں۔ اور میں نہ جانتا تھا کہ کبھی ان سے مل سکوں گا یا نہیں'

آزمائش

چاروں دنوں تک میں اسی کرال میں مقیم رہا اور وہ کام پورا کرلیا جس کے لئے شاکا نے مجھے وہاں بھیجا تھا۔ پانچویں دن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کرال سے نکلا اور شاہی کرال کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابھی ہم نے زیادہ سفر طے نہ کیا تھا۔ کہ شاکا کے فرستادہ چند سپاہی ہمیں ملے اور انہوں نے ہمیں روک لیا۔

"کیا بات ہے؟ شاہ عظیم کے وفادار۔" میں نے پوچھا۔

"سنو ماکداما کے بیٹے یہ ہے شاہ عظیم کا حکم" سپاہیوں کے سردار نے کہا "اور یوں کہتا ہے شاکا عظیم میرے منہ سے کہ میں اس کا منہ ہوں۔ اپنی بیوی ماکروفا بیٹی ناڈا اور بیٹے امسلوپوگاس کو میرے حوالے کرو۔ کہ ہم ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جیسا سلوک کرنے کا شاکا عظیم نے حکم دیا ہے۔"

"امسلوپوگاس تو اس دنیا میں پہنچ چکا ہے۔ جہاں بادشاہ کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ "اب رہی میری بیوی ماکروفا اور بیٹی ناڈا تو اس وقت تک وہ دونوں سوازیوں کے غاروں میں پہنچ چکی ہوں گی چنانچہ اب اگر شاہ عظیم چاہیں تو فوج بھیج کر انہیں وہاں تلاش کرلیں ماکروفا کے لئے تو یہ ہے کہ شاہ عظیم اس کے ساتھ جیسا سلوک چاہیں کریں۔ کیونکہ اب مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے۔ اور میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔ رہی ناڈا .... تو خیر ہمارے ملک میں اور بھی بہت سی لڑکیاں ہیں چنانچہ ایک لڑکی کے مرجانے یا زندہ رہنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ تاہم اگر شاہ عظیم ناڈا کی جان بخشی کردیں تو یہ مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔"

یہ باتیں میں نے بڑی بے پروائی اور بے خوفی سے کہی تھیں۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ماکروفا اور ناڈا محفوظ مقام پر پہنچ چکی تھیں اور شاکا کی دسترس سے باہر تھیں۔

"یہ تم نے اچھا کیا کہ ناڈا کی جان بخشی کی درخواست کر بیٹھے اب تمہاری یہی اولاد باقی رہ گئی ہے۔"

اور سپاہیوں کا سردار ہنسا۔

"شاہ عظیم کے وفادار کا مطلب میں سمجھا نہیں۔"

"تمہارے سارے بچے بادشاہ کے حکم سے قتل کر دیئے گئے ہیں۔"

"اچھا!" میں نے بظاہر بڑے سکون سے کہا' حالانکہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اور ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ خیر کوئی بات نہیں قلم کی ہوئی ٹہنی کو بو دیا جائے تو وہ پتیاں لے آتی ہے۔ میری دوسری اولاد ہو جائے گی۔

"ہاں ہو تو جائے گی۔ لیکن اس کے لئے تمہیں دوسری بیویاں کرنی پڑیں گی۔ کیونکہ تمہاری پانچوں بیویوں کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔"

"یونہی سہی" میں نے کہا "بادشاہ کی خوشی میری خوشی ہے اور جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ میں اپنی ان لڑاکا بیویوں سے تنگ آچکا تھا۔"

"یہاں تو ٹھیک ہے موپو۔ لیکن دوسری بیویاں کرنے اور ان سے بچے پیدا کرنے کے لئے خود تمہارا زندہ ہونا ضروری ہے کیونکہ تم جانو مردہ تو بچے پیدا نہیں کرتے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاہ عظیم وہ بھالا لئے منتظر بیٹھا ہے جسے چومنے کے بعد تم خون اگلو گے۔"

"بادشاہ کی خوشی میری خوشی ہے۔" میں نے کہا "دن گرم ہیں اور میں زندگی کے سفر سے تھک گیا ہوں۔ اور وہ' جو بھالا چومتا ہے۔ پر سکون اور گہری نیند سو جاتا ہے۔"

اے آقا! یوں کہا میں نے اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت میں مرنا بھی چاہتا تھا۔ کیونکہ دنیا میرے لئے خالی ہو چکی تھی۔ ماکروفا اور ناڈا جا چکی تھیں اسلوپوگاس کو شیرنی اٹھا لے گئی۔ اور میرے بیوی بچوں کو شاکا نے قتل کرا دیا۔ دنیا میں اب میرا کوئی نہ تھا۔ اور نہ ہی نئے سرے سے گھر بسانے کی مجھ میں ہمت تھی' دنیا میں کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے پیار کرتا چنانچہ اب موت ہی مجھے سکون اور نجات کا واحد ذریعہ معلوم ہوئی۔

سپاہیوں نے میرے ساتھیوں سے پوچھا کہ میں نے ماکروفا' ناڈا' اور اسلوپوگاس کے متعلق جو کہا ہے۔ آیا وہ سچ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک اسلوپوگاس کو شیرنی اٹھا لے گئی ہے۔ اور ماکروفا اور ناڈا سوازی لینڈ کی طرف چلے گئے ہیں۔ چنانچہ شاکا کے

سپاہیوں نے کہا کہ وہ مجھے بادشاہ کے حضور لے جائیں گے۔ حالانکہ میں سمجھا تھا کہ وہ مجھے اسی جگہ قتل کردیں گے چنانچہ وہ مجھے لے کر شاہی کرال میں پہنچے اور ان ہی سپاہیوں سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ شاہی کرال میں کیا ہوا تھا'

میری غیر موجودگی میں شاہی کرال میں جو کچھ ہوا تھا وہ یہ تھا۔

یہ تو میں کہہ چکا ہوں کہ ساحرہ نوبیلا نے مرتے وقت جو پیشگوئی کی تھی۔ اس کے بعد شاکا نے چند جاسوس سپاہی اپنی ماں کے پیچھے لگا دیئے تھے۔ چنانچہ جس دن میں شاہی کرال سے رخصت ہوا ہوں۔ اس کے دوسرے دن جاسوسوں نے شاکا کو اطلاع دی کہ میری دوسری بیوی ماوسائی بیمار ہوگئی ہے اور اپنی اس بیماری میں عجیب عجیب باتیں کہتی ہے۔ چنانچہ اسی شام شاکا اپنے ساتھ تین سپاہیوں کو لے کر میرے کرال میں پہنچا اس نے ان تینوں کو کرال کے دروازے پر متعین کر کے انہیں تاکید کردی کہ وہ کسی کو باہر سے اندر اور اندر سے باہر نہ آنے دیں۔ اور خود شاکا اس جھونپڑی میں پہنچا۔ جس میں ماوسائی تھی۔ شاکا حسب معمول اپنے ہاتھ میں وہ چھوٹا شاہی بھلا لئے ہوئے تھا جس کا دستہ سرخ تھا۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت بادشاہ کی ماں اونانڈی اور اس کی بیوی اور میری بہن بالکا اس جھونپڑی میں موجود تھیں چونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ میں امسلوپوگاس کو لے کر جا چکا ہوں اس لئے یہ دونوں عورتیں حسب معمول امسلوپوگاس کو پیار کرنے آئی تھیں' جب یہ دونوں آئیں۔ تو میری دوسری بیویاں بھی اس جھونپڑے میں موجود تھیں۔ ان دونوں نے میری سب بیویوں کو باہر بھیج دیا۔ سوائے ماوسائی کے جو بیمار تھی۔ یہ تو میں کہہ چکا ہوں کہ شاکا کے بیٹے امسلوپوگاس کی پیدائش سے آٹھ دن پہلے ماوسائی نے ایک لڑکے کو جنم دیا تھا۔ جس کا نام ہم نے ماوسا رکھا تھا۔ چونکہ امسلوپوگاس وہاں نہ تھا اس لئے بالکا اور اونانڈی! اوسا کو پیار کرنے لگیں اور اسے گنے کھانے کو دیئے جو وہ اپنے ساتھ لائیں تھیں اور ماوسائی سے پیار کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ میری دوسری بیویوں کے دل میں یہ شک پیدا نہ کرنا چاہتی تھیں کہ وہ امسلوپوگاس سے پیار کرتی ہیں۔ لیکن میرے دوسرے بچوں کی طرف دھیان نہیں دیتیں۔

وہ دونوں عورتیں بیٹھی ماؤسا سے پیار کر رہی تھیں اور اسے گنے چوا رہی تھیں کہ جھونپڑی کا دروازہ تاریک ہو گیا۔ اور کوئی اور نہیں بلکہ خود شاہ زولو رینگ کر جھونپڑی میں داخل ہوا۔ جب دونوں عورتوں نے دیکھا کہ کون آیا ہے تو وہ سجدے میں گر گئیں اور بادشاہ کی تعریف کرنے لگیں لیکن شاکا مسکرایا' اور بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی اس کی۔ شاکا نے ان دونوں عورتوں سے کہا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جائیں اور جب وہ دونوں اٹھ کر بیٹھ گئیں تو شاکا نے کہا "میری ماں اوناندی اور بیوی بالکا تم سوچ رہی ہوگی۔ کہ ہم اپنے کتے موپو کی جھونپڑی میں کیوں آئے ..... سنو! ہم بتاتے ہیں۔ چونکہ ہمارا خادم .... موپو .... ہمارے .... ایک خاص کام کے لئے باہر گیا ہوا ہے۔ اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس کی بیوی بیمار ہے۔ یہی ہے نا وہ مریضہ ...؟ ... خیر تو چونکہ موپو ہمارا وفادار ہے۔ اور ہم چونکہ حکیموں کے حکیم ہیں۔ اس لئے اپنے وفادار خادم کی بیوی کا علاج کرنے آئے ہیں۔

چنانچہ یوں کہا شاکا نے اور کنکھیوں سے اپنی بیوی اور ماں کی طرف دیکھا اور چٹکی بھر نسوار اپنے بھالے کے پھل پر رکھی اور پھل کو ناک کے قریب لے جاکر "سوں" سے نسوار ناک میں کھینچ لی' شاکا نے یہ باتیں بڑے نرم لہجہ میں کہی تھیں' لیکن دونوں عورتیں خوف سے کانپ رہی تھیں' کیونکہ شاکا جب اس طرح بولتا تھا .... موت .... اس کا یہ نرم لہجہ ایک دو کی نہیں بلکہ بہت سوں کی موت کی تمہید ہوتا تھا۔ تاہم بادشاہ کی ماں اوناندی نے ہمت کر کے کہا کہ یہ اچھا ہوا کہ بادشاہ وہاں آگیا کیونکہ اس کی وہاں دوا سے مریضہ کو یقیناً سکون ہو جائے گا۔

"ہاں اچھا ہوا کہ ہم آگئے" شاکا نے بدستور نرم لہجہ میں کہا۔ اس کے علاوہ ہم یہ دیکھ کر خوش ہوئے۔ کہ ہماری ماں اور بیوی موپو کے چوہے کو پیار کر رہی تھی' حالانکہ اگر یہ خود تمہارا خون ہوتا تو تم اسے پیار نہ کرتیں"

اب تو دونوں عورتوں کے دل سرد ہو گئے اور وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگیں۔ کہ ماؤسائی جو اس وقت سو رہی تھی' بیدار ہو کر الٹی سیدھی باتیں بکنے نہ لگ جائے۔ لیکن ان کی دعاؤں کا جواب آسمان کی مقدس روح نے نہیں بلکہ زمین کی خبیث روح نے

دیا۔ کیونکہ ماوسائی کی آنکھ کھل گئی اور جب اس نے بادشاہ کی آواز سنی۔ تو اس کے خیالات بھٹک گئے اور ان کا رخ اس بچے کی طرف ہوگیا جسے وہ بادشاہ کا بیٹا سمجھ چکی تھی،

"آہا" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور اس نے خود اپنے بیٹے ماوسا کی طرف اشارہ کیا جو کہ مارے خوف کے ایک کونے میں دبک گیا تھا" اور مہربان چومو۔ اسے اپنے کلیجہ سے لگالو اسے پیار کرو اس شیر کے اس پلے سے کھیلو' جسے لوگ موپو اور ماکروفا کا بیٹا سمجھتے ہیں' ہا... ہا... ہا..."

وہ دیوانوں کی طرح ہنسی اور پھر نڈھال ہوکر اپنے کھال کے بستر پر گر گئی۔ اب شاکا آگے بڑھا اور بے حد نیچی آواز میں اس نے پوچھا۔

"اے عورت! لوگ اسے موپو اور ماکروفا کا بیٹا کہتے ہیں تو کیا وہ ان کا بیٹا نہیں ہے؟ ہیں! تو پھر یہ کس کا بیٹا ہے؟"

"اس سے یہ نہ پوچھئے شاہ عظیم۔" اوناندی اور بالکا نے چیخ کر کہا اور شاکا کے سامنے سجدے میں گر گئیں۔ وہ دونوں خوف سے پاگل ہو رہی تھیں یہ نہ پوچھئے اس سے یہ عورت بیمار ہے اور اپنی اس بیماری میں عجیب باتیں سوچتی اور عجیب خواب دیکھتی ہے۔ اس کی بے تکی اور نامبارک باتیں شاہ عظیم کے مبارک کانوں کے لئے نہیں۔ اس عورت پر سحر کردیا ہے چنانچہ اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔"

خاموش ... عورت کی بکواس سننا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اس کی اس بے ربط باتوں میں گہرے معنی پوشیدہ ہوں۔ عورت! ہم روشنی دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا گیا ہے بتا اگر یہ موپو کا بیٹا نہیں ہے تو پھر کون ہے؟"

"کون ہے؟" ماوسائی نے جواب دیا .... "بے وقوف ہو تم کہ یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ اندھے ہو تم کہ تمہیں نظر نہیں آتا۔ یہ لڑکا ہشت' خاموش اپنا کان میرے منہ کے قریب لاؤ۔ اور مجھے یہ بات اپنے کان میں کہنے دو۔ مبادا جھونپڑی میں لگے ہوئے نرسل سن لیں' اور پھر بادشاہ کے کان میں سرگوشی کردی۔ یہ لڑکا... تم سن رہے ہونا... یہ لڑکا موپو کا بیٹا نہیں ہے... یہ شاکا اور بالکا کا بیٹا ہے ہاں یہ شاکا کے نطفے اور بالکا کے بطن سے پیدا

ہوا ہے ... ہیں! تم پوچھ رہے ہو کہ پھر یہ یہاں کیسے آ گیا؟ اچھا سنو! میں جانتی ہوں ... بادشاہ کی ماں ہے نا وہی جس کا نام اونانڈی ہے ہاں تو اس نے بادشاہ کے بیٹے کو موپو کے بیٹے سے بدل لیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کا بیٹا موپو کے گھر میں آ گیا اور موپو کا بیٹا بادشاہ کے گھر میں چلا گیا ... لو! اب تم پوچھ رہے ہو کہ اونانڈی نے ایسا کیوں کیا؟ اچھا یہ بھی سن لو۔ جب لوگ شاکا کے مظالم اور اس کی حکومت سے تھک جائیں گے اور شاکا کا یہ بچّہ جسے لوگ موپو کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ بڑا ہو جائے گا تو بادشاہ کی ماں اونانڈی اسے لوگوں کے سامنے لے آئے گی کہ وہ بادشاہ کا خاتمہ کر کے اس کا تخت حاصل کر لے ہا ... ہا ... میں جانتی ہوں سب جانتی ہوں ... سب جانتی ہوں۔"

یہ جھوٹ ہے۔ سراسر جھوٹ ہے۔ دونوں عورتیں چلائیں۔ یہ لڑکا خود اس کا بیٹا ہے جسے وہ اپنی بیماری کے باعث پہچان نہیں سکتی۔ لیکن شاکا نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

"واقعی نوبیلا نے غلط پیشگوئی نہ کی تھی۔ وہ بولا ہم نے اسے قتل کر کے شاید اچھا نہیں کیا۔ تو یہ سازش کی ہے ہماری ماں نے۔ تم اسے زندہ رکھنا چاہتی ہو حالانکہ ہم اپنی اولاد کو قتل کرتے آئے ہیں تم یہ چاہتی ہو کہ ہمیں خود ہمارے بیٹے کے ہاتھ سے قتل کرا دو۔ مادر مہربان! اب وقت آ گیا ہے کہ موت تم پر مہربان ہو جائے تم نے ہمارے خلاف سازش کی ہے اور ہمارے خلاف سازش کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ شاکا عظیم ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی ماں کا سایہ اپنے سر سے اٹھا رہا ہے اونانڈی! دغا باز عورت' مر جا اس کے ہاتھ سے جسے خود تو نے جنم دیا ہے۔

اور اس نے چھوٹا بھالا۔ جو اس کے ہاتھ میں تھا اپنی ماں کے پہلو میں اتار دیا شاکا کی ماں اور سازان کو کانہ کی بیوی اونانڈی زور سے چیخی اور ایک لمحے تک کھڑی رہی پھر اس نے بھالا اپنے پہلو میں سے کھینچ لیا۔

"شاکا خونخوار بھیڑیئے یاد رکھ کہ تو بھی اسی طرح مارا جائے گا اونانڈی نے چیخ کا کہا اور مردہ ہو کر گر گئی۔ چنانچہ اے میرے آقا شاکا نے یوں اپنی ماں کو قتل کر دیا۔

جب بالکا نے دیکھا یہ ہو گیا ہے تو وہ ایک دم سے پلٹ کر امپوسینی کی طرف بھاگی اور

اتنی تیزی سے کہ کرال کے دروازے پر مستعد کھڑے ہوئے شاکا کے سپاہی اسے پکڑ نہ سکے لیکن جب وہ اپنی جھونپڑی میں پہنچی تو اس کی قوت جواب دے گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئی۔

لیکن میرا لڑکا اوسا جہاں تھا۔ وہیں بیٹھا رہا کیونکہ خوف نے اسکی ساری قوتیں سلب کر لی تھیں۔ شاکا نے یہ سمجھ کر کہ اوسا خود اس کا بیٹا ہے اسے اسی جگہ اپنے بھالے سے ہلاک کر دیا۔

پھر وہ جھونپڑی سے باہر آیا اس نے تین سپاہیوں کو میرے کرال کے دروازے پر پہرہ دینے کو چھوڑا اور سپاہیوں کے ایک دستہ کو بلا کے حکم دیا کہ وہ میرے کرال کا محاصرہ کر کے اسے آگ لگا دیں۔ چنانچہ سپاہیوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

آگ سے بچنے کے لئے میرے بچے' بیویاں اور عزیز باہر بھاگے تو وہاں کھڑے ہوئے سپاہیوں نے انہیں قتل کر دیا اور جو نہ بھاگے زندہ ہی جل مرے اور اس طرح میری بیویاں' میرے بچے' میرے ملازم اور وہ سب مارے گئے جو میرے کرال میں رہتے تھے صرف میں زندہ رہا۔ ماکروفا اور ناڈا زندہ رہی لیکن یہ دونوں دور جا چکی تھیں۔

میرے پورے خاندان کو ختم کر کے اور میرے کرال کو لیکن پھر بھی شاکا کو اطمینان نہ ہوا اور اس نے جیسا کہ کہا گیا سپاہیوں کے ایک دستے کو روانہ کیا کہ وہ راستے میں ماکروفا اور ناڈا کو بھی قتل کر دیں۔ اور اس کا بھی خاتمہ کر دیں جو دراصل شاکا کا بیٹا تھا لیکن میرا بیٹا سمجھا جاتا تھا لیکن اس نے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ مجھے قتل نہ کریں بلکہ زندہ اس کے پاس لے آئیں۔

چونکہ سپاہیوں نے مجھے قتل نہ کیا تھا۔ اس لئے میں صورت حال پر غور کرنے لگا۔ پہلا خیال مجھے یہ آیا کہ مجھے اس لئے زندہ رکھا گیا تھا کہ شاکا مجھے طرح طرح کے عذاب دے کر مارنا اور اس طرح اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں۔ میں بہرحال مارا تو جاؤں گا ہی چنانچہ کیوں میں عذاب سہنے کے لئے زندہ رہوں؟ جلد یا بدیر مجھے مرنا ہے پھر کیوں میں اپنی موت کا انتظار کروں؟ جن سے

میں پیار کرتا تھا۔ جنہیں میں چاہتا تھا وہ اب اس دنیا میں نہ رہے تھے اب میں کس کے لئے زندہ ہوں؟ موت آسان تھی کیونکہ میں مرنے کے آسان طریقوں سے واقف تھا۔ میں اپنے پاس ہر وقت ایک خاص قسم کی دوا چھپائے رکھتا تھا اور ایسی زود اثر دوا تھی وہ کہ آدمی اسے زبان پر رکھتے ہی اس دنیا سے اس دنیا میں پہنچ جاتا تھا۔ میں نہ بھالے سے مرنا چاہتا تھا اور نہ ڈنڈے کی ضرب سے اور نہ ہی بادشاہ کے جلادوں کے چاقوؤں کے کچو کے محسوس کرنے کے لئے تیار تھا اور نہ مجھے یہ منظور تھا کہ پیاس کی شدت سے تڑپتا رہوں یا اندھا ہو کے بھٹکتا پھروں۔ چنانچہ اب اس دوا کے استعمال کا وقت آگیا تھا۔

رات کے وقت شاکا کے سپاہیوں کے درمیان بیٹھ کر میں نے یوں سوچا اور چپکے سے تھوڑی سی دوا نکال کر اپنی زبان پر رکھ بھی لی لیکن پھر فوراً ہی مجھے ناڈا کا خیال آیا۔ ناڈا بے شک مجھ سے دور تھی۔ لیکن زندہ تھی اور مجھے اپنی بیوی ماکروفا اور بمن بالکا کا خیال آیا۔ یہ دونوں بھی زندہ تھیں۔ ماکروفا ناڈا کے ساتھ جا چکی تھی۔ اور سپاہیوں کی باتوں سے معلوم ہوا تھا کہ بالکا کو کم سے کم اب تک قتل نہ کیا گیا تھا حالانکہ یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی تھی کہ بالکا کو کیوں زندہ رکھا گیا تھا۔ اور یہ بات واقعی حیرت انگیز تھی شاکا' جو کبھی کسی کو نہ بخشتا تھا۔ جس نے خود اپنی ماں کا خون کیا تھا۔ یہ واقعی عجیب بات تھی۔ اس کے علاوہ مجھے ایک دوسرا خیال بھی آیا۔ اور یہ انتقام کا خیال تھا۔ میں نے سوچا کہ کبھی کوئی مردہ بھی کسی سے انتقام لے سکا ہے؟ چنانچہ اگر میں مر گیا تو میرے بیوی بچوں کا خون بے انتقام پڑا رہے گا۔ میں زندہ رہ کر ہی اس سے انتقام لے سکتا ہوں جس نے مجھے برباد کیا ہے نہیں میں زندہ رہوں گا۔ اور اسی وقت موت کو لبیک کہوں گا جب سوائے موت کے کوئی اور چارہ نہ ہوگا۔ نہیں مجھے ابھی نہیں مرنا ہے اس دوا کے استعمال کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔

چنانچہ یہ خیالات تھے جس کی وجہ سے میں نے دوا تھوک دی اور میں زندہ رہا اور بادشاہ کے سپاہی مجھے شاہی کرال میں لے گئے جب ہم کرال میں داخل ہوئے تو رات ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود مجھے گرفتار کرنے والے سپاہیوں کا افسر شاہی جھونپڑے کی طرف یہ اطلاع دینے دوڑ گیا کہ وہ مجھے گرفتار کر کے لے آئے ہیں کیونکہ اسے حکم ملا تھا کہ وہ

مجھے سیدھا بادشاہ کے پاس لے جائے خواہ ہم آدھی رات کو ہی کرال میں کیوں نہ داخل ہوں۔ چنانچہ شاکا نے مسکرا کر اس افسر سے کہا۔

"تمہارے خاص طبیب کو اسی وقت ہمارے سامنے پیش کرو' تاکہ ہم اسے بتائیں کہ ہم نے اسکی بیمار بیوی اور اس کے پورے خاندان کا کیسا عمدہ علاج کیا ہے۔"

چنانچہ وہ لوگ مجھے انڈوکولو کی طرف تقریباً گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور جب ہم شاہی جھونپڑے کے دروازے پر پہنچے تو سپاہیوں نے مجھے اندر ڈھکیل دیا۔

رات چونکہ سرد تھی اس لئے جھونپڑے کے عین وسط میں الاؤ جل رہا تھا اور الاؤ کے قریب شاکا بیٹھا ہوا تھا۔ الاؤ سے اٹھتا ہوا دھواں شاکا کے سر پر چھایا ہوا تھا۔ اور شعلوں کے سارے شیر زولو کے پر رعب چہرے پر ناچ رہے تھے' اور شاکا کی آنکھیں نہایت بھیانک طور سے چمک رہی تھیں اور ایسی چمک رہی تھیں کہ ان آنکھوں میں کہ شیر بھی دیکھ لے تو تھرا جائے۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے چند مشیروں نے آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور مجھے گھسیٹتے ہوئے الاؤ کی طرف لے چلے لیکن میں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ چھڑا لئے اور میرے ہاتھ چونکہ بندھے ہوئے نہ تھے اس لئے میں نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا۔ اور جیسی کہ رسم تھی بادشاہ کے شاہی نام پکارنے اور ہر نام کے ساتھ اسکی شان میں ایک تعریفی جملہ کہنے لگا مشیر مجھے پکڑنے کے لئے میری طرف لپکے لیکن شاکا نے کہا۔

"نہیں اسے ہماری تعریف کرنے دو۔ اپنے وفادار سے ہم خود بات کریں گے"۔

چنانچہ مشیروں نے سر جھکا لئے اور وہ میرے دائیں بائیں اس طرح سجدے میں گر گئے ان کے ہاتھ آگے بڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔ لیکن میں شاکا کے عین سامنے پالتی مار کے بیٹھ گیا چنانچہ اب میرے اور شاکا کے درمیان الاؤ تھا' یعنی شاکا الاؤ کے اس طرف بیٹھا ہوا تھا اور میں اس طرف۔

"ماکداما کے بیٹے! ہم نے تمہیں اپنے مویشیوں کی خبر لانے بھیجا تھا" شاکا نے کہا۔

اب بتاؤ کہ کتنا اضافہ ہوا ہے انکی تعداد میں اور یہ بھی بتاؤ کہ ہمارے خاص گڈریئے ہمارے مویشیوں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کرتے ہیں یا نہیں؟

"شاہ عظیم! آپ کے ملازم نہایت ایمانداری اور جانفشانی سے مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"اچھا تو یہ بتاؤ کہ ہمارے مویشی کتنے ہیں ایک ایک بیل کی حالت اور خصوصیات تفصیل سے بیان کرو"۔

چنانچہ میں نے ایک ایک بیل کے متعلق تفصیل بیان کرنے لگا شاکا خاموشی سے سنتا رہا۔ جیسے سو رہا ہو لیکن وہ سو نہ رہا تھا اسکی آنکھوں میں شعلے سے لپک رہے تھے اب مجھے معلوم ہوا کہ اس نے مجھے قتل کیوں نہ کیا تھا محض اس لئے کہ وہ اپنے مویشیوں کے متعلق پوری پوری تفصیلات حاصل کرلینا چاہتا تھا۔ آخر کار میں اپنی پوری تفصیلات بیان کرچکا۔

"تو گویا ہمارے مویشی تندرست ہیں" شاکا نے کہا' اب بھی ہماری سلطنت میں ایماندار لوگ باقی ہیں' موپو! جانتے ہو کہ جب تم ہمارے کام کے لئے شاہی کرال سے باہر گئے ہوئے تھے تو تمہارے گھرانے پر نحوست کے بادل گھر آئے تھے۔

"میں نے سن لیا ہے شاہ عظیم" میں نے یوں بے پروائی سے کہا گویا یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔

ہاں موپو! ایک آفت نازل ہوئی تمہارے گھرانے پر آسمانی عذاب اترا تمہاری جھونپڑیوں پر۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آسمان میں ایک آگ نازل ہوئی تھی جس نے تمہارے کرال کو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔

"میں سن چکا ہوں۔ شاہ عظیم"

"لوگ کہتے ہیں کہ جب آگ نازل ہوئی۔ تو ہر وہ شخص تمہارے کرال میں تھا جو تمہارا اپنا تھا ان میں سے ہر شخص نے یا تو خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا۔ یا پھر خود ہی آگ میں کود پڑا۔

یہ بھی سن چکا ہوں شاہ عظیم بے وقوف کو غرق کرنے کے لئے اتھلی ندی بھی گہری بن جاتی

ہے۔"

موپو! سب باتیں تم سن چکے ہو تاہم بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تمہارے کانوں تک نہیں پہنچیں، موپو! جو تمہارے کرال میں جل مرے ان میں وہ عورت بھی شامل تھی۔ جس نے ہمیں جنم دیا۔ اور جس کا لقب مادر آسمان تھا۔ موپو! ہماری ماں اور اناندی جواب اس دنیا میں نہیں رہی۔ موپو! ہماری ماں جل مری موپو!۔ ہمارے سر سے مادر مہربان کا سایہ اٹھ گیا۔

اور اے میرے آقا جب میں نے یہ سنا تو میں نے بڑی عقلمندی اور ہوشیاری کا ثبوت دیا اور یہ میری مقدس روح نے میرے دل میں ڈالدی تھی میں زمین پر لوٹنے، ماتم کرنے، اپنا سینہ کوٹنے اور اپنے سر میں دھول ڈالنے لگا۔

"شاہ عظیم! میرے کان یہ غمناک خبر نہیں سن سکتے۔ آہ! یہ خبر سننے سے پہلے میں بہرہ کیوں نہ ہوگیا" میں نے کہا۔ "آہ! یہ خبر سننے سے پہلے میں بہرہ کیوں نہ ہوگیا۔" میں نے کہا۔ "آہ! شیر زدلو کو جس مقدس ہستی نے جنم دیا تھا، وہ اب دنیا میں نہیں رہی۔ یقین نہیں آتا۔ دوسروں کا کیا ہے؟ وہ تو ہوا کے جھونکے اور پانی کے بے حقیقت قطروں کی طرح تھے۔ ایسے انسان پھر بھی پیدا ہولیں گے۔ لیکن مادر مہربان۔ ہائے! مادر مہربان کا غم برداشت نہیں ہوسکتا، ایسی ہستیاں اب پیدا نہ ہوگیں ہائے میرا کلیجہ پھٹا جارہا ہے، میرے دل کے ٹکڑے ہوگئے ہیں"

نہ رو۔ میرے وفادار نہ رو" شاکا نے مسخرانہ انداز میں کہا" موپو! مادر مہربان کا ماتم کرکے تم نے عقلمندی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے یہ تم نے اچھا کیا ہے۔

کہ تم اپنی بربادی پہ خاموش رہے موپو! اگر تم اپنی بربادی پر روئے ہوتے اور مادر مہربان کی موت خاموش رہے ہوتے تو ہم سمجھ لیتے کہ تمہارے دل میں کھوٹ ہے۔ چنانچہ پھر یوں ہوتا کہ تم آخری دفعہ روتے اور تمہارے یہ آنسو خون کے آنسو ہوتے موپو! یہ اچھا ہوا کہ تم نے ہماری پہیلی سمجھ لی۔"

اور اب مجھے معلوم ہوا کہ شاکا نے میرے لئے کیسا جال بچھایا تھا۔ اور کتنا گہرا کھڈا

کھودا تھا۔ میں اپنی محافظ روح کا مشکور ہوں کہ اس نے میری زبان پر یہ الفاظ رکھ دیئے' چنانچہ اب میرے دل میں امید کی شعاع چمکی اور مجھے یقین ہوگیا کہ شاکا مجھے بخش دے گا لیکن افسوس ایسا نہ ہوا! کیونکہ یہ میری آزمائش کی ابتدا تھی۔

جانتے ہو موپو "شاکا نے کہا" جب ہماری ماں تمہارے کرال کے شعلوں میں جل رہی تھی تو اس نے عجیب باتیں کہی تھیں' اور یہ باتیں شعلوں کی زبانی ہم نے سنیں' اور یہ تھی شعلہ کی آواز کہ تم نے اپنی بہن بالکا اور ہماری دوسری بیویوں کے ساتھ ملکر ایک سازش کی تھی۔ اور یہ تھی سازش کہ تم ہمیں ایک بیٹا دو گے' حالانکہ ہم کوئی اولاد نہیں چاہتے تھے وہ الفاظ جو مرتے وقت مادر مہربان کی زبان سے ہم تک پہنچے تھے۔ چنانچہ بتاؤ موپو وہ لڑکا کہاں ہے۔ جنہیں تم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ہمارا مطلب اس لڑکے سے ہے جس کی آنکھوں شیر کی طرح ہیں اور جس کا نام اسلوپوگاس ہے۔ اور ہمارا مطلب اس لڑکی سے ہے جو کہ حسین ہے اور جس کا نام ناڈا ہے؟"

اور میں نے بتایا کہ کیا واقعہ ہوا۔ میں نے اسلوپوگاس کے شیرنی کا بچہ لانے پھر شیر کا ہم پر حملہ کرنے' شیر کا خاتمہ کرنے اور پھر شیرنی کے حملہ کرنے اور اسلوپوگاس کو اٹھالے جانے کا واقعہ پوری تفصیل سے سنا دیا۔

"شیر جیسی آنکھوں والے کو شیرنی اٹھالے گئی۔ اور یہ اچھا ہوا۔" شاکا بولا۔ رہی ناڈا تو اسے ہمارے بھالے سوازیوں میں تلاش کرسکتے ہیں اور کرلیں گے ہم اس طرف سے بھی مطمئن ہیں' چنانچہ اب مناسب ہوگا کہ ہم مادر مہربان کے الفاظ پر غور کریں جو اس نے شعلوں میں کہے تھے افسوس کے مادر مہربان مرگئی اور اب ہمیں کچھ نہیں بتاسکتی' چنانچہ موپو تم بتاؤ کہ اس نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ سچ ہے۔؟"

"نہیں شاہ عظیم۔ یہ غلط ہے' یقیناً مادر مہربان کا دماغ اس وقت ٹھکانے نہ رہا تھا۔ کیونکہ آسمان کی آگ انہیں جلا رہی تھی' شاہ عظیم یقین کریں کہ میں نے نہ تو اس قسم کی کوئی سازش کی تھی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ جانتا ہوں" "تم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے' ہو موپو؟" شاکا نے کہا اور نہایت ہی خوفناک نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "کیا

واقعی ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے موپو؟" خیر نہ جانتے ہو گے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم سردی کو محسوس کر رہے ہو۔ تمہارے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ ڈرو نہیں ہمارے وفادار تم اپنے ہاتھوں کو۔ ہم تم کو اسکی اجازت دیتے ہیں' اپنا یہ ہاتھ آگ میں رکھ دو۔"

اور اس نے سرخ ہتھی والے اپنے بھالے سے الاؤ کے اس حصہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آگ بہت تیز تھی۔ اور یوں اشارہ کر کے وہ ہنسا۔ بڑی بھیانک ہنسی تھی اس کی۔

اور اب' اے میرے آقا' میرا بدن حقیقت میں سرد ہو گیا۔ ہاں سرد ہو گیا۔ کیونکہ بہت جلد میری رگوں میں آگ کی لہر دوڑ جانے والی تھی' شاکا میرا امتحان لینا چاہتا تھا۔ مجھے آزمانا چاہتا تھا۔ اور بڑی کٹھن آزمائش تھی وہ ایک لمحے تک خاموش بیٹھا صورت حال پر غور کرتا رہا۔

"موپو! ہچکچاہٹ کیوں؟" شاکا نے گرج کر کہا "تم ہمارے وفادار ہو اور ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا جسم تو گرم رہے اور تمہارا ٹھنڈا۔" پھر اس نے اپنے مشیروں سے کہا۔ "موپو کا ہاتھ آگ میں رکھ دو کہ اس کا دل گرمی محسوس کرے اور ہم اس سے اس راز کے متعلق باتیں کریں۔ جو مادر مہربان نے آسمانی آگ کے شعلوں میں افشا کیا تھا اور اس لڑکے کے متعلق اس سے پوچھیں جو مادر مہربان کے بقول ہماری بیوی اور موپو کی بہن بالاکا کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

مشیروں کو تکلیف دینے کی کوئی ضرورت نہیں شاہ عظیم میں نے بے خوفی سے کہا۔ کیونکہ میں جانتا کہ میں نے اگر ذرا بھی خوف کا اظہار کیا تو مارا جاؤں گا ایک بار پھر مجھے خیال آیا کہ وہی دوا کھا کر اپنا خاتمہ کر لو جو کہ میں نے اپنے پاس چھپا رکھی تھی' لیکن میرے آقا زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی؟ اس کے علاوہ میرے دل میں انتقام کا لاوا ابل رہا تھا۔ اور مرنے کے بعد میں انتقام نہ لے سکتا تھا چنانچہ دل میں میں نے کہا "نہیں" ابھی مرنا ہے میں یہ اذیت برداشت کر لوں گا۔ موت تو کہیں گئی نہیں۔ چنانچہ جب بھی ضرورت ہو گی اسے بلا لوں گا۔

"میں شاہ عظیم کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خیر زولو کا حکم سر آنکھوں پر میں

آگ سے اپنے آپ کو گرماتا ہوں۔ جب تک میں اپنے آپ کو گرماتا رہوں آپ سوالات پوچھئے میری زبان سے سچ بات نکل گی میں نے بڑی بے خوفی سے کہا۔

اور اے میرے آقا! میں نے اپنا بایاں ہاتھ الاؤ میں جھونک دیا۔ لیکن اس جگہ نہیں جہاں شعلے تیز تند تھے بلکہ اس جگہ جہاں آگ نسبتاً بہت مدہم تھی۔ میری جلدی چونکہ پسینہ سے نم ہو رہی تھی۔ اس لئے چند ثانیوں تک تو میں نے جلن محسوس نہ کی حالانکہ شعلے میرے ہاتھ سے لپٹ گئے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ آگ بہت جلد میرے ہاتھ کے گوشت کو جلانے لگ جائے گی۔

ایک لمحہ تک شاکا خاموش بیٹھا مجھے دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، اور پھر رک رک کر بولنے لگا کہ آگ اپنا کام کر سکے۔

"موپو! اس نے کہا۔ سچ کہو کیا واقعی تم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے کہ باکا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔؟"

"شاہ عظیم" میں نے جواب دیا میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ کئی سال پہلے باکا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا گلا میں نے آپ کے حکم کے مطابق گھونٹ دیا تھا اور لاش آپ ملاحظہ فرما چکے تھے"

اب میرے ہاتھ کا پسینہ خشک ہو چکا تھا اور شعلے گوشت کو جلانے لگے تھے تکلیف ناقابل برداشت تھی لیکن میں نے اپنے بشرے سے تکلیف کا اظہار نہ کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر میرے بشرے سے پر سکون جذبات میں تغیر ہوا اگر میرے منہ سے چیخ نکل گئی تو میں اس امتحان میں پورا نہ اتروں گا اور نہایت ہی ہولناک موت میرا حصہ ہوگی۔

شاکا نے پھر کہا۔

"موپو" تم ہمارے سر کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ ہماری کسی اولاد کو تمہارے کرال میں دودھ نہیں پلایا گیا؟"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ شاہ عظیم، میں آپ کے سر کی قسم کھاتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

اور اب اے آقا' آگ مجھے جو تکلیف دے رہی تھی وہ اتنی شدید تھی کہ اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں' مجھے اپنی آنکھیں' حلقوں سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئیں میرا خون کھول رہا تھا۔ گرم کھولتا ہوا خون نہایت تیزی سے میرے دماغ کی طرف چلا اور اے میرے آقا خون کے دو قطرے میری آنکھوں سے نکل کر میرے گالوں پر بہنے لگے لیکن میں نے اپنا ہاتھ آگ میں سے نہ کھینچا اور نہ ہی چہرے سے تکلیف کے جذبات کا اظہار ہونے دیا۔ بادشاہ اور اس کے مشیر بڑی دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہے تھے شاکا ایک لمحہ تک خاموش رہا۔ اور وہ ایک لمحہ میرے لئے ایک طویل دور معلوم ہوا اور جب شاکا بولا تو ایسا معلوم ہوا جیسے ایک جگ بیت چکا ہو۔

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب تمہارے جسم میں گرمی آ گئی ہے۔ موپو! اپنا ہاتھ آگ سے کھینچ لو۔ ہمیں اطمینان سا ہو گیا۔ تم اس امتحان میں پورے اترے اور ہم نے جان لیا کہ تمہارے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اگر تمہارا دل صاف نہ ہوتا۔ اگر تمہارے دل میں سانپ سپنولئے کی طرح جھوٹ پل رہا ہوتا آگ اسے زبان دے دیتی اور تم چیخ پڑتے اور تمہاری یہ چیخ آخری ہوتی۔"

"شاہ عظیم!" میں نے کہا' آگ اس پر اثر نہیں کرتی جس کا دل صاف ہوتا ہے۔

اور یوں کہہ کر میں نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا' وہ کالا ہو گیا تھا کوئلے کی طرح انگلیاں اینٹھ کر مڑ گئی تھیں اور مڑی ہوئی انگلیوں سے ناخن غائب ہو چکے تھے۔ جلد جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ اور چربی باہر ابل آئی تھی۔ میرے آقا دیکھو یہ ہے وہ ہاتھ جسے میں نے آگ میں جھونکا تھا' تم میرے اس ہاتھ کو دیکھ سکتے ہو لیکن میں نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ میرے آنکھوں کی روشنی جا چکی ہے۔ دیکھ رہے ہو نا۔ میرے اس ہاتھ کو؟ اب یہ تمہارے ہاتھ کی طرح سفید ہے۔ سفید' خشک اور مردہ اور یہ ہیں اس آگ کی نشانیاں جو کہ برسوں پہلے شاہ کے جھونپڑے میں جل رہی تھیں۔ دیکھو وہ آگ اپنے آتشی بوسوں کے غیر فانی نشانات میرے اس ہاتھ پر چھوڑ گئی ہے اس رات کے بعد میں اپنے اس ہاتھ سے کوئی کام نہ لے سکا۔ لیکن میرا دایاں ہاتھ سلامت تھا اور میں اس سے کام لے سکتا تھا اور میں نے

اس سے کام لیا۔

"موپو!" معلوم ہوتا ہے کہ نوبیلا نے مرتے وقت تمہارے متعلق جھوٹی پیشگوئی کی تھی۔" شاکا نے کہا۔ موپو ہمیں یقین ہے کہ تم بے گناہ ہو اور تمہاری بہن بالکا بھی بے گناہ ہے۔ نوبیلا نے مرتے وقت جو کچھ کہا تھا وہ غالباً ہمیں تم سے بدظن کرنے کے لئے کہا تھا مادر مہربان نے شعلوں میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ بھی غلط ہے۔ موپو! تم خوش قسمت ہو کہ نوبیلا اور مادر مہربان جھوٹی ثابت ہوئیں ورنہ تم جانو اس معاملہ میں ہماری قسمت اور وعدہ بھی تم کو نہیں بچا سکتا تھا۔ لیکن ہماری ماں تمہارے کرال میں تمہارے کنبہ کے ساتھ جل کر خاک ہوئی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ کی تہہ میں کسی شریر ساحر کا سحر کام کر رہا ہے۔ موپو! زولینڈ میں ماتم ہوگا۔ ہم اور تم بھی ماتم کریں گے اور ایسا ماتم ہوگا یہ کہ چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ موپو! ہماری مملکت میں بسا ہوا ہر شخص بوڑھے سے لے کر بچہ تک اس ماتم میں شریک ہوگا اور اس صبح پھر ایک ویسا ہی دربار منعقد ہوگا۔ اور چڑیلوں' ساحروں اور سازیشوں کو سونگھا جائے گا لیکن اس دفعہ ساحر نہ آئیں گے ہم اور تم ساحر ہوں گے ہم اور تم سونگھیں گے ہم ان لوگوں کو سونگھیں گے جنہوں نے ہم پر یہ غم کا پہاڑ توڑا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری ماں مر جائے اور ہم خاموش بیٹھے رہیں' یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی ساحر اپنا سحر آزما جائے اور ہم انتقام نہ لیں۔ نہیں' ایسا نہ ہوگا مادر مہربان اور تمہارے کنبہ کا خون بے انتقام نہ رہے گا۔ ہم انتقام لیں گے۔ ہم تمہارا کلیجہ ٹھنڈا کریں گے۔ موپو' جاؤ موپو' ہم تمہارے جسم میں گرمی پہنچا چکے ہیں' دیکھو! کتنے مہربان ہیں ہم تم پر' اور ہم تم سے بہت خوش ہیں موپو۔"

وہ چند ثانیوں تک میری طرف دیکھتا رہا۔

"موپو' جاؤ۔ ہم تم سے بہت خوش ہیں اور اس بات پر تم جتنا بھی فخر کرو کم ہے جاؤ۔ اب آرام کرو۔ اور اس نے اپنے بھالے سے دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔

مشورہ

میں اٹھا' میں نے بادشاہ کی تعریف کی اور جھونپڑے سے باہر آگیا اب تک میں اپنے جلے ہوئے ہاتھ کی تکلیف خاموشی سے برداشت کرتا رہا تھا۔ لیکن جب میں جھونپڑے سے دور نکل آیا۔ تو میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں کراہتا اور چیختا پاگل کتے کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگا' یہاں تک کہ میں ایک ایسے شخص کی جھونپڑی کے سامنے پہنچ گیا جو کہ میرا دوست تھا۔ اتفاق سے مجھے وہاں چربی مل گئی' میں نے بے تابانہ طور سے اپنے ہاتھ چربی کے ڈھیر میں گھسیڑ دیا' لیکن مجھے چین نہ آیا۔ چنانچہ میں نے پھر اپنے ہاتھ پر چربی ملی' اور اس پر نرم کھال لپٹی اور اپنے دوست کی جھونپڑی سے باہر آگیا کیونکہ حد سے بڑھی ہوئی تکلیف مجھے چین لینے نہ دیتی تھی' میں پھر پاگل کتے کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگا اور اس جگہ پہنچ گیا' جہاں کبھی میری جھونپڑیاں تھیں' وہ حصار جو جھونپڑیوں کے چاروں طرف بنایا گیا تھا۔ جوں کا توں کھڑا تھا۔ کیونکہ آگ اس تک پہنچی نہ تھی۔ میں اندر پہنچا۔ اس طرف میری جھونپڑ۔یوں کی راکھ کے انبار پڑے تھے۔ میں اسی راکھ پر چلنے لگا۔ میرے پیروں پر کچھ نکیلی اور سخت چیزیں چبھ گئیں' چاند طلوع ہو گیا تھا۔ اور اس کی چاندنی میں ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ سخت اور نکیلی چیزیں جو میری پیروں میں چبھی تھیں' نہ جھونپڑیوں کی بلیاں تھیں اور نہ پتھر۔ آہ! میرے آقا' وہ میری بیوی اور دوسرے بچوں کی ہڈیاں تھیں۔ اب میرے آنسو نہ تھم سکے' میں رونے اور راکھ پر لوٹنے لگا۔ ہاں اس راکھ پر جس میں میرے پیاروں کی ہڈیاں تھیں اور یہ راکھ بھی میری جھونپڑی کی تھی۔ اور میرے بیوی بچوں کی تھی۔ جو جھونپڑیوں کے ساتھ جل مرے تھے' اے میرے آقا۔ ایسے واقعات ہوئے تھے۔ شاکا کے دور حکومت میں اور ایسا ظلم صرف مجھ پر نہ ہوا تھا بلکہ بہت سوں پر ہوا تھا۔ بے بات کی بات پر کسی کو قتل کروا دینا۔ اس کے خاندان کو نیست و نابود کر دینا اور کرالوں میں آگ لگا دینا' شاکا کے گویا دلچسپ مشاغل تھے۔

میں اپنے کرال اور اپنی بیویوں اور بچوں کی راکھ میں لوٹتا اور تڑپتا رہا میں نے شاکا کی

جھونپڑی ہی میں کیوں نہ زہر کھالیا؟ کیوں نہ اپنے جلے ہوئے کرال میں پہنچتے ہی میں نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا اور کیوں نہ اپنی تمام تکلیفوں اور غموں کا خاتمہ کرلیا؟ جی ہاں۔ میں نے ایسا نہ کیا میں نے سخت تکلیف اور شدید غم برداشت کئے اور زندہ رہا۔ کیونکہ میری موت شاکا کی آخری فتح تھی اور میں نہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ پر فتح حاصل کرے میں آگ کی آزمائش میں پورا اترا تھا چنانچہ ایک بار پھر مجھے عروج حاصل ہونے والا تھا۔ ایک بار میں پھر عظیم بننے والا تھا اور میں نے عظیم بننے اور عروج حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہاں ..... میں نے سوچا ..... میں اپنا درد ظاہر نہ کروں گا۔ میں اپنا غم چھپاؤں گا اور شاکا کا اعتبار حاصل کروں گا۔ کہ اس سے انتقام لے سکوں' اے میرے آقا! اپنے کرال اور عزیزوں کی راکھ میں لوٹتے وقت میں نے آما ٹونگو (اجداد کی روحیں) اور اپنی محافظ روح کو پکارا اور میں نے ام کلو کلو کو بھی پکارا اور ان سب کو پکار کر میں نے کہا کہ میں انتقام لینے کے لئے زندہ رہا ہوں اور شاکا کو اسی طرح قتل کروں گا جس طرح کہ اس نے میری بیوی اور بچوں کو قتل کیا ہے۔ اور پھر میں سو گیا۔ اس رات میں نے ایک خواب دیکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواب دراصل میری پکار کا جواب تھا۔ بہرحال میں نے دیکھا کہ میں ایک دریا کے کنارے کھڑا ہوں۔ وہاں دھند سی چھائی ہوئی ہے اور اندھیرا سا ہے لیکن دور۔ بہت دور روشنی نظر آرہی ہے جیسے طوفانی رات کے بعد پو پھٹ رہی ہے اور اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ نرسلوں کے جھنڈ ہوا کے جھونکوں سے جھوم رہے ہیں اور میں نے دیکھا کہ نرسلوں کے جھنڈوں میں سے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں مرد' عورتیں اور بچے نکل رہے ہیں یہ لوگ دریا میں کود پڑے اور دریا کی موجیں انہیں تھپیڑے دینے لگیں' اے میرے آقا! وہ لوگ جنہیں میں نے دریا میں دیکھا۔ سب کے سب سیاہ فام تھے اور سب کے سب زولو تھے اور میں نے دیکھا کہ جو دریا میں کود پڑے تھے اور ان میں سے چند تو تیر کر کنارے پر آگئے اور دوسرے دریا میں ہی کھڑے رہے اور اے میرے آقا! میں نے ان لوگوں کی صورتیں دیکھیں جو کہ دریا میں تھے۔ ان گنت تھے وہ لیکن اس میں سے اکثروں کو میں جانتا تھا۔ اس انبوہ میں' میں نے شاکا کو دیکھا اور اپنے آپ کو دیکھا اور شاکا

کے بھائی ڈنگان کو دیکھا اور امسلوپوگاس کو دیکھا اور اپنی بیٹی ناڈا کو دیکھا اور اب پہلی دفعہ مجھے خود احساس ہوا کہ امسلوپوگاس حقیقت میں مرا نہ تھا۔ بلکہ کہیں گم ہو گیا تھا۔ اور اب میں نے دیکھا کہ میں گھوم گیا ہوں۔ اور اس کنارے کی طرف دیکھ رہا ہوں جہاں میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کنارے سے دور' بہت دور ایک عظیم الشان کالی چٹان ہے اور اس چٹان میں ہاتھی دانت کے دروازے ہیں اور ان دروازوں کے پیچھے سے روشنی آ رہی ہے اور ہنسی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ اس چٹان میں دوسرے دروازے بھی تھے' لیکن یہ کالے دروازے تھے جیسے کوئلے کے ہوں اور ان درازوں میں سے اندھیرا نکل رہا تھا اور کراہوں کی آوازیں آ رہی تھیں' میں نے دیکھا کہ ان دروازوں کے سامنے ایک چبوترا ہے' اس چبوترے پر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ عورت سروقد ہے' سفید فام ہے' سفید کپڑوں میں ملبوس ہے اس کے بال سونے کے تاروں کی طرح ہیں اور اس کا چہرہ دوپہر کے سورج کی طرح چمک رہا ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ لوگ جو دریا سے نکل کر آتے ہیں' اس عورت کے سامنے اس طرح کھڑے ہوئے ہیں کہ سر سے پاؤں تک بھیگے ہوئے ہیں' اور ان کے جسموں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ ان لوگوں نے چیخ کر کہا۔

"سلام ہو تجھ پر اے انکوسازانڈوزولو۔ سلام ہو تجھ پر اے آسمانوں کی ملکہ"

اور وہ عورت جو چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھی اور جس کا چہرہ دوپہر کے سورج کی طرح تھا۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک عصا لئے ہوئے تھی وہ عصا جو کہ اس کے دائیں ہاتھ میں تھا۔ سفید اور ہاتھی دانت کا تھا اور وہ عصا جو اس کے بائیں ہاتھ میں تھا کالا تھا اور آبنوس کا تھا اور جب ان لوگوں نے جو چبوترے کے سامنے آ گئے تھے اسے سلام کیا تو اس نے پہلی دفعہ سفید عصا سے سفید دروازوں کی طرف اشارہ کیا جہاں سے روشنی آ رہی تھی اور ہنسی کی آوازیں آ رہی تھیں اور کالے عصا سے اشارہ کیا جہاں سے اندھیرا نکل رہا تھا۔ اور کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور جب اس نے اشارہ کیا تو وہ لوگ جنہوں نے اسے سلام کیا تھا پلٹے اور چند روشنی کے سفید دروازہ میں اور بقیہ اندھیرے کے کالے دروازوں میں چلے گئے۔

میں وہاں کھڑا ہی تھا کہ فوراً ہی چند لوگ دریا کی طرف سے آئے میں نے ان کی طرف دیکھا اور انھیں پہچان لیا ان آنیوالوں میں شاکا کی ماں اوناندی تھی میری بیوی ماوسائی تھی' میرا بیٹا ماوسا تھا اور میری دوسری بیویاں اور بچے تھے اور وہ لوگ تھے جو میرے کنبہ کے ساتھ میرے کرال میں جل کر مرے تھے

یہ لوگ آسمان کی ملکہ کے سامنے آن کھڑے ہوگئے اور ان لوگوں نے آسمان کی ملکہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"سلام تجھ پر اے ان کو سازانڈو زولو۔"

چنانچہ ان کو زانڈو زولو نے کہا۔ جو ہماری مقدس ترین دیوی ہے اپنے سفید' عصا سے ہاتھی دانت کے دروازوں کی طرف اشارہ کیا لیکن اوناندی اور ماوسائی و دوسرے لوگ اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہے اور ہاتھی دانت کے دروازوں کی طرف نہ گئے۔ اور اب پہلی دفعہ اس دیوی نے اپنی زبان کھولی اس کی آواز بڑی مرعوب کن تھی'

"جاؤ۔ اے میری قوم زولو کے بچو جاؤ۔ انصاف اور خوشی کے اس دروازے میں جاؤ جاؤ۔ جاتے کیوں نہیں؟"

لیکن وہ اب بھی نہ گئے۔ بلکہ آسمانوں کی ملکہ کے سامنے کھڑے رہے اپنے اس خواب میں میں نے شاکا کی ماں اوناندی کو بولتے ہوئے سنا۔

"ہم یہاں اس لئے رکے ہوئے ہیں آسمانوں کی ملکہ کے ہم انصاف کے طلب گار ہیں ان سے انصاف کیا جائے جنہیں قتل کیا گیا ہے اور اسے سزا دی جائے جس نے قتل کیا ہے میں دنیا میں مادر آسمان کے نام سے مشہور تھی اور میں انصاف چاہتی ہوں اپنا۔ اور ان کا جنہیں بے گناہ قتل کیا گیا ہے!"

"اس ظالم کا نام کیا ہے؟ ان کو سازانڈو زولو نے پوچھا۔"

"اس کا نام شاکا ہے شاہ زولو شاکا" اوناندی نے کہا' شاکا میرا ہی بیٹا ہے"

"ہاں۔ ہم اس نام سے واقف ہیں کیونکہ جو بھی آتا ہے اس کے خلاف ایک نہ ایک شکایت اور انصاف کی درخواست لے کر آتا ہے۔ آسمانوں کی ملکہ نے کہا اور ابھی بہت

سے آئیں گے جو انصاف اور انتقام کے طالب ہوں گے اسے اونانڈی اور اے موپو کی بیویوں گھبراؤ نہیں شاکا سے انتقام لیا جائے گا۔ اور وہ ہاتھ جو شاکا سے انتقام لے گا۔ کسی اور کا نہیں خود موپو کا ہاتھ ہوگا اور میں اس کی راہبری کروں گی' اور میں جیسا چاہوں گی موپو ویسا ہی کرے گا میں اسے بتاؤں گی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ میں اسے بتاؤں گی کہ شاکا سے انتقام کس طرح اور کب لیا جائے گا۔ موپو اس دنیا میں جہاں سے تم آئی ہو شاکا سے تمہارا اور بہت سوں کا انتقام لے گا اس کے لئے ہم نے موپو کو منتخب کرلیا ہے اے میرے بچو! اب تم اطمینان اور سکون سے سفید دروازوں میں جاؤ۔ شاکا کی موت لکھی جا چکی ہے۔ چنانچہ یوں دیکھا میں نے اور ایسا تھا وہ خواب جو میں نے اپنے کرال کی راکھ میں اور بچوں کی ہڈیوں میں لوٹنے کے بعد دیکھا تھا۔ اور ایسا تھا وہ خواب جس میں میں نے آسمانوں کی ملکہ کے دیدار کئے تھے اس کے بعد دو دفعہ میں نے اس دیوی کو دیکھا لیکن عالم رویا میں نہیں بلکہ جاگتے میں اور اسی دنیا میں جس کا ذکر میں کسی اور وقت پر کروں گا' تو اے میرے آقا! خوش قسمت ہوں میں کہ میں نے تین دفعہ اسے دیکھا جسے مرنے سے پہلے دیکھنا ممکن نہیں۔ آپ کہیں گے شدید تکلیف اور غم کے باعث میرا دماغ ٹھکانے نہ رہا تھا اور وہ خواب دراصل میرے بھٹکے ہوئے خیالات کی اختراع تھا۔ ممکن ہے ایسا ہو بہرحال جو کچھ میں نے دیکھا بیان کردیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا میں نے دیکھا تھا۔

جب میں بیدار ہوا تو آسمان صبح کی روشنی سے بھورا ہو رہا تھا۔ یہ میرے جلے ہوئے ہاتھ کی ٹیسیں تھیں' جنہوں نے مجھے نیند سے یا شاید غنودگی سے بیدار کردیا تھا میں اٹھا' اپنے بدن پر سے راکھ جھاڑی اور اپنے جلے ہوئے کرال سے باہر آگیا تاکہ نہا دھو کر اپنے جسم کو راکھ اور غلاظت سے پاک کروں' پھر میں واپس آکر شاہی جھونپڑے کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور بادشاہ کی بیویوں کا انتظار کرنے لگا۔ جو کہ رسم کے مطابق روزانہ صبح پانی بھرنے جایا کرتی تھیں مجھے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ آخر کار بادشاہ کی بیویاں یکے بعد دیگرے آنے لگیں میں نے اپنا لبادہ اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے اور یوں اپنا منہ چھپا کے میں اپنی بہن بالکا کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ آخر کار بالکا بھی اپنے جھونپڑے سے

باہر آئی' اس کے بشرے سے غم و اداسی عیاں تھی' اور وہ اپنے سر پر صراحی سنبھالے آہستہ آہستہ چل رہی تھی میں نے آہستہ سے اس کا نام لیا۔ وہ ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی اور پھر بادشاہ کی دوسری بیویوں کی نظر بچا کے ایلوے کی جھاڑیوں کے پیچھے چلی گئی جب بادشاہ کی بیویاں دور چلی گئیں تو میں بھی اٹھ کر جھاڑیوں کے پیچھے پہنچا' بالکا میری منتظر تھی'

"بالکا! منحوس گھڑی تھی' وہ جب میں نے تیری بات سنی" میں نے کہا۔

"تیری اور مادر مہربان کی بات سنی تھی اور تیرے بیٹے کی جان بچائی تھی۔ دیکھ انجام کیا ہوا اس کا۔ میرا پورا خاندان تباہ کر دیا گیا۔ سب مر گئے۔ مادر مہربان بھی مر گئی اور خود مجھے آگ کی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ دیکھ لے بالکا دیکھ لے۔ میں جلایا گیا ہوں

"موپو!" بالکا نے کہا۔ "میرے بھائی! اگر میرا بیٹا اسلوپوگاس نہ مرگیا ہوتا' جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے' تو جو کچھ ہوا ہے مجھے اس کا غم نہ ہوتا؟"

"کسی بھی عورت سے سوائے خود غرضی کے اور کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ میں تیرا بھائی ہوں کیا تجھے میری بربادی کا ذرا بھی غم نہیں بالکا!"

"بھائی! تم دوسرے اور تازہ بیج بو سکتے ہو' دوبارہ پھل پھول اگا سکتے ہو لیکن میرے لئے کوئی امید نہیں کیونکہ اب بادشاہ میرے پاس نہیں آتا وہ میرے ساتھ نہیں ہوتا۔ پاس آنا اور سونا تو ایک طرف رہا اب وہ میری طرف دیکھتا تک نہیں' مجھے تمہاری بربادی کا بے شک غم ہے لیکن اسلوپوگاس میرا اپنا خون تھا' میری امیدوں کا سہارا تھا۔ چنانچہ مجھے اس کی موت کا زیادہ غم ہے۔ تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ شاکا نے مجھے بخش دیا ہے نہیں میرے بھائی شاکا مجھے قبر کے لئے منتخب کر چکا ہے میں بھی ابھی چند دنوں کی مہمان ہوں وہ دن دور نہیں جب کہ میں بھی اس راستہ جاؤں گی جس راستہ تمہاری بیویاں اور بچے گئے ہیں۔ شاکا میرے ساتھ گویا کھیل رہا ہے اس طرح جس طرح کے تیندوا اپنے شکار سے کھیلتا ہے اور اپنے ناخنوں اور دانتوں سے اسے تکلیف پہنچاتا ہے اور جب اس کا کھیل سے جی بھر جاتا ہے۔ تو اپنے شکار کو کھا لیتا ہے لیکن مجھے اپنی موت کی پروا نہیں۔ البتہ مجھے اسلوپوگاس کی موت کا غم ہے ایسا لڑکا پورے ملک میں نہ تھا۔ کاش کہ میں جلد مر جاؤں۔ اور دوسری

دنیا میں اپنے بیٹے کو تلاش کرلوں
"اور اگر میں کہوں کہ اسلوپوگاس زندہ ہے تو؟"
"کیا کہا' موپو؟" وہ میری طرف گھوم گئی اور حیرت سے میری صورت تکنے لگی۔ "پھر کہو موپو' پھر کہو۔ آہ! میں ایک دفعہ نہیں سو دفعہ اپنے بیٹے پر سے قربان ہوجاؤں گی۔ کیا واقعی وہ زندہ ہے؟"
"نہیں بالکا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ البتہ گزشتہ رات میں نے ایک خواب دیکھا تھا' جس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلوپوگاس مرا نہیں ہے۔"
اور میں نے اسے اپنا خواب سنا دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ خواب دیکھنے سے پہلے کیا ہوا تھا۔

"موپو! میں سمجھتی ہوں کہ تمہارا خواب جھوٹا نہیں ہے۔" بالکا نے کہا "تم شروع سے ہی عجیب و غریب قوتوں کے مالک رہے ہو۔ اور مستقبل کے دروازے اکثر تمہارے سامنے کھل گئے ہیں۔ اور فاصلے سمٹ گئے ہیں اب مجھے یقین ہوگیا ہے۔ کہ اسلوپوگاس زندہ ہے۔ اب میں خوشی سے اپنی جان دوں گی۔ موپو! تم مجھے تسلی دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں جانتی ہوں کہ میری موت قریب ہے بادشاہ کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھ رہی ہوں' لیکن مجھے اپنی موت کی کوئی پروا نہیں ہے' ذرا بھی پروا نہیں بشرطیکہ شہزادہ اسلوپوگاس زندہ ہو۔"

"بالکا! تیری محبت پاگل پن کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔" میں نے کہا "تیری اسی محبت نے ہم پر غم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ تیری محبت بے فائدہ اور بے کار ہو۔ کیونکہ ہماری قسمت پلٹ گئی ہے۔ بتاؤ۔ اب میں کیا کروں؟ فرار ہوجاؤں یا قسمت پر بھروسہ کرکے یہیں بیٹھ رہوں"
"نہیں موپو۔ تمہیں یہیں ٹھہرنا ہے۔ سنو! شاکا نے اپنی ماں کو قتل کردیا ہے لیکن اب وہ ڈر رہا ہے کہ کہیں لوگ اس کے خلاف نہ ہوجائیں' چنانچہ اس نے یہ مشہور کردیا ہے کہ اونانڈی اس آگ میں جل مری جو کہ آسمان سے تمہارے کرال پر نازل ہوئی تھی' اور

کسی ساحر نے اپنے سحر سے بھیجی تھی۔ جیسا کہ اس نے تم سے کہا تھا۔ زولو لینڈ میں اور ایک انگو مبو کو ہوگا۔ جس میں ساحر نہیں بلکہ شاکا اور اس کے ساتھ خود تم ساحروں اور چڑیلوں کو سونگھو گے اور اس انگو مبو کو میں شاکا ان سب لوگوں کو قتل کروے گا جن سے وہ ڈرتا ہے اور جن کی طرف سے بغاوت کا خطرہ ہے۔ شاکا جانتا ہے کہ کون لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں' کون اس کے مظالم کو پسند نہیں کرتے۔ اور کون جانتے ہیں کہ خود اس نے اپنی ماں کا خون کیا ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت' صرف اسی مقصد کے تحت وہ تمہیں زندہ رکھے گا موپو اور ایک بار پھر تمہیں عظیم اور بارسوخ بنادے گا کیونکہ اگر اس کی ماں سحر کی شکار ہوئی ہے جیسا کہ وہ ظاہر کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ تمہارا کنبہ بھی سحر کا شکار ہوا ہے۔ چنانچہ فرار ہونے کا خیال اپنے دل میں نہ لاؤ اور یہیں ٹھہر کر ایک بار پھر اپنا ایک خاص مقام حاصل کرلو اور یہ تمہیں صرف اس لئے کرنا ہے کہ شاکا سے انتقام لے سکو' تمہارا دل بے شک چھلنی ہوگیا ہے تم پر ظلم ہوا ہے لیکن تمہیں انتقام لینا ہے اور انتقام لینے کے لئے تمہیں زندہ رہنا ہے۔ بہت جلد میں بھی اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گی اور اگر تم فرار ہوگئے تو میرا خون بھی بے انتقام پڑا رہے گا۔ اور میری روح آخر تک "انتقام انتقام" چلاتی رہے گی اور کوئی اسے خاموش کرانے والا نہ ہوگا۔ موپو! زولو لینڈ میں دوسرے شہزادے بھی تو ہیں۔ بادشاہ کے بھائیوں ڈنگان' ام لابانگانہ' او اوم پانڈا کے متعلق کیا کہتے ہو تم؟ کیا یہ تینوں بادشاہ بننے کے خواب نہیں دیکھ رہے؟ کیا یہ تینوں ایک ایک خوف کے عالم میں نہیں جیتے؟ کیا تینوں ہر رات یہ سوچ کر نہیں سوتے کہ دیکھئے کل کا سورج دیکھنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟ میرے بھائی! ان شہزادوں سے قریب ہوجاؤ۔ ان کا اعتبار حاصل کرلو ان سے مشورہ کرو اور انہیں مشورہ دو تاکہ شاکا کو آخر میں اسی راستے پر چلتا کیا جائے جس راستے تمہارا کنبہ گیا ہے اور میں بھی جانے والی ہوں۔"

اور یوں کہہ کر بالکا چلی گئی اور میں اس کی باتوں پر غور کرتا رہ گیا اور دل ہی دل میں یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا کہ بالکا کا مشورہ مناسب اور قابل عمل تھا میں جانتا تھا کہ بادشاہ کا سایہ اپنے بھائیوں پر بوجھل پڑ رہا تھا اور وہ تینوں موت کے خوف سے ہر گھڑی سہمے

رہتے تھے پانڈا کے ساتھ کوئی کام بن نہ سکتا تھا اسے اکسانا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور تھا کیونکہ وہ بڑی پر سکون زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور کسی معاملہ میں کوئی حصہ نہ لیتا تھا۔ زولو لینڈ میں وہ "بے وقوف" کے نام سے مشہور تھا۔ البتہ ڈنگان اور ام لاہانگانہ مختلف مٹی سے بنے تھے۔ کوئی ہوشیار شخص ڈنگان اور ام لاہانگانہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ان سے ایک ایسا ڈنڈا بنا سکتا ہے جس سے شاکا کو بھی پاش پاش کیا جاسکے لیکن ان دونوں سے بات چیت کرنے کا وقت ابھی نہ آیا تھا۔ شاکا کی زندگی کا پیالہ ابھی لبریز نہ ہوا تھا۔

چنانچہ بالکا کے مشورے پر ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد میں اٹھا اور اپنے ایک دوست کی جھونپڑی میں پہنچا اور اپنے جلے ہوئے ہاتھ کی مرہم پٹی کرانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا ایک پیغامبر مجھے تلاش کرتا ہوا آیا۔ شاکا نے مجھے طلب کیا تھا!

میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا' اسے سجدہ کیا اس کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا' اس کے خطابات دہرائے' شاکا نے آگے بڑھ کر خود اپنے ہاتھوں سے مجھے اٹھایا۔ اور بے حد ملائم آواز میں اور دوستانہ لہجہ میں کہا:۔

"اٹھو' موپو۔ اٹھو' ہمارے وفادار' ہم جانتے ہیں کہ کسی شریر ساحر نے تمہارے دل کو دکھ پہنچایا ہے' ہم نے اپنی ماں کو گنوایا اور تمہاری بیویاں اور بچے نہ رہے' ہمارے وفادار امراء' خوب روؤ' ماتم کرو' کیونکہ ہمارے سر سے مادر مہربان کا سایہ اٹھ گیا۔ ماتم کرو۔ کیونکہ ہمارا موپو اکیلا رہ گیا۔"

چنانچہ جتنے بھی لوگ وہاں موجود تھے۔ نہایت اونچی آواز میں رونے اور ماتم کرنے لگے اور شاکا غضب ناک نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"موپو!" جب ماتم کا شور تھما۔ تو شاکا نے کہا۔ کوئی ہمیں ہماری ماں واپس نہیں دے سکتا۔ لیکن ہم تمہیں دوسری بیویاں دے سکتے ہیں اور تم ان سے بچے پیدا کرسکتے ہو۔ جاؤ۔ موپو' ان کنواری لڑکیوں کے جھرمٹ میں جاؤ جو ہم نے اپنے لئے منتخب کی ہیں' ان لڑکیوں میں سے چھ لڑکیاں تم اپنے لئے پسند کرلو ہمارے مویشیوں کے کرال میں جاؤ۔ اور سو بہترین گائیں اور بیل اپنے لئے منتخب کرلو۔ ہمارے خاص خادموں سے کہو کہ وہ تمہارے

لئے ایک نیا اور عمدہ کرال تیار کر دیں یہ چیزیں ہم تم کو بخشتے ہیں اور ہم تمہیں کچھ اور بھی دیں گے۔ ہم تمہارا دل ٹھنڈا کریں گے اور ہم تمہاری طرف سے انتقام لیں گے۔ نئے چاند کے پہلے دن ہم ایک زبردست مجلس طلب کریں گے۔ یہ "بندحالا" پورے زولو قبائل اور اس کی شاخوں کا ہو گا۔ اور ہم تمہارے قبیلے لنگانی کو بھی طلب کریں گے۔ اور پھر ہم اپنے مصائب کا ماتم کریں گے اور اسی دن ہمیں معلوم ہو گا کہ ہم پر کسی نے سحر چلایا ہے۔ جاؤ موپو۔ ہمارے مشیر اور وفادار تم بھی جاؤ تاکہ ہم اکیلے میں اپنی ماں کی موت کو روئیں۔"

چنانچہ اے میرے آقا' میری بہن بالکا کے اندازے کا پہلا حصہ صحیح ثابت ہوا' اور یوں بادشاہ کی عیارانہ سیاست کی وجہ سے ایک بار پھر میں امیر بن گیا۔ اور زولو لینڈ میں میں نے ایک الگ مقام حاصل کر لیا...... میں نے بادشاہ کے مویشیوں میں سے تگڑے مویشی اور لڑکیوں میں خوبصورت اور جوان لڑکیاں اپنے لئے پسند کر لیں۔ لیکن عورتوں سے میری دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔ میں اپنی نئی بیویوں کے پاس نہ جاتا تھا چنانچہ پھر میرے کوئی اولاد نہ ہوئی بادشاہ کے جھونپڑے میں جلتے ہوئے الاؤ نے میری ساری خواہشات جلا کر خاک کر دی تھیں' میرے دل میں کچھ نہ تھا سوائے غم کے' میرے دل میں کچھ نہ تھا' سوائے جذبہ انتقام کے۔

غالازی بھیڑیا

اب اے میرے آقا' میں خود اپنی کہانی کو یہیں چھوڑ کر پچھلے واقعات بیان کرتا ہوں' کیونکہ میری کہانی خاصی طویل اور بہتے ہوئے دریا کی طرح ہزاروں موڑ مڑتی ہوئی اور شاخ در شاخ ہے چنانچہ اب میں یہ بتاؤں گا کہ شیرنی کے اٹھا لے جانے کے بعد اسلوپوگاس کے ساتھ کیا واقعہ ہوا۔ اسلوپوگاس نے اپنی کہانی بعد میں مجھے سنائی تھی'

اسلوپوگاس کو منہ میں لٹکائے شیرنی چھلانگیں لگاتی بھاگی۔ اسلوپوگاس نے اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے ایک دو دفعہ ہاتھ پاؤں چلائے تو شیرنی نے اپنی گرفت مضبوط کرلی اور اسی کے دانت اسلوپوگاس کے جسم میں چھبنے لگے چنانچہ اس نے مزید جدوجہد نہ کی اور اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر مردے کی طرح شیرنی کے منہ میں لٹکا رہا۔ اور جب شیرنی اسے لئے جارہی تھی' تو اسلوپوگاس نے گردن گھما کر نیچے دیکھا اور اسے نظر آیا کہ روتی ہوئی اور چیختی ہوئی ناڈا پوما میں سے نکل آئی تھی۔ اسلوپوگاس نے ناڈا کی آواز بھی سنی جو کہہ رہی تھی۔ "آہ! بچاؤ اسے بچاؤ۔"

اسلوپوگاس نے ناڈا کو دیکھا' اور اس کی آواز سنی لیکن وہ زیادہ دیر تک اسے نہ دیکھ سکا اور وہ زیادہ دیر تک اس کی آواز نہ سن سکا کیونکہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی' تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آیا' تو اس نے اپنی ران میں جہاں شیرنی نے اپنے دانت گاڑے تھے۔ درد محسوس کیا ساتھ ہی اس نے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ قریب ہی شیرنی کھڑی تھی۔ جس نے اسلوپوگاس کو زمین پر ڈال دیا تھا۔ یعنی اب وہ شیرنی کے منہ میں نہ تھا۔ شیرنی غصہ سے غرا رہی تھی۔ اور اس کے سامنے ایک نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ یہ لڑکا بلند قامت' مضبوط اور دوہرے بدن کا تھا۔ اس کے بشرے سے سنجیدگی اور کرختگی عیاں تھی۔ وہ اپنے جسم پر بھیڑیئے کی کھال اس طرح ڈالے ہوئے تھا۔ کہ بھیڑیئے کا اوپری حصہ کا جبڑا اور اس کے لانبے لانبے دانت نوجوان کے سر پر تھے۔ یہ نوجوان شیرنی کے سامنے چیخ چلا رہا تھا۔ اور گویا اسے گھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں

جنگی ڈھال اور دوسرے میں ایک زبردست ڈنڈا لئے ہوئے تھا۔ جس پر تار لپٹے ہوئے تھے۔

اور اب شیرنی چھلانگ لگانے کے لئے زمین پر بیٹھ گئی وہ نہایت بھیانک آواز میں غرا رہی تھی لیکن ڈنڈے اور بھیڑیئے کی کھال اوڑھے ہوئے نوجوان نے شیرنی کے حملہ کا انتظار نہ کیا۔ بلکہ خود ہی آگے بڑھ کر شیرنی پر حملہ کردیا۔ اس کا ڈنڈا شیرنی کے سر پر پڑا۔ ضرب شدید تھی' لیکن ڈنڈے کی یہ ضرب شیرنی کا خاتمہ نہ کر سکی' کیونکہ شیرنی ایک دم اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑی ہوگئی اور اس نے نوجوان کی طرف تھپڑ چلا دیا نوجوان نے شیرنی کا تھپڑ اپنی ڈھال پر لیا۔ لیکن شیرنی کا حملہ اتنا سخت تھا۔ اور خود شیرنی اتنی وزنی تھی۔ کہ نوجوان کا ہاتھ لرز کر کہنی میں سے اندر کی طرف مڑ گیا' ڈھال اس کے سینہ سے جا لگی اور نوجوان اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا' چنانچہ لڑکھڑا کر چت گرا اور ڈھال کے نیچے پڑا۔ زخمی بھیڑیئے کی طرح چلانے لگا۔ اب شیرنی اس پر سوار ہوگئی لیکن نوجوان چونکہ ڈھال سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس لئے شیرنی اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکی اسلوپوگاس نے دیکھا کہ نوجوان زیادہ دیر تک اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا کیونکہ بہت جلد شیرنی ڈھال کو موڑ دے گی یا اپنے تھپڑوں سے اسے اٹھا کر دور پھینک دے گی۔ اور نوجوان کو پھاڑ کھائے گی شیرنی کے سینے میں اب تک اسلوپوگاس کا ٹوٹا ہوا بھالا پیوست تھا اور اس کا پھل شیرنی کے سینہ میں دور تک اترا ہوا تھا اب یہ خیال اسلوپوگاس کے دل میں آیا کہ وہ یا تو اس بھالے کو شیرنی کے سینہ میں اور گہرا اتار دے گا یا خود مارا جائے گا۔ چنانچہ آخری فیصلہ کرکے وہ تیزی سے اٹھا۔ کیونکہ اس صورت حال میں اس کی قوت عود کر آئی تھی۔ اور وہ اٹھا اور اس طرف دوڑا جہاں شیرنی ڈھال کے نیچے پڑے ہوئے نوجوان کو رگید رہی تھی۔ شیرنی نوجوان کو رگیدنے اور اس سے ڈھال چھڑانے کی کوشش میں ایسی منہمک تھی' کہ اسلوپوگاس کی طرف متوجہ نہ ہوئی' اسلوپوگاس شیرنی کے عین سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹوٹے ہوئے بھالے کی ہتھی کو پکڑا' اور اپنے جسم کی پوری قوت صرف کرکے اسے شیرنی کے سینہ میں بہت گہرائی تک نہ صرف دھکیل دیا بلکہ اسے گھمانے

لگا۔ اب شیرنی ایک گرج کے ساتھ اسلو پوگاس کی طرف پلٹی' اس نے اسلو پوگاس پر پنجے چلائے۔ موخر الذکر کے سینے اور بازوؤں کی کھال ادھڑ گئی اسلو پوگاس زخمی ہو کر گرا۔ اور زمین پر پڑے نیم بے ہوشی کے عالم میں اس نے بہت سے بھیڑیوں کی بھیانک آوازیں سنیں۔ اس نے بمشکل گردن اٹھا کر دیکھا کہ بہت کالے اور بھورے بھیڑیئے کہیں سے نکل کر شیرنی پر ٹوٹ پڑے شیرنی گری اور بھیڑیوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اسلو پوگاس بے ہوش ہو گیا۔

آخر کار پھر اسے ہوش آیا۔ اور اس کا دماغ بیدار ہوا اور اس کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں عود کر آئیں تو چنانچہ پہلا خیال اسے شیرنی کا آیا۔ اس نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا' لیکن شیرنی وہاں نہ تھی اور نہ ہی اسلو پوگاس جنگل میں پڑا ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایک غار میں گھاس کے نرم نرم بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف غار میں درندوں کی کھالیں پڑی ہوئی تھیں' قریب ہی پانی سے بھری ہوئی صراحی پڑی تھی' اسلو پوگاس نے صراحی اٹھا کر منہ سے لگالی اور ایک ہی سانس میں غٹاغٹ کر کے بہت سا پانی پی گیا۔ اور تب اسے نے دیکھا کہ اس کے سینے پر ان گنت گہری گہری خراشیں تھیں'

اسلو پوگاس حیران تھا کہ وہ غار میں کہاں سے اور کس طرح آ گیا۔ ابھی وہ اس مسئلہ پر غور ہی کر رہا تھا کہ غار کا دہانہ تاریک ہو گیا۔ اور وہ نوجوان غار میں داخل ہوا جس نے شیرنی سے مقابلہ کیا تھا۔ نوجوان اپنے کندھے پر ایک مردہ جانور اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ جانور کو مین پر ڈال کر اسلو پوگاس کے قریب آیا۔

"اوہ!"۔ اس نے کہا "تمہاری آنکھیں کھل گئیں ہیں۔ شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ اجنبی۔"

"ہاں! میں زندہ ہوں۔" اسلو پوگاس نے کہا۔ "لیکن بھوکا ہوں۔"

"تمہیں بھوکا ہی ہونا چاہئے" نوجوان نے کہا "شیرنی جب مر گئی تو خود تم بھی مردے کی طرح ہو گئے تھے اور میں تمہیں اپنے کندھے پر لاد کر یہاں لے آیا اجنبی! اس واقعہ کو ایک دو نہیں پورے بارہ دن گزر گئے ہیں اور تب سے تم یونہی پڑے ہو تم نے کچھ نہیں کھایا

اور میں تمہیں تھوڑا تھوڑا پانی دیتا رہا تھا۔

شیرنی نے تمہیں بری طرح زخمی کردیا تھا۔ اور تمہارے زخم اتنے گہرے تھے کہ میں تو تمہاری زندگی سے مایوس ہوگیا تھا۔ دو دفعہ میں نے ارادہ کیا۔

کہ تمہارا خاتمہ کردوں تمہیں درد و تکلیف سے نجات مل جائے لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ اس کی آواز نے' جو اس دنیا میں نہیں' میرا ہاتھ روک دیا۔ اب کھاؤ کہ تمہاری طاقت عود کر آئے اس کے بعد ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔

چنانچہ اسلوپوگاس نے کھانا کھایا۔ رفتہ رفتہ اس کی قوت عود کر آئی ..... اور اس کے بدن میں قوت واپس آنے میں کئی دن لگ گئے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ اٹھ بیٹھنے کے قابل ہوگیا اور پھر ایک رات وہ دونوں غار میں الاؤ کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"دوست! تمہارا نام کیا ہے؟" اسلوپوگاس نے پوچھا۔

"میرا نام غالازی ہے۔ غالازی بھیڑیا۔ نوجوان نے جواب دیا۔ اور میری رگوں میں زولو خون گردش کر رہا ہے۔ ہاں میری رگوں میں وہی خون ہے۔ جو شاکا کی رگوں میں ہے۔

"کہاں سے آئے ہو تم غازی؟"

"میں سوازی لینڈ اور ہالا قازی قبیلے سے آیا ہوں جس پر مجھے حکومت کرنا تھی۔ میری کہانی سنو گے۔"

"سناؤ گے تو ضرور سنوں گا۔"

"اچھا تو سنو۔ میرے دادا سکویانہ شاکا کے باپ سازان کوکانہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ لیکن سازان کوکانہ سے جھگڑا کرکے وہ شاہی کرال سے نکل آئے۔ ان کی ملاقات اوم یلوا قبیلے کے چند لوگوں سے ہوگئی ..... یہ لوگ بھی بے کرال تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ بھٹکتے بھٹکتے سکویانہ سوازی لینڈ میں پہنچے اور ہالا قازیوں کے ساتھ ان کے غاروں میں مقیم ہوگئے۔ انجام اس کا یہ ہوا کہ آخر کار میرے والد نے اثر و رسوخ حاصل کرلیا اور آخر میں قبیلے کے سردار کو قتل کرکے اس کی جگہ حاصل کرلی۔ چنانچہ وہ ہالا قازیوں کے سردار تھے لیکن اس قبیلے کا ایک گروہ میرے والد کی حکومت کو پسند نہ کرتا تھا۔ کیونکہ وہ زولو تھے۔ یہ گروہ

میرے والد کی جگہ ایک بوڑھے کو سردار بنانا چاہتا تھا......تاہم اس گروہ کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ میرے والد کو سرداری سے ہٹادے کیونکہ میرے والد کا سایہ قبیلے پر گہرا پڑ رہا تھا۔ اور انہوں نے پورے قبیلے کو گویا اپنی مٹھی میں رکھا تھا۔ چونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور پھر ان کی پہلی بیوی کے بطن سے تھا اس لئے ان کے بعد قبیلے کا سردار میں ہی بننے والا تھا۔ چنانچہ اس باغی گروہ کے لوگ مجھ سے بھی نفرت کرتے تھے۔ خیر تو گزشتہ سال کے موسم سرما تک حالات ایسے ہی رہے اور کوئی واقعہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ والد صاحب نے قبیلے کے دس آدمیوں کو ان کی بیویوں اور بچوں کو قتل کردینے کا فیصلہ کیا کیونکہ یہ لوگ والد صاحب کے خلاف سازش کر رہے تھے والد صاحب کے اس ارادے کی خبر کسی طرح ان لوگوں تک پہنچ گئی۔ چنانچہ انہوں نے میرے والد کی ایک بیوی کو جو ہالا قازی ہی تھی اپنے ساتھ ملالیا اور اسے اس بات پر تیار کرلیا کہ وہ والد صاحب کو زہر دے دے۔ چنانچہ ایک رات اس نے زہریلی شراب والد صاحب کو پلادی صبح مجھ سے کہا گیا کہ والد صاحب سخت بیمار ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پاس دوڑا گیا۔ وہ اپنے جھونپڑے میں بستر پر پڑے درد و تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔

"کیا بات ہے میرے باپ؟" میں نے پوچھا "کس نمک حرام کا کام ہے یہ؟" "سنو بیٹے!" انہوں نے کہا "مجھے دھوکہ سے زہر دیا گیا ہے اور یہ کام جس نے کیا ہے وہ چڑیل کھڑی ہے سامنے۔"

انہوں نے اپنی اس بیوی کی طرف اشارہ کیا جس نے اسے زہر دیا تھا۔ اور جو اس وقت جھونپڑی میں ایک طرف کھڑی کانپ رہی تھی۔

یہ لڑکی جوان اور خوب صورت تھی۔ اور ہم دونوں شروع سے ہی دوست رہے تھے لیکن مارے غصے اور رنج کے میں پاگل ہو رہا تھا چنانچہ میں دیوانوں کی طرح اس طرف دوڑا ...... وہ "رحم رحم" چلاتی رہی لیکن میں نے اپنا بھالا اس کے سینے میں اتار دیا وہ گری اور تھوڑی دیر تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی۔

"خوب کیا غالازی' میرے بیٹے۔" میرے والد نے کہا "لیکن میرے بعد اپنی حفاظت

کرنا اور جوش میں آکر کوئی غلط قدم نہ اٹھانا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعد یہ سوازی کتے تمہیں یہاں سے نکال دیں گے اور تمہیں اس سرداری سے محروم کردیں گے جو تمہارا صرف تمہارا حق ہے اگر ایسا ہوا اور اگر تم زندہ رہے تو بیٹے تم قسم کھاؤ کہ تم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھو گے جب تک کہ میرا انتقام نہ لو۔"

"میں قسم کھاتا ہوں میرے باپ میں قسم کھاتا ہوں کہ بالاقازیوں کا نام و نشان تک مٹادوں گا ایک ایک مرد اور ایک ایک بچے کو قتل کرنے کے بعد ہالاقازی عورتوں کو لونڈیاں بنالوں گا۔"

"یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات معلوم ہوتی ہے غالازی" میرے والد نے کہا "لیکن میری دعا ہے کہ تم اپنی یہ قسم پوری کرنے کے لئے زندہ رہو۔ چونکہ میں موت کی سرحد پر ہوں اس لئے مجھے وہ نظر آرہا ہے جو پہلے نظر نہ آتا تھا فاصلے میری نظر کے سامنے سمٹ گئے ہیں۔ اور مستقبل کے دروازے کھل گئے ہیں۔ سنو غالازی چند سال تک تم آوارہ گردی کرتے رہو گے اور ایک اجنبی سرزمین میں پہنچ جاؤ گے اور پھر وہاں بہادروں کی موت مرو گے۔"

اور یہ کہہ کر انہوں نے سر اٹھایا۔ میری طرف دیکھا۔ چند لمحے زندہ رہے۔ پھر ان کے منہ سے ایک آہ نکلی۔ انہوں نے اپنا سر ڈال دیا اور یوں میرے والد مر گئے۔

اور اب میں اس لڑکی کی لاش کو گھسیٹتا ہوا جھونپڑی سے باہر آیا۔ جھونپڑی کے سامنے کرال والوں کی بھیڑ لگ گئی تھی وہ سب کے سب والد صاحب کی موت کے منتظر تھے اور ان کے بشروں سے نفرت اور کینہ عیاں تھا۔

"میرا باپ اور تمہارا سردار اب اس دنیا میں نہیں رہا......" میں نے کہا ان کے بعد اب چونکہ میں سردار ہوں۔ اس لئے میں نے اس چڑیل کو قتل کردیا ہے جس نے میرے باپ کو زہر دیا تھا۔

"اور میں نے لڑکی کی لاش لوگوں کے سامنے پھینک دی۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ اس بھیڑ میں لڑکی کا باپ بھی موجود تھا۔ یہ وہی شیطان تھا جس

نے اپنی بیٹی کو اس دغا بازی کی ترغیب دلائی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹی کی لاش دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔

"بھائیو!" وہ چیخ کر بولا ...... "کیا تم اس بات کو برداشت کرلو گے کہ یہ زولو پلا اور میری بیٹی کا قاتل تم پر حکومت کرے؟ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا شیر مر چکا ہے لیکن اس کا پلا زندہ ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ پلا شیر بن جائے اس کا خاتمہ کردو۔"

اور وہ بھالا اٹھا کر میری طرف دوڑا۔

"نہیں۔ ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے۔" دوسرے چلائے اور وہ بھی بھالا ہلاتے میری طرف دوڑ پڑے۔

لیکن میں اپنی جگہ پر منتظر کھڑا رہا ..... میں ذرا نہ گھبرایا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس وقت نہ مارا جاؤں گا مجھے اپنے والد کی پیشن گوئی پر یقین تھا۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ میں کسی انجان سرزمین میں بہادروں کی موت مروں گا۔

چنانچہ میں منتظر کھڑا رہا ..... یہاں تک کہ لڑکی کا باپ اور باغیوں کا سرغنہ میرے قریب پہنچ گیا اس نے مجھ پر بھالا چلایا۔ میں اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور اسے سنبھلنے کا موقعہ نہ دیتے ہوئے اپنا بھالا اس کے پہلو میں اتار دیا چنانچہ باپ کی لاش بیٹی کی لاش پر گری اور پھر میں وحشی کی طرح چیخ کر بھیڑ میں گھس پڑا۔ کوئی مجھے پکڑ نہ سکا ...... وہ شخص زندہ نہ رہا۔ جس نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی۔ اور میں تیز بھاگا۔ میں تیز بھاگنے والا ہوں وہ شخص اب تک پیدا نہیں ہوا جو تیز بھاگنے میں میرا مقابلہ کرسکے کوئی مجھے پکڑ نہیں سکتا۔"

"تاہم میں کوشش کروں گا۔" اسلو پوگاس نے کہا کیونکہ وہ پورے زولو قبیلے میں سب سے زیادہ تیز بھاگنے والا تھا اور کوئی اس کی گرد کو بھی نہ پاسکتا تھا۔

"اجنبی، پہلے تم چلنا تو سیکھ لو پھر ہم دوڑ بھی لیں گے۔" غالازی نے کہا ......

"خیر! اپنی کہانی سناؤ۔" اسلو پوگاس نے بات ٹالتے ہوئے کہا "بڑی دلچسپ کہانی ہے۔"

"چنانچہ میں وہاں سے فرار ہو گیا میرا ارادہ شاکا کے پاس جا کر اسے اپنی کہانی سنانے کا تھا۔ میں اس سے درخواست کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک فوج بھیج کر بالا قازیوں کا خاتمہ کر دے چلتے چلتے میں ایک دن ایک بوڑھے کے کرال میں پہنچا۔ یہ بوڑھا شاکا سے واقف تھا اور میرے دادا سگویانہ کو بھی جانتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے یہاں دو دن تک رہا اور اپنے قیام کے دوران میں نے اس بوڑھے کو اپنے مصائب کی داستان سنا دی۔ اس بوڑھے نے مجھے اور ہی کچھ مشورہ دیا اور کہا کہ شاکا ان لوگوں کو خوش آمدید نہیں کہتا جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ وہ میری مدد نہ کرے گا۔ بلکہ مجھے قتل کروا دے گا۔

چنانچہ بوڑھے نے کہا کہ میں اس کے کرال میں مستقل طور پر اقامت پذیر ہو جاؤں۔ بوڑھے کا مشورہ چونکہ مناسب تھا اس لئے میں نے شاکا کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن مجھے اس بوڑھے کے کرال میں بھی نہ رہنا تھا کیونکہ اس کے بیٹے مجھے پسند نہ کرتے تھے اس کے علاوہ میں خود سر۔ بننا چاہتا تھا کسی کے ماتحت رہنا مجھے پسند نہ تھا۔ اس لئے میں اس کرال سے نکلا اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا میں نہ جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور کس طرف جا رہا ہوں۔

تیسرے دن میں اس چھوٹے سے کرال میں پہنچا جو کہ آج بھی دریا کے دوسری طرف ایک پہاڑ کے دامن میں آباد ہے۔ شام کا وقت تھا اور ایک بوڑھی عورت کرال کے باہر بیٹھی غروب ہوتے ہوئے سورج میں دھوپ کھا رہی تھی۔ اس نے مجھے آتے دیکھا۔ تو مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"نوجوان! تم بہادر اور مضبوط معلوم ہوتے ہو۔ کیا تم ایک ایسے ڈنڈے کے مالک بننا پسند کرو گے، جو بہترین ہتھیار ہے۔ اور ہر اس چیز کو توڑ دیتا ہے جس پر پڑتا ہے؟ نوجوان جس کے پاس یہ مشہور ڈنڈا ہو وہ کبھی اور کسی حال میں شکست نہیں کھاتا۔ نوجوان تم اس ڈنڈے کو حاصل کرنا پسند کرو گے؟"

"اسے حاصل کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہے بڑی بی؟"

"سنو!" بڑھیا نے کہا "کل سورج کی پہلی کرن کے ساتھ تم اس پہاڑ پر جاؤ گے۔"

میرے قبیلے میں۔ ہاں کبھی تھا ایک جسے زولوؤں نے مار ڈالا اور اس کا جسم بھالوں سے چھلنی کردیا وہ بہادر مرد میرا شوہر تھا۔ اس کے بعد کوئی بہادر نہ رہا۔ صرف نامرد اور بزدل باقی رہ گئے۔"

میں خاموشی سے بڑھیا کی باتیں سنتا رہا اور جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے وہ مشہور ڈنڈا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ بڑھیا اٹھی اور تقریباً رینگتی ہوئی اپنی جھونپڑی میں چلی گئی چند ثانیوں بعد ہی وہ ایک کافی بڑا ڈنڈا اپنے پیچھے گھسیٹتی ہوئی واپس آئی۔

"دیکھو اجنبی! دیکھو۔ ایسا عمدہ اور زبردست ڈنڈا نہ پہلے کبھی کسی کے پاس تھا۔ اور نہ آئندہ کسی کے پاس ہوگا۔ اے میرے آقا اس بوڑھے موپو نے بعد میں اس ڈنڈے کو دیکھا تھا۔ وہ بہت بڑا مضبوط اور گومڑی دار تھا۔ اور اس لوہے کی طرح کالا تھا جس کو دھوئیں دار آگ سے تپایا گیا ہو اور اس میں فولاد کے تار تھے جو انسانوں کی کھوپڑیاں پھاڑ پھاڑ کر چمکدار ہو گئے تھے'

میں نے اس ڈنڈے کی طرف دیکھا۔ غالازی نے اپنی کہانی جاری رکھتے ہوئے کہا "اور اجنبی میں نے فیصلہ کرلیا کہ بہرطور اس ڈنڈے کو حاصل کر کے رہوں گا۔

"کیا نام ہے اس ڈنڈے کا؟" میں نے پوچھا

"نوجوان۔ اس کا نام گھاٹ کا رکھوالا ہے۔" بڑھیا نے جواب دیا "یکے بعد دیگرے پانچ آدمیوں کے پاس رہا ہے یہ ڈنڈا یکے بعد دیگرے پانچ آدمیوں نے اسے میدان جنگ میں استعمال کیا ہے اور ایک سو ستر اور تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اس کی ضربوں سے اس آخری شخص نے جس کے پاس یہ ڈنڈا تھا۔ خود قتل ہونے سے پہلے ایک نہ دو پورے بیس آدمیوں کو قتل کیا اور نوجوان! ڈنڈے کے مالک کا یہی انجام ہوتا ہے یعنی لڑتے لڑتے آخر میں وہ مارا جاتا ہے۔ لیکن ڈنڈے کا مالک بزدلوں کی نہیں بلکہ بہادروں کی یادگار اور مثالی موت مرتا ہے۔ اس ڈنڈے کے مقابلہ کا دنیا میں کوئی اور ہتھیار نہیں سوائے اس مشہور کلہاڑے کے جو جاکیزہ کے پاس ہے۔ اور یہ جاکیزہ اس قبیلے کا سردار ہے جس کے لوگ "کلہاڑے والے" اور قبیلہ "کلہاڑے والا" کہلاتا ہے۔ اس کلہاڑے کا نام

اور بڑھیا نے اس پہاڑ کی طرف اشارہ کیا جس کے ایک غار میں اے اجنبی' اس وقت تم بیٹھے ہوئے ہو۔ اسی پہاڑ پر پتھر کی وہ چڑیل بھی بیٹھی ہوئی ہے جو دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

"دو تہائی چڑھائی چڑھ جانے کے بعد نوجوان تم ایک ایسے راستہ پر چلنے لگو گے جو کہ دشوار گزار ہے۔ تم راستہ پر چلتے ہوئے ایک تاریک جنگل میں پہنچ جاؤ گے۔ جس کے ایک سرے پر چٹانی دیوار ہے۔ اس چٹان میں ایک غار ہے اور اس غار میں ایک شخص کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ بس وہ ہڈیاں مجھے لادو اور میں وہ مشہور ڈنڈا تمہیں دے دوں گی۔"

جب وہ بڑھیا یہ باتیں مجھے بتارہی تھی تو کرال کے لوگ اپنی جھونپڑیوں سے نکل کر وہاں جمع ہوگئے تھے۔

"نوجوان! اس بڑھیا کی باتیں نہ سنو" لوگوں نے کہا "ہاں اگر تم اپنی زندگی سے اکتا گئے ہو تو بات دوسری ہے۔ یہ بڑھیا تو پاگل ہوگئی ہے۔ وہ پہاڑ آسیب زدہ ہے بھوت بستے ہیں وہاں دیکھو اس پہاڑ پر پتھر کی چڑیل بیٹھی ہوئی ہے۔ جو یہاں سے بھی نظر آتی ہے۔ جنگل میں بھی بھوت بستے ہیں۔ اور کبھی کوئی اس جنگل میں نہیں جاتا۔ اس بڑھیا کا بیٹا احمق تھا۔ کہ وہ اس جنگل میں گیا لوگوں نے اسے روکا تو اس نے جواب دیا۔ کہ وہ بھوتوں سے نہیں ڈرتا۔ چنانچہ بھوتوں نے اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ کئی سال پہلے ہوا تھا۔ اور تب سے اب تک کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ جاکر اس احمق لڑکے کی ہڈیاں لے آئے کہ انہیں دفنایا جاسکے۔ چنانچہ اسی دن سے یہ بڑھیا روزانہ یہاں بیٹھتی ہے اور ہر مسافر سے کہتی ہے کہ اگر اس نے ہڈیاں لادیں تو وہ یہ ڈنڈا اسے دے دے گی لیکن آج تک کوئی جنگل میں نہ گیا۔

بکتے ہیں یہ لوگ۔ "بڑھیا بولی" بھوت وغیرہ سب بکواس ہے بھوتوں کا وجود بزدلوں میں ہے۔ اور بس البتہ وہاں بھیڑیئے ہیں' میں جانتی ہوں کہ میرے بیٹے کی ہڈیاں پہاڑ کے ایک غار میں ہیں۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ لیکن افسوس کہ میں بوڑھی اور کمزور ہوں اور پہاڑ پر نہیں چڑھ سکتی۔ اور کرال والے ڈرپوک ہیں' ایک بھی مرد نہیں

تم ڈنڈے کو پا سکو گی اور نہ مجھے' لیکن اگر میں زندہ رہا تو تمہارے بیٹے کی ہڈیاں لے آؤں گا۔ اور اگر ہڈیاں نہ لاسکا تو تمہارا ڈنڈا لوٹا دوں گا چنانچہ اب میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ ڈنڈا تم نے مجھے نہ دیا تو میں اس جنگل میں نہ جاؤں گا۔"

"لڑکے تمہاری آنکھوں میں صداقت مترشح ہے" بڑھیا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا' جاؤ میں ڈنڈا تمہیں دیتی ہوں جاؤ میرے بیٹے کی ہڈیوں کی تلاش میں روانہ ہو جاؤ۔ اگر تم مر گئے تو ڈنڈا بھی تمہارے ساتھ گیا لیکن اگر تم ناکام رہو' تو ڈنڈا میرے پاس لے آنا اور اگر تم میرے بیٹے کی ہڈیاں لے آئے تو گھاٹ کا رکھوالا' تمہارا ہو جائے گا۔ مجھے اپنے بیٹے کی ہڈیاں مل جائیں گی اور تمہیں رکھوالا اور رکھوالا تمہارے لئے فتح و نصرت و عظمت لائے گا یہاں تک کہ آخر میں تم خود بہادروں کی موت مارے جاؤ گے اور بہت سی لاشوں میں تمہاری لاش الگ پہچانی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت بھی تمہارے ہاتھ میں یہ ڈنڈا ہو گا۔"

چنانچہ دوسرے دن میں نے وہ مشہور ڈنڈا اپنے ایک ہاتھ میں لیا دوسرے ہاتھ میں ڈھال اٹھائی اور جانے کے لئے تیار ہو گیا بڑھیا مجھے رخصت کرنے آئی اور اس نے مجھے دعا دی لیکن کرال والے میرا مذاق اڑانے لگے۔

"نوجوان!" تم جا تو رہے ہو۔ لیکن ہوشیار رہنا۔ مبادا بھوت یہ ڈنڈا خود تمہارے خلاف استعمال نہ کریں۔"

چنانچہ یوں وہ میرا مذاق اڑاتے اور ہنستے رہے لیکن ایک لڑکی نے جو اس بڑھیا کی پوتی تھی' میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے گئی اور گڑگڑاتے ہوئے کہا کہ میں نہ جاؤں اس نے کہا کہ جنگل میں اور پہاڑ پر بدروحیں ہیں جو بھیڑیوں کی طرح چیختی اور چلاتی ہیں میں نے اس لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن دوسروں کو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ ان سے آہنی پہاڑ کا راستہ دریافت کیا۔

"بھئی!" غالازی نے امسلوپوگاس سے کہا۔ "اگر تم اٹھ سکتے ہو تو میرے ساتھ غار کے دہانے تک چلو اور وہاں کھڑے ہو کر دیکھو' کیونکہ چاند طلوع ہو چکا ہے اور آسمان

"ایبویوسی" ۔کراہیں پیدا کرنے والا ہے) اور اس کلہاڑے کی وجہ سے جا کیزہ ہمیشہ فتحیاب ہوتا ہے ...... کراہیں پیدا کرنے والے کا دستہ گینڈے کے سینگ کا ہے۔ اور مضبوط ہے اور یہ کلہاڑا قدیم اور مشہور ہے اگر یہ ڈنڈا اور کلہاڑا مل جائیں تو پھر کوئی اسکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے گا۔ اگر "گھاٹ کے رکھوالے" اور "کراہیں پیدا کرنے والے" کے مالک کسی جنگ میں بیک وقت شریک ہوں تو زولو لینڈ کے تمیں بہادر ترین سپاہی بھی ان دونوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ بس میں کہہ چکی"

بڑھیا خاموش ہوگئی اور میری طرف دیکھنے لگی'

"اب بڑھیا سچ کہہ رہی ہے" وہاں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا۔ "نوجوان! اس ڈنڈے کو حاصل کرنے کا خیال تک اپنے دل میں نہ لانا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کے پاس یہ ڈنڈا ہوتا ہے۔ وہ یادگار اور فتح مندانہ ضربیں لگاتا ہے کہ آخر میں خود بھی بھالوں سے چھلنی ہو کر گرتا ہے اور مرجاتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص کبھی اس ڈنڈے کا مالک بننا چاہے گا جسے اپنی زندگی عزیز ہو۔"

"کسے میسر آتی ہے ایسی بہادرانہ اور بے تکلیف موت" میں نے کہا اور چند لمحوں تک غور کرتا رہا۔ اس تمام عرصہ میں بڑھیا اپنی جالا پڑی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"اوہو ...... اوہو۔" اس نے کہا۔ میں نے غلطی کی رکھوالا اس نوجوان کے لئے نہیں ہے۔ یہ تو ابھی دودھ پیتا بچہ ہے۔ مجھے کسی مرد کو تلاش کرنا چاہئے۔ "ٹھہرو بڑی بی فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔" میں نے کہا "میں تمہارے بیٹے کی ہڈیاں تلاش کرنے کے لئے جاؤں گا اور انہیں بھوتوں کی گرفت میں سے گھسیٹ لاؤں گا۔ بشرطیکہ یہ ڈنڈا تم مجھے اسی وقت دے دو۔"

"نہیں نوجوان۔ اگر یہ ڈنڈا میں نے تمہیں پہلے ہی دے دیا۔ تو پھر میں نہ اس ڈنڈے کو پاسکوں گی اور نہ تمہیں' پہلے مجھے میرے بیٹے کی ہڈیوں کو لادو۔ پھر یہ ڈنڈا تمہارا ہوجائے گا۔"

"بڑی بی میں نہ چور ہوں اور نہ دھوکے باز' اگر بھوتوں نے مجھے مار ڈالا تو' بے شک نہ

شفاف ہے چنانچہ تم دور دور تک کی چیزیں بخوبی دیکھ سکو گے۔"

امسلو پوگاس اٹھا اور غار کے تنگ دہانے میں رینگ کر باہر آیا۔ اور اس نے دیکھا کہ اوپر ایک عظیم الشان چٹان عورت کی طرح ہے جو اپنے سینے پر اپنی ٹھوڑی کو جھکائے ہوئے بیٹھی ہے اور وہ غار' جس کے دہانے میں غالازی اور امسلو پوگاس کھڑے تھے' گویا اس عورت کی گود میں تھا۔ اس جگہ سے چٹان ڈھلوان ہوتی چلی گئی تھی اور ڈھلان پر گنجان اور گھنی جھاڑیاں تھیں اور نیچے' بالکل نیچے اندھیرا اور گھنا جنگل تھا' جو ایک دوسری چٹان تک چلا گیا تھا اور اس چٹان کے دامن میں اور دریا کے اس پار زولو لینڈ کا وسیع و عریض سطح مرتفع تھا۔

"اجنبی! دیکھو اس طرف" غالازی نے اپنے ڈنڈے سے میدانوں کے انتہائی سرے کی طرف اشارہ کیا۔

"اس طرف وہ کرال ہے جہاں بڑھیا رہتی ہے۔ اور ہے وہ چٹان اس میدان میں جس پر مجھے چڑھنا ہے۔ اور وہ سامنے ہے وہ جنگل جو آسیب زدہ ہے اور جنگل کے اس طرف وہ رستہ ہے جو غار تک آتا ہے اور یہی ہے وہ غار جس کے دہانے پر اس وقت تم کھڑے ہو۔ یہ پتھر دیکھ رہے ہو نا؟ وہاں پر یہی پتھر جو کہ غار کے دہانے پر ہے۔ یہ پتھر یوں گھومتا ہے جیسے چول پر کواڑ دیکھو؟ یہ دیکھو یوں گھوم کر یہ غار کے دہانے کو اس طرح بند کر دیتا ہے جس طرح کہ ہم جھونپڑے کا دروازہ بند کر لیتے ہیں۔ رات کے وقت یہ پتھر بہت بڑا اور وزنی ہے۔ تاہم ایک بچہ بھی اسے گھما سکتا ہے۔ یہ پتھر غار کا گویا کواڑ ہے جسے کھولا اور بند کیا جاتا ہے۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ اس پتھر کو ایک خاص مقام تک ہی دھکیلنا چاہئے اگر پتھر اس جگہ سے آگے آجائے اور غالازی نے غار کے فرش پر ایک نشان کی طرف اشارہ کیا تو پھر بہت زیادہ طاقتور اسے دوبارہ کھول سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ پہلی دفعہ جب یہ پتھر اس نشان تک آگیا تھا تو میں نے اسے دوبارہ کھول لیا تھا۔ حالانکہ میں ابھی نوجوان ہی ہوں شاید وہ ایک اتفاق تھا۔ یہ تو اگر پتھر اس نشان پر سے گذر جائے تو وہ غار کے دہانے میں یوں پھنس جائے گا۔ جس طرح کہ تونبی کے منہ میں بڑا سا پتھر اور پھر میرا خیال ہے کہ دو طاقتور

مرد جن میں سے ایک اندر سے پتھر کو دھکیل رہا ہو۔ اور ایک باہر سے کھینچ رہا ہو۔ شاید ہی اسے دوبارہ باہر کی طرف لڑھکا سکیں۔ دیکھو! اب میں پتھر لڑھکا کر غار کا دہانہ بند کر رہا ہوں ہر رات میں اسی طرح غار بند کرلیتا ہوں۔" اور اب غالازی نے پتھر کو اندر کی طرف لڑھکا دیا'

پتھر باقاعدہ دروازہ کی طرف گھوم گیا' چنانچہ یوں بند کرلیتا ہوں اب اس شخص کے سوائے جو اس پتھر اور غار کے راز سے واقف ہو۔ کوئی اور نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس پتھر کے پیچھے غار ہے۔ اس کے باوجود پتھر کو غار میں کھڑے ہی کھڑے ہاتھ کے ایک دھکے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ پتھر کی باتیں بہت ہو چکیں' اب واپس غار میں چلو کہ میں اپنی کہانی کا بقیہ حصہ سنادوں' میری کہانی طویل اور حیرت انگیز ہے۔"

چنانچہ اے اجنبی میں بڑھیا کے کرال سے نکل کر چل پڑا۔ کرال والے دریا تک مجھے رخصت کرنے آئے' دریا طغیانی پر تھا۔ اور کوئی اسے عبور کرنے کی جرات نہ کرسکتا تھا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا" کرال والے ہنسے' لو بھئی لڑکے تمہارا سفر بس یہیں ختم ہوا جاتا ہے۔ گھاٹ کے رکھوالے کو ہاتھ میں لئے بس اب گھاٹ پر ہی کھڑے رہو یا یوں کرو کہ یہ ڈنڈا مارو پانی پر۔ ہوسکتا ہے کہ ڈنڈے کی ضرب سے پانی پھٹ جائے اور تم دریا عبور کرسکو۔"

ان کے اس تمسخر کا میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے ڈھال ایک ڈوری کے ذریعہ اپنے کندھوں پر اور تھیلا جو کہ اپنے ساتھ لایا تھا اپنی کمر پر کس کر باندھ لیا۔ یہ دیکھو۔ ڈنڈے کے سرے سے لقمہ لٹک رہا ہے۔ چنانچہ اس لقمہ کو میں نے اپنے دانتوں میں دبایا۔ اور دریا میں چھلانگ لگادی دریا کا تیز دھارا مجھے دو دفعہ گھسیٹ لے گیا اور دو دفعہ میں ڈوب کر ابھرا۔ بہرحال میں دیوانہ وار تیرتا ہوا آخر دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

اور اب کرال والے میرا مضحکہ نہ اڑا رہے تھے۔ بلکہ وہ سب کے سب مارے حیرت کے بت بن گئے تھے۔ میں انہیں حیرت زدہ چھوڑ کر چل پڑا اور چلتا رہا' یہاں تک کے چٹان کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس چٹان پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ اجنبی تم جب پوری طرح تندرست ہوجاؤ گے تو میں وہ راستہ تم کو دکھاؤں گا۔ بہرحال میں نے ایک راستہ تلاش

کرلیا اور دوپہر ہو رہی تھی' اور میں جنگل کی سرحد پر تھا۔ اور وہاں پہنچ کر رک گیا اور تھوڑی دیر تک ستا رہا۔ میں کھانا اپنے ساتھ لے کر چلا تھا' جو تھیلے میں تھا۔ چنانچہ میں نے کھانا کھایا۔ کیونکہ بھوتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مجھے اپنی قوت برقرار رکھنا تھی۔ خیر تو کھانا کھانے اور دم لینے کے بعد میں اٹھا اور جنگل میں گھس گیا اس جنگل میں گھنے گنجان اور عظیم الشان درخت ہیں اور ان کی ٹہنیاں آپس میں یوں ملی ہوئی ہیں کہ ان کے نیچے جنگل میں ہمیشہ اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں عین دوپہر کے وقت اتنی روشنی اتر آتی ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے چاندنی رات ہو۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ اور کئی دفعہ راستہ بھول گیا۔ درختوں کے چھدرے پتے میں سے مجھے کبھی کبھی پتھر کی وہ چڑیل نظر آجاتی تھی۔ جو کہ اس پہاڑ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اسی چڑیل کو میں نشان راہ بنائے چلتا رہا جنگل میں اندھیرا تھا۔ اور خاموشی' میں اندھیرے اور خاموش جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ اور میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اور میں گھبرا گھبرا کر چارو طرف دیکھ رہا تھا۔ جانے کب اور کس طرف سے بھوت نکل آئیں لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ بڑے بڑے سانپ میرے سامنے سے نکل کر جھاڑیوں میں گھس جاتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی سانپ بھوت ہوں کبھی کبھی مجھے کسی بھورے رنگ کے جگادری بھیڑیئے کی بھی جھلک نظر آجاتی تھی۔ جو کہ درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپتا چھپاتا میرا تعاقب کر رہا ہوتا جنگل میں نیچے خاموشی تھی۔ لیکن اوپر بہت اوپر درختوں کے پتوں میں ہوا یوں سسکیاں بھر رہی تھی' جیسے کوئی عورت آہیں بھر رہی ہو۔

لیکن میں چلتا رہا اور تمام راستے نہایت اونچی آواز میں گیت گاتا رہا۔ تاکہ خود میری آواز میری ڈھارس بندھاتی رہے اور میں خوف سے بے ہوش نہ ہو جاؤں میں دو گھنٹے تک چلتا رہا۔ آخر کار جنگل کے درخت چھدرے ہونے لگے۔ زمین ڈھلوان ہو گئی اور ایک بار پھر سورج کی کرنیں زمین پر اتر آئیں ...... لیکن اجنبی تم تھکے ہو اور زخمی ہو۔ اس کے علاوہ رات بھی کافی گزر چکی ہے اس وقت سو جاؤ۔ کل میں اپنی کہانی آخر تک سنا دوں گا لیکن سونے سے پہلے اپنا نام بتا دو۔"

"مجھے اسلوپوگاس کہتے ہیں' موپو کا بیٹا اسلوپوگاس" اسلوپوگاس نے کہا "جب تم اپنی کہانی سنا چکو گے تو میں اپنی کہانی سناؤں گا' اب سونا چاہئے۔" شب بخیر۔

جب غالازی نے اسلوپوگاس کا نام سنا تو وہ چونکا اور اس کے بشرے سے الجھن کے آثار عیاں ہوئے لیکن اس نے منہ سے کچھ نہ کہا چنانچہ دونوں لیٹ گئے' غالازی نے جانور کی کھال اسلوپوگاس پر ڈال دی خود غالازی نے کچھ بچھایا اور نہ اوڑھا بلکہ وہ ننگے اور سخت پتھر پر لیٹ گیا اور دونوں یوں پڑ کے سو رہے اور غار کے باہر بھیڑیئے چلاتے رہے وہ آدم زاد کی بو پا کر چیخ رہے تھے اور غالازی بھیڑیا اور اسلوپوگاس غار میں نہایت سکون کی نیند سو رہے تھے۔

بھیڑیوں کا بادشاہ

دوسری صبح اسلوپوگاس بیدار ہوا تو اسے سب سے پہلا احساس اپنی صحت کا ہوا۔ اسکی صحت سدھر رہی تھی اور نقاہت دور ہو رہی تھی اس کے باوجود وہ تمام دن غار میں آرام کرتا رہا۔ غالازی شکار کرنے چلا گیا شام کو وہ اپنے کندھوں پر مردہ جانور لادے واپس آیا۔ دونوں نے مل کر جانور کی کھال اتاری اور اس کا گوشت آگ پر بھون بھون کر کھانے لگے اور جب سورج غروب ہو گیا تو غالازی نے اپنی کہانی شروع کر دی۔

"اسلوپوگاس' موپو کے بیٹے سنو۔ میں جنگل عبور کر کے پتھر کی اس چڑیل کے قدموں پر پہنچ گیا۔ جو ابتدائے آفرینش سے یہاں بیٹھی دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ اور یہاں سورج نہایت آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ یہاں چھپکلیاں دھوپ کھا رہی تھیں اور پرندے چہچہا رہے تھے حالانکہ شام ہو رہی تھی۔ لیکن میں کسی قسم کا خوف محسوس نہ کر رہا تھا خیر تو میں اس قریب کی عمودی چٹان پر چڑھ گیا۔ جس پر جھاڑیاں اس طرح اگی ہوئی تھیں جیسے کسی مدر کے ہاتھ پر بال۔ میں چٹان پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ پتھر کی چڑیل کے گھٹنوں پر پہنچ گیا اور چڑیل کے گھٹنے دراصل وہ کھلا میدان ہے جو اس غار کے سامنے ہے۔ میں نے ہاتھوں سے لٹک کر اپنے آپ کو اوپر اٹھایا یہاں تک کہ میری آنکھیں چٹان کے کنارے تک پہنچ گئیں اب میں نے اوپر دیکھا اور میرا خون خشک ہو گیا' غار کے سامنے بہت سے جگادری بھیڑیئے لوٹیں لگا رہے تھے چند بھیڑیئے آنکھیں بند کئے ہوئے پڑے تھے غالباً سو رہے تھے اور نیند میں غرا رہے تھے' چند بھیڑیئے شکار کئے ہوئے جانوروں کی کھوپڑیاں چبا رہے تھے۔ اور چند کتوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور انکی لال زبانیں باہر لٹک رہی تھیں غیر معمولی طور پر بڑے تھے یہ بھیڑیئے تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ان بھیڑیوں کو میں نے دیکھا اور اس غار کے دہانے کو بھی دیکھا جس میں بڑھیا کے بیٹے کی ہڈیوں کو ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میں چونکہ ان بھیڑیوں سے ڈر رہا تھا۔ اس لئے اس غار میں جانا نہ چاہتا تھا اور چونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہی بھیڑیئے دراصل بھوت تھے' چنانچہ میں

نے سوچا کہ یہاں سے بھاگ جانا ہی مناسب ہو گا اور میں جانے کے لئے پلٹا اور جب میں یوں پلٹا تو یہ عظیم ڈنڈا جس کا نام گھاٹ کا کھوالا ہے میری پیٹھ سے یوں ٹکرایا جیسے کوئی شخص کسی بزدل کو مارتا ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ یہ اتفاق تھا یا رکھوالا ہر شخص کو یونہی غیرت دلاتا ہے جو کہ بزدلی کا ثبوت دیتا ہے تو کیا میں واپس چلا جاؤں کہ کرال والے میرا مذاق اڑائیں؟ اور اگر میں گیا بھی تو کیا جنگل کے بھوت مجھے مار نہ ڈالیں گے؟ نہیں اس سے تو بہتر ہے کہ میں بھیڑیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا جاؤں۔

چنانچہ یوں سوچا میں نے اور ذرا بھی ہچکچائے بغیر کہ مبادا خوف مجھ پر پھر غالب آجائے۔ میں نے رکھوالے کو گھما کر بلند کیا اور اچک کر اوپر چڑھ گیا۔ اور ہالا قازیوں کا مخصوص جنگی نعرہ لگا کر بھیڑیوں کی طرف دوڑا۔ بھیڑیئے ہڑبڑا کر اٹھے اور دانت نکال کر غرانے لگے۔ ان کے بدن پر بال کھڑے ہوئے گئے تھے۔ کیونکہ یہ چمک رہے تھیں اور ان کے کھلے ہوئے دہنوں اور نتھنوں سے نکلتا ہوا تعفن مجھ تک پہنچ رہا تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جانور نہیں بلکہ ایک انسان انکی طرف بھاگا آرہا ہے تو دفعتا ان پر خوف طاری ہو گیا اور وہ پھر چڑیل کے گھٹنوں پر سے کود کود کر ادھر ادھر بھاگنے لگے چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہی میں غار کے سامنے اکیلا کھڑا تھا۔ ڈنڈے کو ذرا بھی استعمال کئے بغیر بھوتوں پر مجھے یہ زبردست فتح حاصل ہوئی تھی اس لئے میری ہمت بڑھی اور میں نہایت ہی شان سے سینہ تانے مغرورانہ قدم اٹھاتا' غار کی طرف بڑھا غار کے دھانے پر پہنچ کر میں رکا۔ اور میں نے جھانک کر اندر دیکھا اب اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت سورج غار کے عین سامنے غروب ہو رہا تھا اور اسکی کرنیں سیدھی غار میں پہنچ رہی تھیں چنانچہ غار کا اندھیرا سرخ روشنی میں تبدیل ہو گیا تھا اور ایک بار پھر اسلوپوگاس خوف مجھ پر مسلط ہو گیا کیونکہ میں غار کے انتہائی سرے تک اس جگہ جہاں غار ختم ہوتا ہے' دیکھ سکتا تھا۔

اسلوپوگاس! دیکھو! غار کے انتہائی سرے پر چھت کے عین نیچے' دیوار میں ایک سوراخ ہے۔ دیکھ رہے ہو نا؟ ہاں وہی سوراخ جس پر ہمارے الاؤ کی روشنی پڑ رہی ہے۔ دیکھو! یہ سوراخ فرش سے اتنا بلند ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے کندھے پر کھڑا ہو کر

اس تک پہنچ سکتا ہے۔ کافی بلند اور تنگ سوراخ ہے' یہ ہے نا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے لوہے کے اوزاروں سے چٹان کاٹ کر یہ طاق بنایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص چاہے تو اس طاق میں ٹانگیں نیچے لٹکا کر بیٹھ سکتا ہے اور اسی شام اے میرے دوست میں نے جھانک کر غار میں دیکھا تو کوئی اسی سوراخ یا طاق میں بیٹھا ہوا تھا وہ ہڈیوں کا پنجر تھا۔ جس پر خشک و سیاہ جلد منڈھی ہوئی تھی۔ اور اس جلد نے ہڈیوں کو بکھرنے اور الگ ہونے نہ دیا تھا۔ بے حد بھیانک منظر تھا اس کے دونوں ہاتھ دونوں طرف لٹکے ہوئے تھے اور وہ قدرے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں چرمی موچھا تھا جسے نصف کے قریب کھا لیا گیا تھا۔ اسلوپوگاس۔ اس نے جو طاق میں بیٹھا تھا اپنے موچھا کو نصف کے قریب اس وقت کھا لیا تھا جب تک وہ زندہ تھا اسکی آنکھوں پر بھی چرمی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اسے دیکھنا نہ چاہتا تھا یا دیکھ نہ سکتا تھا جو اس کے سامنے غار میں ہو رہا تھا چنانچہ یہ پٹی بھی خود اس نے اپنی آنکھوں پر باندھ لی تھی' میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس طاق میں بیٹھے ہوئے پنجر کی ایک ٹانگ غائب تھی' اور دوسری سالم تھی جو نیچے کی طرف لٹکا رہی تھی اور اس کے ٹانگ کے عین نیچے ٹوٹے ہوئے بھالے کا زنگ آلود پھل پڑا ہوا تھا۔

اب اس طرف آؤ' اسلوپوگاس اپنا دہانہ اس دیوار پر رکھو۔ یہاں دیکھو! کس قدر ہموار ڈھلوان ہو گیا تھا۔ دیوار کا یہ حصہ یہاں دیوار ان ہی پتھروں کی طرح چکنی ہو گئی ہے۔ جن پر ہمارے یہاں عورتیں اناج پیستی ہیں تم پوچھتے ہو کہ دیوار کا یہ حصہ ایسا ہموار اور اتنا چکنا کیسے ہو گیا ہے اب میں یہی بتانے والا ہوں۔

جب میں نے غار کے سامنے کھڑے ہو کر اندر دیکھا تو جو کچھ نظر آیا وہ یہ تھا۔

غار کے فرش پر بھیڑیئے کی مادہ پڑی یوں ہانپ رہی تھی جیسے کالے کوسوں سے بھاگتی ہوئی آئی ہو۔ غیر معمولی طور پر قد آور اور بڑی خونخوار تھی۔ وہ مادہ اس کے قریب ایک دوسرا بھیڑیا تھا۔ وہ نر تھا بوڑھا اور کالے رنگ کا۔ اور اتنا بڑا کہ ایسا بھیڑیا میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ بھیڑیا اپنی مادہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹا یہاں تک وہ غار کے دہانے سے تھوڑی ہی دور رہ گیا پھر ایک دم سے وہ

آگے کی طرف دوڑا۔ اور اس نے طاق میں بیٹھے ہوئے ینجر کی طرف چھلانگ لگائی۔ بڑی زبردست چھلانگ تھی۔ اس کی' اس کے پنجے اس جگہ ٹکرائے جہاں دیوار ہموار۔ پھسلواں اور چکنی ہے۔ ایک لمحہ تک بھیڑیا وہاں لٹکتا رہا اس اثناء میں اس نے اپنی تھوتھنی لمبی کر کے جبڑے پھیلا لیکن وہ طاق میں بیٹھے ہوئے مردے کی ٹانگ تک نہ پہنچ سکے اس کے جبڑے "کھٹ" سے بند ہو گئے اور غصہ کی غراہٹ کے ساتھ لڑھک کر دھپ سے فرش پر گرا۔ وہ پھر اٹھا وہ پھر الٹے قدموں کے دہانے تک ہٹتا چلا آیا۔ وہ پھر دوڑا اور اس نے پھر چھلانگ لگائی۔ ایک بار پھر اس کے خونخوار جبڑے کھٹ سے بند ہوئے اور ایک بار پھر وہ لڑھک کر نیچے آرہا۔

اب بھیڑیئے کی مادہ اٹھی اور اب وہ دونوں ایک ساتھ اس کی طرف چھلانگیں لگا رہے تھے جو طاق میں بیٹھا ہوا تھا۔ اب وہ یکے بعد دیگرے چھلانگیں لگا رہے تھے کہ طاق میں بیٹھنے والے کو نیچے گھسیٹ لیں۔ لیکن بھیڑیئے اور اس کی مادہ کی تمام کوششیں رائیگاں ہی گئیں اب تم نے سمجھ لیا ہو گا اسلوپوگاس کہ یہ غار کی دیوار اس قدر چکنی پھسلواں اور ہموار کیوں ہے کئی مہینوں بلکہ برسوں سے وہ بھیڑیا اور اس کی مادہ طاق کی طرف چھلانگیں لگاتے اور اس دیوار پر پھسلتے رہے تھے۔ کئی مہینوں سے کئی برسوں سے وہ اسکی ہڈیاں کھانے کی کوشش کر رہے تھے جو کہ اوپر طاق پر بیٹھا ہوا تھا۔ بھیڑیوں کی اس ان تھک اور مسلسل کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اسکی ایک ٹانگ چبانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن وہ اس کی دوسری ٹانگ تک نہ پہنچ سکے اور نہ پہنچ سکتے تھے۔

میں غار کے دہانے میں حیرت و خوف سے دم بخود کھڑا تھا کہ بھیڑیئے کی مادہ ایک دم سے پیچھے ہٹی وہ غصہ میں بھری ہوئی تھی۔ وہ طاق کی طرف دوڑی اور پھر ایسی زبردست چھلانگ لگائی۔ اس نے کہ طاق میں بیٹھے ہوئے ڈھانچے تک تقریباً پہنچ گئی۔ لیکن پھر بھی وہ اس کی ٹانگ نہ پکڑ سکی اور نہایت تیزی سے لڑھک کر بہت زور سے گری اور یہ اس کی آخری چھلانگ تھی کیونکہ چھلانگ لگاتے وقت اس نے ضرورت سے زیادہ زور لگایا تھا اس لئے غالباً اس کے دل کی کوئی رگ پھٹ گئی تھی اور چونکہ بہت زور سے گری تھی اس لئے

شاید اس کی کوئی پسلی وغیرہ بھی ٹوٹ گئی تھی۔ وجہ کچھ بھی ہو بہرحال میں نے کہا وہ اس کی آخری چھلانگ تھی کیونکہ اب وہ غار کے فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی اور اس کے منہ سے کالا کالا خون نکل رہا تھا۔ بھیڑیئے نے اپنی مادہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کے قریب آیا اسے سونگھا اور پھر یہ جان کر کہ وہ زخمی ہو گئی ہے اس نے غراہ کر مادہ کا حلق پکڑ لیا اور اسے رگیدنے لگا۔ اور اب غار کی چٹانی دیواریں غراہٹ اور گھٹی ہوئی چیخوں سے لرز لرز اٹھیں۔ دونوں بھیڑیئے لڑکھیاں کھانے لگے۔ یہ منظر اتنا ہیبت ناک اور بھیڑیوں کی چیخیں اتنی بھیانک تھیں کہ میں پتے کی طرح کانپنے لگا۔ لیکن میں فوراً ہی سنبھلا اور میں نے سوچا کہ اس خونخوار بھیڑیئے کا خاتمہ کردینے کا بہترین موقع تھا کیونکہ مادہ کے حلق میں بھیڑیئے کے دانت اتر گئے تھے اور وہ بے ہوش ہو کر خاموش ہو گئی تھی اور خود بھیڑیا اسے دبوچے بیٹھا تھا۔ چنانچہ میں اپنا ڈنڈا بلند کر کے غار میں گھس پڑا۔ میرا خیال تھا کہ اس سے پہلے کہ بھیڑیا میری طرف متوجہ ہو میں اس کی کھوپڑی پھاڑدوں گا۔ لیکن بھیڑیئے نے آہٹ سن لی شاید میرا سایہ اس پر پڑا۔ چنانچہ مادہ کا حلق چھوڑ کر اس نے سر اٹھایا اور پھر بھیڑیوں کے اس بادشاہ نے سیدھے میرے حلق کی طرف چھلانگ لگائی۔

میں نہ گھبرایا اور نہ جھجھکا بلکہ میں نے گھاٹ کے رکھوالا کو گھما کر وار کردیا بھیڑیا ہوا ہی میں تھا کہ میرا ڈنڈا اس کے سینے پر پڑا۔ بھیڑیا گرا لیکن وہ فوراً ہی اٹھا اور اس سے پہلے کہ میں دوسرا حملہ کرتا اس نے چھلانگ لگائی اور اس دفعہ میں اچھل کر ایک طرف ہوگیا اور پھر میں نے ڈنڈا چلایا ڈنڈا اسکی دائیں ٹانگ پر پڑا۔ اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ چنانچہ اب وہ چھلانگ نہ لگا سکتا تھا تاہم وہ اٹھا اور تینوں ٹانگوں پر ہی میری طرف دوڑا۔ اس کی چوتھی ٹانگ زمین سے گھسٹ رہی تھی۔ میں نے پھر ڈنڈا چلایا جو اس کی پسلیوں پر پڑا۔ لیکن ساتھ ہی بھیڑیئے نے مجھے پکڑ لیا۔ اس کے دانت اس تھیلے میں تھے جو میں نے اپنی کمر پر لپیٹ رکھا تھا۔ گزرتے ہوئے میرے گوشت میں اتر گئے۔ مارے غصے اور خوف کے میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں نے ڈنڈا اٹھا کر اس کے سر پر یوں مارا جس طرح کہ آدمی کھونٹا زمین میں ٹھونکتا ہے۔ اور یہ ضرب ایسی شدید تھی کہ بھیڑیئے کی کھوپڑی مٹی

کے برتن کی طرح کھل گئی وہ مردہ ہو کر گرا اور چونکہ اس کے دانت اب تک میرے جسم میں پیوست تھے اس لئے میں بھی اس کے ساتھ گرا۔ لیکن میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور رکھوالے کی ہتھی اسکے منہ میں ڈھکیل کر بوقت تمام اس کے جبڑے کھولے اور اپنی کمر کا گوشت اس کی گرفت سے آزاد کیا۔ اور اب میں نے اپنے زخموں کو دیکھا زخم گہرے اور خطرناک تھے تاہم آج تک اس جگہ درد محسوس کرتا ہوں جہاں بھیڑیئے نے مجھے کاٹا تھا شاید اس کے دانتوں میں کسی قسم کا زہر تھا۔

میں نے گردن اٹھا کر دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیئے کی مادہ ایک بار پھر اپنی ٹانگوں پر کھڑی ہے اور یوں کھڑی تھی جیسے اسے ذرا بھی چوٹ نہ آئی ہو کیونکہ امسلوپوگاس یہ ہے بھوتوں کی فطرت کہ وہ آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے کو رگیدتے ہیں لیکن ایک دوسرے کا خاتمہ نہیں کرسکتے یا نہیں کرتے۔

چنانچہ مادہ کھڑی تھی۔ لیکن وہ نہ تو میری طرف دیکھ رہی تھی نہ مردہ نر کی طرف بلکہ وہ اس طرف دیکھ رہی تھی جو طاق میں بیٹھا ہوا تھا میں نہایت خاموشی سے آہستہ آہستہ اس کی طرف رینگنے لگا۔ میں اس کے قریب پہنچا وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئی۔ میں آہستہ سے اٹھا میں مادہ کے پیچھے کھڑا تھا میں نے اپنا ڈنڈا بلند کیا۔ ڈنڈا ہوا کو کاٹتا ہوا "سوں" سے جھکا اور مادہ کی گردن پر پڑا۔ اور ایسی شاید ضرب تھی کہ مادہ کی گردن ٹوٹ گئی مادہ گری اور تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی۔

اس کے بعد میں تھوڑی دیر تک سستاتا رہا اور پھر غار کے دہانے پر پہنچا اور وہاں پہنچ کر میں نے باہر دیکھا سورج غروب ہو رہا تھا جنگل پر اندھیرا اتر چکا تھا اور روشنی سمٹ کر پتھر کی چڑیل کے سر پر پہنچ گئی تھی اس چڑیل کا چہرہ ختم ہوتی ہوئی روشنی میں چمک رہا تھا چنانچہ وہ رات مجھے اسی جگہ گزارنی پڑی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ چاندنی رات تھی لیکن میں رات کے وقت اس جنگل سے گزرنے کی جرات نہ کرسکتا تھا تو پھر تو یہ سراسر ناممکن تھا کہ اس طاق میں جو بیٹھا ہوا تھا اسے لے کر جنگل میں گھس پڑوں۔ چنانچہ وہ رات میں نے اس جگہ گزارنے کا فیصلہ کیا۔ میں غار سے باہر آیا اور اس چشمے پر پہ

غار کے دائیں طرف یہاں سے تھوڑی دور چٹان میں سے نکل آیا ہے۔ وہاں پہنچ کر میں نے زخم دھوئے پھر میں واپس آیا اور غار کے سامنے بیٹھ کر روشنی کو غائب ہوتے دیکھنے لگا۔ جب دن ختم ہو رہا تھا تو ہر طرف خاموشی تھی۔ لیکن جب دن ختم ہو گیا تو خاموش جنگل آوازوں سے پر ہو گیا ہوا تیزی سے چھینکنے اور سیٹیاں بجانے لگی۔ میں اوپر بیٹھا ہوا تھا نیچے جنگل تھا اور درختوں کی چوٹیاں مجھ کو نظر آرہی تھیں۔ چوٹیاں یوں آپس میں ملی ہوئی تھیں اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سبز سبز دریا میں موجیں اٹھ رہی ہوں اور چاند کی کرنیں ان پر ٹوٹ کر بکھر رہی ہوں۔ جنگل بیدار ہو چکا تھا۔ بھوتوں اور بھیڑیوں کی آوازیں آرہی تھیں اور ان آوازوں کا جواب دوسرے بھیڑیئے پہاڑ پر سے دے رہے تھے۔

غار کے دہانے میں بیٹھے رہنا خطرے سے خالی نہ تھا اور اس وقت اس پتھر کے راز سے میں واقف نہ تھا کہ میں غار کو بند کر دیتا اور اگر جانتا بھی ہوتا تو کیا میں اسے بند کر کے مردہ بھیڑیوں اور طاق میں بیٹھنے والے کے ساتھ اکیلا ہی رات گزار سکتا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور سامنے والے چبوترے پر پہنچا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور اس کی روشنی میں چڑیل کا چہرہ بڑا ہی پراسرار معلوم ہو رہا تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے یہ چڑیل میری ہی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی ہو اور اے اسلوپوگاس میرا بدن خوف سے سرد ہو گیا کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ پہاڑ اور جنگل آسیب زدہ ہے۔ جنگل میں اور پہاڑ پر روحیں یوں بیٹھی رہتی ہیں جس طرح کسی درخت پر گدھ۔ میں غار میں واپس آیا اور یہ سوچ کر کہ اگر میں نے اپنا دھیان نہ بٹایا تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں نے بھیڑیئے کی لاش کو گھسیٹ کر اپنے قریب کیا اور چاقو نکال کر اس کی کھال اتارنے لگا۔ کوئی ایک گھنٹہ تک میں یوں مصروف رہا اور اس تمام عرصہ میں خاموش نہ رہا بلکہ گیت گاتا رہا اور اس طرح اسے جو طاق میں بیٹھا ہوا تھا اور بھیڑیئے کی خوفناک آوازوں کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بھیڑیئے کی آوازیں دور سے آرہی تھیں اور بہت قریب سے بھی آرہی تھیں۔ چاندنی لحہ بہ لحہ زیادہ سے زیادہ اتر رہی تھی میری نظریں اس پر جمی تھیں جو غار میں بیٹھا

ہوا تھا اور جس نے اپنی آنکھوں پر، جب وہ زندہ تھا چرمی پٹی باندھ لی تھی اس نے یہ پٹی کیوں باندھی ہوگی اپنی آنکھوں پر میں نے سوچا غالباً اس لئے کہ وہ خوفناک بھیڑیوں کو دیکھنا نہ چاہتا تھا غالباً اس لئے کہ وہ خونخوار بھیڑیئے اور اسکی مادہ کو اپنی طرف چھلانگ لگاتے دیکھ کر لرز لرز اٹھتا تھا چنانچہ وہم کی اس حالت اور خوف کو ختم کرنے کے لئے اس نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تھی۔

بھیڑیئے کی آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھیں اور اب میں غار کے سامنے اور چٹانوں کے سائے میں بھورے بھورے جسموں کو چلتے پھرتے دیکھ رہا تھا اور عین میرے سامنے انگارہ سی دو آنکھیں چمکیں، ایک تھوتنی کے خطوط نظر آئے اور تھوتنی اس بھیڑیئے کو سونگھنے لگی جس کی کھال میں اتار رہا تھا۔ ایک نعرے کے ساتھ میں نے اپنا ڈنڈا اٹھا کر چلا دیا درد تکلیف کی ایک چیخ کے ساتھ کوئی چیز ہوا میں اچھلی گری بھاگی اور چٹانوں کے دہانے میں جاکر غائب ہو گئی۔

اب میں بھیڑیئے کی کھال اتار چکا تھا۔ کھال میں نے پیچھے غار میں پھینکی کھال اتری ہوئی بھیڑیئے کی لاش کو گھسیٹتا ہوا باہر آیا اور اسے چٹان کے کنارے پر ڈال دیا۔ فوراً ہی بھیڑیوں کی آوازیں ایکبار پھر آتی سنائی دیں اور میں نے بھوری شبیوں کو ایک کے بعد ایک کو رینگتے دیکھا اب وہ بھیڑیئے کی لاش کے گرد جمع تھے اب اسے سونگ رہے تھے اور وہ اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور اسے نوچ رہے تھے اور آپس میں لڑ رہے تھے۔ جب وہ مردہ بھیڑیئے کی ایک ایک ہڈی چبا چکے تو اپنی لال لال زبانیں اپنے دانتوں پر پھرتے جنگل کی طرف چلے گئے۔

میں بھاگتا رہا یا سو گیا۔ یہ میں نہیں جانتا مجھے تو صرف اتنا یاد ہے کہ جب میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو مجھے روشنی نظر آئی، ہو سکتا ہے اسلوپوگاس کہ وہ چاند کی روشنی ہو جو اس پر پڑ رہی ہو جو طاق میں بیٹھا ہوا تھا وہ سرخ روشنی تھی اور اس روشنی میں طاق میں بیٹھنے والا یوں نظر آرہا تھا جیسے کوئی زنگ خوردہ لوہا نظر آتے ہیں۔ میں نے دیکھا یا یوں کہو کہ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں دیکھ رہا تھا۔ اور پھر میرا خیال ہے کہ میں نے اسکے لٹکے

ہوئے خشک نچلے جبڑے کو ہلتے دیکھا اس کے جبڑے نے حرکت کی اور اس کے منہ میں سے ایک آواز نکلی جو کرخت اور کھوکھلی تھی جیسے کوئی خالی پیٹ اور خشک حلق سے بول رہا ہو۔

سلام۔ سگویانہ کے بیٹے غالازی آواز نے کہا غالازی بھیڑیئے سلام تجھ پر تو یہاں آیا ہے کیوں آیا اس پہاڑ پر جہاں بھوت بستے ہیں اور جہاں پتھر کی عظیم چڑیل ابتدائے آفرینش سے بیٹھی دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

پھر اسلوپوگاس میں نے جواب دیا یا یوں کہوں کہ جیسے میں نے جواب دیا اور خود میری آواز بھی عجیب اور کھوکھلی معلوم ہوئی۔

سلام اے وہ جو مر چکا ہے سلام ہو تجھ کو جو گدھ کی طرح چٹان کے سوراخ میں بیٹھا ہے میں تیری ہڈیاں لینے آیا ہوں کہ انہیں تیری ماں کے پاس لے جاؤں کہ وہ انہیں دفن کر دے۔

غالازی! کئی برسوں سے میں یہاں اکیلا بیٹھا ہوا ہوں آواز نے کہا۔

اور برسوں سے میں یہاں بیٹھا بھوت بھیڑیوں کو اپنی طرف چھلانگیں لگاتے اور مجھے نیچے گھسیٹنے کی کوشش کرتے دیکھتا رہا ہوں یہاں تک کہ ان کے گرنے اور پھسلنے سے چٹان ہموار پھسلواں اور چکنی ہو گئی چنانچہ میں یوں ہی سات دنوں اور سات راتوں تک زندہ بیٹھا رہا اور نیچے بھوکے بھیڑیئے تھے۔ اور میں خود بھی بھوکا تھا اور مرنے کے بعد میں کئی برسوں سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہاں بیٹھا میں سورج غروب ہوتے اور چاند کو طلوع ہوتے اور پھر سورج کو طلوع ہوتے دیکھتا رہا ہوں۔ اور بھیڑیوں کی آوازیں سنتا اور انہیں اپنی طرف چھلانگیں لگاتے دیکھتا رہا ہوں اور برسوں سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں اور یہاں بیٹھ کر میں نے پتھر کی چڑیل سے علم سیکھا ہے جب میں اس آسیب زدہ جنگل کی طرف آیا تھا تو میری ماں جوان اور حسین تھی۔ غالازی اب میری ماں کیسی ہے۔

اس کا سر سفید ہو گیا ہے چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں اور وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے میں نے جواب دیا لوگ اسے دیوانی کہتے ہیں تاہم اسکے کہنے پر میں تمہیں تلاش کرنے آیا ہوں

اور میں گھاٹ کے رکھوالے کو اپنے ساتھ لایا ہوں یہ ڈنڈا کبھی تمہارے باپ کا تھا لیکن اب میرا ہو جائے گا۔

ہاں غالازی اب یہ ڈنڈا تیرا ہو جائے گا۔ آواز نے کہا کیونکہ تو نے صرف تو نے آسیب زدہ جنگل میں گھس پڑنے کی جرات کی ہے چنانچہ تیری ہی وجہ سے میں دفن کیا جاؤں گا۔ اور گہری اور پر سکون نیند سو سکوں گا سن غالازی تو بھی پتھر کی اس چڑیل سے علم حاصل کرے گا جو ابتدائے آفرنیشن سے یہاں بیٹھی دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہے اور یہ علم تیرا ہو گا۔ اور ایک دوسرے شخص کا جو تیرا ساتھی اور خون بدل بھائی ہو گا۔ یہ جو تو نے دیکھے ہیں بھیڑیئے نہیں ہیں اور جیسے تو نے مارا ہے وہ بھی بھیڑیا نہ تھا۔ یہ بھوت ہیں ان برے لوگوں کے بھوت جو صدیوں گزریں مر گئے اور یہ بھوت اپنی موت نہ مریں گے یعنی اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ انہیں کوئی مار نہ ڈالتا اور تو جانتا ہے غالازی کہ یہ لوگ کس طرح زندہ رہتے تھے اور ان کی خوراک کیا تھی۔ غالازی جب صبح کی روشنی نمودار ہو تو پتھر کی چڑیل کی چھاتیوں پر چڑھ جانا اور اس شگاف میں دیکھنا جو اس کی چھاتیوں کے بیچ میں ہے اور وہاں تو دیکھے گا کہ یہ لوگ کس طرح رہتے تھے اور کیا کھاتے تھے اور اب یہ لعنت پڑی ہے ان پر کہ یہ بھیڑیوں کے روپ میں بھوکے چیختے چلاتے بھٹکا کرتے ہیں اس پہاڑ پر بھٹکا کرتے ہیں جہاں کبھی وہ رہا کرتے تھے۔ اس وقت رہا کرتے تھے جب وہ انسان تھے اور بھیڑیوں کے روپ میں وہ اس وقت تک بھٹکا کریں گے جب تک کوئی انہیں اپنی رہبری میں نہیں لے لیتا۔ اور وہ انسان کے ہاتھ سے مارے نہیں جاتے چنانچہ ان کی یہی ناقابل برداشت بھوک تھی جسکی وجہ سے وہ چھلانگیں لگاتے رہے اور وہ جیسے تو نے مار ڈالا ہے ان بھوت بھیڑیوں کا بادشاہ تھا اور وہ مادہ جیسے تو نے مالا ڈالا ہے ملکہ تھی۔

غالازی بھیڑیئے سنو! میں تمہیں ایک عطیہ دے رہا ہوں تم ان بھوت بھیڑیوں کے بادشاہ بنو گے۔ تم اور ایک دوسرا جوان جیسے ایک شیرنی لائے گی۔

غالازی بھیڑیئے کی کھال اپنے کندھوں پر ڈالو اور بھیڑیئے تمہارے تابع فرمان ہو جائیں گے اور تمہارے ساتھ چلیں گے یہاں کے سب بھیڑیئے جو تعداد میں تین سو تریسٹھ

ہیں تمہارے حکم کے تابع ہوں گے۔ اور جسے وہ شیرنی لائے گی اور جو تمہارا ساتھی اور خون بدل بھائی ہو گا۔ اسے مادہ کی یہ بھوری کھال دے دینا کہ وہ اسے اپنے کندھوں پر ڈال لے اس طرح تم دونوں بھیڑیوں کو جس طرف لے جاؤ گے وہ اسی طرف جائیں گے اور یہ تمہاری فوج ہو گی جس کی مدد سے تم کو ہر میدان میں ، اور ہر دفعہ فتح حاصل ہو گی۔ یہاں تک کہ تم سب مرجاؤ گے لیکن اتنا یاد رکھو نہ بھیڑیئے اتنے ہی حدود میں تمہارے ساتھ رہیں گے جتنے حدود میں جب وہ انسان تھے۔ تو گھوما کرتے تھے ان حدود سے باہر وہ نہ جائیں گے۔ غالازی میری ماں سے تم نے جو انعام حاصل کیا ہے وہ منحوس ہے گھاٹ کا رکھوالا منحوس ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ڈنڈے کے بغیر تم بھیڑیوں کے بادشاہ کا خاتمہ نہ کرسکتے تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ڈنڈے کی وجہ سے آخر میں تم بھی قتل ہو جاؤ گے۔ ہر اس شخص کا یہی انجام ہوا ہے جو اس ڈنڈے کا مالک رہا ہے اچھا اب کل تم مجھے میری ماں کے پاس لے جانا کہ میں اس جگہ آرام و سکون سے سو رہوں جہاں بھوت بھیڑیئے نہیں ہیں بس میں کہہ چکا غالازی۔

چنانچہ اب اس کی آواز جو مرچکا تھا مدھم اور زیادہ سے زیادہ کھوکھلی ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ جب اس نے آخری الفاظ کہے تو میں بمشکل انہیں سن سکا تاہم میں نے پوچھا۔

کون ہے یہ جیسے شیرنی لائے گی اور جو میرے بھیڑیوں پر حکومت کریگا اور نام کیا ہے اس کا؟

غالازی اسکا نام امسلوپوگاس اور لقب خونریز ہوگا اور وہ شیرزولوشاہ کا بیٹا ہو گا۔

اور یہ سن کر الاؤ کے قریب بیٹھا ہوا امسلوپوگاس چونکا۔

میرا نام امسلوپوگاس تو ہے اس نے کہا لیکن نہ تو میرا لقب خونریز ہے اور نہ ہی میں شاکا کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ کا نام تو موپو ہے تم نے ایک خواب دیکھا تھا اور اگر خواب نہ دیکھا تھا تو اس نے جو مرچکا ہے جھوٹ بولا تھا۔

ہوسکتا ہے کہ ایسا ہی ہو امسلوپوگاس غالازی نے جواب دیا شاید میں نے خواب میں

دیکھا تھا یا شاید اس نے جو مرچکا ہے جھوٹ بولا ہو اسکے باوجود اگر اس نے تمہارے متعلق جھوٹ کہا تھا تو دوسرے معاملے میں سچ تھا جیسا کہ تم ابھی سن لو گے۔

خیر تو جب میں وہ آواز سن چکا یا شاید خواب میں وہ آواز سن چکا تو میں واقعی گہری نیند سو گیا اور جب بیدار ہوا تو نشیب میں جنگل پر منڈلاتی ہوئی دھند بادلوں کی طرح نظر آرہی تھی لیکن بھوری روشنی اس چڑیل کے چہرے پر اتر آئی تھی۔ جو اس پہاڑ پر بیٹھی ہوئی ہے اور اب مجھے اپنا وہ خواب یاد آیا جو میں نے گزشتہ رات دیکھا تھا۔ اور اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ محض فریب تھا یا حقیقت چنانچہ میں غار سے باہر آیا اور وہ جگہ تلاش کرلی جہاں مجھے چڑھنا تھا یعنی چڑیل کے سر کے نیچے اور دونوں چھاتیوں کے درمیان میں اوپر چڑھنے لگا۔ اوز سورج کی پہلی کرن چڑیل کے چہرے پر اتر آئی اور سورج کی روشنی دیکھ کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا جیسے جیسے میں اوپر چڑھتا گیا چڑیل کے چہرے کے نقش بگڑتے گئے یہاں تک کہ وہ عورت کا چہرہ نہیں بلکہ ایک چٹان رہ گئی کیونکہ اسلوپوگاس چڑیلیں ایسی ہی ہوتی ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا پتھر کی جب تم ان کے قریب پہنچ جاتے ہو تو وہ اپنی شکلیں بدل لیتی ہیں۔

اور اب میں چڑیل کے سینے پر تھا اور بڑے بڑے پتھروں کے درمیان بھٹک رہا تھا آخرکار مجھے چٹان میں ایک شگاف نظر آیا جو اتنا بڑا تھا کہ آدمی تین چھلانگوں میں اس کے اس کنارے سے اس کنارے تک پہنچ سکتا تھا اس شگاف کے قریب بڑے بڑے پتھر تھے جو آگ اور دھوئیں سے کالے ہو گئے تھے۔ ان پتھروں کے قریب ٹوٹے پھوٹے برتن اور چاقو پڑے ہوئے تھے میں نے جھانک کر شگاف میں دیکھا شگاف بہت گہرا تھا اور کائی کی وجہ سے نیلا ہو گیا تھا اونچی اونچی جھاڑیاں اس میں اگ رہی تھیں کیونکہ اس شگاف میں بہت زیادہ نمی تھی۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا چنانچہ ظاہر ہوا کہ میں نے خواب جھوٹا دیکھا تھا۔ میں جانے کے لئے پلٹا لیکن پھر کچھ سوچ کر شگاف میں اتر گیا جھاڑیاں میرے جسم سے لپٹی جارہی تھیں اور میں ہاتھوں سے انہیں ہٹاتا جارہا تھا جھاڑیوں کی جڑوں میں کائی تھی۔ میں اپنے ڈنڈے سے اس کائی کو کھرچنے لگا فوراً ہی ڈنڈے پر لپٹے ہوئے آہنی تار کسی چیز سے

ٹکرائے۔ یہ چیز گول پیلے رنگ کی اور اندر سے کھوکھلی تھی اسلوپوگاس میں نے وہ چیز اٹھائی کیا تم بتا سکتے ہو وہ کیا ہو گی؟ وہ کسی بچے کی کھوپڑی تھی۔

میں کائی کھرچنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے نظر آگیا جس کی مجھے تلاش تھی کائی کے نیچے انسانی ہڈیاں تھیں جو نہ جانے کتنے برسوں سے وہاں پڑی ہوئی تھیں چھوٹی ہڈیاں سڑ گل کر ختم ہو گئی تھیں لیکن بڑی موجود تھیں چند ہڈیاں پیلی تھیں۔ چند سیاہ اور بقیہ سفید یہ ہڈیاں ٹوٹی ہوئی نہ تھیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ ان انسانوں کو بھیڑیوں اور لکڑبھگوں نے کھایا تھا تاہم ہر ہڈی پر دانتوں کے نشانات موجود تھے۔ اور پھر اسلوپوگاس میں اس شگاف سے باہر آیا اور پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر غار میں پہنچ گیا۔

اب میں نے بھیڑیئے کی مادہ کی کھال بھی اتار لی جب میں اس کام سے فارغ ہوا تو سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ اور میرے جانے کا وقت آگیا تھا لیکن اس دفعہ مجھے اکیلا نہ جانا بلکہ اسے بھی ساتھ لے جانا تھا جو طاق میں بیٹھا ہوا تھا میں اس مردے کو جس نے خواب میں مجھ سے باتیں کی تھیں چھوتے بھی ڈرتا تھا لیکن اسے ہی لینے آیا تھا اور بہرحال اسے مجھے لے چلنا تھا میں غار سے باہر آیا اور پتھر لا لا کر غار کے نیچے رکھنے لگا۔ کافی دیر تک میں یہی عمل کرتا اور پھر میں نے ایک پتھر کو دوسرے پتھر پر جما کر اس طرح رکھا کہ پتھروں کا ایک زینہ سا تیار ہو گیا جو اتنا بلند تھا کہ سب سے اوپری پتھر پر کھڑے ہو کر میں اپنے ہاتھ طاق تک پہنچا سکتا تھا میں پتھروں کے اس زینہ پر چڑھا اور میں نے طاق میں بیٹھنے والے کو نیچے اتار لیا وہ بہت ہلکا پھلکا تھا کیونکہ صرف ہڈیوں اور اس پر منڈھی ہوئی کھال کا مجموعہ تھا جب میں طاق میں بیٹھنے والے کو نیچے اتار چکا تو میں نے بھیڑیوں کی دونوں کھالیں اپنے کندھے پر ڈالیں میں نے اپنا تھیلا غار ہی میں چھوڑا کیونکہ وہ جسے میں نے طاق میں سے اتارا تھا تھیلے میں داخل نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اس مردے کو اپنے کندھے پر اس طرح بیٹھا لیا کہ اس کی ٹانگیں میرے سینے پر دائیں بائیں لٹک رہی تھیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا ایک ٹانگ لٹک رہی تھی کیونکہ اس کی دوسری ٹانگ تو تھی ہی نہیں خیر تو میں نے اس کی یہ ایک سالم ٹانگ پکڑ کر ایسے کندھے پر سنبھالے رکھا اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور

بڑھیا کے کرال کی طرف چل پڑا۔ میں نہایت تیزی سے ڈھلان سے اترا کیونکہ اب میں راستہ سے واقف ہو چکا تھا اور اب میں نہ کچھ دیکھ رہا تھا اور کچھ سن رہا تھا بس اپنی دھن میں تیزی سے چلا جلا رہا تھا یکایک مجھ پر پروں کی پرپراہٹ سنائی دی ایک بڑا سا عقاب اسکی طرف لپکا جو میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں زور سے چیخا تو عقاب ڈر کر بھاگ گیا اور میں جنگل من داخل ہو چکا تھا اور اب مجھے بڑی احتیاط سے چلنا تھا مبادا اس کا سر جو میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا کسی درخت کے ٹہنی سے ٹکرائے اور دھڑ سے الگ ہو کر کہیں جا پڑے۔

تھوڑی دیر تک میں خاموشی اور احتیاط سے چلتا رہا یہاں تک کہ میں اندھیرے جنگل کے اندھیرے قلب میں پہنچ گیا یکایک دائیں طرف سے بھیڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کا جواب بائیں طرف کے بھیڑیوں نے دیا اور ان کا جواب پھر میرے آگے اور پیچھے سے آگیا لیکن میں چلتا رہا اور سورج میرا رہبر تھا جو گنجان درختوں کی ملی ہوئی چوٹیوں میں سے کبھی کبھی نظر آجاتا تھا اور اب میں کالے اور بھورے بھیڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو میرے راستے کے قریب ہی چل رہے تھے۔ اور اپنی تھوتنیاں اٹھائے ہوئے سونگھ رہے تھے تھوڑی دیر تک چلتے رہنے کے بعد میں ایک کھلی جگہ میں پہنچ گیا اور میں نے دیکھا کہ جیسے دنیا کے سارے بھیڑیئے وہاں جمع ہو گئے ہیں میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے اپنا ڈنڈا بلند کیا میں خاموش اور منتظر کھڑا تھا اور بھیڑیئے بڑبڑاتے غراتے اور ہوا سونگھتے میرے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کے انہوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا وہ میرے گرد اپنا دائرہ تنگ کرنے لگے لیکن کسی ایک بھیڑیئے نے بھی میری جانب چھلانگ نہیں لگائی۔ البتہ چند ثانیوں بعد ایک بھیڑیئے نے چھلانگ لگائی لیکن مجھ پر نہیں بلکہ اس پر جو میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں ایک طرف ہٹ گیا اور بھیڑیا اپنا نشانہ چوک جانے سے نیچے گرا۔ اب وہ میرے سامنے کھڑا غرا رہا تھا اور اب مجھے اپنا خواب یاد آیا۔ خواب میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بھیڑیوں کا بادشاہ بنوں گا میں اور میرا ایک ساتھی جیسے شیرنی لائے گی اور کیا ایسا نہ ہوا تھا کیا اس نے جو مر چکا تھا سچ نہ کہا تھا اگر نہ کہا تھا تو یہ کیا بات ہوئی کہ بھیڑیوں نے

اب تک مجھے کھا نہ لیا۔
ایک لمحہ تک میں خاموش کھڑا سوچتا رہا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور بھیڑیا کی آواز میں چیخنے لگا۔ اور اسلوپوگاس وہاں موجود تمام بھیڑیئے میرے ساتھ چیخنے لگے۔ پھر میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر بھیڑیوں کو پکارا۔ اور وہ سب کے سب میری طرف ڈوڑ پڑے اور اب وہ میری ٹانگیں چاٹ رہے تھے اور اپنے جسم میری ٹانگوں سے رگڑ رہے تھے ایک بھیڑیئے نے اسے گھسیٹنے کی کوشش کی جو میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا لیکن میں نے اس کی پیٹھ پر اپنا ڈنڈا مارا۔ اور وہ پٹے ہوئے کتے کی طرح پیچھے ہٹ گیا اس کے علاوہ دوسرے بھیڑیئے نہایت غصہ کے عالم میں غرانے لگا۔ بعض نے اس گستاخ بھیڑیئے کو بھنبھوڑ ڈالا یہاں تک کہ وہ درد و تکلیف سے چلانے لگا۔ اب ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ میں ان بھوت بھیڑیوں کا بادشاہ بن چکا تھا چنانچہ میں آگے بڑھا اور بھیڑیوں کا غول میرے ساتھ چلا میں چلتا رہا بھیڑیوں کا غول میرے ساتھ چلتا رہا۔ میں خاموش تھا اور بھیڑیئے بھی خاموش تھے یہاں تک کہ ہم جنگل کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

اور اب میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح لوگوں کے سامنے نہ جانا چاہئے۔ مبادا وہ مجھے ساحر نہ سمجھ کر قتل کردیں چنانچہ جنگل کے کنارے پر پہنچ کر میں رکا اور میں نے بھیڑیوں کو واپس لوٹ جانے کا اشارہ کیا اس پر بھیڑیئے اس طرح رونے لگے جیسے کہ میں ہمیشہ کے لئے ان سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن میں نے ان سے کہا کہ میں واپس آجاؤں گا اور ان کا بادشاہ بنوں گا اور یوں معلوم ہوا جیسے انہوں نے میری بات مان لی ہو۔

اور اب اسلوپوگاس رات بہت گزر چکی ہے اس لئے سو رہو اس وقت کل میں اپنی کہانی پوری کروں گا۔

ساتھی

چنانچہ اے میرے آقا دوسری رات ایک بار پھر اسلوپوگاس اور غالازی آلاؤ کے قریب بیٹھے تھے اور غالازی اپنی بقیہ کہانی سنا رہا تھا۔

اس نے کہا۔

میں چلتا رہا یہاں تک کہ دریا پر پہنچ گیا دریا اب بھی طغیانی پر تھا تاہم پانی پہلے کی نسبت کچھ اتر گیا تھا اس لئے دریا عبور کرتے وقت مجھے تیرنا نہ پڑا۔ دریا جہاں گہرا تھا وہاں ابھی پانی میری کہنیوں تک آتا تھا اب اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت ایک شخص دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور اسے بھی دیکھا جو میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے بھیڑیئے کی وہ کھال بھی دیکھی جو میں اپنے کندھے پر ڈالے ہوئے تھا۔ چنانچہ وہ کرال کی طرف بھاگا اور چیخ کر لوگوں کو میری آمد سے مطلع کیا۔

ہوشیار وہ آرہا ہے بھیڑیئے پر سوار ہو کر دریا عبور کر رہا ہے۔

چنانچہ یہ ہوا کہ جب میں کرال کی طرف بڑھا تو پورا کرال میرے استقبال کو باہر آچکا تھا سوائے ایک کے اور یہ وہی بڑھیا تھی جس کے بیٹے کی ہڈیاں میں لایا تھا وہ میرے استقبال کو نہ آئی کیونکہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکی تھی میں ٹیلے کی ڈھلان اتر رہا تھا تو کرال والوں نے دیکھا کہ میری کندھے پر کیا تھا چنانچہ اسے دیکھتے ہی ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا اس کے باوجود وہ بھاگے نہیں بلکہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔ کیونکہ مارے حیرت کے وہ بت بن گئے تھے البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جب میں ان کے قریب پہنچا تو وہ قدم بہ قدم پیچھے ہٹنے لگے۔ میں خاموشی سے چلتا رہا یہاں تک کہ کرال کے کنارے پر پہنچ گیا کرال کے دروازے پر وہی بڑھیا بیٹھی دھوپ کھا رہی تھی۔ دفعتاً بڑھیا نے سر اٹھا کر دیکھا اور چیخ کر بولی:۔

"کیا بات ہے میرے کرال کے لوگوں کہ تم پیچھے ہٹے آرہے ہو جیسے تم پر سحر کر دیا گیا ہو اور وہ بلند قامت اور مردے جیسا آدمی کون ہے جو تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے:۔

لیکن وہ لوگ بڑھیا کو جواب دیئے بغیر پیچھے ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ دھوپ میں بیٹھی ہوئی بڑھیا سے بھی پیچھے نکل گئے اور اب وہ کرال کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے اب میں بڑھیا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے کندھوں پر بیٹھنے والے کو اپنے کندھوں پر سے اتار کر بڑھیا کے سامنے رکھ دیا اور کہا۔

"بڑی بی! یہ لو اپنا بیٹا! جان پر کھیل کر میں اسے لایا ہوں کیونکہ تم جانو جنگل میں بھوتوں کی کمی نہیں۔ البتہ تمہارے بیٹے کی ایک ٹانگ تلاش کے باوجود مجھے نہ ملی سنبھالو اسے اور دفن کردو کیونکہ میں اس سے اکتا گیا ہوں۔"

بڑھیا نے اس کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں پر سے پٹی گھسیٹ لی۔ پھر بڑھیا چیخی ...... وہ فلک شگاف چیخ تھی اس کی۔ یوں چیخ کر اس نے اپنی بانہیں۔ اس خشک انسانی ڈھانچے کی گردن میں ڈال دیں اور بولی۔

"ہاں یہ میرا بیٹا ہے۔ وہی ہے جسے میں نے جنم دیا تھا۔ یہ میرا ہی بیٹا ہے جسے آج میں پچیس سال بعد دیکھ رہی ہوں۔ خوش آمدید میرے بیٹے۔

خوش آمدید۔ اب تمہیں دفن کیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ مجھے بھی۔

ایک بار پھر وہ چلائی۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہوگئی۔ اس کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے یکایک بڑھیا کے منہ سے کف جاری ہوگیا...... اور وہ اپنے بیٹے کی لاش پر اوندھے منہ گری...... دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ مرچکی تھی۔

اور اب وہاں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ بہت دیر تک طاری رہی کیونکہ سب کے سب خوف زدہ تھے پھر کسی نے چیخ کر پوچھا۔

"کیا نام ہے اس کا جو بھوتوں کے بھٹ میں سے لاش لے آیا ہے۔"

"مجھے غالازی کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"نہیں تمہارا نام بھیڑیا ہے۔" اس نے کہا "دیکھو لوگوں اس کھال کو دیکھو جو اس شخص نے اپنے سر پر ڈال رکھی ہے۔ چنانچہ یونہی ہوگا...... میرا نام غالازی بھیڑیا ہے۔

"میرے خیال میں تو یہ بھیڑیا ہی ہے۔ اس شخص نے کہا "اس کے دانتوں کی طرف

دیکھو کیسے نظر آرہے ہیں۔ وہ کس طرح دانت نکال رہا ہے یہ بالکل بھیڑیئے کی طرح۔ بے شک یہ انسان نہیں ہے...... یہ بھیڑیا ہے۔"

"یہ نہ انسان ہے۔ اور نہ بھیڑیا" کوئی دوسرا بولا۔ بلکہ جادوگر ہے کیونکہ سوائے جادوگر کے کوئی اور اس جنگل میں جاکر زندہ نہیں آسکتا۔ بے شک یہ جادوگر ہے۔

"ہاں یہ جادوگر ہے۔ یہ بھیڑیا ہے" لوگ چلائے "مار ڈالو اسے اس سے پہلے کہ یہ بھوتوں کو ہم پر چڑھائے۔ اس جادوگر بھیڑیئے کا خاتمہ کردو۔"

"بے شک میں بھیڑیا ہوں۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "بے شک میں جادوگر ہوں اور بہت جلد میں بھیڑیوں اور بھوتوں کو تم پر چڑھالاؤں گا۔"

اور میں پلٹ کر ایسی تیزی سے بھاگا کہ میرا تعاقب کرنے والے بہت پیچھے رہ گئے۔ اور جب میں یوں بھاگ رہا تھا تو۔ میری مڈ بھیڑ ایک لڑکی سے ہوگئی۔ جو اپنے سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئی تھی۔ اور ایک ہاتھ میں بکری کے مردہ بچے کو لٹکائے ہوئے تھی۔ میں بھیڑیئے کی طرح چلایا اور میں نے اس کے سر پر سے ٹوکرا اور ہاتھ سے بکری کا مردہ بچہ گھسیٹ لیا۔ اور پھر میں بھاگا۔ یہاں تک کہ دریا پر پہنچا اور دریا میں اتر گیا رات کا اندھیرا اتر چکا تھا چنانچہ میں دریا کے دوسری کنارے پہ کھڑی ہوئی چٹانوں میں گھس کر چھپ رہا ...... میں نے بکری کے مردہ بچے کا گوشت کھا کر اپنی بھوک مٹائی اور وہ رات میں نے انہی چٹانوں میں بسر کی۔

دوسرے دن علی الصبح میں بیدار ہوا بھیڑیئے کی کھال پر سے' جو میں نے اوڑھ رکھی تھی۔ رات کی تھکن جھاڑی۔ اوز جنگل میں گھس کر بھیڑیئے کی طرح چلایا۔ بھوت بھیڑیئے میری آواز پہچانتے تھے۔ چنانچہ دور و نزدیک سے میری اس پکار کا جواب آیا۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی ہر چار طرف سے دس دس اور بیس بیس کی ٹولیوں میں بھیڑیئے نکل پڑے.... میں نے انہیں شمار کیا اور ان کی تعداد تین سو تریسٹھ تھی۔

اس کے بعد میں غار میں پہنچا اور تب سے اب تک اسی غار میں رہ رہا ہوں.... تقریباً بارہ مہینوں سے یہاں مقیم ہوں اور بھیڑیوں میں رہتے رہتے میری فطرت بھی کچھ بھیڑیوں

کی سی ہو گئی ہے۔ میں بھیڑیوں کا بادشاہ اور بن مانس بن گیا ہوں۔ میں بھیڑیوں کے ساتھ مل کر شکار کرتا اور انہی کے ساتھ بھٹکتا ہوں بھیڑیئے مجھے پہنچانتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں کہتا ہوں وہ ویسا ہی کرتے ہیں۔ اسلوپوگاس! اب تم تندرست ہو گئے ہو اور آگے تمہاری ہمت جواب نہ دے گئی تو آج ہی رات تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

چنانچہ ہمت ہو تو چلو۔

اسلوپوگاس ہنسا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"غالازی! ابھی میں پورا مرد نہیں ہوں۔ اس نے کہا "تاہم آج تک میں کسی سے نہیں ڈرا۔ میں نے ڈرنا سیکھا ہی نہیں چلو غالازی۔ میں تمہاری اس فوج کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس کے سپاہی بھورے اور کالے رنگ کے ہیں۔ اور جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اور جن کا ہتھیار ان کے نوکیلے دانت ہیں۔"

ٹھہرو پہلے بھیڑیئے کی مادہ کی یہ کھال اپنے کندھوں پر ڈال لو" غالازی نے کہا "کیونکہ بھیڑیئے اجنبی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور پلک جھپکتے میں اس کی تکا بوٹی" کر دیتے ہیں۔ اس کھال کو اپنی گردن پر اور بازوؤں پر ڈوری سے باندھ لو اور دیکھو بندھ مضبوط ہوں۔ مباوا بندھ ٹوٹ جائیں' کھال تمہارے جسم پر سے گر پڑے اور پھر تمہارا انجام برا ہو۔"

چنانچہ اسلوپوگاس نے مادہ کی بھوری کھال اٹھائی اور چرمی پٹیوں کے ذریعہ اپنے جسم پر باندھ لی۔ مادہ کا سرا اسلوپوگاس کے سر پر تھا۔ اور اس کے دانت اسلوپوگاس کے سر پر چمک رہے تھے اسلوپوگاس نے بھالا اٹھایا اور اب وہ تیار تھا غالازی نے نر کی کھال اپنے جسم پر باندھ لی اور اب وہ دونوں غار سے نکل کر اس میدان میں آئے جو غار کے سامنے تھا۔

غالازی میدان میں پہنچ کر رکا اور چاند کی روشنی میں اسلوپوگاس نے دیکھا کہ غالازی کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے تھے۔ اس کا چہرہ وحشیوں کا سا اور آنکھیں درندے کی سی ہو گئی تھیں اور اس کے ہونٹ دانتوں پر کھنچ گئے تھے۔ غالازی نے سر اٹھایا اور یوں سر اٹھا کر وہ بھیڑیئے کی طرح چیختا۔ اس کی آواز خاموش رات کا دل چیر گئی۔ اور اس طرح

غالازی تین دفعہ چیخا۔ ابھی اس کی تیسری چیخ کی آواز گونج رہی تھی کہ پہاڑوں کی بلندیوں پر سے اور جنگل کی گہرائیوں میں سے مشرق سے اور مغرب سے بھران کے نرم نرم پیروں کی چاپ سنائی دی اور فوراً ہی بھورے رنگ کا ایک جگادری بھیڑیا بھاگا ہوا آیا ان کی ٹانگوں سے اپنا جسم رگڑنے لگے لیکن غالازی نے اپنے ڈنڈے سے مار مار کرانہیں دور ہٹا دیا۔ اور اب انہوں نے اسلوپوگاس کو دیکھا اور بھیڑیئے منہ کھول کراور اپنی لال لال زبانیں لٹکاتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑے۔

غالازی! میں کتوں کے ساتھ کھیلنے اور ان کے کان موڑنے کا عادی ہوں یہ بھیڑیئے میرے نزدیک کتے ہی ہیں۔ اسلوپاگاس نے جواب دیا۔

اسلوپوگاس نے یہ بڑی بات کہی تھی اور حالانکہ بظاہروہ پرسکون تھا لیکن اس کے دل پر خوف مسلط تھا کیونکہ بڑا ہی بھیانک اور لرزہ خیز منظر تھا وہ ایسا منظر تھا جو اچھے اچھے دستموں کے بھی پتے پانی کردیتا بھیڑیئے اپنی زبانیں لٹکا کردوڑے اور اسلوپوگاس بھورے اور کالے بھیڑیوں میں گھرا ہوا تھا لیکن کسی ایک بھیڑیئے نے بھی اس پر حملہ نہ کیا اس کے برخلاف وہ چند ثانیوں تک اس کھال کو سونگھتے رہے جو اسلوپوگاس نے اپنے جسم پر لپیٹ رکھی تھی اور اب وہ اس کی ٹانگوں میں لوٹ رہے تھے۔ اور اب اسلوپوگاس نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا بھیڑیوں کا غول دو ٹولیوں میں بٹ گیا۔ ایک ٹولی میں نر اور دوسری ٹولی میں مادائیں' اور مادائیں اسلوپوگاس کے گرد جمع ہو رہی تھیں کیونکہ وہ بھیڑیوں کی ملکہ کی کھال اپنے جسم پر ڈالے ہوئے تھا۔ اور یہ تمام مادائیں بڑی خونخوار اور بھوکی تھیں اور اسلوپوگاس نے دیکھا کہ مادأوں کے اس غول میں ایک بھی بچہ نہ تھا تمام مادائیں پختہ عمر کی تھیں اور تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اسلوپوگاس انہیں شمار نہ کرسکا اسلوپوگاس نے مادأوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اور اس نے بھی اپنا سر اٹھایا اور وہ بھی بھیڑیئے کی طرح چیخا اور سب مادأوں نے اس کا ساتھ دیا۔ "سب جمع ہو گئے ہیں اب شکار کے لئے چلنا چاہیئے"۔ غالازی نے کہا "بھائی اپنی ٹانگیں مضبوط اور رفتار تیز کرلو کیونکہ آج رات ہم بہت دور جائیں گے ہاہو یلک فینگ' باہو گرے سناوٹ' میری رعایا چلو۔"

اور یہ کہہ کر عالازی آگے بڑھا اور اس کے ساتھ اسلوپوگاس آگے بڑھا اور ان کے پیچھے بھورے اور کالے بھیڑیوں کا غول چلا۔ وہ پہاڑ کی ڈھلان اترے اور اب وہ ایک کھائی کے سامنے کھڑے تھے جس میں گھنے درخت اور جھاڑیاں اگ رہی تھیں کھائی کے سامنے پہنچ کر عالازی رک گیا اس نے اپنا ڈنڈا بلند کیا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے بھیڑئے رک گئے۔

میں شکار کی بو پا رہا ہوں" عالازی نے کہا۔ میری رعایا اندر ہے چنانچہ بھیڑئے کھائی میں گھس پڑے لیکن عالازی اور اسلوپوگاس باہر منتظر کھڑے رہے فوراً ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور ایک جنگلی بھینسا کھائی میں سے نکل آیا۔

بھائی!اس کا تعاقب آزمائشی رہے گا دیکھو یہ بلا اور تیز ہے بے حد عمدہ شکار ہے۔

ابھی عالازی کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک بھیڑیا کھائی کی جھاڑیوں میں سے نکل آیا۔ اس کے نکل آتے ہی وہ سب کے سب چیخنے اور غرانے بھینسے کی طرف دوڑے بھینسے نے انہیں دیکھا وہ پھنکارا اور بھاگتا ہوا ڈھلان اترنے لگا اس کے پیچھے عالازی اور اسلوپوگاس بھاگے۔ اور ان دونوں کے ساتھ بھیڑیوں کا غول چلا۔ وہ ڈھلان اترے اور دفعتاً" اسلوپوگاس کو احساس ہوا کہ وہ انسان نہیں بھیڑیا ہے۔ وہ تیزی سے بھاگ رہے تھے لیکن اسلوپوگاس سب سے زیادہ تیز رفتار تھا۔ اور اسے صرف ایک ہی دھن تھی۔ شکار حاصل کرنے کی دھن عالازی چلایا۔ انے گرے' ناوٹ بلیک فینگ بلڈ اور ڈیتھ گراپ کو آواز دی اور چھلانگیں لگا کر غول سے آگے ہو گئے۔ یہ چاروں بھیڑئے اتنی تیزی سے بھاگ رہے تھے ان کے پیٹ زمین سے چھو رہے تھے یہ چاروں بھینسے سے آگے نکل گئے۔ اب وہ پلٹے اور انہوں نے بھینسے کو جنگل میں داخل نہ ہونے دیا۔ بھینسا مڑا اب وہ اوپر چڑھ رہا تھا۔ اس کے ایک طرف گرے ناوٹ اور ڈیتھ گروپ تھے اور دوسری طرف بلیڈ اور بلیک فینگ ان کے پیچھے اسلوپوگاس اور عالازی بھاگے آ رہے تھے اور ان کے پیچھے بھیڑیوں کا غول تھا۔ وہ چڑھائی چڑھ رہے تھے لیکن اسلوپوگاس کی نہ ٹانگیں تھکیں اور نہ سانس پھولا ایک بار پھر وہ پتھر کی چڑیل کے آغوش میں پہنچ گئے بھینسا خوف سے پاگل

ہو کر نہایت ہی تیزی سے بھاگا جارہا تھا اتنی تیزی سے کہ بھیڑیئے بہت پیچھے رہ گئے۔ غالازی نے اپنے ساتھ اسلوپوگاس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

ایک عرصے سے تم بیمار پڑے ہوئے تھے تاہم تم برا نہیں دوڑ رہے ہو غالازی نے کہا "اچھا اب ہمارا تمہارا مقابلہ ہے شکار کو کون چھوتا ہے۔

تم یا میں؟۔"

بھینسا ان سے صرف دو نیزے کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اسلوپوگاس نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

بہت اچھا۔ "وہ بولا تو پھر دوڑ۔"

اور وہ دونوں بھینسے کی طرف دوڑے ایک لمحے کے لئے اسلوپوگاس کو یوں معلوم ہوا کہ جیسے کہ دونوں پہلو نہ پہلو کھڑے ہوں البتہ بھینسا قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا۔ اور پھر اسلوپوگاس نے اپنے جسم کا پورا زور لگایا اس کی ٹانگوں میں بجلی سی دوڑ گئی اور اب جو اس نے دیکھا تو غالازی اس کے ساتھ نہ تھا اور وہ خود بھینسے کے بہت قریب پہنچ چکا تھا۔ کبھی کسی کی ٹانگیں اتنی تیز نہ رہی ہوں گی کہ اس وقت اسلوپوگاس کی تھیں اور اب وہ بھینسے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ لمبا کر کے بھینسے کی پیٹ پر رکھا اور ایک ہی چھلانگ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہوگیا۔ اب وہ بھینسے پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا جس طرح کہ تم سفید فام گھوڑے پر بیٹھتے ہیں۔ پھر اس نے بھالا بلند کیا اور بھینسے کے کندھے کے درمیان اتار دیا۔ بھینسا لڑکھڑایا۔ کانپا اور مردہ ہو کر گر پڑا۔

غالازی قریب آیا۔

"غالازی۔ اب کہو کون تیز بھاگنے والا ہے۔ تم یا میں یا بھیڑیوں کا غول۔" اسلوپوگاس نے کہا۔

"تم اسلوپوگاس تم۔ غالازی نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان کہا" تمہارا سا تیز رفتار کبھی کوئی نہ رہا ہوگا۔"

اور اب بھیڑیئے بھی قریب آگئے تھے اور اگر غالازی نے اپنے ڈنڈے سے مار مار کر

انہیں پیچھے نہ ہٹا دیا ہوتا تو وہ بھینسے کی بوٹیاں اڑا دیتے۔

"اسلوپوگاس۔ آؤ بھینسے کا گوشت کاٹ لیں غالازی نے کہا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے بھالو سے بھینسے کا گوشت کاٹا اور جب وہ اپنے لئے گوشت کاٹ چکے تو غالازی نے اشارہ کیا بھیڑیئے بھینسے پر ٹوٹ پڑے تھوڑی دیر بعد ہی وہاں کچھ نہ تھا۔ سوائے بھینسے کی بڑی بڑی ہڈیوں کے اس کے باوجود کسی بھیڑیئے نے شکم سیر ہو کر نہ کھایا تھا۔ اس کے بعد اسلوپوگاس اور غالازی واپس اپنے غار میں آگئے۔

بعد میں اسلوپوگاس نے غالازی کو کہانی سنادی غالازی نے اس سے پوچھا کہ آیا وہ اس کے ساتھ رہنا" اس کا بھائی بننا اور بھیڑیوں پر حکومت کرنا پسند کرے گا وہ اپنی باپ کو تلاش کرنے شاکا کے کرال میں جائے گا۔

اسلوپوگاس نے جواب دیا کہ وہ اپنی بہن ناڈا کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کیونکہ وہ شاکا اور اس کے کرال سے اکتا گیا ہے اس کے علاوہ ناڈا کی یاد اسے دن رات ستایا کرتی ہے۔

"تو پھر تمہاری بہن ناڈا کہاں ہے؟۔" غالازی نے پوچھا۔

"وہ تمہارے قبیلے کے غاروں میں رہتی ہے غالازی۔" اسلوپوگاس نے جواب دیا۔"وہاں ہالا قلازیوں میں مقیم ہے۔"

"صبر کرو اسلوپوگاس" غالازی نے کہا" اور انتظار کرو اس وقت کا جب تک کہ ہم پورے مرد نہیں بن جاتے پھر ہم تمہاری بہن کی تلاش میں روانہ ہوں گے اور اسے قلازی غاروں میں سے نکال کر لے آئیں گے۔"

بھیڑیوں میں رہنے اور ان کے ساتھ شکار کرنے کی خواہش اسلوپوگاس کے دل میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ چنانچہ اس نے غالازی کی اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔ اور دوسرے دن اسلوپوگاس نے اپنی اور غالازی نے اپنی کلائی پر بالے کی نوک سے چھوٹا سا چھید کیا۔ اور اسلوپوگاس نے اپنی کلائی غالازی کی کلائی پر رکھدی۔ دونوں کا خون مل گیا اور اس طرح اسلوپوگاس اور غالازی میں خون کا رشتہ قائم ہوگیا۔ یہ

رسم بھیڑیوں کے غول کے سامنے ادا کی گئی۔ چنانچہ جب بھیڑیوں نے انسانی خون کی بو پائی تو وہ تھیسیاں اٹھا کر چیخنے لگے۔ اور اس طرح غالازی اور اسلوپوگاس نے عہد کیا کہ وہ مرتے دم تک ایک رہیں گے چنانچہ اس کے بعد وہ دونوں ہر کام میں برابر شریک رہے بھیڑیئے ان دونوں کی آواز پر جمع ہو جاتے تھے اور اسلوپوگاس کا حکم بھی اس طرح بجا لاتے تھے جس طرح کہ غالازی کا۔ اور جب بھی پورے چاند کی رات ہوتی وہ دونوں بھیڑیوں کے غول کے ساتھ شکار کی تلاش میں نکل پڑتے اکثر وہ دریا عبور کر کے میدانوں میں چلے جاتے کیوں کہ پہاڑ پر شکار کامیاب تھا۔ اور جب وہ میدانوں میں جاتے تو بھیڑیوں کی چیخوں کا شور سن کر کرال والے کرال سے باہر نکل آتے اور پھر وہ دیکھتے کہ بھیڑیوں کا غول اس کے میدان میں بھاگا جا رہا ہے اور اس کے غول کے ساتھ دو انسان بھی ہیں چنانچہ کرال والے کہتے کے بھوت اپنے بھٹوں سے نکل آئے ہیں۔ اور پھر وہ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں گھس کر خوف سے دبک جاتے لیکن اب تک دونوں انسانوں اور ان کے ساتھ بھیڑیوں نے کسی انسان کا شکار نہ کیا تھا۔

چنانچہ یوں اسلوپوگاس کے شب و روز گزر رہے تھے۔

اور اس غار میں رہتے ہوئے اسلوپوگاس کو کئی مہینے گزر گئے تھے کہ ایک رات اس نے ناڈا کو خواب میں دیکھا۔ چنانچہ صبح بیدار ہو کر اس نے ارادہ کیا کہ میری بہن موپو کی خبر معلوم کریں اور یہ معلوم کریں کے مجھ پر اور اس پر جسے وہ اپنی ماں سمجھ رہا تھا۔ اور ناڈا پر کیا گزر رہی ہے چنانچہ اس نے غالازی کے کپڑے پہن کر اپنی برہنگی کو ڈھانکا اور غالازی کو پہاڑ پر ہی چھوڑ کر وہ اس کرال میں پہنچا جہاں کبھی وہ بوڑھا اور بڑھیا رہا کرتی تھی جس نے گھاٹ کا رکھوالا غالازی کو دیا تھا۔

وہاں پہنچ کر اس نے مشہور کر دیا کہ وہ ایک سردار کا لڑکا ہے۔ اور بیوی کی تلاش میں آیا ہے لوگوں نے اس کی بات سنی لیکن انہیں اسلوپوگاس کے چہرے پر وحشت اور خونخواری نظر آئی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ کہیں وہ غالازی بھیڑیا تو نہیں وہ دوسرے نے جواب دیا کہ یہ غالازی قطعی نہیں ہے کرال والے اسے دو دفعہ دیکھ چکے ہیں

اور اسے پہچانتے ہیں اسلوپوگاس نے کہا کہ وہ نہ تو کسی غالازی کو جانتا ہے اور نہ بھیڑیئے کو ابھی وہ لوگوں سے باتیں کر ہی رہا تھا کے سپاہیوں کا ایک چھوٹا دستہ کرال میں داخل ہوا۔ اس دستے میں پچاس سپاہی تھے اسلوپوگاس نے دستے کے سردار کی طرف دیکھا اور فوراً پہچان لیا وہ شاکا کی فوج کا افسر تھا۔ اسلوپوگاس اس سے گفتگو کرنے ہی والا تھا کہ اس کی محافظ روح نے اسے روک دیا۔ چنانچہ خاموش رہا وہ ایک جھونپڑی کے پیچھے چھپ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

کرال کے سردار کو طلب کیا گیا وہ اس خوف سے لرزتا کانپتا آیا کہ شاکا نے پھر سے کرال کو اجاڑنے کے لئے بھیجا ہے۔

"کیوں آئے ہیں آپ لوگ؟" سردار نے پوچھا۔

"نہایت ہی معمولی اور بے کار سا معاملہ ہے دستے کے افسر نے جواب دیا۔

"ہم شیر زولو کے حکم سے ایک نوجوان کی تلاش میں آئے ہیں جس کا نام اسلوپوگاس ہے۔ یہ نوجوان شاہی طبیب موپو کا بیٹا ہے موپو نے بادشاہ سے کہا ہے کہ اس نوجوان کو انہیں پہاڑوں کے قریب ایک شیرنی نے پھاڑ کھایا ہے۔ چنانچہ شاہ زولو اب یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس بیان میں کہاں تک صداقت ہے۔

ہم اس نوجوان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔" کرال کے سردار نے جواب دیا۔ لیکن تمہیں اس نوجوان سے کیا لینا دینا؟"

"کچھ نہیں۔" افسر نے جواب دیا۔ "ہم تو بادشاہ کے حکم سے اس نوجوان کو قتل کرنے آئے ہیں بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔"

"موپو ایک ساحر ہے جس کے کرال کو شاہ زولو نے راکھ کردیا ہے اس کی بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔" افسر نے جواب دیا۔

جلادوں کا انجام

جب اسلوپوگاس نے یہ سنا تو اس کے دل میں غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھی وہ سمجھا کہ میں .... موپو .... اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مارا گیا ہوں چونکہ اسلوپوگاس مجھے بہت چاہتا تھا وہ خاموش اور منتظر بیٹھا رہا پھر.... اٹھا اور سپاہیوں کے پیچھے سے دبے قدموں نکلا چلا گیا۔ اب وہ کرال سے باہر تھا۔ اور وہ تیزی سے بھاگا جارہا تھا۔ اس نے دریا عبور کیا اور آسیبی پہاڑ کے قدموں میں پہنچ گیا۔

ادھر دستے کا افسر کرال سے پوچھ رہا تھا کہ آیا اس نے اس لڑکے کو کہیں دیکھا ہے؟ سردار نے افسر کو غالازی کے بھیڑیئے کے بارے میں' بتایا افسر نے جواب دیا کہ غالازی وہ نوجوان نہیں ہوسکتا' کیونکہ وہ کئی سالوں سے کوہ آسیب پر مقیم ہے۔

یہاں اس وقت ایک دوسرا نوجوان آیا ہوا ہے۔" سردار نے کہا نوجوان اجنبی ہے اس کے بشرے سے وحشت عیاں ہے ن کا بھی جسم مضبوط ہے اور اس کی آنکھیں بھالے کی نئے پھل کی طرح چمک دار ہیں وہ ایک جھونپڑی کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

چنانچہ افسر اٹھا اور اس نے جھونپڑے کے باہر اور اندر دیکھا لیکن وہ وہاں نہ تھا۔

"یقیناً اجنبی فرار ہوگیا ہے لیکن تعجب ہے کسی نے اسے فرار ہوتے نہ دیکھا افسر بولا اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ جادوگر ہو میں نے سنا ہے کہ آسیبی پہاڑ پر اکی نہیں بلکہ دو جادوگر رہتے ہیں اور یہ دونوں بھوت بھیڑیوں کے لشکر کے ساتھ شکار کو نکلتے ہیں۔

تم نے اس اجنبی نوجوان کو فرار ہوجانے کا موقع دیا ہے اس لئے اب میں تمہیں نہ چھوڑوں گا۔ یہ اجنبی جہاں تک میں سمجھتا ہوں موپو کے بیٹے اسلوپوگاس کے سوا اور کوئی نہ تھا.... افسر نے غصہ ہوکر کہا۔

فرار ہوگیا تو اس میں میرا کیا قصور سردار نے کہا۔ یہ نوجوان جادوگر ہیں وہ جب چاہیں آ' جاسکتے ہیں۔ اگر تم ان کی تلاش میں آسیبی پہاڑ پر سے اسے پکڑ کرلے سے جاؤ لیکن

اس علاقے کا ایک شخص بھی تمہارے ساتھ وہاں نہیں جائے چونکہ وہاں بھوت بستے ہیں۔
چنانچہ کوئی بھی وہاں جانے کے لئے تیار نہیں۔
لیکن ہم جائیں گے "افسر نے جواب دیا۔ شاکا کے کرال میں رہنے والے لوگ وہ نہ تو بھاتوں سے ڈرتے ہیں نہ جادوگروں سے اور اگر سے ڈرتے ہیں تو شاکا اور اس کے غصہ سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے لئے کھانے کا انتظام کرو کل ہم آسیبی پہاڑ میں اس کو تلاش کریں گے۔
اے میرے آقا اس احمق افسر نے یوں ڈینگ ماری اور پھر اسے دن دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوا۔
اسلوپوگاس جنگل کے ہر راستے سے واقف ہو چکا تھا چنانچہ دریا عبور کر چکا تو اس وقت اندھیرا اتر آیا تھا اور بھیڑیئے بیدار ہو کر چلانے اور قریب آنے لگے تھے اسلوپوگاس بھیڑیئے کی آواز میں چیخا اور فوراً ہی وہ خونخوار بھیڑیا۔ جس کا نام ڈیتھ گروپ تھا کہیں سے نکل آیا ... اسلوپوگاس نے اسے دیکھا اور اسے آواز دی لیکن بھیڑیئے نے اسلوپوگاس کو نہ پہچانا ... اور غراتا ہوا اس کی طرف دوڑا اور اب اسلوپوگاس کو یاد آیا کہ وہ مادہ کی کھال اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے نہ تھا ... اور یہی وجہ تھی کہ ڈیتھ گروپ اسے پہچان نہ سکا ... دن کے وقت چونکہ بھیڑیئے اپنے بھٹوں میں سو رہے تھے اس لئے اس وقت کھال اوڑھے بغیر جنگل میں سے گزرنا کوئی خطرناک بات نہ تھی لیکن رات کے وقت اس طرح غار سے باہر نظر آنا حد درجہ خطرناک تھا اسلوپوگاس کھال اپنے ساتھ لایا نہ تھا کیونکہ وہ کھال اوڑھ کر کرال میں نہ جا سکتا تھا اس کے علاوہ اسلوپوگاس وہ رات کرال میں ہی گزارنا چاہتا تھا۔ لیکن شاکا کے سپاہیوں کی آمد کی وجہ سے اسے کرال سے فرار ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ اسلوپوگاس ایک زبردست خطرے میں پڑ گیا تھا اس نے اپنے ڈنڈے سے ڈیتھ گروپ کو مار مار کر پیچھے ہٹا دیا لیکن دوسرے بھیڑیئے ادھر ادھر سے نکل کر اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ اس لئے وہ غار کی طرف بھاگا۔ اور وہ ایسا تیز بھاگنے والا تھا کہ بھیڑیئے اسے پکڑ نہ سکے البتہ ایک بھیڑیئے کے منہ میں اسلوپوگاس کا موچھا آ گیا اس نے جلدی سے اپنا

موچھا کھولا اور برہنہ ہی غار کی طرف بھاگا۔ وہ پہلے کبھی اتنا تیز نہ بھاگا تھا آخر کار وہ غار میں پہنچ گیا اور پتھر لڑھکا کر اس نے غار بند کر لیا۔ بھیڑیئے پیچھے پیچھے بھاگے آ رہے تھے۔ وہ بھی تیز بھاگ رہے تھے اس لئے فوراً ہی اپنے آپ کو نہ روک سکے اور دھپا دھپ پتھر سے ٹکرائے اسلوپوگاس نے مادہ کی کھال اپنے کندھوں پر ڈالی اور پتھر ہٹا کر غار سے باہر آگیا اور بھیڑیوں نے اسے پہچان لیا کہ وہ ان کے دو سرداروں میں سے ایک تھا اسلوپوگاس نے ہاتھ اٹھایا اور بھیڑیئے چند قدم پیچھے ہٹ کر خاموش بیٹھ گئے۔

اب اسلوپوگاس بھی بیٹھ گیا وہ غالازی کا انتظار اور صورت حال پر غور کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد ہی غالازی آگیا۔ اسلو پوگاس نے اسے اپنے کرال میں جانے اور واپس آنے کا واقعہ سنا دیا۔

"میرے بھائی! تم ایک زبردست خطرے سے نکل آئے ہو۔" غالازی نے کہا "اب کیا ارادہ ہے۔

"سنو غالازی۔" اسلو پوگاس نے کہا۔ "ہمارے بھیڑیئے انسانوں کا گوشت کھانے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ بہتر ہو گا کہ ہم انہیں شاکا کے سپاہیوں کا گوشت کھلا دیں جو دریا کے اس پار کرال میں آرام کر رہے ہیں۔ میں اپنے باپ موپو' اس کی بیویوں اور بچوں کا انتقام لوں گا جنہیں شاکا نے قتل کر دیا ہے۔ کہو تم کیا کہتے ہو۔؟"

غالازی نے قہقہہ لگایا۔

"بہت لطف آئے گا" وہ بولا۔ "جانوروں کا شکار کرتے کرتے بھیڑیئے اکتا گئے ہیں۔ آج ہم انسانوں کا شکار کریں گے۔"

"ہاں آج رات کو۔" اسلوپوگاس نے سر ہلا کر کہا اس ڈینگیں مارنے والے افسر کی حالت دیکھنے کے لئے میں اتنا ہی بے قرار ہوں جتنا کہ کوئی عاشق اپنی معشوقہ کے پہلے بوسے کے لئے۔ لیکن پہلے ہم کچھ کھا پی کر آرام کر لیں کیونکہ رات زیادہ نہیں گزری ہے۔

چنانچہ دونوں نے کھانا کھایا اور غار میں لیٹ گئے چند گھنٹوں کے بعد وہ تیار ہو کر باہر آئے' غالازی منہ اٹھا کر بھیڑیئے کی طرح چیخا اور بھیڑیئے دس دس اور بیس بیس کی ٹولیں

میں دوڑتے ہوئے آئے۔ غالازی ان کے درمیان گھومنے لگا۔ بھیڑیئے خاموش بیٹھے رہے۔"

"میرے وفاداروں' آج ہم کسی جانور کا شکار نہ کریں گے۔" وہ بولا۔ "آج ہم انسانوں کا شکار کریں گے' اور آج تم بھوکے نہ رہو گے۔"

بھیڑیئے تھو تھنیاں اٹھا کر چلائے۔ جیسے انہوں نے غالازی کی بات سمجھ لی ہو۔ اور پھر بھیڑیوں کا غول حسب معمول دو حصوں میں تقسیم ہوگیا مادائیں اسلوپوگاس کے اور نر غالازی کے پیچھے ہوگئے اور اسلوپوگاس اور غالازی اپنے اپنے غولوں کو لے کر خاموشی سے میدان کی طرف چلے۔ وہ دریا پر پہنچے انہوں نے دریا عبور کیا اور دریا کے دوسرے کنارے سے وہ کرال صرف دس نیزے کے فاصلہ پر تھا۔ اور وہاں پہنچ کر غالازی اور اسلوپوگاس نے مشورہ کیا اس کے بعد غالازی نروں کو لے کر کرال کے جنوبی اور اسلوپوگاس ماداؤں کے غول کے ساتھ شمالی دروازے کی طرف چلا' کرال کے دروازوں پر خاردار جھاڑیاں رکھ کر انہیں بند کردیا گیا تھا۔ وہ دونوں دروازوں تک پہنچ گئے اور کرال والے بیدار نہ ہوئے۔ کیونکہ اسلوپوگاس اور غالازی کا اشارہ پاکر بھیڑیئے خاموش ہوگئے تھے۔ جنوب کی طرف سے غالازی اور شمال کی طرف سے اسلوپوگاس نے جھاڑیاں ہٹا کر راستہ کھول دیا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ چند کتوں نے جھاڑیاں ہٹانے کی آواز سن لی' بھیڑیوں کی بو بھی ان کے نتھنوں میں پہنچی' چونکہ ہوا اسلوپوگاس کی طرف سے بہہ رہی تھی' اس لئے اس طرف کے بھیڑیوں کی ہی بو ان کے پاس تک پہنچی' چنانچہ کتے بھونکتے ہوئے شمالی دروازے کی طرف بھاگے ایک دم سے اسلوپوگاس پر ٹوٹ پڑے جو جھاڑیاں ہٹا رہا تھا۔ جب بھیڑیوں نے کتوں کو دیکھا' تو وہ اپنے آپ کو روک نہ سکے اور کتوں پر جا پڑے اب وہ غرا رہے تھے۔ اور کتوں کو رگید رہے تھے۔ اور کتے نہایت بھیانک آواز میں چلا رہے تھے۔ شوروغل کی آوازوں سے کرال میں سوئے ہوئے شاکا کے سپاہیوں کی نیند ٹوٹ گئی۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھے اور بھالے گھسیٹ کر جھونپڑیوں سے باہر نکل آئے اور انہوں نے چاند کی روشنی میں دیکھا کہ ایک شخص' جو کہ اپنے کندھوں پر بھیڑیئے کی کھال ڈالے

ہوئے تھا۔ مویشیوں کے کرال میں سے گزر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھیڑیوں کا غول ہے' وہ چلائے کہ ان پر بھوت چڑھ آئے ہیں۔ اور پھر پلٹ کر کرال کے جنوبی دروازے کی طرف بھاگے۔ لیکن اس طرف بھی ان کی مڈبھیڑ ایک ایسے ہی نوجوان سے ہوئی وہ بھی بھیڑیئے کی کھال اوڑھے ہوئے تھا۔ اور اس کے ساتھ بھی بھیڑیوں کا غول تھا۔

چنانچہ چند سپاہی زمین پر لیٹ گئے اور خوف کے عالم میں چلانے لگے چند نے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن اکثر سپاہی اور ان کے ساتھ کرال والے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ بھوت بھیڑیوں کا مقابلہ کرنے اور بہادروں کی موت مرنے کا فیصلے کر چکے تھے۔ حالانکہ وہ خوف سے کانپ رہے تھے۔ یکایک اسلوپوگاس بھیڑیئے کی طرح چیخا اور غالازی بھی چیخا' اور وہ شاکا کے سپاہیوں اور کرال والوں پر جا پڑے' بھیڑیوں کے غول نے ان کا ساتھ دیا اور پھر بھیڑیوں کی غراہٹ اور انسانوں کی درد و تکلیف کی چیخوں سے جنگل اور میدان گونج اٹھے' حملہ آوروں نے ڈنڈوں اور بھالوں کی پروا نہ کی' بھیڑیئے انسانوں کو چیرنے پھاڑنے لگے' چند بھیڑیئے مارے گئے' لیکن دوسرے بھیڑیئے پیچھے نہ ہٹے' تھوڑی دیر بعد ہی آدمیوں کا جتھا ٹوٹ گیا۔ اب ایک ایک شخص کو دو' دو اور تین تین بھیڑیئے لپٹے ہوئے تھے چند آدمی فرار ہوئے۔ بھیڑیوں نے ان کا تعاقب کیا اور اس سے پہلے کہ وہ مغرور کرال کے دروازے تک پہنچتے بھیڑیے ان کی تکہ بوٹی کر چکے تھے۔

اسلوپوگاس اور غالازی بھی اپنے اپنے غول کے ساتھ حملے کر رہے تھے۔ گھاٹ کا رکھوالا اپنا کام کر رہا تھا۔ اور وہ انسانوں کی کھوپڑیاں توڑ رہا تھا۔ اور اسلوپوگاس کا خون اگلتا ہوا بھالا بلند ہو کر انسانی اجسام میں اتر رہا تھا۔ بہت جلد اس عجیب و غریب جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ اب بھیڑیئے انسانی لاشوں کو گھسیٹ رہے تھے۔ چیر پھاڑ کر رہے تھے اور آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ایک عرصہ کے بعد اس رات انہیں پہلی دفعہ پیٹ بھر کر گوشت ملا تھا۔ اور اب اسلوپوگاس اور غالازی کی ملاقات ہوئی اور دونوں بھائیوں نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر قہقہہ لگایا۔ ان کی خوشی بھیڑیوں کی سی وحشیانہ خوشی تھی' ان لوگوں نے شاکا کے فرستادوں کا اور جلادوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ دونوں بھائیوں نے آواز دے کر بھیڑیوں کو

بلایا اور ان کو جھونپڑوں کی تلاشی لینے کا حکم دیا۔ او بھیڑیئے جھونپڑیوں میں گھس گئے۔ جس طرح شکاری کتے جھاڑیوں میں گھس جاتے ہیں۔ بھیڑیوں نے ان لوگوں کو مار ڈالا۔ جو جھونپڑوں میں چھپ رہے تھے اور جو لوگ بھیڑیوں سے بچ بچا کر جھونپڑوں سے باہر آئے انہیں غالازی اور اسلوپوگاس نے ٹھکانے لگادیا ایک جھونپڑی میں سے ایک دوہرے بدن کا شخص نکل کر بھاگا۔ بھیڑیئے اس کے پیچھے لپکے لیکن اسلوپوگاس نے ہاتھ اٹھاکر بھیڑیوں کو روک دیا۔ کیونکہ اس نے شخص کو پہچان لیا تھا۔ یہ شخص دستہ کا وہی افسر تھا جو کہ اسلوپوگاس کی تلاش میں آیا تھا۔

"شاکا کے افسر خوش آمدی" اسلوپوگاس نے کہا "بتاؤ تم یہاں کیوں اور کس کی تلاش میں آئے ہو؟"

اس میں کوئی شک نہیں کہ افسر بھیڑیوں کے خوف سے جھونپڑی میں سے چھپ گیا تھا۔ تاہم وہ بزدل نہ تھا۔ چنانچہ اس نے بلا جھجک جواب دیا۔

"اس سے تم کو کیا واسطہ کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں اور کس کو تلاش کر رہا ہوں' تمہارے بھوت بھیڑیوں نے میرے سپاہیوں کا خاتمہ کردیا چنانچہ اب ان سے کہو کہ وہ میرا بھی خاتمہ کردیں۔"

"جلدی نہ کرو۔ تمہارا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔" اسلوپوگاس نے کہا "سچ کہنا۔ کیا تم اسلوپوگاس موپو کے بیٹے کی تلاش میں نہ آئے تھے؟"

"ٹھیک ہے میں تلاش میں تو اس کی آیا تھا۔ لیکن افسوس کے خبیث روحیں میرے سپاہیوں پر آپڑیں۔" اور اس نے بھیڑیوں کی طرف دیکھا جو کہ لاشوں کو چیر پھاڑ کر نوچ کھسوٹ رہے تھے۔

"دیکھو" اسلوپوگاس نے کہا اور بھیڑیئے کی کھال اپنے سر پر سے ہٹادی۔ "دیکھو اور پہچانو کہ تم مجھے تلاش کر رہے تھے؟"

"بے شک تم وہی ہو جس کی تلاش میں' میں یہاں آیا تھا" افسر نے حیرت سے کہا اسلوپوگاس ہنسا۔

"بے وقوف! میں نے تمہاری باتیں سن تھیں اور جانتا تھا کہ تم کیوں آئے؟ دیکھو میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ کسی ایک کو پسند کرلو یا تو اپنی زندگی کی خاطر ان چاروں سے مقابلہ کرو۔" اور اسلوپوگاس نے بلیک فینگ' گرے سائٹ' نفتھ گرپ اور بلڈ فینگ کی طرف اشارہ کیا جو اپنی زبانیں لٹکائے حکم کے منتظر کھڑے تھے۔ "یا پھر مجھ سے دو دو ہاتھ کرلو اگر میں مارا گیا تو پھر تمہیں میرے اس ساتھی سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔" اس نے غالازی کی طرف اشارہ کیا "بھوتوں سے میں ڈرتا ہوں۔ لیکن انسانوں سے نہیں ڈرتا' خواہ وہ جادوگر ہی کیوں نہ ہوں" افسر نے جواب دیا۔

"تو آجاؤ پھر" اسلوپوگاس نے کہا۔

اور وہ ایک دوسرے کی طرف لپکے اور بڑی ہی غضبناک تھی وہ لڑائی اب دفعتاً اسلوپوگاس نے وار کیا' افسر نے ڈھال سامنے کردی۔ اسلوپوگاس کا بھالا ڈھال میں پھنس کر ٹوٹ گیا۔ وہ نہتا رہ گیا وہ پلٹا اور پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ افسر بھالا بلند کرکے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اسلوپوگاس کا مذاق اڑا رہا تھا وہ للکار رہا تھا۔ غالازی بھی حیران تھا اسے اسلوپوگاس سے یہ توقع نہ تھی' کہ وہ تنہا ایک آدمی کے سامنے سے فرار ہوجائے گا اسلوپوگاس زمین پر نظریں گاڑیں بھاگ رہا تھا۔ کبھی وہ دائیں طرف مڑجاتا اور کبھی بائیں طرف غالازی حیران کھڑا تھا۔ دفعتاً اس نے اسلوپوگاس کو ایک طرف مڑتے اور پھر جھکتے دیکھا۔ اسلوپوگاس پھر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اب وہ افسر کی طرف پلٹا اور غالازی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔ افسر چونکہ نہایت تیزی سے بھاگا آرہا تھا' اس لئے وہ فوراً ہی اپنے آپ کو روک نہ سکا۔ اسلوپوگاس نے کلہاڑا چلایا اور افسر کا بھالا کٹ کر گرا۔ اسلوپوگاس نے دوسرا وار کیا۔ افسر نے بھی جلدی سے ڈھال سامنے کردی۔ کلہاڑے کا ہلالی پھل ڈھال کو پھاڑتا ہوا افسر کے سینے میں اتر گیا۔ افسر نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ وہ کانپا اور مردہ ہوکر گر پڑا۔

"میرے دوست! تم قتل کرنے کے لئے مجھے تلاش کررہے تھے لیکن دیکھو میں نے تمہیں قتل کردیا۔" اسلوپوگاس نے کہا "شاکا کے افسر میں نے تمہیں ایسی نیند سلا دیا ہے

جو کہ کبھی نہ ٹوٹے گی۔"

پھر اسلوپوگاس نے غالازی سے کہا۔

"بھائی!۔ اب میں بھالے سے کبھی جنگ نہ کروں گا بلکہ ہمیشہ کلہاڑے سے لڑوں گا کلہاڑے کی تلاش میں ہی میں افسر کے سامنے سے بھاگا تھا۔ لیکن یہ کلہاڑا کمزور ہے۔ دیکھو یہ میری قوت اور زبردست ضرب کو برداشت نہ کرسکا۔ اس لئے اس کا دستہ بیچ میں سے پھٹ گیا۔ چنانچہ اب میں جاکیزہ کا وہ کلہاڑا حاصل کروں گا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا ہے۔ اور میرے بھائی میں اسے حاصل کرلوں گا۔ کراہیں پیدا کرنے والا۔ اور گھاٹ کا رکھوالا مل جائیں اور پھر 'جیسا کہ کہا گیا ہے' ان کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے گا۔"

"یہ کلہاڑا ہم کسی اور رات کو حاصل کریں گے۔" غالازی نے کہا۔ "آج رات ہمارا شکار برا نہ رہا۔ آؤ! اب ہم غلہ اور برتن حاصل کریں ان چیزوں کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔"

چنانچہ اے میرے آقا یوں دونوں بھائیوں نے شاکا کے اس دستہ کا خاتمہ کردیا۔ جو اسلوپوگاس کی تلاش میں آیا تھا اور انسانوں کا یہ پہلا قتل عام تھا۔ اس کے بعد ان دونوں نے اپنے غول کے ساتھ ایسے بہت سے شکار کئے وہ ان لوگوں پر اور اس قبیلہ پر اپنے غول کے ساتھ جا پڑتے جن سے ان کو نفرت ہوتی ہے۔ ان کے یہ حملہ جاری رہے یہاں تک کہ ان دونوں کا اور ان کے غول کا نام مشہور ہوگیا اور لوگ ہر دم ان کے خوف سے لرزنے لگے۔ لیکن ان دونوں کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ بھیڑیئے جنگل کی سرحد سے آگے نہ جاسکتے تھے اسی طرح ایک رات وہ اپنے غول کو لے کر کلہاڑے والوں کے کرال پر حملہ کرنے کی غرض سے چلے۔ اس کرال کا سردار جاکیزہ تھا۔ جو کہ فاتح کے نام سے مشہور تھا۔ کیونکہ کبھی کوئی اسے شکست نہ دے سکا تھا۔ اس جاکیزہ کے پاس وہ مشہور کلہاڑا تھا۔ جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا تھا۔ اور چونکہ اس کے پاس وہ مشہور کلہاڑا تھا اس لئے اس کا قبیلہ "کلہاڑے والا" کہلاتا تھا۔ جب وہ کرال کے قریب پہنچے تو بھیڑیئے ایک دم سے رک گئے اور پھر پلٹ کر جنگل کی طرف بھاگے۔ اور اب غالازی کو اپنا وہ خواب یاد آیا جو اس

نے غار میں دیکھا تھا۔ اور اس خواب میں اس نے جو طاق میں بیٹھا تھا اس سے کہا تھا۔ کہ بھیڑیا اسی مقام تک اس کے ساتھ شکار کرنے جائیں گے جس مقام تک وہ اپنے جنم میں جایا کرتے تھے چنانچہ ظاہر ہوا ہے کہ بھیڑیئے کلہاڑے والوں کے کرال تک نہ جا سکتے تھے۔ لیکن امسلوپوگاس کراہیں پیدا کرنے والا کو حاصل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس لئے اب وہ اسے حاصل کرنے کی ترکیب سوچنے لگا۔

خطرناک کوشش

اسلوپوگاس کو آیسی پہاڑ پر رہتے اور بھیڑیوں کا بادشاہ بنے کئی ماہ گزر گئے تھے۔ اب وہ نوجوان نہ رہا تھا بلکہ پورا مرد بن گیا تھا۔ دوڑ میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اس کی نظر تیز ہو گئی تھی اور وہ اندھیری رات میں بہت دور تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ فطرتاً بہادر تو تھا ہی۔ بھیڑیوں کے ساتھ شکار کرنے کی مشق نے اسے اور بھی بہادر اور جنگ و جدل کے معاملہ میں بہت تیز بنا دیا تھا۔ اس نے بہت سے انسانوں کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کا دل بھی اب سخت ہو گیا تھا۔ لیکن اب تک اسے "خونریز" کا لقب نہ ملا تھا۔ اور نہ ہی اس کے پاس وہ مشہور کلہاڑا تھا۔ جس کا نام "کراہیں پیدا کرنے والا تھا" اس کلہاڑے کو حاصل کرنے کی خواہش اس کے دل میں جڑ پکڑ چکی تھی' اور اب تک کسی عورت نے اس کے دل میں جگہ حاصل نہ کی تھی۔ اور تم تو جانتے ہی ہو میرے آقا کہ جب کوئی عورت کسی کے دل میں جگہ حاصل کر لیتی ہے تو وہ دوسری تمام خواہشات دل سے نکال باہر کرتی ہے۔

اسلوپوگاس اکثر جنگل سے نکل کر نرسلوں کے اس جھنڈ میں چھپ کر بیٹھ جاتا۔ جو جاکیزہ کے کرال سے زیادہ دور نہ تھا وہاں بیٹھ کر وہ کلہاڑے والوں کے کرال کی طرف دیکھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ نرسلوں میں چھپا کرال کی طرف دیکھ رہا تھا تو اس نے دیوہیکل شخص کو دیکھا جس کے پورے بدن پر بال تھے اور جو اپنے کندھے پر ایک زبردست کلہاڑا رکھے ہوئے تھا۔ کلہاڑے کا چوڑا پھل دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اور اس کی ہتھی گینڈے کے سینگ کی تھی اور اس کا رنگ چمکدار اور سفید تھا۔ اس کلہاڑے کو دیکھنے کے بعد اسے حاصل کرنے کی خواہش اسلوپوگاس کے دل میں شدید اور ناقابل برداشت ہو گئی اور حالت اب یہ ہو گئی تھی۔ کہ راتوں کو وہ سو نہ سکتا تھا اور خاموش خاموش رہنے لگا تھا' حتیٰ کہ غالازی سے بھی وہ کلہاڑے کے سوا کسی اور موضوع پر بات چیت نہ کرتا تھا۔ غالازی کلہاڑے کے متعلق اسلوپوگاس کی باتیں سن سن کر تنگ آگیا تھا۔ لیکن اس شدید خواہش کے باوجود وہ کلہاڑا حاصل کرنے کی کوئی ترکیب اب تک نہ سوچ سکا تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دن جب اسلو پو گاس نرسلوں میں چھپا جا کیزہ کے کرال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تو اس نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خوبصورت تھی اور اس کا قد بوٹا سا اور رنگت تانبے کی سی تھی۔ لڑکی خراماں خراماں نرسلوں کی طرف چلی آ رہی تھی' وہ نرسلوں کے کنارے پر پہنچ کر رکی نہیں بلکہ سیدھی نرسلوں میں گھستی چلی گئی اور اسلو پو گاس سے صرف ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھ کر رونے اور آپ ہی آپ باتیں کرنے لگی۔

"کاش کے بھوت بھیڑیئے اس پر اور اس کے ہوتوں سوتوں پر آ پڑیں' وہ ہچکی لے کر بولی "ماسیلو! کم بخت میں تجھ پر بھیڑیوں کو چڑھا لاؤں گی! اس کم بخت ماسیلو کی بیوی بننے سے تو بہتر ہے کہ میں مر جاؤں اگر میری شادی اس سے کر دی گئی تو میں پہلی ہی رات کو چاقو اس کے پیٹ میں اتار دوں گی۔

ماسیلو! تو میرے ہونٹ چومنے کے بجائے میرے چاقو کو چومے گا اور خون اگلے گا۔ آہ! اگر میں بھوت بھیڑیوں کے بھائیوں کو جانتی ہوتی تو کل رات کا چاند طلوع ہو کر جا کیزہ کے کرال میں انسانی ہڈیوں کے ڈھیر ہوتے۔

اسلو پو گاس نے اس لڑکی کی باتیں سنیں اور ایک دم سے اٹھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ دیو قامت تو تھا ہی۔ پھر وہ مادہ کی کھال پہنے ہوئے تھا چنانچہ بہت ہی خوفناک اور وحشت انگیز نظر آ رہا تھا۔ بھوت بھیڑیئے۔ ہر دم و ہر وقت ان کے لئے حاضر ہیں۔ جن کو ان کی ضرورت ہوتی ہے اسلو پو گاس نے کہا۔

لڑکی نے اسلو پو گاس کو دیکھا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہی اس کے دل پر شوق اور دلچسپی غالب آ گئی' اب وہ اسلو پو گاس کو تعریفی اور ہوسناک نظروں سے دیکھ رہی تھی'

"کون ہو تم؟" لڑکی نے پوچھا۔ "خیر تم کوئی بھی ہو میں تم سے نہیں ڈرتی"

؟لڑکی!' بہت بڑھ بڑھ کے باتیں نہ کرو۔ ایک عالم مجھ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کا یہ خوف بے وجہ نہیں ہے۔ لڑکی! میں بھیڑیوں کے بھائیوں میں ایک ہوں' میں وہ ہوں جس کا نام لے کر مائیں اپنے بچوں کو چپ کراتی ہیں۔ میں آسیبی پہاڑ پر رہنے والا' بھیڑیوں پر

حکومت کرنے والا جادوگر ہوں۔ چنانچہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ مبادا کہ میں تمہیں قتل کردوں' چیخنے چلانے اور اپنے لوگوں کو بلانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ کوئی مجھے پکڑ نہ سکے گا۔"

بھیڑیوں کے حاکم! میں اپنے لوگوں کو نہ بلاؤں گی اور نہ بلانا چاہتی ہوں اب رہی پہلی بات تو میں ابھی جوان ہوں اور مجھے قتل کرنا مناسب نہیں بھیڑیوں کے حاکم! میں پھولوں کی سیج پر سونے کے قابل ہوں' کہ اندھیری قبر میں لیٹنے کے۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو" اسلوپوگاس نے لڑکی کے جوانی سے بھرپور جسم اور خوبصورت چہرے کی طرف دیکھ کر کہا "یہ جاکیزہ اور کسی شخص ماسیلو کے متعلق کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ کہا وہ تم نے سن لیا ہے چنانچہ اسے دہرانے سے کیا فائدہ؟"

"بے شک میں سن چکا ہوں۔ چنانچہ اب یہ بتاؤں کہ تم کون ہو اور یہاں چھپ کر کیوں رو رہی تھیں؟"

"میری کہانی چھوٹی سی اور معمولی ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "سنو! میرا نام زنیتا ہے۔ اور کرال کا سردار جاکیزہ' جو فاتح کے نام سے مشہور ہے' میرا سوتیلا باپ ہے' اس نے میری ماں سے شادی کی تھی جو مر گئی۔ میں اپنی ماں کے پہلے شوہر سے ہوں۔ اب جاکیزہ میری شادی ایک شخص سے کرنا چاہتا ہے جس کا نام ماسیلو ہے۔ یہ شخص بوڑھا اور موٹا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اس سے نفرت ہے ماسیلو چونکہ امیر ہے اور میرے عوض بہت سے مویشی دینے کو تیار ہے۔

اس لئے میرا سوتیلا باپ اس سے میری شادی کردینا چاہتا ہے۔" "پھر کیا کرال میں کوئی دوسرا جوان ہے جس سے تم شادی کرنا چاہتی ہو؟" اسلوپوگاس نے پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں" زنیتا نے اسلوپوگاس کی آنکھوں میں آنکھیں' ڈال کر جواب دیا۔

"اور ماسیلو سے بچنے کی کوئی صورت نہیں؟"

"ہے"

"کیا؟"

"موت۔ اگر میں مرگئی' تو ماسیلو سے بچ جاؤں گی۔ یا اگر ماسیلو مرجائے تب بھی میں بچ جاؤں گی۔ لیکن ماسیلو کی موت سے مجھے کچھ زیادہ فائدہ ہوگا کیونکہ میں جلد یا بدیر کسی اور کو دے دی جاؤں گی' ہاں اگر جاکیزہ مرجائے تو پھر میں آزاد اور اپنی مرضی کی مالک ہوں گی۔ اجنبی تمہارے بھوت بھیڑیوں کو کیا ہوا ہے؟" کیا وہ بھوکے نہیں ہیں؟ کیا اب وہ انسانوں کا گوشت کھانا نہیں چاہتے۔"

"میں بھیڑیوں کو یہاں نہیں لاسکتا" امسلو پوگاس نے کہا۔ "کیا کوئی دوسری ترکیب نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں۔" زنیتا نے جواب دیا۔ "بشرطیکہ کوئی اس ترکیب پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔" اور ایک بار پھر اس نے امسلو پوگاس کو عجیب نظروں سے دیکھا۔ موخرالذکر کی رگوں میں خون سنسنانے لگا۔

"کیا واقعی تم نہیں جانتے ہو کہ ہمارے لوگوں پر کس طرح حکومت کی جاتی ہے۔ اور کون ان کا سردار بنتا ہے؟"

"نہیں یہ میں نہیں جانتا۔"

"لو مجھ سے سنو! ہمارے قبیلے پر صرف وہی شخص حکومت کرسکتا ہے۔ جو کہ اس کلہاڑے کا مالک ہو۔ جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا ہے چنانچہ جو بھی دست بہ دست جنگ میں جاکیزہ سے کلہاڑا جیت لے گا وہی ہمارے قبیلے کا سردار ہوگا۔ لیکن اگر کلہاڑے کا مالک فاتح ہی رہے' یعنی اس سے جنگ کرکے اسے قتل نہ کرسکے اور وہ طبعی موت مرجائے تو اس کے بعد اس کا بیٹا سردار بنتا ہے چار پشتوں سے یونہی ہوتا آیا ہے چنانچہ کوئی بھی ہمارے سردار کو جنگ کرکے شکست نہ دے سکا۔ یعنی چار پشتوں سے باپ کے بعد بیٹا کلہاڑے کا مالک اور ہمارا سردار بنتا رہا ہے۔ جاکیزہ کے لکڑ دادا نے کلہاڑے کے مالک سے جنگ کرکے کلہاڑا حاصل کیا تھا۔ اور تب سے اب تک حکومت اسی کے خاندان میں

چلی آرہی ہے۔ اور اس وقت جاکیزہ کلہاڑے کا مالک اور ہمارا حاکم ہے۔ کراہیں پیدا کرنے والا ہمیشہ سے فاتح رہا ہے اور کبھی کوئی اس پر فتح حاصل نہیں کر سکا۔ اب تم پوچھو گے کہ جاکیزہ کے لگڑ دادا نے اسے کس طرح حاصل کیا؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے دھوکہ سے یہ کلہاڑا حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ کلہاڑے کا وار اس پر کاری نہ پڑا تھا وہ زمین پر لڑھک گیا اور مردے کی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا۔ کلہاڑے کا مالک جاکیزہ کے لگڑ دادا کو مردہ سمجھ کر جانے کے لئے پلٹا۔ لیکن جاکیزہ کا لگڑ دادا ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے کلہاڑے کے مالک پر پیچھے سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور پھر وہ کلہاڑے والے کا سردار بن گیا۔ چنانچہ جاکیزہ کا یہ معمول ہے کہ وہ ہر اس شخص کا سر کاٹ لیتا ہے۔ جسے وہ جنگ میں شکست دیتا ہے۔"

"تو کیا اس نے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا ہے؟" اسلوپوگاس نے پوچھا۔

"پچھلے چند برسوں میں اس کے ہاتھ سے بہت کم آدمی مارے گئے ہیں۔" زنیتا نے جواب دیا۔ "اور سبب اس کا یہ ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب جانتے ہیں کہ کلہاڑے کے مالک کو قتل کرنا آسان نہیں۔ اور یہ کہ جاکیزہ کے ساتھ جنگ کرنا یا خود اپنی موت کو دعوت دینا۔"

"اس کے باوجود اکیاون بہادروں نے کلہاڑا حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ جاکیزہ کی جھونپڑی کے سامنے ایک دن انسانی کھوپڑیاں ایک انبار کی شکل میں رکھی ہوئی ہیں، اور یہ بھی جان لو کہ اس کلہاڑے کو جنگ کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسے چرایا گیا یا کہیں پڑا ہوا مل گیا۔ تو اس کلہاڑے کی خصوصیت فوت ہو جائے گی وہ کسی کام کا نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ کلہاڑے کو چرانے والا شرمناک اور ذلیل موت مرے گا۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر جاکیزہ سے مقابلہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟" اسلوپوگاس نے پوچھا "کیا اس کے سامنے جا کر اسے جنگ کی دعوت دی جائے؟"

"ہمارے یہاں کی رسم کے مطابق سال میں ایک دفعہ، یعنی موسم گرما کے پہلے چاند کے دن، جاکیزہ کرال کے نجومیوں کو بلاتا اور دربار کرتا ہے۔ اس موقع پر وہ کھڑے ہو کر

پوچھتا ہے۔ کہ اگر کوئی کلہاڑا حاصل کرنا اور سردار بننا چاہتا ہو۔ تو اس کے مقابلہ میں آئے۔ اب اگر کوئی شخص جاکیزہ کی اس دعوت پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو وہ دونوں مویشیوں کے کرال میں چلے جاتے ہیں اور وہیں اس کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس دربار یا مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ہے۔ اور جاکیزہ کی دعوت پر جو بھی شخص کھڑا ہوجائے خواہ وہ کم رتبہ اور ذلیل ہی کیوں نہ ہو' تو پھر جاکیزہ پر یہ فرض ہوجاتا ہے۔ کہ وہ اس سے مقابلہ کرے۔

"شاید میں اس دربار میں شرکت کروں گا۔" اسلوپوگاس نے کہا۔

"نئے چاند کے اس دربار کے فوراً بعد میری شادی ماسیلو سے کردی جائے گی' زنیتا نے کہا۔ لیکن اگر جاکیزہ پر کسی نے فتح حاصل کرلی تو پھر یہی فاتح سردار ہوگا۔ اور وہی میری شادی جس سے چاہے کرسکے گا۔ اور اگر چاہے تو وہ خود مجھے اپنی دلہن بنالے گا۔"

اسلوپوگاس نے زنیتا کا مطلب سمجھ لیا۔ اور اس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ یہ لڑکی اسے پسند کرتی ہے۔ لیکن اس خیال سے اسے کچھ زیادہ مسرت حاصل نہ ہوئی کیونکہ اب تک اس نے کسی عورت میں دلچسپی نہ لی تھی۔ اور نہ ہی اس نے کسی عورت سے کسی قسم کا کوئی تعلق قائم کیا تھا۔ اب تک وہ جنس مخالف سے بیگانہ ہی تھا۔

"اگر میں جاکیزہ کے دربار میں شریک ہوا۔ اگر میں کراہیں پیدا کرنے والے کا مالک اور تمہارے قبیلے کا سردار بن گیا تو جان لو خاتون زنیتا کہ پھر تم جھ سے زیادہ دور نہ ہوگی۔ بلکہ میری اور میرے کلہاڑے کے سایہ میں بیٹھوگی۔"

"حالانکہ بہت سے لوگ کلہاڑے کے سائے میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے لیکن میں ضرور بیٹھوں گی۔ لیکن پہلے تمہیں کلہاڑا حاصل کرنا ہے بہت سوں نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔"

"تاہم آخر میں ایک نہ ایک کو کامیاب ہونا ہی ہے اسلوپوگاس نے جواب دیا۔ "اچھا اب رخصت ہوتے ہیں پھر ملیں گے۔"

"اور اس نے دریا میں چھلانگ لگادی اور دوسرے کنارے کی طرف تیرنے لگا۔

زنیتا اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا اسلو پوگاس کی محبت اس کے دل میں گھر چکی تھی .... اور بڑی تیز آتشی حاسدانہ اور شدید محبت تھی وہ ....

اور ادھر آسیبی پہاڑ کی طرف جاتا ہوا اسلو پوگاس کلہاڑے کے متعلق سوچ رہا تھا نہ کہ زنیتا کے متعلق کیونکہ اسلو پوگاس کو عورتوں کے بہ نسبت جنگ زیادہ پسند تھی۔ وہ شروع سے ہی عورتوں کے بجائے لڑائی بھڑائی سے محبت کرتا آیا تھا حالانکہ یہ اس کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا کہ جنگ نہیں بلکہ عورتیں اسے تباہ و برباد کریں گی .... جنس مخالف ہی اس کی تباہی کا باعث بنے گی۔

نئے چاند کو ابھی پندرہ دن باقی تھے اس عرصے میں اسلو پوگاس چپ چپ رہا تاہم اس نے غالازی کو یہ ضرور بتایا کہ وہ کلہاڑا حاصل کرنے کے لئے جاکیزہ سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے غالازی نے اسے ہر طرح سمجھایا کہ وہ کلہاڑا حاصل کرنے کا خیال ترک کر دے اور مزے سے بھیڑیوں کا بادشاہ بنا رہے غالازی نے یہ بھی کہا کہ اگر اس نے کلہاڑا جیت بھی لیا تو معاملہ اسی پر ختم نہ ہو جائے گا بلکہ اسے زنیتا کو بھی اپنی بیوی بنانا پڑے گا اور عوتوں کے بارے میں غالازی کے خیالات اچھے نہ تھے۔ اس نے کہا کہ وہ عورت ہی تھی جس نے اس کے باپ کو زہر دے دیا تھا غالازی کی ان باتوں پر اسلو پوگاس نے کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ اس کا دل تو دونوں پر آ گیا تھا۔ کلہاڑے پر بھی اور زنیتا پر بھی لیکن کلہاڑے پر زیادہ اور لڑکی پر کم۔

چنانچہ وقت گزرتا رہا اور آخر کار نئے چاند کا دن آ گیا اس دن اسلو پوگاس علی الصبح اٹھا اپنی برہنگی کو موچھا سے ڈھانکا اور بھیڑیئے مادہ کی کھال موچھا کے نیچے لپیٹ لی۔ اپنے ایک ہاتھ میں اس نے مضبوط جنگی ڈھال اٹھائی .... یہ ڈھال خود اس نے بھینسے کی کھال سے بنائی تھی دوسرے ہاتھ میں اس نے وہی کلہاڑی اٹھائی جس سے اس نے شاکا کے افسر کو قتل کیا تھا۔

"فاتح جاکیزہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تم نے بڑا ہی کمزور ہتھیار منتخب کیا ہے۔ غالازی

نے کلہاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"بہر حال کام چل جائے گا..." اسلوپوگاس نے جواب دیا۔

اب اسلوپوگاس نے کھانا کھایا اور دونوں بھائی پہاڑ پر سے اتر آئے اسلوپوگاس نے دریا اس جگہ سے عبور کیا جہاں سے وہ پایاب تھا کیونکہ وہ تیر کر اپنی قوت ضائع کرنا نہ چاہتا تھا جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچے تو غالازی نرسلوں کے جھنڈ میں چھپ گیا کیونکہ لوگ اسے پہچانتے تھے چنانچہ اسلوپوگاس غالازی سے رخصت ہوا تھا کہ وہ اپنے اس "خون بدل" بھائی سے دوبارہ مل سکے گا یا نہیں اسلوپوگاس جاکیزہ کے کرال کی طرف چلا۔ جب وہ کرال کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک طرف جا رہے تھے۔ اسلوپوگاس ان میں مل گیا تھوڑی دیر بعد ہی وہ ان لوگوں کے ساتھ جاکیزہ کی جھونپڑیوں کے سامنے والے میدان میں پہنچ گیا وہاں کرال کے امراء جمع تھے ان لوگوں کے درمیان اور کھوپڑیوں کے ایک انبار کے قریب جاکیزہ بیٹھا ہوا تھا۔ جاکیزہ کلہاڑے والوں کا سردار دیو ہیکل تھا... اور اس کے بدن پر کالے کالے بال تھے اس کے ایک ہاتھ کی کلائی سے چرمی پٹا بندھا ہوا تھا۔ مشہور کلہاڑا لٹک رہا تھا اور وہ شخص جو اس میدان میں پہنچتا جھک کر کلہاڑے کو سلام کرتا۔ جاکیزہ کے قریب ہی ایک موٹا شخص بیٹھا ہوا تھا اسلوپوگاس نے اسے پہچان لیا یہ ماسیلو تھا۔ اسلوپوگاس دوسرے لوگوں کے ساتھ میدان میں بیٹھ گیا اور کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ سوائے ایک ہستی کے اور یہ زنیتا تھی جو شراب کی تونبی تھامے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ جب سب لوگ آ گئے تو جاکیزہ نے اپنی آنکھیں حلقوں میں گھما گھما کر بولنا شروع کیا۔

"دوستو!" اس نے کہا "میں اپنی سوتیلی بیٹی زنیتا کی شادی ماسیلو سے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں لیکن دلہن کی قیمت پر آ کر بات ٹھہر گئی ہے میں ماسیلو سے سو (۱۰۰) مویشی طلب کر رہا ہوں کیونکہ لڑکی جوان، خوبصورت اور کنواری ہے اس کے علاوہ وہ میری بیٹی ہے حالانکہ وہ میرے نطفے سے نہیں ہے تاہم میں اس کا سرپرست اور مربی ہوں خیر تو ماسیلو صرف پچاس مویشی دینا چاہتا ہے اور اس پر اڑا ہوا ہے چنانچہ اب یہ معاملہ تم لوگ ہی طے کرو۔"

"اے کلہاڑے کے آقا ہم نے سنا' مشیروں میں سے ایک نے جواب دیا "لیکن آج کے دن رسم کے مطابق پہلے تمہیں کھڑے ہو کر اپنے مقابلے اور کلہاڑے اور سرداری کے لئے عام دعوت دینی ہوگی کہ اگر کوئی چاہتا ہے تو تمہاری جگہ سردار اور کلہاڑا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"یہ تو بڑا ہی بیزار کن معاملہ ہے۔" جاکیزہ نے منہ بنا کر کہا کیا میں ہر سال لوگوں کو مقابلے کی دعوت نہیں دیتا رہا ہوں؟" لیکن کبھی کوئی آیا ہے میرے مقابلے میں؟ اپنی جوانی میں میں نے اکیاون بہادروں کو قتل کیا تھا۔ لیکن اب کئی برسوں سے کسی کو میرے مقابلے میں آنے کی جرات نہ ہوئی خیر رسم کے مطابق میں اس سال پھر اپنے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں .... ہے کوئی بہادر جو کلہاڑے کرا ہیں پیدا کرنے والے کے لئے مجھ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو؟ یہ کلہاڑا اس کا ہوگا جو اس مقابلے میں مجھے قتل کردے گا اور میرے بعد وہی کلہاڑے والوں کا سردار ہوگا۔"

تو یوں کہا جاکیزہ نے اور یہ الفاظ اس نے بہت جلد جلد کہے اس شخص کی طرح جو کسی ایسی روح سے بادل ناخواستہ مدد طلب کر رہا ہو جس کے مقابلے کو نہیں اٹھے گا۔ اس لئے وہ ماسیلو اور زنیتا کی شادی کا معاملہ طے کرنے کے لئے دوسری طرف گھوم گیا لیکن دفعتاً" اسلوپوگاس اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ڈھال کو اپنے منہ کے سامنے کرکے بولا "جاکیزہ! کلہاڑے کے لئے اور کلہاڑے والوں کی سرداری کے لئے میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگ ہنس پڑے اور جاکیزہ نے حیرت و غصے سے اسلوپوگاس کی طرف دیکھا۔

"اپنی اس بڑی سی ڈھال کے پیچھے سے نکل کر سامنے آؤ اور اپنا نام و نسب ظاہر کرو۔"

چنانچہ اسلوپوگاس ڈھال ہٹا کر سامنے آکھڑا ہوا .... وہ ایسا غضبناک' بے خوف اور مرعوب کن معلوم ہو رہا تھا اب لوگ اس پر ہنس نہ رہے تھے۔

"جاکیزہ! میرے نام و نسب سے تمہیں کیا واسطہ؟" اسلوپوگاس نے کہا۔ "میدان میں

آؤ اور رسم کے مطابق مجھ سے مقابلہ کرو کیونکہ میں اس کلہاڑے کو اپنی ہاتھ میں گھمانے اور تمہاری جگہ سردار بن کر ماسیلو اور اس کے مویشیوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہوں۔ فی الحال تو میرا کوئی نام نہیں ہے لیکن تمہیں قتل کرنے کے بعد میں اپنا ایک نام رکھلوں گا۔

اسلوپوگاس کی یہ بظاہر بڑی بڑی باتیں سن کر ایک بار پھر لوگ ہنس پڑے لیکن جاکیزہ مارے غصے کے پاگل ہو گیا۔ اور دانت پیستا ہوا اسلوپوگاس کے سامنے آیا....

"چوزے جیسا دل لے کر جاکیزہ کا مقابلہ کرنے آیا ہے؟" وہ بولا .... کیوں اپنی جان کا دشمن ہوا ہے بہت اچھا اگر تو مرنا ہی چاہتا ہے تو میں تیری یہ آرزو پوری کردوں گا۔ لوگو! مویشیوں کے باڑے میں چلو کہ میں اس بڑبولے احمق کا سر اتار لوں یہ کہتا ہے کہ یہ کلہاڑا اپنے ہاتھ یں گھمانے اور میری جگہ سردار بن کر ماسیلو اور اس کے مویشیوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہے لوگو! میں اس کی اس بے تابی کا بہت جلد خاتمہ کردوں گا اور اس کی کھوپڑی پر پاؤں رکھ کر بیٹھوں گا اور پھر اطمینان سے ماسیلو کا معاملہ طے کروں گا۔"

"کون کس کی کھوپڑی پر ٹانگیں رکھ کر بیٹھے گا یہ تو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" اسلوپوگاس نے کہا۔

"اب تو جاکیزہ کے غصہ کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اس کے منہ سے کف جاری ہو گیا بڑھے ہوئے غصہ کے باعث اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا لوگ خاموش تھے اور دلچسپ مقابلہ دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے لیکن ماسیلو کا دل بجھ سا گیا تھا اور وہ اسلوپوگاس کی طرف بیک وقت نفرت اور خوف بھری نظر سے دیکھ رہا تھا۔ زنیتا خود ماسیلو کی طرف نفرت و حقارت سے دیکھ رہی تھی۔

چنانچہ وہ لوگ مویشیوں کے کرال کی طرف چلے غالازی نے انہیں دور سے دیکھا اب اس میں برداشت کی تاب نہ تھی چنانچہ وہ اپنی کمین گاہ سے نکلا اور مویشیوں کے کرال کی طرف جاتے ہوئے لوگوں میں مل گیا۔

خونریز

جب جاکیزہ اور اسلوپوگاس مویشیوں کے کرال میں پہنچے تو ان کو کرال کے وسط میں اس طرح کھڑا کر دیا گیا کہ ان دونوں کے درمیان دس قدم کا فاصلہ چھٹا ہوا تھا۔ اسلوپوگاس بھینسے کی کھال کی غیر معمولی طور بڑی ڈھال اور ہلالی پھل والی چھوٹی اور ہلکی کلہاڑی سے مسلح تھا۔ جاکیزہ کے ایک ہاتھ میں مشہور کلہاڑا "کراہیں پیدا کرنے والا" اور دوسرے میں چھوٹی اور ہلکی ڈھال تھی لوگوں نے دونوں کے ہتھیاروں کی طرف دیکھا تو انہیں اسلوپوگاس کے ہتھیار کمزور اور ناکافی نظر آئے اور انہوں نے سوچا کہ مقابلہ برابر نہیں ہے۔

"اجنبی پوری طرح اور ٹھیک سے مسلح نہیں ہے"۔ ایک بوڑھے نے کہا اس کے ہاتھ میں چھوٹی کلہاڑی اور بڑی ڈھال ہے حالانکہ ہونا چاہئے اس کا الٹا' یعنی بڑی کلہاڑی اور چھوٹی ڈھال' جاکیزہ فاتح ہے اور بھینسے کی کھال کی ایک بڑی ڈھال اجنبی کو کراہیں پیدا کرنے والے سے نہ بچا سکے گی"۔

غالازی اس بوڑھے کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بوڑھے کی یہ بات سنی اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کے ساتھی کا آخری وقت آگیا ہے وہ حسرت سے اسلوپوگاس کی طرف دیکھنے لگا اور اداس ہو گیا۔

اب اشارہ کیا گیا اور جاکیزہ' جو غصہ سے پاگل ہو رہا تھا شیر کی طرح غرا کر اسلوپوگاس کی طرف لپکا لیکن اسلوپوگاس اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہلا جب تک دشمن نے اس پر حملہ نہ کر دیا اور جب جاکیزہ نے اس پر حملہ کیا تو وہ اچھل کر ایک طرف ہو رہا۔ جاکیزہ کا وار خالی گیا اور وہ اپنے ہی زور میں کئی قدم تک دوڑتا چلا گیا اور سنبھلنے کے لئے کمر سے ذرا سا جھکا عین اسی وقت اسلوپوگاس نے اپنی کلہاڑی ترچھی کر کے پھل کے چپٹے حصے کو جاکیزہ کی کمر پر مارا کیونکہ اس کا ارادہ اس کلہاڑی سے جاکیزہ کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ اسلوپوگاس کی کلہاڑی کا پھل چپٹی کی طرف سے جاکیزہ کی کمر پر پڑا تو "پٹاخ" کی آواز ہوئی

اس پر سینکڑوں لوگ جو یہ جنگ دیکھ رہے تھے بے ساختہ ہنس پڑے اور جاکیزہ کا دل غصہ کی شدت سے پھٹنے کے قریب ہو گیا کیونکہ یہ بڑی شرمناک ضرب تھی جو اس کی کمر پر پڑی تھی وہ پلٹا اور بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح پھنکارتا اور ڈکارتا اسلوپوگاس کی طرف چلا موخرالذکر نے اپنی بڑی ڈھال سامنے کر دی۔ جاکیزہ اپنا کلہاڑا بلند کر چکا تھا کہ اسلوپوگاس جیسے خوف زدہ ہو کر چلایا اور یکایک پیٹھ پھیر کر بھاگا اس کے پیچھے جاکیزہ بھاگا وہ غصہ سے پاگل ہو رہا تھا اب یہ عجیب تماشہ لوگوں نے دیکھا کہ اسلوپوگاس نہایت تیزی سے بھاگ رہا تھا اور جاکیزہ اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور دونوں کے درمیان ایک نیزے سے بھی کم فاصلہ تھا۔

اسلوپوگاس اس طرح بھاگ رہا تھا کہ سورج اس کی پشت کی طرف تھا چنانچہ وہ جاکیزہ کا سایہ اپنے سامنے دیکھ سکتا تھا اور جب اسے نظر آتا کہ جاکیزہ قریب ہو رہا ہے تو اسلوپوگاس اپنی رفتار قدرے تیز کر دیتا۔ اسلوپوگاس دوسری دفعہ کرال کا چکر لگا رہا تھا اور لوگ چیخ چیخ کر دونوں کو یوں اکسا رہے تھے جس طرح جھاڑی میں گھستے ہوئے شکاری کتوں کو مالک اکساتا ہے۔

اسلوپوگاس ایسی عیاری سے دوڑتا تھا کہ بظاہر لڑکھڑا رہا تھا اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ تھک گیا ہے اور جاکیزہ کوئی دم میں اسے جالے گا لیکن دراصل اسلوپوگاس کی رفتار میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

اسلوپوگاس نے جاکیزہ کے لمبے لمبے سانسوں کی آواز سنی اور سائے میں اسے لڑکھڑاتا دیکھا اس نے سمجھ لیا کہ دشمن تھک گیا ہے یکایک اسلوپوگاس لڑکھڑا کر یوں ڈگمگایا جیسے گرنے والا ہو اور اب اس نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کوشش میں وہ دائیں طرف ہٹ گیا اور ہٹتے وقت اس نے یہی ڈھال جاکیزہ کے راستے میں ڈال دی جیسے وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہو۔ جاکیزہ اندھا دھند بھاگا جا رہا تھا چنانچہ اس نے ڈھال سے ٹھوکر کھائی وہ سنبھل نہ سکا اور اوندھے منہ گرا اسلوپوگاس نے اسے گرتے دیکھا اور وہ اس کی طرف یوں جھپٹا جس طرح عقاب فاختہ پر حملہ کرتا ہے اس سے

پہلے کہ لوگ کچھ سمجھ سکیں اسلوپوکاس جاکیزہ کا کلہاڑا پکڑ چکا تھا اس نے اپنی کلہاڑی کی ایک ہی ضرب سے وہ تسمہ کاٹ دیا جس کے ذریعہ کراہیں پیدا کرنے والا جاکیزہ کی کلائی سے بندھا ہوا تھا۔ اسلوپوکاس نے اپنی کلہاڑی تو زمین پر پھینکی اور جاکیزہ کا کلہاڑا لے کر پیچھے ہٹ گیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اب اجنبی کراہیں پیدا کرنے والے کو بلند کیے کھڑا تھا مسلوپوکاس کا عیارانہ فرار لوگوں کی سمجھ میں آیا چنانچہ ان لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے جو جاکیزہ کو پسند نہ کرتے تھے لیکن دوسرے لوگ خاموش رہے۔

جاکیزہ آہستہ آہستہ اٹھا اسے یقین نہ آرہا تھا کہ وہ اب تک زندہ ہے اس نے جھپٹ کر اسلوپوکاس کی کلہاڑی جو قریب ہی پڑی ہوئی تھی اٹھالی اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کراہیں پیدا کرنے والا نہیں بلکہ ایک دوسری کلہاڑی ہے تو وہ رو پڑا۔ لیکن اسلوپوکاس کلہاڑے کو بلند کئے کھڑا تھا اور مسرت بھری نظر سے اس کا جائزہ لے رہا تھا کلہاڑے کا پھل ہلالی تھا اور بے حد چمکدار کلہاڑا کافی بڑا تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اتنا وزنی نہ تھا اس کی دھار استرے کی طرح تیز تھی کلہاڑے کے اوپری حصے اور پھل کے الٹی طرف چار انچ لمبی لوہے کی سلاخ لگی ہوئی تھی۔ سلاخ دو انچ تک پتلی تھی میرے آقا! آپ نے وہ چھیدنی تو دیکھی ہو گی جس کے ذریعہ چمڑے میں چھوٹی چھوٹی گول گول سوراخ بنائے جاتے ہیں بس تو کلہاڑے پر لگی ہوئی یہ سلاخ گویا ایسی ہی چھیدنی تھی اس کی دستی تین فٹ تین انچ لمبی اور سوا انچ کے قریب چوڑی بھی تھی۔ اور گینڈے کے سینگ کی بنی ہوئی سفید چمکدار اور لچک دار تھی اور اس پر تانبے کے تار لپٹے ہوئے تھے دستی کے سرے پر نارنگی ایسا گولایا لٹو بنا ہوا تھا جو ہاتھ کو پھسلنے سے روکتا تھا اسلوپوکاس پیار بھری نظروں سے اس کلہاڑی کو دیکھ رہا تھا جس طرح کہ ایک عاشق اپنی محبوبہ کو اور ایک دولہا اپنی دلہن کو دیکھتا ہے پھر سب لوگوں کے سامنے اس نے کلہاڑے کو بوسہ دیا اور اونچی آواز میں کہا۔

"سلام ہو تجھ پر اے میری انکوسی کاس (سرداران) سلام ہو تجھ پر اے میری جوانی کی پہلی دلہن جسے میں نے جنگ کر کے جیتا ہے اے سردارن! اب ہم تم کبھی جدا نہ ہوں گے

اے میری دلہن اب کوئی تجھے مجھ سے جدا نہ کر سکے گا۔ اب ہم دونوں ایک ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں گے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد کوئی اور تجھے استعمال کرے۔

یہ الفاظ تھے جو کلہاڑے کو مخاطب کر کے اسلوپوگاس نے کہے اور وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے سنے تو ان کے دل پانی ہو گیا پھر اسلوپوگاس جاکیزہ کی طرف گیا جو کھڑا رو رہا تھا کیونکہ وہ سب کچھ گنوا چکا تھا۔

"اے فاتح! کہاں گیا اب تیرا غرور اور کیا ہوئیں تیری وہ باتیں جو تو نے تھوڑی دیر پہلے کہی تھیں۔" اور اسلوپوگاس "روتے کیوں ہو؟... آؤ میرا مقابلہ کرو تمہارے ہاتھ میں کلہاڑی ہے جو تھوڑی دیر پہلے میرے ہاتھ میں تھی اور تمہارے پاس وہی ڈھال ہے جو میرے پاس تھی اس کلہاڑی سے میں تمہارا مقابلہ کرنے سے نہ ڈرا تھا پھر اب تم کیوں ڈر رہے ہو؟"۔

جاکیزہ چند ثانیوں تک خاموش کھڑا اپنے کامیاب اور فاتح حریف کو دیکھتا رہا پھر اس نے کلہاڑی اٹھا کر اسلوپوگاس کی طرف پھینکی اور پلٹ کر نہایت تیزی سے مویشیوں کے کرال کے دروازے کی طرف بھاگا۔

اسلوپوگاس جھک گیا اور کلہاڑی اس کے سر پر سے سنسناتی ہوئی چلی گئی پھر وہ ایک لمحے تک خاموش کھڑا رہا اور لوگوں نے سمجھا کہ وہ جاکیزہ کو قتل کرنا نہیں چاہتا بلکہ اسے فرار ہونے کا موقع دینا چاہتا ہے لیکن اسلوپوگاس نے ایسا کوئی فیصلہ نہ کیا تھا اور منتظر کھڑا رہا یہاں تک کہ جاکیزہ نصف فاصلہ طے کر چکا پھر اسلوپوگاس ایک نعرہ لگا کر بجلی کی طرح لپکا اور اب وہ اتنی تیزی سے جاکیزہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا کہ لوگوں کو اس کی ٹانگیں دکھائی نہ دے رہیں تھیں۔ جاکیزہ نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی لیکن اسلوپوگاس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ تھی اب جاکیزہ کرال کے دروازے تک پہنچ چکا تھا یکایک کوئی چیز اس کے قریب پہنچی دفعتاً کوئی چیز اس کے سر پر چمکی اور جاکیزہ تیورا کر گرا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ مر چکا تھا وہ اسی مشہور کلہاڑے سے مارا گیا تھا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا تھا جو جاکیزہ کے خاندان میں کئی پشتوں سے وراثتاً" چلا آ رہا تھا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ جاکیزہ مارا جا چکا ہے تو ایک شور بلند ہوا بھیڑ میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے اسلوپوگاس کی تعریف میں نعرے لگائے اور اسے کلہاڑے والوں کا سردار کہا لیکن جاکیزہ کے بیٹے' جو تعداد میں دس اور دیو ہیکل تھے اسلوپوگاس کی طرف دوڑ پڑے کہ اس کا خاتمہ کردیں اسلوپوگاس کلہاڑا بلند کر کے تن تنہا جاکیزہ کے دس بیٹوں کی طرف لپکا لیکن کرال کے چند بوڑھے امراء اسلوپوگاس اور جاکیزہ کے بیٹوں کے درمیان آکھڑے ہوئے۔

"ٹھہرو!" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اے کرال کے بزرگو! کیا یہ تمہارا قانون نہیں ہے کہ جو شخص کلہاڑا جیت لے وہی تمہارا سردار بھی ہے؟"۔

اسلوپوگاس نے کہا "دیکھو جاکیزہ سے جنگ کر کے میں نے کلہاڑا حاصل کیا ہے اب کیا میں تمہارا سردار نہیں ہوں؟"۔

"بے شک یہی ہے ہمارا قانون" ایک بوڑھے امیر نے جواب دیا لیکن اجنبی ہمارا قانون یہ بھی ہے کہ اب تمہیں ہر اس شخص کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ جو للکار کر تمہارے مقابلے میں آئے یہ یہاں کا قانون ہے اور تمہیں اس کا احترام کرنا چاہئے"۔

"بہت اچھا ایسا ہی ہوگا اسلوپوگاس نے کہا ہے کوئی جو اس کلہاڑے اور اس قبیلے کی سرداری کے لئے مجھ سے جنگ کرے؟"۔

یہ سن کر جاکیزہ کے دسوں بیٹے ایک ساتھ آگے بڑھے ان کے دلوں میں غم و غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ ان کا باپ مارا گیا تھا اور سرداری ان کے خاندان میں سے جا رہی تھی وہ چاہتے تھے کہ اس اجنبی کو قتل کر کے دوبارہ قبیلے کی سرداری حاصل کرلیں لیکن ان دس کے علاوہ کوئی اور آگے نہ بڑھا اسلوپوگاس نے جاکیزہ کے بیٹوں کو شمار کیا۔

"شاکا کے سر کی قسم پورے دس ہیں" وہ بولا۔ اب میں نے ان دسوں سے الگ الگ مقابلہ کیا تو زنیتا اور ماسیلو کا معاملہ طے کرنے کا وقت نہ رہے گا سنو جاکیزہ کے بیٹوں! اگر میں اپنا ایک ساتھی منتخب کرلوں اور ہم دونوں مل کر تم دسوں سے بیک وقت مقابلہ

کرلیں تو کیسا رہے گا اس طرح ایک ہی وقت میں اور بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا بولو! تم دسوں صرف دو آدمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو"۔

چنانچہ دسوں بھائیوں نے آپس میں منظور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک کے بعد ایک اسلوپوگاس کے مقابلے میں جانے سے بہتر ہو گا کہ وہ دسوں بیک وقت اسلوپوگاس اور اس کے ساتھی کا مقابلہ کرلیں کیونکہ اس طرح کامیابی کی امید زیادہ تھی۔

"ہمیں منظور ہے دسوں نے کہا اور امراء نے بھی اس طرح کے مقابلے کی اجازت دے دی۔

جب اسلوپوگاس مویشیوں کے کرال میں بھاگ رہا تھا اور جاکیزہ اس کے پیچھے لگا ہوا تھا تو اس وقت اس نے بھیڑ میں اپنے خون بدل بھائی غالازی کو پہچان لیا تھا۔ چنانچہ اسی لئے اس نے یہ شرط رکھی کہ وہ اپنا ایک ساتھی منتخب کرلے اور وہ دونوں مل کر جاکیزہ کے بیٹوں سے مقابلہ کریں اور یہ اگر فتح ان دونوں کی ہوئی تو کلہاڑے والوں میں اسلوپوگاس کے بعد اس کے اسی بہادر ساتھی کا درجہ ہو گا اور کلہاڑے والے اس کی بھی اتنی عزت اور اتنا احترام کریں گے جتنا کہ خود اسلوپوگاس کا اور یوں کہہ کر وہ لوگ کے سامنے چکر لگانے اور ان کے چہروں پر اپنی نظریں دوڑانے لگا یہاں تک کہ وہ غالازی کے سامنے پہنچ گیا۔ "یہ جوان کافی مضبوط اور زور دار معلوم ہوتا ہے اور اس کے پاس کافی بڑا ڈنڈا بھی ہے۔" اسلوپوگاس نے کہا "جوان کیا نام ہے تمہارا؟"۔

بھیڑیا" غالازی نے جواب دیا۔

"خوب نام ہے اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم میرے ساتھ ان دس بھائیوں سے جنگ کرو گے؟ اگر فتح ہماری ہوئی تو اس کرال میں میرے بعد تمہارا ہی درجہ ہو گا"

"اے کلہاڑے کے مالک" غالازی نے کہا مجھے بستیوں سے زیادہ جنگل پسند ہیں اور عورت کی ابھری ہوئی چھاتیوں سے زیادہ پہاڑوں کے نشیب و فراز پسند ہیں تاہم چونکہ تم نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا ہے اور میں خود بھی جنگ کو پسند کرتا ہوں اس لئے میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کروں گا جب تک ہمارا یا ان دسوں کا خاتمہ نہ ہو جائے۔"

"شاباش میرے دوست تم سے ایسی ہی توقع تھی"۔ امسلوپوگاس نے کہا اور اب دونوں آگے بڑھے اور عجیب جوڑا تھا وہاں جو دیکھنے والوں کے دلوں پر رعب طاری کر رہا تھا وہ دونوں کرال کے وسط میں پہنچ کر رکے لوگوں نے حیرت سے ان نڈر اور دیو قامت بھائیوں کی طرف دیکھا اور اکثر لوگوں کے دلوں میں اس شک نے سر اٹھایا کہ ہو نہ ہو یہ دونوں بھیڑیوں کے بھائی ہیں۔

"غالازی! کراہیں پیدا کرنے والا اور گھاٹ کا رکھوالا مل گئے ہیں امسلوپوگاس نے کہا" اور اب ہمارے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکے گا۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" غالازی نے کہا بہرحال یہ جنگ بہت دلچسپ ہو گی اور جنگ مجھے پسند ہے خواہ اس کا انجام کیسا ہی کیوں نہ ہو؟"۔

"ہاں غالازی فتح بہت عمدہ چیز ہے لیکن موت اس سے بھی عمدہ ہے کہ وہ میٹھی اور بے فکر نیند سلا دیتی ہے"۔

اور اب وہ طریقہ جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگے پھر وہ دونوں پشت سے پشت ملا کر کھڑے ہو گئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امسلوپوگاس کلہاڑے کو ایک نئے ڈھنگ سے پکڑے ہوئے تھا یعنی اس طرح کلہاڑے کا پھل اندر کی طرف یعنی خود امسلوپوگاس کے سینے کی طرف اور پھل کی الٹی طرف بنی ہوئی آہنی چھیدنی دشمن کی طرف تھی۔ دسوں بھائی اپنے بھالے ہلاتے آگے بڑھے۔ اور اب پانچ بھائی امسلوپوگاس اور پانچ غالازی کے سامنے کھڑے تھے دسوں قوی الجثہ تھے اور غصہ سے پاگل ہو رہے تھے۔

"اور کوئی زور دار سحر ہی دونوں کو بچالے تو بچالے ورنہ نہیں بچ سکتے"۔ ایک امیر نے دوسرے سے کہا۔

تاہم کلہاڑے میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ جس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے ہی فتح حاصل ہوتی ہے"دوسرے نے جواب دیا" اب رہا یہ ڈنڈا تو میرا خیال ہے کہ میں اسے جانتا ہوں۔ غالباً یہ وہی ڈنڈا ہے جس کا نام گھاٹ کا رکھوالا ہے اور موت ہے اس کے لئے جو اس ڈنڈے کے سامنے آتا ہے اپنی جوانی میں' میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس ڈنڈے

کے کارنامے دیکھے ہیں اور اس کی تباہ کاریوں سے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور یہ دونوں جو کلہاڑا اور ڈنڈا لئے کھڑے ہیں کم ہمت اور زوردار نہیں ہیں حالانکہ ابھی جوان نہیں ہیں لیکن انہوں نے بھیڑیئے کی مادہ کا دودھ پیا ہے۔

اس اثنا میں ایک بوڑھا جنگ کا اشارہ کرنے کے لئے آگے بڑھ آیا تھا اسے ایک بھالا پھینکنا تھا اور جب بھالے کا پھل زمین کو چھو جائے تو ان دسوں بھائیوں اور غالازی اور اسلوپوگاس کو حملہ کرنا تھا یہ گویا جنگ کا اشارہ تھا بوڑھے نے بھالا پھینکا۔ لیکن وہ بوڑھا اور کمزور تھا اور اس کے ہاتھوں میں رعشہ بھی تھا اس کے علاوہ بھالا اس نے ایسے اناڑی پن سے پھینکا تھا کہ وہ جاکیزہ کے ان بیٹوں کی طرف چلا گیا جو اسلوپوگاس کے سامنے اشارے کے منتظر کھڑے تھے جاکیزہ کے بیٹے گھبرا کر دائیں بائیں دب گئے کہ بھالا کسی کو زخمی کئے بغیر ان کے درمیان سے گزر جائے جاکیزہ کے بیٹوں کی نظریں بھالے کا تعاقب کر رہی تھیں لیکن اسلوپوگاس تو اسی کا منتظر تھا کہ بھالے کا پھل زمین کو چھو جائے اور جیسے ہی بھالے کی نوک زمین کو لگی غالازی اور اسلوپوگاس دشمن کے حملے کا انتظار کئے بغیر خود ہی آگے بڑھ کر اپنے اپنے سامنے والے دشمنوں پر جا پڑے دسوں بھائی گڑ بڑا گئے کیوں کہ حملہ وہ خود کرنا چاہتے تھے اور حملے کا طریقہ بھی انہوں نے سوچ رکھا تھا لیکن غالازی اور اسلوپوگاس نے انہیں اس کا موقع ہی نہ دیا کہ کراہیں پیدا کرنے والا بلند ہو چکا تھا لیکن وہ زبردست وار نہ کر رہا تھا بلکہ چھیدنی سے دشمنوں کے ماتھے پر ٹھونگیں مار رہا تھا جس طرح کہ کٹھ بھوڑ درخت کے تنے میں چونچ مارتا ہے۔

کراہیں پیدا کرنے والا کٹھ بھوڑ کی طرح ٹھونگ رہا تھا اس کے باوجود جسے وہ ٹھونگ مارتا وہی مردہ ہو کر گرتا۔

گھاٹ کا رکھوالا بھی بلند تھا لیکن کلہاڑے کے برخلاف وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے درخت کی طرح دشمن پر گر رہا تھا دس بھائیوں کی صف میں غالازی اور اسلوپوگاس گھس گھس کر نکل رہے تھے کراہیں پیدا کرنے والا اپنا اور گھاٹ کا رکھوالا اپنا کام کر رہا تھا اور دیکھو! ایک بار پھر وہ دونوں پشت سے پشت ملائے کھڑے تھے اور ان کے جسم پر ایک

خراش تک نہ آئی تھی لیکن اس کے سامنے چار لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

دونوں بھائیوں کا حملہ اور واپسی اتنی تیز تھی کہ لوگ حیران تھے حتیٰ کہ جاکیزہ کے بیٹے بھی حیرت سے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے دفعتاً انہیں احساس ہوا کہ ان کے چار بھائی مارے جا چکے ہیں اور یہ کہ اب وہ صرف چھ رہ گئے ہیں غصہ میں دانت پیس کر اور نعرہ لگا کر وہ ایک ساتھ دونوں طرف سے غالازی اور اسلوپوگاس کی طرف لپکے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ دونوں گروہوں میں ایک ایک بھائی جوش کے عالم میں گویا اندھا ہو کر اپنے مدمقابل اسلوپوگاس اور غالازی کو آگے بڑھتے ہوئے ایک ایک دشمن سے مقابلہ کرنے کا موقع مل گیا وہ جو اسلوپوگاس کی طرف تھا اپنے بھالے سے اسلوپوگاس پر حملہ آور ہوا اسلوپوگاس دائیں طرف جھک گیا اور بھالے کا پھل اس کے پیٹ میں اترنے کے بجائے اس کی جلد پر چیرا لگاتا ہوا گزر گیا ابھی دشمن سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اسلوپوگاس نے کلہاڑے کی چھیدنی سے دشمن کے ماتھے پر ٹھونگ ماری اور وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

"اس کٹھ بھوڑ کی چونچ لوہے کی ہے اور وہ اسے خوب استعمال کر رہا ہے ایک نے اپنے قریب کھڑے ہوئے دوسرے سے کہا"۔

"بے شک یہ جوان تو سچ مچ "خونریز" ہے دوسرے نے جواب دیا قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے یہ نام سنا چنانچہ اسی دن سے اسلوپوگاس "کٹھ بھوڑ" اور "خونریز" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

وہ جو غالازی کی طرف تھا اپنا بھالا بلند کئے دانت کٹکٹاتا ہوا آیا لیکن غالازی جنگ کرنے میں بڑا عیار تھا وہ دشمن کے استقبال کو آگے بڑھا اس نے ڈنڈے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بلند کیا اور پوری قوت سے وار کر دیا جاکیزہ کے بیٹے نے ڈھال سامنے کر دی لیکن ڈھال اور اس کی ضرب سامنے ایسی ہی ثابت ہوئی جیسے جھکڑ کے سامنے خشک پتا ڈنڈا ایک ہی آواز کے ساتھ ڈھال پر پڑا جنگی اور مضبوط ڈھال اس ضرب کی تاب نہ لا کر دہری ہو گئی اور خود ڈھال والے کی کھوپڑی پچک گئی اور وہ مردہ ہو کر گرا چند لمحوں تک جاکیزہ کے چار بیٹے جو بچ رہے تھے اسلوپوگاس اور غالازی کے سامنے منڈلاتے رہے اور دور ہی

دور سے حملے کرتے رہے انھیں کراہیں پیدا کرنے والے اور گھاٹ کے رکھوالے کے سامنے آنے کی جرائت نہ ہو رہی تھی جا کیزہ کے ایک بیٹے نے اسلوپوگاس کی طرف بھالا پھینکا موخرالذکر اچھل کر ایک طرف ہو رہا اور جب بھالا اس کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے کلھاڑا مار کر اس کی ہتھی توڑ دی تاہم ٹوٹے ہوئے بھالے کا پھل غالازی کے کولھے میں ترازو ہو گیا اور اب وہ جس نے بھالا پھینکا تھا فرار ہونے کے لئے پلٹا کیوں کہ وہ نہتا تھا دوسروں نے اس کی تقلید کی کیوں کہ خوف ان کے دلوں میں گھر کر چکا تھا اور اب وہ اسلوپوگاس اور غالازی کے سامنے ٹھہرنے کی جرائت نہ کر سکتے تھے۔

چنانچہ یوں خاتمہ ہوا اس جنگ کا اور یہ جنگ اتنی دیر جاری رہی تھی کہ آدمی آہستہ آہستہ سو تک گنتی پوری کر لے اتنی جلد اس جنگ کا فیصلہ ہوا تھا جا کیزہ کے بیٹے بھیڑیوں کے بھائیوں کے سامنے سے فرار ہو رہے تھے۔

"غالازی! معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی نہیں رہا جسے ہم قتل کریں" اسلوپوگاس نے قہقہہ لگا کر کہا بے حد عمدہ جنگ تھی اے فاتح کے بیٹوں رک جاؤ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں تم زندہ رہو گے اور جب تک زندہ رہو گے میری جھونپڑیوں میں جھاڑو دیتے اور کرال کی عورتوں کے ساتھ میرے کھیتوں میں ہل چلاتے رہو گے کرال کے بزرگوں اور مشیرو! جنگ ختم ہوئی چنانچہ اب سردار کے جھونپڑے میں چلو جہاں ماسلیو ہمارا منتظر ہے اور وہ پلٹ کر جا کیزہ کے جھونپڑے کی طرف چلا غالازی اس کے ساتھ تھا اور ان دونوں کے پیچھے کرال والے تھے جو غالازی اور اسلوپوگاس کی بہادری پر حیران ہو رہے تھے۔

جھونپڑے کے سامنے اسلوپوگاس اس جگہ بیٹھ گیا جہاں صبح جا کیزہ بیٹھا ہوا تھا مشیر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے زنیتا پانی کی تونبی لے کر آئی اور اسلوپوگاس کا زخم دھونے لگی۔ اسلوپوگاس نے زنیتا کا شکریہ ادا کیا زنیتا نے غالازی کا زخم بھی دھو دیا جو کافی گہرا تھا لیکن موخرالذکر نے نہایت روکھے پن سے ہاتھ ہلا کر زنیتا کو پیچھے ہٹا دیا کیوں کہ غالازی نہ پہلے کبھی عورت کی طرف متوجہ ہوا تھا نہ اس وقت ہوا اور نہ بعد میں لیکن زنیتا سے اس کو سب سے زیادہ نفرت تھی کبھی اس نے کسی عورت سے اتنی نفرت نہ کی تھی جتنی کہ زنیتا

سے۔

اور اسلوپوگاس نے ماسیلو کو مخاطب کیا جو کہ قریب بیٹھا ہوا تھا اور جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ماسیلو! معلوم ہوا ہے کہ تم خاتون زنیتا سے اس کی مرضی کے خلاف شادی کرنا چاہتے تھے تمہاری اس ذلیل حرکت نے خاتون زنیتا کو ناراض کر دیا ہے اور میں تم کو قتل کر کے زنیتا کا غصہ ٹھنڈا کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن آج بہت خون بہہ چکا ہے اور میں مزید خون بہانا نہیں چاہتا ماسیلو! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا اور تم سو مویشی تحفے کے طور پر اسے دو گے اس کے بعد تم اس کرال سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤ گے! اگر پھر تم یہاں دیکھے گئے تو ماسیلو تمہارے حق میں بہت برا ہو گا۔

ماسیلو! اٹھا اور وہاں سے چلا گیا مارے خوف سے اس کا رنگ پیلا ہو رہا تھا بہرحال اس نے سو مویشی پیش کر دئے اور پھر شاکا کے کرال کی طرف بھاگ گیا زنیتا خوش تھی کہ اس نے اسے اپنی زوجیت میں لینے کا اعلان کر دیا تھا "ماسیلو سے میں بچ گئی" زنیتا نے کہا لیکن اچھا ہوتا کہ خونریز ماسیلو کو قتل کر دیتا۔

"اس عورت کے دل میں آگ ہے غالازی نے زنیتا کی بات سن کر کہا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ لڑکی میرے بھائی کے لئے نامبارک ثابت ہو گی"۔

اب کرال والے مشیر اور امراء اور فوج کے افسر اسلوپوگاس کے سامنے آنے اسے اور کلہاڑے کو سلام کرنے لگے چنانچہ یوں اسلوپوگاس اس قبیلہ کا سردار بنا اور یہ قبیلہ چھوٹا اور بڑا نہ تھا اسلوپوگاس کلہاڑے والوں کا سردار کراہیں پیدا کرنے والے کا مالک خونریز کٹھ بھوڑ بہت جلد امیر بن گیا اس کے بہت سے مویشی تھے اور بہت سی بیویاں اور وہ فاتح تھا کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا ہر سال رسم کے مطابق وہ اعلان کرتا تھا کہ جس کا جی چاہے کلہاڑے اور سرداری کے لئے اس سے جنگ کر لے بہتوں نے قسمت آزمائی کی لیکن کوئی کامیاب نہ ہوا پھر حالت یہ ہو گئی کہ کوئی بھی اسلوپوگاس کے مقابل ہونے کی جرائت نہ کر سکتا تھا کلہاڑی کی چھیدنی کی ٹھونگ کے خیال سے ہی لوگوں کے دل کانپ

کانپ اٹھتے تھے۔

لیکن اس کے بعد امسلوپوگاس بہت کم بھیڑیوں کے ساتھ شکار کو جاتا تھا وہ زنیتا کے ساتھ ہوتا تھا اور زنیتا اسے بہت پیار کرتی تھی اور ہر سال امسلوپوگاس کو ایک لڑکے یا لڑکی کا باپ بنا دیتی تھی۔

سراب

اب اے میرے آقا۔ میری کہانی یوں مڑتی ہے جس طرح کہ سمندر کی طرف دریا۔ اب میں وہ واقعات بیان کروں گا۔ جو شاکا کے کرال میں رونما ہوئے اس کرال کا نام "گبا ماکشمزو" تھا۔ یہ سفید فام اسے "بگ کلاک" کہتے ہیں۔ گبابا کشیزو کے معنی ہیں " بوڑھو کو چھانٹو" اس کرال کا یہ نام اس وجہ سے پڑگیا کہ شاکا نے اسی جگہ ان تمام بوڑھوں کو قتل کردیا تھا۔ جو جنگ کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔

میرے آقا! یہ تو میں بیان کرچکا ہوں کہ میں کس طرح شاکا کے سامنے پہنچا' کس طرح اس نے میرا امتحان لیا۔ اور کس طرح میں آگ کی آزمائش میں پورا اترا۔ اور کس طرح بادشاہ نے مجھے مویشی اور بیویاں عطا کیں۔ خیر تو اسکے بعد شاکا کی ماں اونانڈی کی ہڈیاں میرے جلے ہوئے کرال کی راکھ میں تلاش کی گئیں اور چونکہ چند ہڈیاں نہ ملیں اس لئے میری بیویوں کی ہڈیاں تلاش کرکے ان کی تعداد پوری کی گئی۔ جب ہڈیاں مل گئیں تو ایک بڑا گڑھا کھودا گیا۔ اس میں تلاش کی ہوئی ہڈیاں ترتیب سے رکھ دی گئیں اور پھر انہیں دفن کردیا گیا۔ لیکن اونانڈی عظیم شاکا کی ماں تھی چنانچہ ظاہر ہے کہ اسکی ہڈیوں کو اکیلا دفن نہ کیا جاسکتا تھا۔ یعنی وہ اکیلی دوسری دنیا میں نہ جاسکتی تھی۔ اس لئے اونانڈی کی ہڈیوں کے ساتھ ہی کھڈ میں اونانڈی کی بارہ منتخب خادماؤں کو زندہ دفن کردیا گیا اسی پر بس نہ کرتے ہوئے شاکا نے ان لوگوں کو جو دفن کی رسم میں شریک تھے۔ حکم دیا کہ وہ ایک سال تک اونانڈی کی قبر کے قریب ہی رہیں۔ اور اس کا ماتم کرتے رہیں ۔ اور ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن میں ان میں شامل نہ تھا۔ اس کے علاوہ شاکا نے یہ بھی حکم دیا کہ اس سال غلہ نا بویا جائے اور نہ کاٹا جائے گایوں کا دودھ زمین پر بہا دیا جائے۔ اور ایک سال تک کوئی عورت بچہ نہ جنے اگر کسی عورت نے بچہ جنا تو اس بچے کو اور اس کے ساتھ ماں اور باپ کو بھی قتل کردیا جائے گا۔ چنانچہ اے میرے آقا کئی مہینوں تک شاکا کے ان احکامات پر سختی سے عمل ہوتا رہا اور شاکا کے کرال پر اداسی اتر آئی اور غم و اندوہ کے

بادل چھائے رہے۔

پھر تھوڑے عرصے تک شاکا کے ملک میں سکون رہا۔ اور خود شاکا اداس ولمول رہا۔ وہ خاموش اپنے کرال میں گھومتا۔ اور اکثر اوقات رویا کرتا اور ہم بھی جو اس کے ساتھ ہوتے' روتے چنانچہ ہم رونے کے ایسے عادی ہوگئے کہ ہم جب بھی چاہتے اور بغیر کسی کوشش کے رو دیا کرتے ان دنوں جس طرح ہم روئے تھے کبھی کوئی عورت نہ روئی ہو گی بے وقت اور بلا ضرورت رونا بھی ایک فن ہے اور میں اس فن میں ماہر تھا اور چونکہ دوسروں کو بھی یہ فن سکھایا کرتا تھا اس لئے جو بہت سے مویشی مجھے بطور معاوضے کے ملے۔ اور موت تھی اس کے لئے جو کہ ان دنوں روتا نہ تھا افسوس اس کی حالت پر جس کے آنسو ان دنوں خشک ہو گئے تھے ان ہی دنوں شاکا نے سپاہیوں کا ایک دستہ اسلوپوگاس کی تلاش میں روانہ کیا حالانکہ میں اسے بتا چکا تھا کہ شیرنی اسلوپوگاس کو اٹھا لے گئی لیکن اسے اطمینان نہ ہوا تھا اے میرے آقا شاکا کے ایک دستے کا کیا حشر ہوا اور کس طرح غالازی اسلوپوگاس اور ان کے بھیڑیوں نے اس کا خاتمہ کر دیا یہ میں بتا چکا ہوں اس دستہ کا ایک سپاہی بھی واپس نہ آیا بہت دنوں کے بعد شاکا کو بتایا کہ اس کا بھیجا ہوا دستہ غائب ہے اور اس کا کیا بنا کسی کو پتا نہیں اس پر شاکا ہنسا اور اس نے کہا کہ وہ شیرنی جو موپو کے بیٹے کو اٹھا لے گئی ہے بڑی خونخوار معلوم ہوتی ہے کہ اس نے اس کے (شاکا کے) سپاہیوں کو کھا لیا۔

آخر کار نئے چاند کی بھیانک رات آگئی وہی بھیانک رات جس کی صبح بھیانک ترین تھی میں شاکا کے کرال میں بیٹھا ہوا تھا شاکا نے اپنا ایک ہاتھ میری گردن میں ڈال دیا اور کراہنے اور رونے لگا وہ اپنی ماں کے لئے رو رہا تھا جسے خود اسی نے قتل کرا دیا تھا اور میں بھی کراہنے لگا لیکن میں نے آنسو نہ بہائے کیوں کہ وہاں اندھیرا تھا اور بادشاہ میرا چہرہ اور آنسو نہ دیکھ سکتا تھا اس کے علاوہ دوسرے دن مجھے بہت زیادہ آنسو بہانے تھے چنانچہ دوسرے دن کے لئے اپنے آنسو بچا رکھے تھے کہ بادشاہ اور لوگوں کے سامنے خوب رو سکوں۔

رات بھر ہر طرف سے لوگ شاکا کے کرال میں آتے رہے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں آتے رہے گروہ در گروہ اور قبیلہ در قبیلہ آتے رہے اور جب بھی کوئی گروہ یا قبیلہ آتا تو نہایت زور سے نالہ دشیون کرتا آتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے رونے کی آوازوں سے رات پر ہو گئی اور یوں معلوم ہوا جیسے پوری دنیا ماتم کر رہی ہو کوئی خاموش ہونے کی جرائت نہ کر سکتا تھا اور کسی کو یہ جرائت بھی نہ تھی کہ گلا خشک ہونے پر گھونٹ پانی پی لے۔

صبح طلوع ہوئی شاکا اٹھا اور اس نے کہا۔

"چلو موپو! باہر جا کر ان لوگوں کو دیکھیں جو ہمارے ساتھ ہماری ماں کا ماتم کر رہے ہیں"۔

ہم باہر آئے اور ہمارے ساتھ بادشاہ کے جلاد تھے جو کہ اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے ڈنڈے لئے ہوئے تھے کہ بادشاہ کا حکم بجا لائیں۔

کرال کے باہر لوگ جمع تھے اور ان کی تعداد اتنی ہی تھی جتنے کہ درخت پر پتے ہوتے ہیں دور دور تک لوگوں سے زمین سیاہ ہو رہی تھی جب انہوں نے بادشاہ کو دیکھا تو رونا بند کر دیا اور اب وہ ایک آواز ہو کر جنگی گیت گا رہے تھے گیت ختم ہوا تو وہ پھر رونے لگے اور اب شاکا ان کے درمیان گھوم رہا تھا اور اے میرے آقا وہ منظر بے حد بھیانک اور لرزہ خیز تھا کیوں کہ سورج جیسے جیسے بلند ہو رہا تھا گرمی شدید سے زیادہ شدید تر ہوتی جا رہی تھی اور لوگ گرمی سے پریشان اور رونے کی تھکن سے چور ہوتے جا رہے تھے ذبح کئے ہوئے بیل لوگوں کے چاروں طرف پڑے تھے لیکن کوئی ان کا گوشت کھانے کی جرات نہ کر سکتا تھا حالانکہ وہ سب کے سب بھوکے تھے اور نہ ہی کوئی ایک گھونٹ پانی پینے کی جرائت کر سکتا تھا حالانکہ وہ سب کے سب بھوکے تھے پیاسے تھے چنانچہ کئی لوگ تھکن، بھوک، پیاس کے باعث بے ہوش ہو گئے اور فوراً ہی انہیں روند ڈالا گیا اور پھر ان کو ہوش میں آنا نصیب نہ ہوا بہت سوں کی آنکھیں خشک ہو گئیں چنانچہ انہوں نے بادشاہ سے نظریں بچا کر اپنے نتھنوں میں بہت زیادہ مقدار میں نسوار چڑھالی کہ ان کی آنکھوں میں

سے پانی نکل آئے کئی لوگ بیٹھ نہ سکتے تھے اس لئے وہ گھوم رہے تھے مارے پیاس کے ان کی حالت غیر ہو رہی تھی اور ان کی زبانیں باہر لٹک آئی تھیں اور ان خشک گلوں میں سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

"موپو! اب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہیں وہ ساحر جنہوں نے ہم پر غم کا یہ پہاڑ توڑا ہے شاکا نے کہا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا دل صاف ہے اور کس کا کالا۔"

گھومتے گھومتے ہم ایک مشہور سردار کے قریب پہنچے اس کا نام زوامبانا تھا اور وہ قبیلہ آمابوس کا سردار تھا اس کے ساتھ اس کی بیویاں تھیں اور بچے بھی یہ سردار اب رو نہ سکتا تھا اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے اور گرمی اور پیاس نے اسے نڈھال کر دیا تھا اس کی زبان باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پیاس کی تکلیف سے پھیل گئی تھیں'

دیکھو موپو شاکا نے کہا دیکھو اس خود غرض اور بے ایمان آدمی کو جس کی آنکھوں میں ہماری ماں کے لئے ایک آنسو تک نہیں ہے۔ آہ ظالم تیرے سینہ میں دل ہے ہی نہیں موپو ہم اور تم روتے ہیں اور اس نمک حرام کی آنکھیں خشک رہیں نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا لے جاؤ اسے اور اس کے ساتھ اس کے بیوی بچوں کو بھی اس پر بھی کوئی رونے والا نہ رہے"۔

اور شاکا روتا ہوا آگے بڑھ گیا اور میں بھی روتا ہوا اس کے پیچھے چلا۔ لیکن شاہی جلاد بدنصیب سردار اور اسکی بیویوں اور بچوں پر ٹوٹ پڑے اور ڈنڈے مار مار کر ان سب کا خاتمہ کردیا گیا تھوڑی دیر بعد ہم ایک اور شخص کے سامنے پہنچے اس نے بادشاہ کو دیکھتے ہی چٹکی بھر نسوار' منہ دوسری پھیر کر اپنے نتھنوں میں چڑھالی تاکہ اسکی آنکھوں میں پانی آجائے۔ لیکن شاکا نے اسکی یہ حرکت دیکھ لی۔

"دیکھو موپو دیکھو۔ اس ساحر کی آنکھوں میں بھی ہماری ماں کے لئے آنسو نہیں ہیں۔ شاکا نے کہا۔ دیکھو وہ نسوار اپنی ناک میں چڑھا کر اپنی خشک آنکھوں میں پانی لانے کی کوشش کررہا ہے آہ! لے جاؤ۔ اس سنگدل کو۔

چنانچہ جلادوں نے اس کا بھی خاتمہ کردیا۔ یہ دونوں قتل کے بعد کے ظالمانہ قتل عام

کی گویا تمہید تھی۔ گویا تھوڑی دیر بعد ہی غصہ سے اور خود کی طلب سے شاکا کا دل سخت ہو گیا اور ان پہلے دو آدمیوں کے بعد ہزاروں بے گناہ قتل کر دیئے گئے۔ شاکا لوگوں کے درمیان روتا ہوا گھوم رہا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ شراب پینے کے لئے اپنی جھونپڑی میں چلا جاتا اور پھر واپس آکر لوگوں کے درمیان گھومنے لگتا اور میں بھی اس کے ساتھ جھونپڑی میں جاکر شراب پیتا اور کھاتا کیونکہ شاکا کہتا کہ ہمارا غم سب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے ہمیں کھانے پینے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور لوگوں کے درمیان گھومتے وقت اپنا چھوٹا بھالا ایک نہ ایک شخص کی طرف اٹھا دیتا۔ اور چیخ کر کہتا لے جاؤ اس سنگدل کو لے جاؤ اسے جو ہماری ماں کے لئے نہیں روتا۔ اور یوں لوگ قتل ہوتے رہے اور جلاد قتل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ قتل کرتے کرتے تھک گئے اور روتے روتے بھی تھک گئے اور اب انکی آنکھوں میں آنسو نہ تھے چنانچہ اب ان جلادوں کو بھی قتل کردیا گیا اور میں بادشاہ کے حکم پر ان لوگوں کو قتل کر رہا تھا کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے بھی قتل کردیا جاتا۔

آخر کار یہ ہوا کہ لوگ موت کے خوف اور پیاس کی شدت سے پاگل ہو کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اکثر لوگوں کا ایک نہ ایک دشمن موجود تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنا اپنا دشمن تلاش کر کے قتل کردیا اور اس طرح موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی برسوں کی عداوت اور انتقام کی آگ بجھالی۔ کرال کے باہر کا منظر قتل گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس دن سات ہزار آدمی قتل کیے گئے۔ لیکن اب بھی شاکا کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ اب بھی اس کا غصہ کم نہ ہوا تھا اب بھی وہ لوگوں کے درمیان گھوم رہا تھا۔ اور اب بھی وہ چیخ رہا تھا لے جاؤ اس سنگدل کو اس کے پاس ہماری ماں کے لئے آنسو نہیں ہیں۔ لیکن اے میرے آقا میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شاکا کے اس ظلم میں بھی عیارانہ سیاست پوشیدہ تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ شاکا لوگوں کو تفریحاً قتل کرا دیتا تھا اس دن اس نے چن چن کر ان لوگوں کو قتل کرادیا جن سے اسے نفرت تھی یا جن سے اسے یا اس کے تخت کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

آخر کار دن ختم ہوا۔ اس دن سرخ سورج غروب ہوا اور پورا آسمان افق تا افق سرخ

ہو گیا اور نیچے زمین بھی انسانی خون سے سرخ ہو رہی تھی سورج غروب ہوا اور قتل بھی رک گیا کیونکہ قتل کرنے والے اب تھک کر چور ہو گئے تھے اور لوگ زمین پر پڑے ہانپ رہے تھے۔ زندہ اور مردہ زمین پر پہلو بہ پہلو پڑے تھے۔ میں نے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور سوچا کہ اگر انہیں کھانے اور پینے کی اجازت نہ دی گئی تو صبح ہونے سے پہلے زیادہ تر لوگ مرجائیں گے۔ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر شاکا سے گفتگو کی۔ یہ بڑی گستاخانہ اور خطرناک جرائت تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس دن کا قتل عام دیکھ کر میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا اور زندگی کی کوئی قدروقیمت میرے نزدیک باقی نہ رہ گئی تھی۔ حتیٰ کہ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ انتقام لینے کے لئے مجھے زندہ رہنا ہے۔

"یادگار ماتم' شاہ عظیم" میں نے کہا' کسی کی ماں کا ایسا ماتم کبھی نہ کیا گیا ہوگا یہ ماتم مبارک ثابت ہوا۔ ان لوگوں کے لئے جن کے دل میں کھوٹ نہیں ہے اور منحوس ثابت ہوا ان لوگوں کے لئے جن کے دل میں کھوٹ ہے اے شاہ عظیم! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا غم دور ہو گیا ہوگا۔ اے شاہ عظیم! مادر مہربان اور میرے خاندان والوں کی روحوں کو قرار آگیا ہوگا۔ اور امید ہے کہ اب آپ کے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی ہوگی۔

"نہیں موپو" شاکا نے کہا "ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ تو ابھی ابتداء ہے کل ابھی اور ماتم ہوگا"۔

لیکن کل ماتم کرنے والے بہت کم باقی رہ جائیں گے شاہ عظیم۔ کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے بہت سے لوگ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

"تیرے منہ میں خاک موپو۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ان ہزاروں آدمیوں میں سے جو یہاں ماتم کرنے آئے ہیں ابھی تو چند ہی قتل کئے گئے ہیں مرنے والوں کو شمار کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تالاب میں سے ابھی ہم نے دو چار ہی گھڑے پانی لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے شاہ عظیم' بھالوں اور ڈنڈوں سے گنتی کے ہی آدمی مرے ہیں لیکن پیاس بہت زیادہ آدمیوں کا خاتمہ کردے گی۔ ان لوگوں نے ایک شبانہ روز سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ کچھ پیا ہے۔ اور ایک دن اور ایک رات تک وہ برابر روتے رہے ہیں دیکھئے شاہ

عظیم سامنے دیکھئے زندہ مردوں کے ساتھ ڈھیر ہیں۔ کل کا سورج طلوع ہو گا تو اس وقت یہ لوگ مر چکے ہوں گے یا مر رہے ہوں گے۔"

شاکا سر جھکائے سوچنے لگا۔ اسے احساس ہوا کہ اگر یہ سب لوگ مر گئے تو پھر وہ بہت کم لوگوں پر حکومت کر سکے گا۔

"یہ تو بڑی گستاخی ہے موپو کہ ہم اور تم ماتم کریں اور یہ لوگ کھا پی کر کتوں کی طرح اینٹھنے لگیں گے۔ یہ ہماری اور ماں کی توہین ہے شاکا نے کہا۔

لیکن چونکہ ہم سنگدل نہیں ہیں اس لئے ہم ان لوگوں کے ساتھ نہایت نرم سلوک کریں گے۔ جاؤ ماکدااما کے بیٹے جاؤ اور ہماری وفادار رعایا تک ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ ماتم ختم ہوا اور ہم انکو کھانے پینے کی اجازت دیتے ہیں۔ بشرطیکہ اپنے بڑھے ہوئے غم کی وجہ سے ان کا کھانا اور پینے کو جی چاہے۔

موپو! ہماری ماں کی خاطر کچھ زیادہ خون نہیں بہا ہے چنانچہ ہمیں خوف ہے کہ مادر مہربان اپنی قبر میں سکون سے سو نہ سکے گی اور ہمیں یہ بھی خوف ہے کہ اسکی روح خوابوں میں آن کر ہمیں پریشان کرے گی۔ لیکن ہم اپنی رعایا کے لئے اپنی ماں کا عتاب برداشت کر لیں گے۔ ہمیں اپنی رعایا کی تکلیف منظور نہیں۔ کیونکہ ہم رحمدل اور انصاف پسند ہیں۔ جاؤ موپو' کہہ دو لوگوں سے کہ ماتم ختم ہوا۔ کہہ دو لوگوں سے کہ انہیں کھانے اور پینے کی اجازت ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کا بادشاہ ایسا رحمدل ہے" میں نے کہا اور پھر قبائل کے سرداروں اور دستہ کے افسروں تک بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اور جن لوگوں میں اب بھی کچھ سکت باقی ہے اور جن کے خشک حلقوں میں سے اب بھی آواز نکل سکتی ہے۔ انہوں نے بادشاہ کی تعریف کی اب لوگ جو اپنی چھڑیوں پر سے شبنم چاٹ رہے تھے پانچ دن کے پیاسے مویشیوں کی طرح پانی کی طرف دوڑے اور پانی پر لوگ ایک پر ایک گرے پڑ رہے تھے چنانچہ ان میں اکثر کچلے گئے اور پانی پینے سے پہلے ہی پاگل بن گئے۔

دوسرے دن بہت سے لوگ بادشاہ سے اجازت لے کر اپنی اپنی بستیوں اور کرالوں کی

طرف لوٹ گئے۔ بقیہ لوگ لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر اس جگہ ڈالنے لگے جہاں مردے پھینکے جاتے تھے اور وہ جگہ "ہڈیوں کا گھر" کے نام سے مشہور تھا۔ پھر سپاہیوں کے الگ الگ دستوں کو مختلف سمتوں میں ان قبائل کا صفایا کرنے کے لئے روانہ کردیا گیا جو اس ماتم میں شریک ہونے نہ آئے تھے۔

جب دوپہر ڈھل گئی تو شاکا نے کہا کہ وہ تفریح کو ذرا باہر جائے گا۔ اس نے مجھے' چند مشیروں اور اپنے محافظ دستے کے چند سپاہیوں اور افسروں کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم اس کے ساتھ چلے۔ شاکا میرے کندھے کا سہارا لئے چل رہا تھا۔

"موپو۔ تمہارے قبیلہ کا کیا ہوا؟ شاکا نے کہا" ہاں' لنگانی قبیلے کے لوگوں کا کیا ہوا؟ کیا وہ ماتم میں شریک تھے؟ ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا۔

"میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا؟ شاہ عظیم! یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ نے انہیں طلب کیا تھا۔ میرے قبیلہ کے کرال سے شاہی کرال تک سفر طویل ہے اتنے بہت سے افراد کا تیزی سے سفر کرنا مشکل ہے۔ غالباً اسی لئے میرا قبیلہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا ہوگا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی موپو۔ جب آقا سیٹی بجائے تو وفادار کتوں کو فوراً ہی اس کے پاس پہنچ جانا چاہئے" شاکا نے کہا اور اسکی آنکھوں میں ایسی بھیانک چمک آگئی کہ کبھی کسی کے آنکھوں میں نہ آئی ہوگی۔ اور میرا دل ڈوبنے لگا۔ اے میرے آقا! مجھے اپنے قبیلے سے محبت نہ تھی تاہم وہ میرا قبیلہ تھا اور وہ میرے لوگ تھے اور شاکا کے آنکھوں کی چمک گویا وہ بجلی تھی جو میرے قبیلہ پر گرنے والی تھی۔

ہم چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چٹان میں ایک زبردست شگاف یا گھاٹی تھی۔ اس گھاٹی کا نام اوڈونگا لوکا ٹائیانہ ہے اس شگاف یا گھاٹی کے دونوں طرف تقریباً عمودی چٹانیں کھڑی ہیں جو نیچے جاکر ایک تنگ گھاٹی سے جاملی ہیں۔ شاکا اس گھاٹی کے کنارے پر بیٹھ گیا' دائیں اور بائیں گھاس کے میدان تھے شاکا نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا کہ اس طرف سے عورتوں مردوں اور بچوں کی ایک طویل قطار شاہی کرال کی طرف بڑھتی نظر آئی۔

"موپو!" شاکا نے کہا۔ "ان آنے والوں کی ڈھالوں کی ساخت اور رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لنگانی قبیلہ آرہا ہے۔ تمہارا اپنا قبیلہ موپو۔"

"شاہ عظیم کا اندازہ غلط نہیں ہے بے شک یہ میرا قبیلہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔

چنانچہ شاکا نے چند آدمی دوڑا دیئے کہ وہ آنے والوں کو اسی جگہ بلا لائیں جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا چند دوسرے آدمیوں کو اس نے کرال کی طرف دوڑا دیا شاکا نے ان لوگوں کے کان میں کچھ کہا اور میں سن نہ سکا کہ اس نے کیا کہا۔

اور اب شاکا نے اپنی نظریں انسانوں کی اس قطار پر گاڑ دیں جو کرال کی طرف جارہی تھی۔ شاکا کے پیامبر کرال تک پہنچ گئے۔ قطار نے اپنا رخ موڑا۔ اور اب انسانوں کی وہ قطار چڑھائی چڑھ رہی تھی۔

"موپو! کتنے آدمی ہیں تمہارے قبیلے میں؟"

"میں نہیں جانتا شاہ عظیم، کیونکہ برسوں کے بعد اپنے قبیلہ کو دیکھ رہا ہوں غالباً اس کے لوگوں کی تعداد تین رجمنٹوں کے سپاہیوں جتنی ہے۔"

"نہیں یہ لوگ اس سے زیادہ ہیں۔" شاکا نے کہا اگر ان سب کو چٹان کے اس شگاف میں پھینک دیا جائے تو کیا یہ شگاف بھر جائے گا موپو؟

اے میرے آقا یہ سن کر میں کانپ گیا شاکا کے دل میں کیا تھا۔ یہ اب مجھے معلوم ہوا۔ لیکن میں کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ میری زبان میرے تالو سے چپک گئی تھی۔

"بہت بڑا قبیلہ ہے موپو" شاکا نے کہا۔ "آؤ موپو ہم شرط بدیں ہم کہتے ہیں کہ سب مل کر بھی اس شگاف کو پر نہ کرسکیں گے اگر ایسا نہ ہوا تو ہم تمہیں نہایت عمدہ قسم کے پچاس مویشی دیں گے۔ بدتے ہو شرط؟"

"شاہ عظیم مذاق کررہے ہیں"۔

ٹھیک ہے موپو۔ تم بھی اسے مذاق ہی سمجھو اور شرط لگاؤ۔ ذرا تفریح رہے گی۔

جیسی حضور کی مرضی۔ میں بڑبڑایا کیونکہ میں انکار نہ کرسکتا تھا۔

اب میرے قبیلے کے لوگ قریب آگئے تھے آگے ایک بوڑھا تھا جس کے سر، لو

داڑھی کے بال سفید تھے میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ اے میرے آقا' وہ بوڑھا میرا باپ ماکداما تھا۔ میرے باپ نے بادشاہ کو سلام کیا اور شاہی سلام کے الفاظ کہے یعنی "بائے ٹی" پھر وہ گھٹنوں پر گرا اور ہاتھوں اور پیروں سے بادشاہ کی طرف رینگنے لگا۔ وہ بادشاہ کی تعریف کررہا تھا اور رینگ رہا تھا ہزاروں آدمی جو میرے باپ کے ساتھ آئے تھے سجدے میں گر گئے اور بادشاہ کی تعریف میں گیت گانے لگے اور ہزاروں گلوں سے نکلتی ہوئی آواز یوں معلوم ہو رہی تھی جیسے بادل گرج رہا ہو۔

آخرکار میرا باپ بادشاہ کے قریب پہنچا گیا اور اب وہ اس کے سامنے اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا شاکا نے اسے اٹھنے کا حکم دیا اور نہایت خندہ پیشانی سے اسے خوش آمدید کہا لیکن میرا پاپ اور اس کے ساتھ آنے والے ہزاروں مرد اور بچے اور عورتیں زمیں پر اوندھے منہ پڑے رہیں۔

"اٹھو" شاکا نے کہا لنگانی قبیلے کے سردار اٹھو اور بتاؤ کہ تمہیں آنے میں اتنی دیر کیوں ہوئی۔

"شاہ عظیم! سفر طویل اور راستہ دشوار گزار تھا" میرے باپ نے جواب دیا اور میرے باپ نے مجھے پہچانا نہ تھا۔ اس کے علاوہ میرے ساتھ عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی جو تھک گئے تھے اور چلتے چلتے ان کی ٹانگیں ورم کر آئی تھیں یہ لوگ اس وقت تو مارے تھکن کے نیم جاں ہو رہے ہیں مائی باپ۔

"ٹھیک ہے ماکداما ہم جانتے ہیں کہ تمہارے دل غم سے چھلنی ہو گئے ہیں اس کے علاوہ تم تھکے ہوئے ہو گھبراؤ نہیں میرے وفادار بہت جلد تمہاری تھکن دور کردیں گے اور تمہیں ایسا سکون میسر آئے گا کہ پہلے کبھی نہ آیا ہوگا یہ بتاؤ ماکداما اس وقت تمہارا پورا قبیلہ ہمارے حضور موجود ہے۔"

"جی ہاں! ان داتا۔ قبیلہ کا ہر فرد یہاں حاضر ہے اس وقت میرا کرال خالی اور ویران پڑا ہے ہمارے مویشی رکھوالوں کے بغیر بھٹک رہے ہوں گے۔ اور پرندے نہایت آزادی سے ہماری کھڑی فصلیں کھا رہے ہوں گے۔

ماکداما! تمہاری اس وفاداری سے ہم بہت خوش ہوئے۔ کاش تم ایک گھنٹہ پہلے آگئے ہوتے اور ہمارے ساتھ ماتم میں شریک ہوئے ہوتے۔

ماکداما! اپنے لوگوں سے کہو کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں اور پھر اس شگاف کے کنارے پر ہمارے دائیں بائیں ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔

چنانچہ میرے باپ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ایسا ہی کرنے کو کہا۔ نہ وہ بادشاہ کے ارادہ سے واقف تھا اور نہ میرے قبیلے کے لوگ اس کے ارادہ سے آگاہ تھے لیکن میں شاکا کو پہچانتا تھا اس کے کالے اور ظالم دل میں جھانک سکتا تھا چنانچہ مجھ سے اس کا مقصد چھپا نہ رہا۔

لنگانی قبیلے کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو کر شاکا کے دائیں بائیں زبردست شگاف یا گھاٹی کے کنارے قطار بنا کر کھڑے ہو گئے جب یہ ہو چکا تو شاکا نے میرے باپ سے کہا کہ وہ گھاٹی میں اتر جائے اور وہاں شگاف کی تہہ میں کھڑے ہو کر ایسے زور و شور سے ماتم کرے کہ گھاٹی گونج اٹھے۔ بوڑھے سردار نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گرتا پڑتا آخرکار وہ شگاف کی تہہ میں پہنچ گیا گھاٹی اتنی تنگ اور گہری تھی کہ سورج کی اکا دکا کرنیں ہی اس جگہ تک پہنچ رہی تھیں جہاں میرا باپ کھڑا ہوا تھا چنانچہ مجھے اپنے باپ کا سر ہی نظر آرہا تھا اور وہ بھی دھندلا دھندلا۔

اور وہاں تنگ گہری اور اندھیری گھاٹی میں کھڑے ہو کر میرے باپ نے ماتم شروع کیا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آواز کمزور ہو رہی تھی لیکن بادشاہ کا حکم آخر بادشاہ کا حکم تھا میرے باپ اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا رہا تھا اور آخرکار اس کی آواز ہم تک پہنچ گئی۔
اس کی آواز اوپر پہنچی۔

"ماکداما کے بچو ماتم کرو"

اور ہزاروں مردوں' عورتوں اور بچوں نے جو شگاف کے کنارے کھڑے تھے یہی الفاظ دہرائے۔

"ماکداما کے بچو ماتم کرو"

میرے باپ کی آواز پھر سنائی دی۔

"لنگانی قبیلے کے لوگو ماتم کرو

پوری دنیا ماتم کر رہی ہے

تم بھی ماتم کرو اس کے ساتھ"

اور ہزاروں لوگوں نے کہا۔

"لنگانی قبیلے کے لوگو ماتم کرو

پوری دنیا ماتم کر رہی ہے

تم بھی ماتم کرو اس کے ساتھ"

اور اب تیسری دفعہ میرے باپ کی آواز ہم تک پہنچی۔

"اے سپاہیو! چیخ کر روؤ"

اے عورتو' اپنے بال نوچ لو

سینے کوٹ لو اپنے

اے کنواریو! اپنے سر پیٹ لو

اے بچو' بلک بلک کر روؤ

اے شاہ عظیم کے سائے میں پلنے والو

اے عظیم ہاتھی کی پناہ میں رہنے والو

اپنے آنسوؤں کا کھارا پانی پیو

غم اور دکھ کی خاک اپنے جسم پر ملو

روؤ قبیلہ لنگانی کے لوگ' خوب روؤ

روؤ' کیونکہ مادر مہربان اب نہیں رہی

روؤ کہ مقدس روح کی برکتیں اٹھ گئیں۔

روؤ کہ شیر زولو اکیلا رہ گیا

روؤ اس طرح جس طرح کہ بارش کی جھڑی لگتی ہے

یوں چیخو جس طرح کے عورتیں بچہ جنتے وقت چیختی ہیں
خوب چیخو کیونکہ دنیا پر غم برس رہا ہے
اور دنیا نے ایک بچہ جنا ہے جس کا نام موت ہے
ہمارے دلوں پر غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں
اور ہم پر موت کا سایہ پڑ رہا ہے
اور شیر زولو' اکیلا اور اداس گھوم رہا ہے۔
کیونکہ مادر مہربان اب ہم میں نہیں رہی
کون شیر زولو کو دلاسے دے گا
کون اب اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا
کون ایسا اسے تھپک تھپک کر سلائے گا
روؤ کہ تمہارا رونا شیر زولو کو سکون بخشے گا
روؤ میرے قبیلے کے لوگو خوب روؤ
روؤ اتنے زور سے کہ تمہاری آواز آسمان پر جا ٹکرائے
روؤ اتنے زور سے کہ آسمان کا دل شق ہو جائے
روؤ ــــ روؤ ــــ روؤ
او۔ آ ای۔ او۔ آ۔ ای

تو یوں گا رہا تھا میرے باپ جو تنگ گہری اور اندھیری گھاٹی میں کھڑا ہوا تھا اور اس کی کمزور اور باریک آواز اوپر پہنچ رہی تھی اور اوپر شگاف کے عین کنارے پر کھڑے ہوئے قبیلہ لنگانی کے لوگ گیت کے بول ایک آواز ہو کر دہرا رہے تھے انکی آواز سے پہاڑ لرز رہا تھا۔ جنگل گونج رہا تھا اور میدان تھرا رہے تھے اتفاق ایسا ہوا کہ عین اسی وقت ایک بدلی آئی اور جھوم جھوم کر پانی برسنے لگا جیسے آسمان بھی ماتم میں میرے قبیلہ کے ساتھ دے رہا ہو اور پھر بجلی چمکی اور بادل گرجے۔

شاکا خاموش بیٹھا سن رہا تھا اور بڑے بڑے آنسو اسکے رخساروں پر لڑھک رہے

تھے۔ بارش کا زور بڑھا۔ لیکن میرا قبیلہ بارش کی پروا کیئے بغیر ماتم کرتا رہا۔ فوراً ہی میں نے ایک آواز سنی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ سپاہیوں کا ایک دستہ کرال کی طرف سے ہماری طرف سے آرہا تھا۔ وہ سپاہی بھالوں سے مسلح تھے۔

دائیں طرف دیکھا' اس طرف سے بھی سپاہیوں کا ایک دستہ ہماری طرف آرہا تھا اور اس دستے کے بھی ہر سپاہی کے ہاتھ میں بھالا تھا۔

اور اب میرے قبیلہ کا جھوٹا اور دکھاوے کا ماتم حقیقی ماتم میں تبدیل ہو گیا عورتیں مرد اور بچے خوف سے چیخ رہے تھے۔

"ہاں اب یہ لوگ سچے دل سے ماتم کررہے ہیں" شاکا نے میرے کان میں کہا۔ سپاہی میرے قبیلے کے سامنے قطاروں میں پہنچ گئے' میرے قبیلے کے لوگ ایک موج کی طرح آگے بڑھے لیکن انہیں پیچھے ڈھکیل دیا گیا۔ وہ پھر آگے بڑھے' سپاہیوں نے پھر انکو پیچھے ڈھکیل دیا اور ..... اب وہ بے پناہ گہری تنگ اور اندھیری گھاٹی میں گر رہے تھے۔ انسانوں کا آبشار تھا وہ عورتیں' مرد اور بچے سب کے سب گھاٹی میں گر رہے تھے۔

آقا! معاف کرنا کہ میری بوڑھی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے میں بہت بوڑھا ہوں اور بوڑھے بچوں کی طرح ہوتے ہیں چنانچہ میں بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ اے میرے آقا! اس منظر کو یاد کرتا ہوں تو اب بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے' آقا! میں تفصیل بیان نہیں کرسکتا۔ آہ! تفصیل بیان کرنے کی مجھ میں تاب نہیں بس اتنا ہی کہہ دوں کہ آخرکار سپاہیوں نے آخری بچے کو بھی گھاٹ میں ڈھکیل دیا اور شاکا کی خونی تفریح ختم ہوئی۔

چنانچہ یوں میرا باپ اور لنگانی قبیلے کا سردار خود اپنے قبیلہ کے لوگوں کی لاشوں تلے زندہ دفن ہوگیا اور اس طرح لنگانی قبیلہ کا خاتمہ ہو گیا اور یوں میری ماں کا خواب سچا ثابت ہوا اور یوں شاکا نے میرے پورے قبیلے سے اس دن کا انتقام لیا جب برسوں پہلے وہ پیاسا تھا اور اسے میرے کرال میں سے ایک دودھ کا پیالہ نہ ملا تھا۔

"موپو! تم شرط نہ جیت سکے" شاکا نے مسکرا کر کہا' دیکھو! شگاف پوری طرح پر نہ ہوا۔ اس میں اب بھی ایک آدمی کی جگہ باقی ہے اب اگر کسی ایک کو اس میں ڈالدیا جائے

تو یہ شگاف پر ہو جائے۔ کیا لنگانی قبیلے کا ایک شخص بھی زندہ نہیں ہے جو اس شگاف کو پر کر دے۔"

"ایک ہے شاہ عظیم' لنگانی قبیلہ کا ایک شخص زندہ ہے" میں نے جواب دیا۔ میں ابھی زندہ ہوں اور میں اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں حکم دیجئے کہ سپاہی مجھے شگاف میں پھینک دیں۔ اور موت کا یہ گڑھا پر ہو جائے۔"

"نہیں موپو نہیں۔ اگر تم مر گئے تو ہماری شرط کے مویشی کون لے گا؟" شاکا نے کہا۔ اس کے علاوہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ تم کو قتل نہ کریں گے ہم اپنی قسم نہیں توڑتے اس کے علاوہ "موپو" جو ہم پر بیتی ہے اس سے زیادہ تم پر بیت گئی ہے۔"

"چنانچہ ظاہر ہوا کہ میں شرط ہار گیا کیونکہ اب قبیلہ لنگانی کا کوئی شخص زندہ نہیں رہا۔"

"ہمارے خیال میں ایک ہے" شاکا نے کہا۔ ہمارا مطلب تمہاری بہن بالکا سے ہے۔ آہا۔ لو وہ خود ہی چلی آرہی ہے۔

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ بالکا ہماری طرف چلی آرہی ہے وہ اپنے کندھوں پر چیتے کی کھال ڈالے ہوئی تھی اور اس کے پیچھے دو مسلح سپاہی چل رہے تھے اور اب اے میرے آقا اس نے وہ بھیانک منظر دیکھا شگاف میں لاشیں یوں پڑی ہوئی تھیں جیسے تالاب میں پانی' وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اندازہ لگا لیا کہ ہمارے لنگانی قبیلے کے ساتھ کیا سلوک کیا اور خود اسے کیوں طلب کیا گیا ہے پھر وہ آگے بڑھی اور اب وہ شاکا کے سامنے کھڑی تھی۔

"شاہ عظیم نے مجھے طلب کیا ہے؟" بالکا نے پوچھا۔

ہاں بالکا۔ بہت اچھے وقت پر آئی ہو۔" شاکا نے بالکا کے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر کہا۔ "بات یوں ہے کہ موپو نے مجھ سے شرط لگائی ہے پورا لنگانی قبیلہ' بالکا خود تمہارا قبیلہ اپنی لاشوں سے اس گھاٹی کو پر کر سکتا ہے یہ خالی خولی شرط نہیں ہے بلکہ مویشی بدے گئے ہیں' چنانچہ تمہارے قبیلے سے اس شرط کا ذکر کیا گیا تو قبیلے کا ہر فرد' عورتیں' مرد' اور بچے

اپنے قبیلے کے ایک شخص کو شرط جتانے کے لئے خوشی سے گھاٹ میں کود پڑے تمہارے قبیلے کی اس قربانی کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا بھائی شرط ہار رہا ہے کیونکہ گھاٹی پوری طرح نہیں بھری۔ ابھی اس گھاٹی میں ایک کی جگہ باقی ہے ہم موپو سے مویشی لینے ہی والے تھے کہ تمہارے ہوشیار بھائی نے ہمیں یاد دلایا کہ لنگانی قبیلے کا ابھی ایک فرد باقی ہے جو اس جگہ کو پر کرسکتا ہے اور موپو ہاری ہوئی شرط جیت سکتا ہے اس کے بعد موپو نے درخواست کی کہ ہم تمہیں بلا بھیجیں اور ہم نے اس کی یہ درخواست منظور کرلی کیونکہ ہم بے ایمانی سے شرط جیتنا نہیں چاہتے اب تم اپنے بھائی کو ایک طرف لے جاؤ اور اس سے اس معاملہ کے متعلق گفتگو کرلو جس طرح کہ تم نے اس سے اس وقت گفتگو کی تھی۔ جب تمہارے لڑکا پیدا ہوا تھا۔

لیکن بالکا نے شاکا کی ان باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا جو اس نے میرے متعلق کہی تھی کیونکہ وہ شاکا کا مطلب پوری طرح سمجھ چکی تھی البتہ اس نے شاکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور بڑی بے خوفی سے کہا۔

شاکا! آج کے بعد تو کبھی چین کی نیند نہ سو سکے گا ہاں اس وقت تک سو نہ سکے گا جب تک تو اس دنیا میں نہیں پہنچ جاتا۔ جہاں سوائے نیند کے اور کچھ نہیں ہے بس میں کہہ چکی۔

بالکا کے اس سراپ سے شاہ کانپ گیا اور اس نے گھبرا کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

"موپو! شاہ عظیم نے ہمیں گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ آؤ ہم آخری دفعہ ایک دوسرے سے بات چیت کرلیں" بالکا نے کہا۔

چنانچہ میں اپنی بہن کے ساتھ ایک طرف چلا گیا اور اس وقت میں اپنے ہاتھ میں ایک بھالا لئے ہوئے تھا ہم دونوں شگاف کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے۔

"موپو! کیا کہا تھا میں نے؟" وہ بولی "دیکھو اب وہ وقت آگیا ہے میرے بھائی! قسم کھاؤ کہ شاکا سے میرا اور اپنے قبیلے کا انتقام لوگے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں بالکا"

"قسم کھاؤ کہ جب تم انتقام لے چکو گے تو میرے بیٹے اسلوپوگاس کو بشرطیکہ وہ زندہ ہو' تلاش کر کے میری دعائیں اس تک پہنچا دو گے"

"میں قسم کھاتا ہوں۔ بہن"

"الوداع موپو۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے آئے تھے۔ لیکن اب ہماری اس محبت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کم سے کم اس دنیا میں خاتمہ ہوتا ہے اس وقت مجھے اپنا بچپن یاد آتا ہے جب میں تمہارے ساتھ اپنے کرال اور کھیتوں میں دوڑا کرتی تھی موپو! میں زندگی کے سفر سے تھک گئی ہوں۔ میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ گہری اور پرسکون نیند.... الوداع میرے بھائی۔

اس کے بعد کیا ہوا۔ یہ بیان کرنے کی مجھ میں تاب نہیں اس لئے میں معافی چاہتا ہوں۔

ماسیلو شاکا کے حضور میں

بالکا کے سراپ نے اسی رات اثر دکھایا۔ شاکا سکون کی نیند سو نہ سکا جب اس کی بے قراری حد سے زیادہ تجاوز کر گئی تو اس نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ اس کی طبیعت گھبرا رہی ہے۔ اس لئے وہ باہر جا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ میں بھی اسکے ساتھ چلوں چنانچہ میں اس کے ساتھ ہولیا۔ ہم جھونپڑی سے باہر آئے۔ رات خاموش تھی۔ شاکا میرے آگے آگے چل رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس کے قدم اس گھاٹی کی طرف اٹھنے لگے۔ جو میرے قبیلے کے مردوں' عورتوں اور بچوں کی لاشوں سے پر تھی۔ اور جہاں میری بہن بالکا کی بھی لاش پڑی ہوئی تھی ہم چٹان کی چڑھائی چڑھ کر گھاٹی کے کنارے پہنچ گئے اور اب شاکا عین اسی جگہ کھڑا تھا۔ جہاں وہ صبح کھڑا تھا۔ صبح اس جگہ چیخیں گونج رہی تھیں۔ لیکن اس وقت وہاں موت کی خاموشی طاری تھی۔ آسمان کی وسعتوں میں پورا چاند چمک رہا تھا۔ اور اس کی نورانی کرنیں گھاٹی میں پڑی ہوئی لاشوں کو نہلا رہی تھیں۔ چاند کی روشنی میں میں اپنے قبیلے کے لوگوں کی لاشوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ لاشوں کے انبار کے اوپر بالکا کی لاش تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ سو رہی ہو مرنے کے بعد وہ اتنی حسین معلوم ہو رہی ہے کہ کبھی زندگی میں بھی معلوم نہ ہوئی تھی۔

"موپو" شاکا نے کہا۔ "اپنی ہار قبول کرنے میں ہم نے جلد بازی سے کام لیا۔ اگر تم نے صبر سے کام لیا ہوتا تو تم اپنی شرط جیت نہ سکتے۔ دیکھو لاشیں دب کر بیٹھ گئی ہیں اور گھاٹی پوری طرح پر نہیں ہوئی ہے۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن بادشاہ کی آواز سے ڈر کر لومڑیاں اور لکڑبگھے' جو لاشیں کھانے آئے تھے۔ وہاں سے بھاگے شاکا نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"مادر مہربان یقین ہے کہ آج تم بڑی گہری اور پر سکون نیند سو رہی ہو گی کیونکہ میں نے ہزاروں لوگوں کو لوریاں دینے کے لئے تمہاری خدمت میں بھیج دیا ہے لنگانی قبیلے کے لوگو! تم بھول گئے تھے۔ لیکن میں نہ بھولا تھا۔ ہاں ہم نہ بھولے تھے تم بھول گئے تھے کہ

کئی سال پہلے ایک تھکا ہوا اور پیاسا لڑکا اور اس کی ماں تمہارے کرال میں آئی تھی تم بھول گئے تھے کہ تمہارے قبیلے کی ایک عورت نے اس لڑکے اور اسکی ماں کو دودھ اور پناہ دینے سے انکار کردیا تھا۔ قبیلہ لنگانی کے لوگو! کیا کہا تھا؟ اس لڑکے نے اس دن؟ اس نے کیا قسم کھائی تھی اس دن؟ کیا ہم نے کہا تھا کہ تونبی میں سمائے ہوئے دودھ کے ہر قطرے کے عوض تمہارے قبیلہ کے ایک آدمی کی جان لیں گے؟ دیکھو! ہم جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ دیکھو! ہم اسی طرح اپنا وعدہ اور قسم پوری کرتے ہیں۔ قبیلہ لنگانی مٹ گیا۔ ہم نے مٹا دیا اسے۔ اسکی ایک نشانی تک باقی نہ رہی۔ ایک عورت تک باقی نہ رہی ایک بچہ تک باقی نہ رہا جو بڑا ہو کر اپنے آپ کو لنگانی کہتا۔ لنگانی لوگو! تم اپنی قوت اور طاقت کے نشہ میں مدہوش ہو رہے تھے۔ قوت اور طاقت نے تم کو مغرور بنا دیا تھا۔ اور اسی غرور کے باعث تمہارے قبیلے کی ایک عورت نے ہمیں دودھ دینے سے انکار کردیا تھا لیکن دیکھو! آخرکار ہم نے تم کو مٹا دیا۔ ہم عظیم ہیں ہم عظیم ہیں کوئی ہماری عظمتوں پر حرف گیری نہیں کرسکتا۔ کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا' جب ہم چلتے ہیں تو ہمارے قدموں کی دھمک سے زمین لرزتی ہے جب ہم بولتے ہیں تو بڑے بڑے سورماؤں کے دل تھرا جاتے ہیں اور جب ہم غصہ ہوتے ہیں تو ہمارے غصہ کی آگ لوگوں کی زندگیوں کو جلا ڈالتی ہے کوئی نہیں جو کہ ہمارا مقابلہ کرسکے۔ کوئی نہیں جو ہمارے سامنے تیز نظر سے دیکھ سکے۔ مائیں دوسرا شاکا پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر کسی عورت نے دوسرا شاکا جننے کی کوشش کی تو اسکی کوکھ خشک ہو جائے گی۔ اگر دوسرا شاکا ان کے رحم میں پروان چڑھا تو ان کے رحم پھٹ جائیں گے۔ شاکا ایک ہے اور ایک رہے گا۔ کبھی دوسرا شاکا نہ ہوگا۔ ہم عظیم ہیں اور عظیم رہیں گے اس سرے سے اس سرے تک ہمارا حکم چلتا ہے۔ جہاں تک انسان کو اس کے قدم جا سکتے ہیں ڈوہاں تک ہماری حکمرانی ہے۔ لیکن ابھی ہماری عظمت مکمل نہیں ہوئی ہے ہم ابھی اور عظیم ہوں گے۔ عظیم تر۔ عظیم ترین۔ بالکا! یہ تو ہے جو لاشوں کے انبار میں پڑی ہوئی ہے؟ تو نے ہمیں بددعا دی ہے کہ ہم سکون کی نیند نہیں سوسکیں گے؟ بیوقوف عورت ہم نہیں ڈرتے تجھ سے ہم نہ سہی .... ہاں ہم نہ سہی لیکن تو تو بہرحال سکون کی نیند سو رہی

ہے اور ایسی نیند ہے یہ جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔ بالکا! اٹھ اور بتا کہ ہم کس سے ڈرتے ہیں اور ہمیں کس سے ڈرنا چاہئے۔"

دفعتاً وہ خاموش ہو گیا۔

اور اے میرے آقا! شاکا ایک جنون کے عالم میں جب یوں بک رہا تھا تو میرے جی میں آئی کہ اسی وقت میں اسے قتل کر دوں چنانچہ میں اس ارادے کو جامہ عمل پہنانے کے لئے شاکا کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔ اور اپنا وہ ہاتھ بھی بلند کر چکا تھا۔ جس میں ڈنڈا تھا۔ لیکن میرا ہاتھ ہوا میں بلند رہا کیونکہ میں نے کچھ دیکھا کہ لاشوں کے انبار میں کوئی چیز حرکت کر رہی تھی وہ ہاتھ تھا۔ ہاتھ اٹھا اور اس نے گھاٹی کے اس حصہ کی طرف اشارہ کیا جہاں اندھیرے کے سائے ٹھہرے تھے مجھے ایسا معلوم ہو' جیسے وہ بالکا کا ہاتھ ہو ہو سکتا ہے کہ وہ بالکا کا ہاتھ نہ ہو۔ بلکہ کسی ایسے شخص کا ہاتھ ہو جو لاشوں تلے دبا پڑا ہوا اور اس وقت تک مرا نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میرا وہم ہو۔ بہرحال آپ جو چاہیں سمجھیں میں نے تو یونہی دیکھا کہ ایک ہاتھ نے اٹھ کر گھاٹی کے اندھیرے سایوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ ہاتھ گر گیا۔ اور میں نے رات کی خاموشی میں اس ہاتھ کے گرنے کی آواز سنی' اور ابھی وہ ہاتھ گرا ہی تھا کہ گھاٹی کے اندھیرے سایوں میں سے ایک آواز آئی۔ بے حد شیریں آواز تھی جو ایک بے حد اثر انگیز گیت گا رہی تھی۔ اس وقت میں اس گیت کے بول سن اور سمجھ رہا تھا لیکن پھر فوراً ہی ان بولوں کو بھول گیا تھا چنانچہ میں بتا نہیں سکتا تھا کہ کیا بول تھے اس گیت کے البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ گیت دنیا کی پیدائش اور حیات کے متعلق تھا اس گیت میں سفید فاموں کا بھی ذکر تھا اور پھر سیاہ فاموں کے عروج کا ذکر تھا اور شاید یوں تھا کہ کس طرح آخر میں سفید فام سیاہ فاموں کو کھالیں گے اس گیت میں اچھوں کا اور بروں کا ذکر تھا۔ عورتوں اور مردوں کا ذکر تھا۔ عروج اور زوال کا ذکر تھا۔ جنگوں کا ذکر تھا اور امن کا ذکر تھا۔ اور اس گیت میں قبیلہ زولو کے متعلق بھی کچھ کہا گیا تھا۔ اس گیت میں کچھ یوں بھی تھا کہ ایک مقام ہے' ننھا ہاتھ' جہاں زولوؤں کو فتح حاصل ہو گی اور یہ کہ پھر سفید فام ان پر حاوی ہوں گے! اور زولو ان کے سائے میں برف کی طرح

پگھل جائیں گے اور کس طرح ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دنیا انہیں بھلا دے گی۔ اس گیت میں بہت سے لوگوں کا نام تھا۔ میرا نام بھی تھا اور امسلوپوگاس کا بھی اور شاکا کا بھی اس آواز نے چھوٹا سا گیت گایا تھا۔ تاہم یہ سب کچھ اس گیت میں تھا۔

اس رات اندھیرے سایوں میں سے اٹھتی ہوئی وہ آواز گیت گاتی رہی یہاں تک کہ خاموش فضا آواز سے پر ہو گئی۔ شاکا نے بھی وہ آواز سنی اور خوف سے اس کا بدن کانپنے لگا۔ لیکن اس کے کان گیت کے بول نہ سن سکتے تھے۔ وہ صرف آواز سن رہا تھا۔

آواز قریب آنے لگی اور اب گھاٹی کے اندھیرے حصہ میں روشنی نظر آئی یہ روشنی جب آگے بڑھی تو اور جب قریب آگئی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت کا وہ منور جسم تھا اور میں نے اسے پہچان لیا وہ ان کو سازانہ زولو' آسمان کی ملکہ تھی وہ ہوا میں جسے تیرتی ہوئی ہماری طرف آرہی تھی۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے گھاٹی میں سے مردے اٹھ اٹھ کر دیوی کے پیچھے ہوئے ہوں۔ میرے آقا اس دیوی کے بال سونے کے تاروں کی طرح تھے اسکی آنکھیں گرم دوپہر کے آسمان کی طرح شفاف تھیں اسکی جلد برف کی طرح تھی۔ میرے آقا! اسکے منور چہرے کی طرف دیکھنا ممکنہ نہ تھا۔ آہ' میرے آقا! میں خوش قسمت ہوں کہ میں نے اس زندگی میں اس دیوی کو دیکھا حالانکہ اسے مرنے سے پہلے دیکھنا ممکن نہیں۔

اب وہ ہمارے بہت قریب آگئی شاکا خوف سے سمٹ کر بیٹھ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے لیکن میں کھڑا رہا اور دیوی کی طرف دیکھتا رہا۔ دیوی ہاتھ میں بھالا لئے ہوئے تھی جس کی ہتھی سرخ تھی یہ اسی بھالے کی طرح تھا جو شاکا اپنے ہاتھ میں لئے رہتا تھا اور جس سے اس نے اپنی ماں کو قتل کیا تھا۔ اور اسی بھالے سے خود اسے بھی قتل ہونا تھا۔ دیوی اپنا گیت ختم کر چکی تھی۔ اب وہ زمین پر بیٹھے ہوئے شاکا اور میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں خود شاکا کے پیچھے کھڑا تھا۔ دیوی نے اپنا بھالا اٹھایا اور اس کا پھل شاکا کی پیشانی سے چھوا دیا۔ یہ موت کی علامت تھی۔ شاکا کے لئے موت اور ناگہانی موت لکھی جا چکی تھی' اور پھر دیوی نے نرم اور شیریں آواز میں کہا۔

"ماکداما کے بیٹے! اپنا ہاتھ روکو شاکا کا پیمانہ حیات ابھی لبریز نہیں ہوا ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا ایک دفعہ پہلے تم مجھے خواب میں دیکھ چکے ہو۔ اب دوسری دفعہ دیکھ رہے ہو اور جب تم مجھے تیسری دفعہ طوفانی ہواؤں کے دوش پر دیکھو گے تو وہ وقت ہو گا۔ ہاں اس وقت شاکا پر وار کرنا۔ ابھی نہیں' ابھی نہیں۔

یوں کہا دیوی نے اور عین اسی وقت بھولے بھٹکے بادل نے چاند کو اپنی آغوش میں لے لیا اور جب بادل ہٹا تو دیوی وہاں نہ تھی۔ وہ جا چکی تھی ایک بار پھر میں شاکا کے ساتھ اکیلا تھا۔ رات خاموش تھی اور گھاٹی لنگانی قبیلے کی لاشوں سے پر تھی۔

شاکا نے سر اٹھا کر دیکھا اس کے ماتھے پر خوف کا پسینہ تھا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور اسکی رنگت زرد ہو گئی تھی۔

"موپو" کون تھی؟ اس نے کھوکھلی آواز میں پوچھا"۔

"شاہ عظیم ۔ یہ آسمانوں کی ملکہ تھی یہ وہی ہے جو ہمارے قبیلے کی دیوی ہے اور جب بھی وہ نظر آتی ہے ملک میں غیر معمولی واقعات اور عظیم انقلابات ہوئے ہیں۔"

"ہاں ۔ ہم نے اس دیوی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔" شاکا نے کہا' لیکن اس وقت وہ کیوں آئی تھی؟ کیا گا رہی تھی وہ اور کیوں اس نے اپنے بھالے سے ہمارا ماتھا چھوا تھا؟"

"وہ اس لئے آئی تھی' شاہ عظیم کے بالکا کے مردہ ہاتھ نے اشارہ کر کے اسے بلایا تھا۔ جیسا کہ خود آپ نے بھی دیکھا ہو گا۔ اب رہا وہ گیت جو دیوی گا رہی تھی سو اسے میں تو کیا کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ رہا یہ سوال کہ اس نے اپنے بھالے سے آپ کا ماتھا کیوں چھوا تو اے شاہ عظیم یہ میں نہیں جانتا۔ غالباً دیوی نے آپ کے سر پر اور بھی وسیع و عریض مملکت کا تاج رکھا ہے۔"

"یا پھر شاید موت کا تاج رکھا ہے۔" شاکا نے کہا۔

"موت کا تاج تو آپ نے اپنے سر پر رکھ ہی لیا ہے۔ بے شک آپ موت کے دیوتا ہیں۔" اور میں نے گھاٹی میں پڑی ہوئی لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔

شاکا نمایاں طور سے کانپ کر بولا۔

"چلو موپو۔ یہاں سے چلو۔ اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اب ہمیں کس سے ڈرنا ہے۔"

"خوف ایک عجیب مہمان ہے جسکی میزبانی کا شرف ہر ایک کو جلد یا بدیر حاصل کرنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو؟ میں نے جواب دیا۔ چلئے! اے لرزندہ جہاں۔ رات بہت جاچکی ہے۔"

اور ہم ڈھلان اتر کر کرال کی طرف چل دیئے۔

اس رات کے بعد شاکا نے اعلان کردیا کہ اس کے کرال پر چونکہ کسی نے سحر کردیا ہے۔ اس لئے شاکا سکون کی نیند سو نہیں سکتا۔ اور جب بھی اسکی آنکھ لگتی ہے اسے عجیب و غریب اور بھیانک خواب نظر آتے ہیں اور وہ چیختا ہوا بیدار ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ وہ نہایت بھیانک آواز میں نیند میں چیختا اور باکا! باکا! پکارتا۔ چنانچہ اب شاکا نے اپنا دارالسلطنت کسی اور کرال کو بنانے کا ارداہ کیا۔ اور یہاں ناتال کے قریب ایک نیا کرال بسایا "جوڈاگوزا" کہلایا چنانچہ شاکا اور اس کے ساتھ بستی کے سب لوگ پرانا کرال خالی کر کے اس نئے کرال میں آگئے۔

دیکھئے میرے آقا۔ سامنے دیکھئے' میدان کے انتہائی سرے پر سفید فاموں کی ایک بستی ہے جو اسٹانگر کہلاتی ہے بس اسی جگہ شاکا کا کرال ڈاگوزا تھا۔ میں نہیں دیکھ سکتا کیونکہ میں اندھا ہوں' لیکن تم دیکھ سکتے ہو اس وقت جہاں سفید فاموں کی عدالت کی عمارت ہے نا بس اسی جگہ شاکا کے کرال کا دروازہ تھا۔ عدالت کے عقب میں سفید فاموں کی عبادت گاہ ہے۔ جہاں گناہ گار اپنے خدا کے حضور میں گڑگڑاتے اور اپنے گناہ بخش واتے ہیں۔ کئی سال پہلے میں نے عین اسی جگہ بے گناہوں کو شیرزولو کے سامنے گڑگڑاتے اور رحم کی درخواست کرتے دیکھا ہے۔ لیکن سوائے ایک کے کسی پر رحم نہ کیا گیا۔ آہ! شاکا کی پیشنگوئی جس کا ذکر میں بہت جلد کروں گا۔

حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اس جگہ اب سفید فاموں کا قبضہ ہے اس زمین کا مالک ایک سفید فام ہے جس کا مالک کبھی شاکا تھا۔ اس جگہ آج اس سفید فام کے بچے کھیل

رہے ہیں۔ کسی زمانے میں اسی جگہ شاکا کے جلاد عورتوں اور مردوں اور بچوں کو قتل کررہے تھے۔ سفید فام قریب کے دریا میں آج نہایت اطمینان سے نہاتے ہیں لیکن کئی سال پہلے اسی دریا کے گھڑیالوں کا پیٹ انسانی گوشت سے بھرا جاتا تھا۔ جس جگہ محبوب اپنی محبوباؤں کے ہونٹ چوم رہے تھے' اسی جگہ کبھی بھالوں نے دوشیزاؤں کے سینوں کو بوسے دیئے تھے۔ سب کچھ بھول گیا۔ جو کچھ تھا وہ نہ رہا۔ شاکا بھی نہ رہا بس اس کے مظالم کی داستان اسی کا لرزہ خیز نام اور کرال کے باہر اسکی قبر بطور نشان کے باقی رہ گئی' کچھ نہ رہا' کچھ نہ رہا سب ختم ہو گیا۔

اس کرال میں اٹھ آنے کے بعد تھوڑے دنوں تک شاکا پر سکون رہا لیکن ایک بار پھر اسکی خون کی پیاس عود کر آئی' بیگناہوں کا قتل کرنا اس کی زندگی کا گویا جزو بن چکا تھا۔ خون بہائے بغیر اسے چین نہ آسکتا تھا چنانچہ اس نے پونڈو کے قبیلے کی طرف اپنی فوجیں روانہ کردیں شاکا کے سپاہیوں نے اس قبیلے کا نام و نشان تک مٹا دیا اور مال غنیمت کے مویشی ہنکاتے اور فتح کے گیت گاتے واپس آئے لیکن ان سپاہیوں کو زیادہ دنوں تک آرام کرنے کا موقع نہ ملا جب زخمیوں کے زخم بھر گئے تو شاکا نے پھر اسی فوج کو ایک دوسرے قبیلے کو تباہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جس کا نام ساتویا نگانہ تھا یہ قبیلہ لم پوپو میں آباد تھا شاکا فوج کو رخصت کرنے کرال کے دروازے تک آیا اور اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ یا تو فتح حاصل کر کے واپس آئیں ورنہ پھر اسے اپنی صورت نہ دکھائیں اور ایسی زبردست فوج تھی کہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک مسلسل رخصت ہوتی رہی شاکا کو یقین تھا کہ ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ بھی اس کی فوج فتح حاصل کر کے لوٹے گی اور پے در پے فتوحات حاصل کرنے کے بعد خود سپاہیوں کے بھی خواب و خیال میں یہ بات نہ تھی کہ اب فتح کی دیوی نے ان سے منہ موڑ لیا ہے وہ نہ جانتے تھے کہ کامیابی اب انہیں آخری سلام کر چکی ہے وہ نہ جانتے تھے کہ ہزاروں اور لاکھوں سپاہی لم پوپو کے دلدلوں میں بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں گے وہ نہ جانتے تھے کہ سپاہی زندہ واپس آئیں گے ان کے پاس ان کی ڈھالیں نہ ہوں گی کیونکہ وہ بھوک سے بے تاب ہو کر

اپنی ڈھالیں چبا گئے ہوں گے جس فوج کو ساتویا نگانہ کی طرف بھیجا گیا تھا اس کا نام "دھول" تھا اور یہ فوج واقعی دھول کی طرح تھی کہ شاکا پھونک مار کر اسے جب اور جس طرف چاہتا اڑا دیتا۔

اس فوج کے رخصت ہونے کے بعد ڈاگوزا کرال میں بہت کم مرد باقی رہ گئے ادھیڑ اور بوڑھے اور عورتیں ہی کرال میں باقی رہ گئی تھیں البتہ شاکا کے دونوں بھائی ڈنگان اور اوم لاہانگانہ اس فوج کے ساتھ گئے تھے اور وہ کسی فوج کے ساتھ نہ جاتے تھے کیونکہ انہیں کرال سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ شاکا کو خوف تھا کہ وہ باہر جاکر مبادا اس کے خلاف بغاوت کردیں شاکا اپنے بھائیوں کی طرف سے مطمئن نہ تھا چنانچہ وہ ان پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ ادھر ڈنگان اور اوم لاہانگانہ بھی شاکا کی طرف سے مطمئن نہ تھے اور نہ جانتے تھے کہ شاکا کب ان کے قتل کا حکم صادر کرتا ہے تاہم بظاہر وہ پرسکون اور شاکا سے خوش تھے۔ لیکن میں نے ان کی دلی کیفیت کا اندازہ لگالیا اور پھر میں ان کے دلوں میں رینگ گیا۔ میں نے ان کا اعتبار حاصل کرلیا اور اب میں ان کا رازدار تھا چنانچہ اب ہم چھپ کر ملتے اور اشاروں اور کنایوں میں باتیں کرتے لیکن شاکا کے بھائیوں سے اپنی دوستی اور سازشوں کا ذکر میں کروں گا۔ اس وقت تو میں ڈاگوزا میں ماسیلو کی آمد کا ذکر کرنے جارہا ہوں میرے آقا بھولے نہ ہوں گے کہ یہ وہی ماسیلو ہے جو زینیتا سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن جسے "خونریز" نے کرال سے نکال دیا تھا اور خود زینیتا سے شادی کرلی تھی۔

جس دن شاکا کی فوج لم پوپو کی طرف روانہ ہوئی اس کے دوسرے دن ماسیلو ڈاگوزا کرال میں وارد ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی اس وقت شاکا اپنے جھونپڑے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دونوں بھائی ڈنگان اور اوم لاہانگانہ بھی اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے میں بھی وہاں موجود تھا اور چند امراء بھی شاکا کا مزاج بگڑا ہوا تھا کیونکہ رات بھر وہ سو نہ سکا تھا اور جب سے بالکا نے اسے سراپ دیا تھا اس کی ہر رات ایسی ہی بے قرار گزر رہی تھی چنانچہ جب ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ ماسیلو نامی ایک شخص بازیابی کی اجازت چاہتا ہے تو شاکا نے فوراً ہی اسے قتل کردینے کا حکم نہ دیا

جیسا کہ اس کی عادت تھی بلکہ اسے آنے کی اجازت دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ماسیلو شاکا کے سامنے سجدے میں پڑا اس کی مدح کر رہا تھا یہ شخص موٹا تھا اور بہت تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

آٹھو اور اپنے آنے کا مقصد بیان کرو شاکا نے کہا۔

چنانچہ ماسیلو شاکا کے سامنے زمین پر پالتی مار کر بیٹھ گیا اور نہایت تفصیل سے اس نے وہ داستان سنائی جو اے میرے آقا میں آپ کو سنا چکا ہوں اب بات یوں تھی کہ شاکا کلہاڑے والوں کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا بلکہ ان کے وجود تک سے بے خبر تھا اور اے میرے آقا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ اس زمانے میں سیاہ قاموں کی مملکت وسیع و عریض تھی اور اس میں ان گنت قبائل بسے ہوئے تھے اور اکثر قبائل تو ایسے دور افتادہ خطوں میں آباد تھے کہ ایک دوسرے کے وجود سے ناواقف تھے۔ چنانچہ خود شاکا بھی اکثر قبائل سے ناواقف تھا ہر حال اس نے ماسیلو سے کلہاڑے والوں کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے مثلاً یہ قبیلہ کہاں آباد ہے اس کے مویشی کیسے اور تعداد میں کتنے ہیں سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے اس نوجوان کا نام کیا ہے جو کلہاڑے والوں کا سردار بن بیٹھا ہے اور یہ کہ کلہاڑے والے شاکا کے باجگزار ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ماسیلو نے جواب دیا کہ انکے جنگجو تعداد میں نصف رجمنٹ کے برابر ہیں البتہ انکے مویشی عمدہ موٹے اور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور یہ کہ کلہاڑے والے شاکا کے باجگزار نہیں ہیں اور اسے تحائف نہیں بھیجتے۔ پھر اس نے بتایا کہ ان کے سردار کا نام خونریز ہے کم سے کم وہ اسی نام سے مشہور ہے اور ماسیلو اس کے کسی دوسرے نام سے واقف نہیں۔

اور اب شاکا غصہ ہو گیا۔

ماسیلو' وہ بولا دوڑ کر کلہاڑے والوں کے پاس جاؤ اور ان سے اور ان کے سردار خونریز سے کہو کہ اس ملک میں ایک دوسرا بھی خونریز ہے جو ڈاگوزا کرال میں بیٹھا ہوا ہے اور اسے یوں کہا ہے اس دوسرے عظیم خونریز نے اے کلہاڑے والو اٹھو' اے کلہاڑے والوں کے سردار اٹھو اور اپنے قبیلے کے مویشیوں' عورتوں مردوں اور بچوں کے ساتھ فوراً

اس کے پاس پہنچو جو ڈاگوزا کرال میں بیٹھا ہوا ہے اور اپنا کلہاڑا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا ہے اس کے حضور پیش کرو فوراً اٹھو اور ڈاگوزا کے خونریز کے حکم کی تکمیل کرو مبادا یہ دوسرا خونریز تم سب کو منوں مٹی تلے ہمیشہ کے لئے دبادے۔

میں عظیم ہاتھی کا حکم بجا لاؤں گا میں خونریز کے پاس حضور کا پیغام لے جاؤں گا حالانکہ سفر بمشکل اور بیس دنوں کا ہے حالانکہ میں اس کے سامنے جاتے ڈرتا ہوں جو پتھر کی چڑیل میں بیٹھا کلہاڑے والوں پر حکومت کررہا ہے ماسیلو نے کہا۔

جاؤ شاکا نے کہا اور اس مغرور چھوکرے کا جواب لے کر تیسویں دن ہمارے حضور حاضر ہو جاؤ اگر تم مقررہ وقت پر نہ آئے تو ہمارے سپاہی تمہیں اور اس کلہاڑے والے کو تلاش کرلیں گے۔

چنانچہ ماسیلو اٹھا اور اسی وقت کلہاڑے والوں کے کرال کی طرف تقریباً بھاگتا ہوا گیا۔ شاکا نے پھر خونریز کے متعلق گفتگو نہ کی لیکن میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ کراہیں پیدا کرنے والے کا یہ نوجوان مالک کون ہوسکتا ہے کیونکہ اس نے جاکیزو اور اس کے بیٹوں سے ایسی بہادری سے جنگ کی تھی جس طرح کہ صرف امسلوپوگاس ہی کرسکتا تھا لیکن میں نے کلہاڑے والوں کے متعلق اسوقت کچھ نہ کہا۔

اسی دن مجھے خبر ملی کہ میری بیوی ماکروفا اور بیٹی نلاڈا اپنے وطن میں سوازی لینڈ میں مارے گئے ہیں مجھ سے کہا گیا کہ سردار مالاقازی کی فوج نے سوازیوں پر حملہ کر کے ان کا صفایا کردیا چنانچہ ماکروفا اور نلاڈا بھی قتل ہو گئیں یہ غمناک خبر میں نے سنی لیکن میری آنکھ نے ایک آنسو تک نہ ٹپکا کیونکہ اے میرے آقا اتنے عرصہ سے غم واندوہ برداشت کرتا آیا تھا کہ اب اس کا عادی ہو گیا تھا۔

سازش

اے میرے آقا اٹھائیس دن گزر گے انتیسویں دن کی رات کو شاکا نے ایک خواب دیکھا اور جب وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے کرال کی چند عورتوں کو اپنے حضور طلب کیا یہ عورتیں تعداد میں سو یا اس سے زیادہ تھیں اور ان میں شاکا کی چند بیویاں بھی تھیں جنہیں وہ اپنی بہنیں کہا کرتا تھا اور دوسری کنواری لڑکیاں تھیں لیکن یہ سب کی سب حسین اور جوان تھیں اب شاکا نے کیا خواب دیکھا تھا یہ میں نہیں جانتا یا شاید بھول گیا ہوں کیونکہ اس زمانے میں شاکا نے بہت سے خواب دیکھے تھے اور اس کے ہر خواب کا ایک ہی انجام ہوتا تھا یعنی وہ بیدار ہو کر بے گناہوں کو قتل کروا دیتا۔

وہ اپنے جھونپڑے کے سامنے نہایت ہی بے چینی اور غصے کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا میں بھی اس کے قریب بیٹھا تھا اور شاکا کے دائیں طرف وہ عورتیں کھڑی تھیں جنہیں اس نے طلب کیا تھا ان عورتوں کو ایک ایک کر کے شاکا کے سامنے لایا گیا جب بھی کسی عورت کو شاکا کے سامنے لایا جاتا وہ نہایت غور سے اسکی صورت دیکھتا پھر نرم لہجہ میں اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا اور پوچھتا۔

بہنیں تمہارے جھونپڑے میں بلی تو نہیں۔

چند نے جواب دیا ہے' چند نے جواب دیا کہ نہیں ہے اور بقیہ عورتیں خاموش کھڑی رہیں اور انہوں نے شاکا کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بہرحال جواب اثبات میں ہو یا نفی میں خاموشی انجام ایک ہی تھا کیونکہ ہر عورت کا جواب سننے کے بعد شاکا ٹھنڈا سانس لے کر کہتا۔

الوداع میری بہن۔ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ تمہاری جھونپڑی میں ایک بلی موجود ہے۔

یا پھر

افسوس کے تمہاری جھونپڑی میں بلی نہیں ہے۔

یا یوں

افسوس ہے تمہاری قسمت پر کہ تم یہ تک نہیں جانتیں کہ تمہاری جھونپڑی میں بلی ہے بھی یا نہیں۔

پھر جلاد اس عورت کو کرال کے باہر لے جاکر قتل کر دیتے۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا یہاں تک کہ باسٹھ عورتیں اور کنواری لڑکیاں قتل کر دی گئیں آخر کار ایک دوشیزہ کو شاکا کے سامنے لایا گیا جب شاکا نے اس سے وہی سوال پوچھا تو اس نے برجستہ جواب دیا۔

یہ تو میں نہیں جانتی کہ میری جھونپڑی میں بلی ہے یا نہیں البتہ میرے جسم پر آدمی بلی ضرور موجود ہے اور اس نے بلی کی اس کھال کی طرف اشارہ کیا جو اس نے ستر پوشی کے لئے اپنی کمر کے گرد باندھ رکھی تھی اور جو اس کے جسم کے اگلے حصے پر لٹک رہی تھی۔

اس پر شاکا نے خوب تالیاں بجائیں اور وہ خوب ہنسا اور بولا آخر کار اسے اپنے خواب کی تعبیر مل گئی اور پھر اس نے بقیہ عورتوں کو قتل نہ کیا اور نہ آئندہ کبھی کسی عورت کو قتل کیا سوائے ایک کے۔

اس شام میں بہت اداس تھا میں نے دل میں بار بار کہا کب تک آخر کب تک چونکہ طبیعت بہت اداس تھی اس لئے میں کرال میں سے نکلا اور قریبی پہاڑ پر چڑھ کر اس کی چوٹی پر بیٹھ گیا اور وہاں سے میں داہیں بائیں اور آگے پیچھے دور تک دیکھ سکتا تھا دن ختم ہو رہا تھا اور ہوا بند تھی کیونکہ گرمی سخت ہو رہی تھی اور طوفان بادباران کے آثار نظر آرہے تھے اے میرے آقا میں فضا کا سکون دیکھ کر اور فضاء کو سونگھ کر بتا سکتا تھا کہ طوفان آئے گا یا نہیں اگر آئے گا تو کیا طوفان ہو گا وہ میں اس دور کا زبردست ماہر موسمیات تھا اور موسم کا نہایت صحیح حال بتا سکتا تھا سورج غروب ہوا اور روئے زمین پر سرخی بکھر گئی جیسے خون ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا شاکا نے اپنے دور حکومت میں جتنا خون بہایا ہے اسے زمین نے پھر اگل دیا ہے۔

اور پھر رات کے اندھیرے باطن میں سے گہرے اور کالے بادل پیدا ہوئے انہوں نے آسمان کو ڈھک لیا اور ان بادلوں میں سے بجلی آتشی سانپ کی طرح کوند گئی۔ بادل اور

کھڑے ہو گئے وہ ہر چاروں طرف سے یوں جمع ہو گئے جیسے سپہ سالار کا اشارہ پا کر سپاہی جمع ہو جاتے ہیں اور بجلی یوں کوندنے لگی جیسے بھالوں کے پھل چمک رہے ہوں میں نے بادل دیکھے اور اندھیرا دیکھا اور میرے دل میں خوف اترتا چلا گیا بجلی بجھ گئی وہ اب چمک نہ رہی تھی خاموشی زیادہ سے زیادہ گہری ہوتی گئی نہ کوئی پرندہ چہک رہا تھا نہ کوئی پتہ ہل رہا تھا دنیا جیسے مر چکی تھی صرف میں زندہ تھا۔

تو پھر اے میرے آقا! بادلوں کے کہیں اوپر سے ایک تارا ٹوٹ کر گرا اور یکایک طوفان پھٹ پڑا۔ بند ہوا ایک دم سے کھل گئی۔ بجھی ہوئی بجلی ناگہاں چمک گئی اور کڑک کی آواز افق سے لڑھکتی چلی گئی۔ دفعتاً ہوا کے ایک جھکڑ نے گرتے ہوئے تارے کو اپنی آغوش میں لے لیا اب وہ تارے کو میری طرف لا رہا تھا آگ کا گھومتا ہوا ایک گولا اور پھر وہ تارا آگ کا وہ گولا پھیلنے لگا اور پھر اس نے ایک عورت کی شکل اختیار کی وہ عورت بہت دور تھی اور خلاؤں میں تھی تاہم میں نے اسے پہچان لیا وہ ان کو سازائنہ زدلو آسمانوں کی ملکہ تھی حسب وعدہ وہ طوفانی ہواؤں کے دوش پر سوار چلی آرہی تھی میرے جسم پر لرزہ طاری تھا اور میں آسمانوں کی ملکہ کی طرف دیکھ نہ سکتا تھا اس کا لباس بجلی کا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں تھیں اور اس کے سنہرے بالوں میں سے بھی بجلیاں نکل رہی تھیں اس کے ہاتھ میں آتشی بھالا تھا۔ اور اب وہ درے کے دہانے کے قریب پہنچ چکی تھی دیوی کے آگے سکون تھا لیکن جلو میں طوفان اس کے آگے خاموشی تھی لیکن پیچھے بجلیاں چمک رہی تھیں بادل گرج رہے تھے اور پانی برس رہا تھا وہ ہوا کے جھونکے کی طرح میرے قریب سے گزر گئی۔ اور میرے قریب سے گزرتے وقت اس نے آتشی نظروں سے میری طرف دیکھا ابھی وہ میرے قریب تھی اور اب وہ جا چکی تھی اس نے مجھ سے کچھ نہ کہا البتہ بھالا میری طرف بڑھایا لیکن مجھے یوں معلوم ہوا جیسے طوفان کو زبان مل گئی ہو جیسے بارش کے قطروں نے میرے کانوں میں سرگوشی کی ہو جیسے مجھ سے کہا گیا ہو۔

وقت آگیا ہے موپو ضرب لگاؤ۔

میں نہیں جانتا تھا کہ یہ آواز میرے دل میں سے اٹھی تھی یا خود میں نے اپنے کانوں

سے سنی تھی۔ بہرحال مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب وقت آگیا ہے اور شاکا کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا ہے میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا آسمانوں کی ملکہ طوفانی ہواؤں کے دوش پر سوار آسمان کی طرف اٹھ رہی تھی اور اب شاکا کرال ڈاگوزا میں عین اس کے قدموں تلے تھے یکایک آتشی بھالا دیوی کے ہاتھ سے چھوٹ کر کرال میں گرا اور جواب میں شعلوں نے زبانیں لپکائیں۔

اور پھر آسمانوں کی ملکہ غائب ہو گئی اور یوں اے میرے آقا میں نے تیسری دفعہ اس دیوی کو دیکھا یا شاید ممکن ہے کہ وہ میرا وہم ہو بہرحال میں بہت جلد اسے پھر دیکھوں گا لیکن اس دنیا میں نہیں۔

تھوڑی دیر تک میں چٹان پر بیٹھا رہا پھر اٹھ کر میں کرال کی طرف چلا طوفان بدستور جاری تھا جب میں کرال کے قریب پہنچا تو میں نے خوف کی چیخیں سنیں میں کرال میں داخل ہوا اور اس شوروغل کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ بادشاہ اپنی جھونپڑی میں سو رہا تھا کہ بجلی اس کی جھونپڑی پر گری اور چھت میں آگ لگ گئی لیکن بارش نے جلد ہی اس آگ کو بجھا دیا۔

چنانچہ میں سیدھا شاکا کی جھونپڑی کی طرف چلا اور جب میں وہاں پہنچا تو بادل چھٹ گئے تھے اور چاند نکل آیا تھا اور میں نے دیکھا کہ اپنی جھونپڑی کے سامنے شاکا کھڑا ہوا تھا وہ سر سے پیر تک تر بہ تر تھا اور خوف سے کانپ رہا تھا اور اپنی جھونپڑی کی طرف دیکھ رہا تھا جس کی چھت جل کر خاک ہو گئی تھی۔

میں نے اسے سلام کر کے پوچھا کیا واقعہ ہوا؟ شاکا نے مجھے دیکھا تو وہ مجھ سے اس طرح لپٹ گیا جس طرح کہ سہما ہوا بچہ اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے وہ مجھے قریب کی جھونپڑی میں لے گیا۔

کیا بات ہے شاہ عظیم؟ جب جھونپڑی میں چراغ جلایا گیا تو میں نے پھر پوچھا۔

موپو! ہم خوف کے نام تک سے واقف نہ تھے آج تک ہم نے خوف محسوس نہ کیا تھا اس نے کہا لیکن آج ہم خوفزدہ ہیں آج ہم ایسا ہی خوف محسوس کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اس

رات کیا تھا جب بالکا کے مردہ ہاتھ نے گھاٹی کے اندھیرے سایوں میں سے کسی کو بلایا تھا۔

یہ خوف کیوں ہے شاہ عظیم آپ تو لرزیدہ جہاں اور خداوند ہیں پھر کس چیز سے ڈر رہے ہیں آپ۔

شاکا آگے کی طرف جھک گیا اور سرگوشی میں کہا۔

موپو! ہم نے ایک خواب دیکھا ہے جب سے ہم قبیلہ لنگانی کے لوگوں کی لاشوں سے اس گھاٹی کو پاٹا ہے تب سے نیند ہم سے روٹھ گئی ہے۔ تمہاری بہن بالکا ہماری نیند اپنے ساتھ لے گئی ہے ہم راتوں کو سو نہیں سکتے اور اس لئے سورج غروب ہونے سے پہلے تھوڑی دیر سو لیتے ہیں۔ لیکن ابھی ہماری آنکھ لگی ہی تھی کہ ہم نے خواب دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ ہمارے جھونپڑے کی دیوار گر گئی ہے اور سامنے کھلا میدان ہے اور اس میدان میں ہماری لاش پڑی ہوئی ہے اس طرح کہ اس پر ان گنت زخم ہیں اور ہماری لاش کے قریب ہمارے دونوں بھائی ڈنگان اور اوم لاہانگانہ شیر کی طرح اکڑتے اور بپھرتے گھوم رہے ہیں اوم لاہانگانہ کے کندھے پر شاہی لبادہ ہے جس پر خون کے داغ ہیں اور ڈنگان کے ہاتھ میں ہمارا شاہی بھالا ہے اور اس بھالے کا پھل بھی خون آلود ہے اور پھر ہم نے دیکھا تمہیں موپو۔ ہم نے دیکھا کہ تم آگے آئے اور تم نے ہمارے بھائیوں کو شاہی سلام کیا۔ اور پھر ہماری لاش کو اپنے بادشاہ اور اپنے محسن کی لاش کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور پھر ہمارے قریب بیٹھی ہوئی کسی ہستی نے جس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا آسمان کی طرف اشارہ کیا اور چلی گئی ہماری آنکھ کھل گئی اور موپو ہم نے دیکھا کہ ہماری جھونپڑی کی چھت جل رہی تھی تو ایسا تھا ہمارا خواب موپو اب کیوں نہ ہم تمہیں قتل کر دیں۔ تم ہمارے بعد دوسرے بادشاہوں کی خدمت کرو گے۔ اور ہمارے بھائیوں کو شاہی سلام کرو گے ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے۔

جیسی شاہ عظیم کی مرضی آپ کی خوشی میں خادم کی خوشی ہے میں نے جواب دیا آپ نے واقعی منحوس خواب دیکھا ہے اور جھونپڑی کی چھت جلنے کا شگون تو اور بھی منحوس ہے تاہم.....

تاہم کیا موپو۔ ہمارے نمک حرام غدا ر ناہم کیا۔

تاہم مناسب یہ ہوگا کہ سانپ کی دم کاٹ لینے کے بعد اس کا سر کچل دیا جائے کیونکہ دم کے بغیر بھی سانپ زندہ رہتا ہے لیکن اگر کچل دیا جائے تو مرجاتا ہے یعنی دم بیکار ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے دونوں بھائی زندہ ہیں تو تم نہ سہی اور کوئی انہیں شاہی سلام کرے گا۔ تمہارا مطلب ہم نے سمجھا ہے ناموپو!

میری مجال نہیں کہ میں شاہ عظیم کو شہزادوں کے قتل کا مشورہ دوں میں نے جواب دیا فیصلہ آپ خود کیجئے۔

شاکا چند ثانیوں تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پوچھا۔

موپو کیا یہ کام آج ہی رات کو ہو سکتا ہے۔

کرال میں گنتی ہی کے لوگ باقی رہ گئے ہیں دوسرے فوج کے ساتھ گئے ہیں اور جو کرال میں موجود ہیں ان میں سے اکثر شہزادوں کے خادم اور اپنے وفادار ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں تو پھر کیا کیا جائے موپو۔

یہ میں نہیں جانتا شاہ عظیم تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ دریا کے اس پار فوجی دستہ موجود ہے جس کا نام جلاد ہے اب اگر اس دستے کو طلب کیا جائے تو وہ کل دوپہر تک یہاں پہنچ جائے گا۔ اور پھر.....

موپو تمہارا ہر مشورہ مناسب اور عقل مندانہ ہوتا ہے چنانچہ یہ کام کل ہی ہوگا موپو تم خود جاؤ اور اس دستے کو جس کا نام جلاد ہے بلا کر آجاؤ دیکھو دغا اور فریب سے کام نہ کرنا پھر جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری تم پر عائد نہ ہوگی۔

آپ سے دغا کرنا خود اپنی زندگی سے دغا کرنا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ میری زندگی کا انحصار اسی پر ہے۔

موپو اگر اب تک تم نے جھوٹ بولا ہے تب بھی یہ بات جو تم نے اب کہی ہے سچ ہے شاکا نے کہا بہرحال اتنا سن لو موپو اگر تم نے ہمیں دھوکا دیا یا تمہاری تجویز ناکام رہی تو

تمہاری موت آسان نہ ہوگی بس جاؤ۔

میں نے سنا شاہ عظیم کے کہا اور جھونپڑی سے باہر آگیا۔

میرے آقا شاہ کی باتوں سے میں نے اندازہ کیا تھا کہ وہ مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کرچکا ہے لیکن میرے ذریعہ اپنے بھائیوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا چنانچہ ڈنگان اور اوم لاہانگانہ کے بعد میری باری تھی لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ اس دنیا میں شاکا کے دن آخر کار گنے جاچکے تھے۔

میں اپنی جھونپڑی میں پہنچا اور وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر تک صورت حال پر غور کرتا رہا اور جب کرال سونا پڑ گیا تو میں اپنی جھونپڑی سے اٹھ کر باہر آیا اور چھپتا چھپاتا ڈنگان کے جھونپڑی کی طرف چلا جہاں اس رات وہ میرا منتظر تھا جھونپڑی کے دروازے پر میں نے خاص انداز سے اپنے ناخن گھسے فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا میں اندر داخل ہوا تو دروازہ پھر بند کردیا گیا جھونپڑی میں ایک چراغ جل رہا تھا جس کی مریضانہ روشنی میں دونوں شہزادے اپنے جسموں پر کمبل لپیٹے بیٹھے تھے۔ کون آیا ہے ڈنگانہ پوچھا۔

جواب میں' میں نے اپنے چہرے پر سے کمبل ہٹایا دونوں نے میری طرف دیکھا مجھے پہچانا اور اپنے چہروں پر سے کمبل ہٹا دیا۔

میں نے کہا سلام ہو تم پر اے شہزادے سلام ہو تم پر کل تم دونوں خاک بن جاؤ گے سلام ہو تم پر سازان کوکانہ کے بیٹوں کل تمہاری روح تمہارے جسم سے الگ ہو جائے گی۔ اور میں نے اپنے خشک جلے ہوئے ہاتھ سے دونوں کی طرف اشارہ کیا۔

میرے منہ سے ایسے منحوس الفاظ سن کر دونوں شہزادے پریشان ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے۔

کیا مطلب ہے تیرا یہ کیا منحوس باتیں بک رہا ہے ڈنگان نے بے حد نیچی آواز میں کہا۔ منحوس تیرے منہ میں خاک یہ تو اپنے خشک لکڑی جیسے ہاتھ سے ہماری طرف اشارہ کیوں کررہا ہے اوم لاہانگانہ نے پوچھا۔

شہزادے کیا میں نے نہ کہا تھا کہ تمہیں ضرب لگانے میں پہل کرنی چاہئے یا پھر مرنے

کے لئے تیار ہو جانا چاہئے میں نے سرگوشی میں کہا سنو!

شاکا نے ایک اور خواب دیکھا ہے چنانچہ اب شاکا فیصلہ کر چکا ہے اور تمہاری قسمت میں موت لکھی جا چکی ہے شہزادے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تمہاری زندگی کی چند ہی گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔

اگر شاہی جلاد جھونپڑی سے باہر موجود ہیں تو سوچو ہم سے پہلے تم مرو گے کیونکہ تم نے ہم کو دھوکا دیا ہے ڈنگان نے کہا۔ اور کمبل کے نیچے سے بھالا گھسیٹ لیا۔

شہزادے پہلے بادشاہ کا خواب سن لو اس کے بعد اگر مناسب سمجھو تو مجھے قتل کر دینا اور پھر خود بھی مرنے کے لئے تیار ہو جانا۔ شاکا نے جو خواب دیکھا ہے وہ یوں ہے کہ وہ مردہ پڑا ہوا ہے اور تم دونوں میں سے ایک اپنے کندھے پر شاہی لبادہ ڈالے ہوئے ہے۔

ہم دونوں میں سے ایک کون؟ ڈنگان نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

شاکا کے خواب میں شہزادہ اوم لاہانگانہ اپنے کندھے پر شاہی لبادہ ڈالے ہوئے تھا میں نے جواب دیا اور کنکھیوں سے شہزادوں کی طرف دیکھا۔

ڈنگان نے اپنے بھائی کی طرف خشمناک نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اسکے ابرو پر بل پڑ گئے تھے اسکے برخلاف اوم لاہانگانہ کا چہرہ مسرت سے صبح کے سورج کی طرح چمک رہا تھا۔

شاکا نے اپنے خواب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک کے ہاتھ میں شاہی بھالا ہے میں نے کہا۔

ایک کے ہاتھ میں کس کے ہاتھ میں اوم لاہانگانہ نے پوچھا۔

شہزادہ ڈنگان کے ہاتھ میں اور اس بھالے سے خون ٹپک رہا ہے۔

اب اوم لاہانگانہ کا منہ لٹک گیا اب اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور اب ڈنگان کا چہرہ چمکنے لگا۔

شاکا نے یہ بھی دیکھا کہ میں تمہارا وفادار خادم آگے آیا اور میں نے شاہی سلام کیا۔

کس کو شاہی سلام کیا تم نے۔ دونوں شہزادوں نے ایک زبان ہو کر پوچھا۔

اے صبح صادق کے جڑواں ستارو! میں نے دونوں کو سلام کیا اے زولو قوم کے شہزادو شاکا کے خواب میں میں نے تم دونوں کو شاہی سلام کیا۔

شہزادوں نے کھا جانے والی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا ہر چند کہ شاکا خوف اور وقت کا تقاضا دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آیا تھا تاہم وہ دل ہی دل میں آپس میں سخت نفرت کرتے تھے۔

لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ تمہاری موت نزدیک ہے بلکہ تم دونوں تقریباً مر گئے ہو تمہیں یہ بات بتانے سے کیا فائدہ۔ میں نے کہا' شاکا ہر رات خواب دیکھتا ہے اور ہر برے خواب کا حل اس کے پاس موجود ہے اب دونوں شہزادوں کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ان کی موت نزدیک ہے۔

سنو شاکا ہم تینوں کو قتل کرانے کا فیصلہ کر چکا ہے میں نے پھر کہا۔

دریا کے اس پار والے کرال میں وہ دستہ موجود ہے جو جلاد کہلاتا ہے۔ شاکا نے اس دستے کو طلب کیا ہے پھر؟ پھر الوداع اب اگر تم اپنے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہونا چاہتے ہو تو کوئی وصیت کرنا چاہتے ہو تو کر لو تمہارے بعد چند دنوں تک ممکن ہے کہ مجھے زندہ رکھا جائے اس لئے تمہاری وصیت میں تمہارے عزیزوں تک پہنچا دوں گا۔

کیا یہ نہیں ہو سکتا ہم اسی وقت شاکا کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اسکا خاتمہ کر دیں۔ ڈنگان نے پوچھا۔

یہ ممکن نہیں۔ میں نے جواب دیا چند سپاہی ہر وقت بادشاہ کے قریب موجود رہتے ہیں۔

تو پھر کوئی اور تجویز نہیں ہے تمہارے ذہن میں اوم ہالانگانہ نے کراہ کر پوچھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بچانے کی ایک نہ ایک تجویز تم نے سوچ لی ہے۔

.اور اگر میرے ذہن میں کوئی تجویز ہو اور وہ میں تمہیں بتادوں تو اے شہزادوں مجھے اس کا کیا انعام ملے گا۔ انعام بھاری ہونا چاہئے کیونکہ زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ اور معمولی انعامات کے لئے اپنے دماغ پر زور ڈالنا نہیں چاہتا۔

چنانچہ اب دونوں شہزادے بڑے بڑے وعدہ کرنے لگے میں سنتا اور ہر وعدے پر یہی کہتا رہا کہ یہ ناکافی ہے یہاں تک کہ دونوں شہزادوں نے اپنے سروں اور اپنے باپ کی ہڈیوں کی قسم کھا کر کہا کہ ان کے بعد میرا درجہ ہوگا۔ اور یہ کہ فوج کی کمان میرے ہاتھ میں دے دی جائے گی بشرطیکہ میں شاکا کے قتل کی ترکیب بتادوں اور خود انہیں بادشاہ بنا دوں۔ چنانچہ جب وہ قسمیں کھا چکے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں جیسا کہوں گا وہ ویسا ہی کریں گے تو میں نے ایک ایک لفظ کو تولتے ہوئے کہا۔

سنو شہزادو دریا کے اس پار والے کرال میں ایک نہیں بلکہ دو دستے موجود ہیں ایک دستہ کا نام جلاد ہے اور اس دستے کا ہر سپاہی شاکا کو پسند کرتا ہے کیونکہ شاکا نے اس دستے کے ہر سپاہی کو خوب انعام و اکرام سے نوازا ہے مویشی بھی دیئے ہیں بیویاں بھی دیں ہیں دوسرے دستے کا نام بھیڑ ہے اس دستے کے سپاہی بھوکے اور حریص ہیں بیوی اور مویشی کے خواہشمند اسکے علاوہ اس دستے کے افسر اعلیٰ شہزادہ اوم ہالانگانہ ہیں اور بھیڑ کے سپاہی شہزادے کو پسند کرتے ہیں اب یہ ہے میری تجویز کہ بھیڑ کو شہزادہ اوم لاہانگانہ کے نام سے طلب کیا جائے نہ کہ جلاد کو شاکا کے نام سے۔ آگے جھک جاؤ اے شہزادے کہ میں تمہارے کانوں میں اپنی ہوشیاری اور عقلمندی کا سحر پھونک دوں یہ ایسے الفاظ ہیں جن کو اونچی آواز میں کہنا مناسب نہیں کیونکہ نرسلوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

چنانچہ دونوں شہزادے میری طرف جھک گئے اور میں نے شاکا کی موت کے متعلق ان سے سرگوشی کی دونوں شہزادوں نے اپنے سر ہلائے پھر میں اٹھا اور جس خاموشی سے میں جھونپڑی میں آیا تھا اسی خاموشی سے نکل گیا اسی وقت میں نے چند معتبر پیامبروں کو بیدار کیا اور انہیں رات کے اندھیرے میں دریا کے اس پار بڑے کرال کی طرف دوڑا دیا۔

شاکا کا انجام

دوسرے دن دوپہر ہونے سے دو گھنٹے پہلے شاکا اپنی جھونپڑی سے باہر آیا اور اس چھوٹے کرال کی طرف چلا جو اس کی جھونپڑی سے کوئی پچاس قدم دور تھا۔ اس کرال کے چاروں طرف گھاس پھوس کی باڑھ بندھی ہوئی تھی۔ یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ خدمت میرے سپرد تھی کہ میں روزانہ اس جگہ کا انتخاب کروں جہاں شاکا بیٹھ کر امراء سے مشورے اور مجرموں کے لئے سزا تجویز کرے۔ چنانچہ اس دن یہ کرال میں نے ہی منتخب کیا تھا۔ جب شاکا اپنی جھونپڑی سے نکل کر اس کرال کی طرف چلا ہے تو میں اس کے ساتھ تھا۔

"موپو! سب تیاریاں ہو چکی ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہو چکی ہیں شاہ عظیم۔" میں نے جواب دیا۔ "جلاد دستہ کوئی دم میں آیا ہی چاہتا ہے۔"

"شہزادے کہاں ہیں۔"

"اپنی اپنی بیویوں کے پاس۔ وہ شراب پی کر اپنی بیویوں کے پاس سو رہے ہیں۔" شاکا مسکرایا۔

"آخری دفعہ موپو' آخری دفعہ

"جی ہاں شاہ عظیم آخری دفعہ۔"

شاکا کرال میں پہنچا اور باڑھ کے سائے میں بچھی ہوئی بیل کی کھال پر بیٹھ گیا فوراً ہی ایک لڑکی شراب کی تونبی لئے ہوئے آئی اور شاکا کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہاں بوڑھا افسر انگازونگا بھی موجود تھا یہ مادر مہربان اونانڈی کا بھائی تھا' اور افسر اوم ڈامامابھی موجود تھا جسے شاکا بہت پسند کرتا تھا۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ وہ لوگ آ گئے جنہیں کانگ کے پر لانے کے لئے شاکا نے کوئی ایک مہینے پہلے ڈاگوزا کرال سے روانہ کیا تھا۔ ان لوگوں کے واپس آنے میں ضرورت سے زیادہ وقت لگ گیا تھا۔ چنانچہ شاکا ان سے بہت زیادہ خفا تھا

اس گروہ کا افسر ایک بوڑھا شخص تھا جو شاکا کے ساتھ کئی جنگوں میں شریک ہوا تھا۔ لیکن اب کسی کام کا نہ رہا تھا کیونکہ ایک جنگ میں اس کا ہاتھ کٹ گیا تھا یہ شخص دیوہیکل اور بہت بہادر تھا۔

شاکا نے اس بوڑھے افسر سے پوچھا کہ اسے واپس آنے میں اتنی دیر کیوں ہوئی۔ افسر نے جواب دیا کہ اسے ملک کے جس حصے کی طرف بھیجا گیا تھا پرندے اس طرف سے کوچ کر کے کسی اور طرف چلے گئے تھے' اور جب تک وہ واپس نہ آجاتے اسے وہیں انتظار کرنا تھا۔

"نمک حرام غلام! اگر کلنگ کسی دوسری پرواز کر گئے تھے تو تجھے ان کے پیچھے جانا چاہئے تھا۔ بیوقوف اور سست آدمی اگر پرندے دوسری دنیا میں چلے گئے تھے تو تجھے بھی اسی دنیا میں پہنچ جانا تھا۔" اور شاکا گرجا۔ "لے جاؤ اسے اور اس کے ساتھیوں کو۔"
شاکا کا یہ حکم سن کر چند آدمی گڑگڑانے اور رحم کی درخواست کرنے لگے لیکن بوڑھے افسر نے بادشاہ کو سلام کر کے کہا کہ مرنے سے پہلے وہ ایک درخواست کرنا چاہتا ہے۔
"کہو جو کچھ کہنا ہے۔" شاکا نے کہا۔
مائی باپ' جب ہم جوان تھے یعنی' میں اور آپ تو میں بہت سی جنگوں میں آپ کے ساتھ شریک ہوا اور آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے ہیں۔ وہ وار جس سے میرا دایاں ہاتھ کٹ گیا ہے؟ شاہ عظیم پر کیا گیا تھا اور وہ وار میں نے اپنے ہاتھ پر لے کر شاہ عظیم کی جان بچائی تھی لیکن یہ میں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ شاہ عظیم کی مرضی سے میں زندہ ہوں اور شاہ عظیم کی مرضی سے مجھے مرنا ہے۔ شاہ عظیم سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے جسم پر سے لبادہ ہٹادیں کہ میری آنکھیں اسے پوری طرح دیکھ سکیں جسے میں نے ہمیشہ چاہا ہے۔
"بہت چاپلوسی کی باتیں کرتے ہو" شاکا نے کہا۔ "اچھا اور کیا چاہتے ہو؟" "دوسری درخواست یہ کہ مجھے اپنے بیٹے سے آخری دفعہ ملنے کی اجازت دی جائے۔"
"لو تمہاری پہلی درخواست قبول کی گئی۔" شاکا نے لبادہ ہٹا کر اپنے جسم کے اوپری

جسے کو عریاں کرتے ہوئے کہا۔ "رہی تمہاری دوسری درخواست سو وہ بھی قبول کی جائے گی کیونکہ ہم رحم دل ہیں' اور نہیں چاہتے کہ باپ کو بیٹے سے جدا کریں۔ اس کے بیٹے کو ہمارے حضور پیش کیا جائے میری وفادار!

پہلے تم اپنے بیٹے کو الوداع کہو گے اور پھر اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کردو گے اس کے بعد تمہیں بھی اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

"بوڑھا کانپ گیا۔" تاہم اس نے بڑے سکون سے کہا۔

"شاہ عظیم کی خوشی میری خوشی ہے۔ میرے بیٹے کو لایا جائے۔" میں نے شاکا کی طرف دیکھا تو نظر آیا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور مجھے احساس ہوا کہ شاکا اپنے بوڑھے افسر کو آزما رہا تھا۔

"اس افسر کو چھوڑ دو۔" شاکا نے کہا۔ "اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کو بھی۔" چنانچہ وہ لوگ شاکا کی تعریف کرتے خوش خوش وہاں سے چلے گئے۔

اس واقعہ کا میری کہانی سے کوئی تعلق نہیں لیکن یہ واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ اس دن شاکا نے اپنی عمر میں پہلی دفعہ کسی پر رحم کیا تھا۔

جب بوڑھا افسر اور اس کے ساتھی کرال سے باہر چلے گئے تو ایک پیامبر نے آکر شاکا کو اطلاع دی کہ ایک شخص بازیابی کی اجازت چاہتا ہے۔ اسے اجازت دی گئی ایک شخص سجدے کرتا اور رینگتا کرال میں داخل ہوا۔ یہ ماسیلو تھا جس کے ذریعہ شاکا نے خونریز کو پیغام بھجوایا تھا جس کا ذکر میں کرچکا ہوں۔ بے شک یہ ماسیلو تھا لیکن بدلا ہوا .... اب وہ پہلے کی طرح موٹا نہ رہا تھا اور پھر اس کی پیٹھ پر سلاخوں کی مار کے نشانات بھی تھے .... "کون ہو تم؟" شاکا نے پوچھا۔

"شاہ عظیم۔ میں وہی ماسیلو ہوں جسے آپ نے اپنے ایک پیغام کے ساتھ کلھاڑے والوں کے سردار خونریز کی طرف روانہ کیا تھا۔ شاہ عظیم! میں واپس آگیا ہوں حالانکہ میرا حال پتلا ہو رہا ہے۔"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" شاکا نے کہا۔ "پہلے تم موٹے ماسیلو تھے اور اب دبلے

ماسیلو ہو۔ اچھا اب بتاؤ کہ کیا خونریز اپنے قبیلے کے ساتھ یہاں آرہا ہے۔ کہ وہ کلہاڑا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا ہے ہمارے حضور پیش کردے؟"

وہ نہیں آرہا ہے شاہ عظیم۔ اس نے مجھے دھکے دے کراور میرا مذاق اڑا کر کرال سے باہر نکال دیا۔ اس کے علاوہ جب میں وہاں پہنچا تو زنیتا کے خادموں نے مجھے گرفتار کرلیا۔ یہ عورت میری منگیتر تھی۔ لیکن اب وہ خونریز کی بیوی ہے۔ اس ظالم عورت کے حکم سے مجھے زمین پر اوندھے منہ لٹا دیا گیا اور پھر اس کے خادموں نے سلاخوں سے میری پیٹھ پر ضربیں لگائیں اور زنیتا قریب کھڑی ضربیں شمار کرتی رہی۔"

"خود تمہاری داستان سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔" شاکا نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ اس پلے نے کیا جواب دیا جس کا نام "خونریز" ہے۔"

"یہ ہیں اس کے الفاظ .... خونریز کی طرف سے جو پہاڑ پر بیٹھی چڑیل کے سائے میں حکومت کرتا ہے اس خونریز کو جو ڈاگوزا کرال میں بیٹھا ہوا ہے۔

میں تجھے نہ خراج دے رہا ہوں اور نہ دوں گا اگر تو وہ کلہاڑا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا ہے حاصل کرنا چاہتا ہے تو لڑکیوں کی طرح اپنے کرال میں بیٹھنے کے بجائے اٹھ اور آسیبی پہاڑ پر آ اور پھر دست بدست جنگ کرکے مجھ سے یہ کلہاڑا جیت لے۔ جب تو یہاں آئے گا تو ایک ایسے شخص کو دیکھے گا۔ جس سے تو اچھی طرح واقف ہے' اور یہ وہ شخص ہے جو تجھ سے موپو نامی ایک شخص کا انتقام لینا چاہتا ہے۔

جب ماسیلو بادشاہ کو خونریز کا پیغام سنا رہا تھا تو میں نے دو باتیں دیکھیں ایک یہ کہ خشک ٹہنی کا ایک ٹکڑا باڑھ میں باہر سے اندر کی طرف دھکیلا گیا اور دوسری یہ کہ وہ دستہ جس کا نام "بھڑ" تھا کرال کے سامنے والی ڈھلان اتر رہا تھا۔ اوم ہالانگانہ کے نام سے میں نے جو پیغام بھیجا تھا اس پر لبیک کہہ کر پورا دستہ آگیا تھا۔ خشک ٹہنی جو باڑھ میں دھکیلی گئی تھی دراصل اشارہ تھا اس بات کا کہ دونوں شہزادے باہر موجود ہیں اور اشارے کے منتظر... اور دستے کی آمد علامت تھی۔ اس بات کی کہ اب وقت آگیا ہے۔

جب ماسیلو خونریز کا پیغام سنا چکا تو شاکا غصہ سے بے تاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اس کی

آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور اس کے منہ سے کف جاری تھا۔ کیونکہ آج تک بھی کسی سردار نے ایسا گستاخانہ اور سرکشانہ پیغام نہ بھیجا تھا اور اگر بھیجا بھی تھا تو پیامبر نے ایسے الفاظ شاکا کے سامنے دہرانے کی جرائت نہ ہوئی تھی۔ لیکن ماسیلو چونکہ شاکا کے مزاج سے واقف نہ تھا اس لئے اس نے خونریز کا پیغام لفظ بہ لفظ دہرا دیا تھا۔

چند لمحوں تک شاکا کے منہ سے مارے غصہ کے کوئی لفظ نہ نکل سکا وہ مارے غصہ کے بت بنا اپنا بھالا ہلاتا رہا پھر گرجا۔

کتا! حرامی پلا! اس کی یہ جرات! نطفہ حرام نے گویا ہمارے منہ پر تھوک دیا ہے۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ اس خونریز کو گرفتار کر کے اس کا ایک ایک عضو الگ کر دیا جائے اور پھر اس ٹانگیں اور بازو ٹوٹی ہوئی مکھی کی طرح تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے' اور تو .... موٹے بے وقوف تجھے یہ گستاخانہ پیغام ہمارے حضور دہرانے کی جرا کیونکر ہوئی؟ نہیں جانتا کہ ہمارے کان ایسے الفاظ سننے کے عادی نہیں؟ .... اور موپو .... تیرا نام بھی خونریز کے اس پیغام میں موجود ہے خیر تجھ سے میں بعد میں نپٹ لوں گا۔ اوم ژامامابا! میرے وفادار اس موٹے ماسیلو کی کھوپڑی اپنے ڈنڈے سے پاش پاش کرو۔

چنانچہ بوڑھا افسر اوم ژامامابادشاہ کا حکم بجالانے کے لئے اٹھا لیکن عمر نے اسے کمزور اور ناتواں کر دیا تھا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ بجائے اس کے کہ اوم ژامامابا ماسیلو کو قتل کرتا موخرالذکر نے جو خوف سے پاگل ہو رہا تھا اوم ژامامابا کو قتل کر دیا۔ چنانچہ اب مادر مہربان اونانڈی کا بھائی انگارونکا ماسیلو پر ٹوٹ پڑا' اور آخر کار اس کا کام تمام کر دیا لیکن اس کشمکش میں خود انگارونکا بری طرح زخمی ہو گیا۔ اب میں نے شاکا کی طرف دیکھا جو خاموش کھڑا شاہی بھالا ہلا رہا تھا۔ یہی وقت تھا چنانچہ میں نے چیخ کر کہا۔

"دوڑو رے دوڑو۔ کوئی شاہ عظیم کا قتل کئے دے رہا ہے۔"

جیسے ہی یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے کہ کرال کی باڑھ میں ایک دم سے شگاف ہو گیا اور اس شگاف میں سے ڈنگان اور اوم لاہانگانہ کرال میں گھس آئے اس وقت میں نے اپنے جلے ہوئے خشک ہاتھ سے شاکا کی طرف اشارہ کر کے کہا:۔

"دیکھو! یہ تمہارا بادشاہ ہے۔"

اور اب دونوں شہزادوں نے اپنے اپنے لبادے کے نیچے سے ایک ایک چھوٹا بھالا برآمد کیا اور چشم زدن میں دونوں بھائی اپنا اپنا بھالا شاکا کے جسم میں تیر چکے تھے اوم لاہانگانہ نے شاکا کے دائیں اور ڈنگان نے بائیں طرف سے حملہ کیا تھا۔ شاکا کے ہاتھ سے شاہی بھالا چھوٹ گیا اور اس نے گھوم کر اپنے بھائیوں کی طرف دیکھا' اور ایسا رعب تھا اس کے دیکھنے کے انداز میں اور ایسی تیز اور پر تمکنت تھی اس کی نظر کہ دونوں بھائی اس کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اب وہ ایک طرف کھڑے خوف سے کانپ رہے تھے۔

شاکا نے خشمناک اور ساتھ ہی پر ملامت نظروں سے دو دفعہ اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر اس نے کہا:۔

"ہیں! میرے ہی بھائی! میرے ہی ٹکڑوں پر پلے ہوئے' میری جھونپڑی کے کتے مجھ پر حملہ کر رہے ہیں؟ کیا تم مجھے اس لئے قتل کر رہے ہو کہ میری بعد اس وسیع و عریض ملک پر حکومت کر سکو؟ لیکن ایسا نہ ہوگا سن لو تمہاری حکومت دیرپا نہ ہوگی۔ میں بھاگتے ہوئے پردوں کی آواز سن رہا ہوں یہ سفید فاموں کے پیروں کی آواز ہے اے میرے باپ کے بیٹو! اجنبی قوم کے یہ اجنبی لوگ تمہیں کچل کر رکھ دیں گے سفید فام ملک پر حکومت کریں گے۔ جو میں نے فتح کیا ہے اور تم اور تمہاری اولاد اور تمہارا قبیلہ ان سفید فام اجنبیوں کا غلام ہوگا۔"

چنانچہ کہا شاکا نے اور اس وقت کہا جب کہ خون اس کے بدن کے زخموں سے ٹپک ٹپک کر زمین میں جذب ہو رہا تھا اور یوں کہہ کر اس نے ایک بار پھر اپنے بھائیوں کی طرف یکھا۔ بالکل اس طرح جس طرح کہ شیر ان غزالوں کی طرف دیکھتا ہے جنہوں نے اسے نیند سے بیدار کر دیا ہو۔

"مستقبل کے بادشاہو' خاتمہ کر دو۔" میں نے کہا۔

لیکن نہ ڈنگان آگے بڑا اور نہ اوم لاہانگانہ شاکا کے رعب سے ان کے جسموں میں لرزہ پڑ گیا تھا' اور ان کے دل پانی ہو گئے تھے۔ چنانچہ اب میں اٹھا اور میں نے دوڑ کر وہ

شاہی بھالا اٹھالیا جو شاکا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ میرے آقا بھولے نہ ہوں گے کہ اسی بھالے سے شاکا نے اپنی ماں اوناندی کو قتل کیا تھا۔ میں نے بھالا بلند کیا۔

"موپو! تم؟ تم کیوں قتل کر رہے ہو مجھے؟" شاکا نے حیرت سے کہا۔ "انتقام! بادشاہ کا انتقام.... میں اپنی بہن بالکا اور اپنے پورے خاندان کا انتقام لے رہا ہوں۔"

میں نے بالکا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا انتقام لوں گا مرجا' شاکا مرجا۔" اور میں نے ایک نعرے کے ساتھ شاہی بھالا شاکا کے پیٹ میں اتار دیا۔"

شاکا نے دونوں ہاتھوں سے اپنی باہر کو نکلی ہوئی آنتیں تھامیں اور تیورا کر بیل کی اس کھال پر گرا جس پر تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھا ہوا تھا۔

"موپو! نمک حرام۔ تجھ سے یہ امید نہ تھی اچھا بدلہ دیا ہے تو نے میرے احسانوں کا کاش کہ میں نے نوبیلا کی بات پر دھیان دیا ہوتا اس نے تیرے خلاف مجھے خبردار کیا تھا۔

اور یہ آخری الفاظ تھے جو عظیم شاکا کے منہ سے نکلے اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

اب میں اس کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا اور اس کے کان میں ان لوگوں کے نام کہنے لگا جو شاکا کے حکم سے مارے گئے تھے۔ میں نے اپنے باپ ماکداما کا نام لیا' اپنی بیوی آنادی کا نام لیا' اپنے بیٹے ماسائی کا نام لیا۔ اپنی دوسری بیویوں' بچوں اور اپنی بہن بالکا کا نام لیا۔ اے میرے آقا! شاکا کی زبان بند ہوگئی تھی۔ لیکن اس کی آنکھیں اور کان کھلے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ میری آواز سن رہا تھا اور اس وقت میرے بشرے سے نفرت و حقارت کے جو جذبات عیاں تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ انہیں بھی دیکھ رہا تھا آخر کار شاکا نے اپنا منہ مشرق کی طرف پھیر لیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں وہ ہولے ہولے کراہنے لگا' اور پھر جو اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بے نور تھیں۔

شاکا' شیر زولو' کالا ہاتھی اور شاہ عظیم مرچکا تھا۔

چنانچہ اے میرے آقا! عظیم شاکا' زولو لینڈ کا سب سے مشہور اور فاتح بادشاہ یوں میرے ہاتھ سے مارا گیا وہ خون میں زندہ رہا اور خون میں مرا شاکا اسی راستہ گیا جس راستے

پر وہ بہت سے بے گناہوں کو اپنے سے آگے روانہ کرچکا تھا۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ زولوؤں کا فاتح بادشاہ بزدلوں کی موت مرا لیکن یہ جھوٹ ہے اس نے نہ کسی پر رحم کیا تھا اور نہ مرتے وقت خود رحم کی درخواست کی وہ بہادر تھا اور بہادروں کی طرح مرا' وہ عظیم تھا اور عظیم کی طرح مرا یہ میں کہہ رہا ہوں آقا۔ کیونکہ میری آنکھوں نے اسے مرتے دیکھا ہے۔

شاکا۔ عظیم شاکا جس کے نام سے ایک عالم تھراتا تھا مرچکا تھا اور وہ دستہ جس کا نام "بھڑ" تھا قریب آرہا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ سپاہیوں پر شاکا کی موت کا کیا اثر ہوگا۔ ہر چند کہ اوم لاہانگانہ اس دستے کا افسر تھا۔ تاہم سپاہی شاکا کو پیار کرتے بلکہ اسے چاہتے تھے۔ کیونکہ ایسا بادشاہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اس نے قبیلہ زولو کو عروج بخشا تھا۔ کیونکہ وہ دل کھول کر انعامات اور تحائف تقسیم کرتا تھا' اور اسی لئے سپاہی اسے پسند کرتے تھے۔

میں نے چاروں طرف دیکھا۔

دونوں شہزادے بت بنے کھڑے تھے۔ لڑکی' جو شراب کی تونبی لئے کھڑی تھی بھاگ گئی تھی افسر اوم ڑاماما کو ماسیلو نے قتل کردیا تھا اور بوڑھا افسر انگازونکا جس نے ماسیلو کو قتل کیا تھا ایک طرف حیران اور زخمی کھڑا تھا۔ اس طرح وہاں اس کے دونوں شہزادوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔

ہوشیار ہوجاؤ اے بادشاہ۔" میں نے چیخ کر دونوں بھائیوں سے کہا۔ "بھیڑوں کا دستہ قریب آیا ہے جلدی کرو اس کا خاتمہ کردو۔" اور میں نے بوڑھے انگازونکا کی طرف اشارہ کیا۔ "اور دوسرے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔"

اب ڈنگان چونکا اور اس نے آگے بڑھ کر انگازونکا پر بھالے کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ موخرالذکر اف تک کئے بغیر گرا اور ٹھنڈا ہوگیا اور ایک بار پھر دونوں شہزادے حیران اور خاموش کھڑے ہوگئے۔

"مردے کوئی کہانی نہیں کہتے۔" میں نے انگازونکا کی لاش کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "بادشاہ کی موت کی خبر بجلی کی سی تیزی سے شاہی کرال میں پھیل گئی تھی۔ اس کے

وفاداروں کی چیخوں کی آوازیں سنیں اور باڑھ میں بھالوں کو چمکتے دیکھا۔ بھیڑوں کا دستہ حیران و پریشان عورتوں کے درمیان سے گزرتا باڑھ کی طرف آیا اور اس جھونپڑی کی طرف بڑھا جس کے سامنے ہم کھڑے ہوئے تھے۔

اب عمل کا وقت تھا۔ چنانچہ میں روتا اور سینہ کوبی کرتا بھیڑوں کے دستے کے استقبال کو بڑھا میرے ہاتھ میں شاکا کا وہی شاہی بھالا تھا۔ جو خود شاکا کے خون سے سرخ ہو رہا تھا بھیڑوں کا دستہ باڑھ کے دروازے میں ہی تھا کہ میں اس تک پہنچ گیا اور پھر میں نے افسروں سے کہا:۔

"آہ! بال نوچ لو اپنے! رو رو کر اپنی آنکھوں کی بینائی کو بہا دو کیونکہ ہمارا آقا اب اس دنیا میں نہیں رہا وہ جو تمہارا محافظ تھا تمہیں چھوڑ کر چلا گیا وہ جوان داتا تھا رخصت ہوا۔ زمین و آسمان آپس میں ٹکرا جائیں گے کیونکہ بادشاہ مر گیا۔"

"یہ کیسے ہوا موپو؟" دستے کے افسر اعلیٰ نے پوچھا۔

"آج! ہمارے آقا کو ماسیلو نامی ایک آوارہ گرد نے قتل کر دیا۔ جب شاکا نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تو اس شخص نے جس کا نام ماسیلو تھا۔ شاکا کے ہاتھ سے ان کا بھالا گھسیٹ لیا اور اسی بھالے سے انہیں قتل کر دیا' اور اس سے پہلے کہ میں اور دونوں شہزادے ماسیلو کو قتل کرتے اس نے اوم زوماما اور انگازونکا کو بھی قتل کر دیا۔ اسی بھالے سے آگے بڑھو اور دیکھو اسے جو تمہارا بادشاہ تھا۔ یہ دونون بادشاہوں' اوم لاہانگانہ اور ڈنگان کا حکم ہے کہ تم آخری دفعہ اپنے عظیم بادشاہ کی صورت دیکھ لو تاکہ ماسیلو کے ہاتھوں اس کے قتل کا واقعہ پورے ملک میں بیان کر دیا جائے۔

"موپو! تم ایک عمدہ بادشاہ گر ضرور ہو لیکن افسوس بادشاہ کو بچا نہیں سکتے۔ یہ واقعی عجیب بات ہے کہ تم شاہ عظیم کو ایک آوارہ گرد کے قاتلانہ حملے سے نہ بچا سکے!" دستے کے افسر اعلیٰ نے کہا اور مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔

لیکن کسی نے اس کی اس بات پر دھیان نہ دیا کیونکہ اکثر سپاہی اس لاش کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھ گئے تھے جو لرزندہ جہاں تھا۔ بقیہ سپاہی پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑ رہے

تھے اور پاگلوں کی طرح اپنا سینہ کوٹ کوٹ کر چلا رہے تھے کہ اب زمین و آسمان ٹکرا جائیں گے کیونکہ شاکا کو دھوکہ سے قتل کردیا گیا تھا۔

میرے آقا! میری زندگی کے اب چند ہی دن باقی رہ گئے ہیں' اور اس قلیل مدت میں ان تمام واقعات کو کس طرح بیان کرسکتا ہوں جو شاکا کی موت کے بعد وقوع پذیر ہوئے؟ اگر میں وہ تمام واقعات بیان کردوں تو وہ سفید فاموں کی کئی ضخیم کتابوں میں سما جائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ تر واقعات سفید فام اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں اس لئے اے میرے آقا میں اختصار سے کام لوں گا میں نے اب تک اپنے چند ہی واقعات بیان کئے ہیں جو شاکا کے دور حکومت میں ہوئے تھے کیونکہ میری کہانی شاکا کے دور حکومت کی تاریخ نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کی' ان چند لوگوں کی داستان ہے جو شاکا کے دور حکومت میں زندہ تھے اور جن میں سے اب صرف دو شخص زندہ ہیں ایک تو میں (موپو) اور دوسرا اسلوپوگاس (خونریز) بشریکہ شاکا کا بیٹا اسلوپوگاس اب بھی زندہ ہو۔ چنانچہ شاکا کی موت کے بعد اور اس وقت تک کے درمیانی عرصے میں جب ڈنگان نے مجھے خونریز کے پاس بھیجا تو کیا ہوا اس کا ذکر میں مختصر لفظوں میں کروں گا۔

آہ! کاش کہ اس وقت میں جانتا ہوتا کہ خونریز اسلوپوگاس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اگر میں یہ جانتا ہوتا تو ڈنگان بھی اسی راستے جاتا جس راستے شاکا گیا تھا اور پھر جس راستے پر اوم لاہانگانہ بھیجا گیا تھا۔ پھر اے میرے آقا اسلوپوگاس زولوؤں کا بادشاہ ہوتا اور اس کہانی کا وہ انجام نہ ہوتا جو ہوا۔ لیکن افسوس میرے علم اور میری عقل نے کام نہ کیا۔ میں نے اپنے دل کی اس آواز کی طرف کوئی دھیان نہ دیا جو کہہ رہی تھی کہ کلہاڑے والوں کا سردار خونریز جس نے شاکا کو ایسا گستاخانہ پیغام بھیجا ہے۔ اسلوپوگاس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن افسوس! اس وقت میری عقل پر پردے پڑ گئے تھے اور جب مجھے معلوم ہوا کہ خونریز کون ہے تو وقت نکل چکا تھا جب ماسیلو نے کہا تھا کہ خونریز موپو کا انتقام لینا چاہتا ہے تو اس وقت میں نے سوچا تھا کہ یہ کوئی دوسرا موپو ہوگا۔

خیر تو اے میرے آقا! شاکا کی موت کے بعد ملک میں کوئی گڑبڑ نہ ہوئی اور تمام

معاملات ٹھیک ٹھاک ہوگئے ابتدا میں تو لوگ کہتے رہے کہ ماسیلو نے بادشاہ کو قتل کردیا۔ لیکن بعد میں سب کو معلوم ہوگیا کہ موپو نے بادشاہ کے معتمد نے اور آسمان سے پانی برسانے والے عظیم ساحر نے بادشاہ کو قتل کیا ہے اور یہ کہ دونوں شہزادوں نے بھی بادشاہ پر وار کیا تھا۔ بہرحال شاکا مرچکا تھا اور زمین و آسمان نہ ٹکرائے تھے اس لئے وہ کسی کے بھی ہاتھوں قتل ہوا ہو اس سے کیا فرق پڑنے والا تھا؟ اس کے علاوہ دونوں نئے بادشاہوں نے لوگوں سے نیک اور رحم دلانہ سلوک کرنے کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ شاکا کے وزنی جوئے کو ہلکا کردیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جو شاکا کے مظالم سے ہراساں ہو رہے تھے۔ فوراً اپنی خوشی کا اظہار کردیا' اور پھر یوں ہوا کہ دونوں شہزادوں کا ملک میں کوئی دشمن نہ رہا البتہ وہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ایک تیسرا شخص ان کا دشمن تھا۔ دونوں کا دشمن تھا اور یہ تیسرا شخص اوناندی کا بیٹا اور شاکا کا سوتیلا بھائی تھا۔ جس کا نام انگان وادا تھا۔ اب میں شاہی طبیب اور ساحر نہ رہا تھا بلکہ دونوں بادشاہوں نے مجھے پوری فوج کا سپہ سالار بنایا تھا۔ چنانچہ میں بھیڑوں کا دستہ اور وہ دستہ لے کر جس کا نام "جلاد" تھا انگا وادا کی سرکوبی کو نکلا انگا وادا نے نہایت بہادری سے ہمارا مقابلہ کیا' اور ہمارے آٹھ آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد میرے ہاتھ سے مارا گیا پھر میں نے اس کا کرال اجاڑ دیا۔ اس کے خاندان کے ایک بچے کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد میں دونوں دوستوں کے ساتھ فتح و نصرت کے جھنڈے اڑاتا واپس آیا۔ اے میرے آقا! اس جنگ میں ہمارے بہت سے سپاہی مارے گئے تھے۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ آپس میں زیادہ سے زیادہ جھگڑنے لگے اور میں دونوں بادشاہوں کے متعلق اندازہ لگانے لگا کہ ان میں سے کون مجھے عزیز رکھے گا اور میرے اشاروں پر چلے گا۔ آخر میں مجھے معلوم ہوا کہ دونوں بادشاہ مجھ سے ڈرتے تھے۔ اگر ادم ہلاہانگانہ کا زور بڑھا اور اس کا قابو چل گیا تو وہ یقیناً مجھے قتل کردے گا۔ اس کے برخلاف ڈنگان کے دل میں ایسے کسی ارادے نے کم سے کم اب تک جنم نہ لیا تھا۔ چنانچہ میں ادم لاہانگانہ کا اعتبار حاصل کرنے لگا اپنی باتوں سے میں نے اس کا خوف دور کردیا وہ میری

طرف سے مطمئن ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ میں ڈنگان کی حکومت سے خوش نہیں ہوں۔ چنانچہ اب وہ بے فکر ہو کر اپنی جھونپڑی میں سوتا تھا' اور پھر ایک دن میرے حکم سے اس کی جھونپڑی کا محاصرہ کر لیا گیا اور اوم لاہانگانہ بھی اپنے بھائی شاکا کے راستے چلا گیا' اور اب ڈنگان بلا شرکت غیر پورے ملک کا مالک تھا۔

اوم لاہانگانہ کی موت کے بعد چودھویں دن وہ فوج نہایت خستہ حال واپس آئی۔ جسے شاکا نے لم پوپو کی طرف روانہ کیا تھا۔ نصف سے زیادہ فوج یا تو وادیوں میں پھنس کر ختم ہو گئی تھی یا دشمن نے اس کا صفایا کر دیا تھا اور جو سپاہی واپس آئے تھے وہ بھوک اور تھکن سے نیم جاں ہو رہے تھے اور واپس آنے والے سپاہیوں کی خوش قسمتی تھی کہ شاکا اب اس دنیا میں نہ تھا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو واپس آنے والے سپاہیوں کو بلا توقف قتل کروا دیتا' اور یہ پہلا موقع تھا کہ زولو فوج خالی ہاتھ اور تقریباً شکست خوردہ واپس آئی تھی۔ ڈنگان نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ سرزنش کی بلکہ ان کی ہمت اور بہادری کی تعریف کی چنانچہ ان سپاہیوں نے اس نئے بادشاہ کو بخوشی اپنا آقا اور ان داتا تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس وقت سے اس وقت تک' جب ڈنگان کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ وہ اطمینان اور بے فکری سے حکومت کرتا رہا۔

ڈنگان کی رگوں میں بھی وہی خوف گردش کر رہا تھا۔ جو شاکا کی رگوں میں کر رہا تھا۔ وہ بھی شاکا کی طرح قوی الجثہ اور سنگدل تھا۔ لیکن اس میں شاکا کی سی قابلیت' ہوشیاری اور مستقل مزاجی نہ تھی۔ اس کے علاوہ ڈنگان عیار' جھوٹا اور دھوکہ باز تھا۔ جو شاکا نہ تھا پھر وہ عورتوں کا رسیا تھا اور اپنا زیادہ تر وقت ان کی صحبت میں گزارتا تھا۔ اس لئے ملکی معاملات کی طرف وہ بہت کم دھیان دیتا تھا اس کے باوجود وہ ایک عرصے تک نہایت کامیابی سے حکومت کرتا رہا۔ یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈنگان نے اپنے سوتیلے بھائی پانڈا کو قتل کر دیا تاکہ تخت کا کوئی حصے دار نہ رہے۔ پانڈا رحم دل اور صلح پسند شخص تھا اور لوگ اسے نیم پاگل سمجھتے تھے۔ میں خود پانڈا کو پسند کرتا تھا۔ چنانچہ پانڈا کے قتل کے متعلق جب ڈنگان نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تو میں نے اور سپہ سالار اور ماپیتا نے اس

کی سخت مخالفت کی۔ ڈنگان سے کہا کہ اس شہزادے سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ وہ بے وقوف اور نیم پاگل ہے۔ کافی حیل و حجت کے بعد ڈنگان پانڈا کے قتل سے باز رہا اور اس نے کہا "تم کہتے ہو تو میں اس کتے کی جان بخشی کرتا ہوں۔ لیکن دیکھ لینا آخر میں یہی کتا مجھے کاٹ لے گا۔"

چنانچہ پانڈا کو شاہی مویشیوں کا نگراں بنادیا گیا۔ لیکن ڈنگان کی یہ پیشنگوئی صحیح ثابت ہوئی کیونکہ وہ پانڈا ہی تھا جس نے ڈنگان کو اس کے تخت پر سے گھسیٹ لیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پانڈا وہ کتا تھا جس نے ڈنگان کو کاٹا تھا۔ لیکن وہ میں تھا جس نے اس کتے کو شکار پر چھوڑا تھا۔

موپو خونریز کی تلاش میں

اب ڈنگان نے ڈاگوزا کرال خالی کر دیا' اور ماہلا باتائین کے قریب ایک نیا کرال بنایا۔ جس کا نام "اوم گوگونڈ ھولو" یعنی "ہاتھی کی چنگھاڑ" رکھا۔ پھر اس نے اعلان کر دیا کہ ملک کے طول و عرض میں سے جوان اور حسین لڑکیاں پکڑ کر لائی جائیں' تاکہ وہ اپنے حرم میں انہیں داخل کر لے۔ چنانچہ بہت سی لڑکیاں لائی گئیں اس کے باوجود ڈنگان کی ہوس نہ مٹی اور وہ زیادہ سے زیادہ لڑکیاں طلب کرتا رہا۔ انہی دنوں ڈنگان نے سنا کہ ہالا قازی قبیلے اور سوازی لینڈ میں ایک ایسی حسین لڑکی موجود ہے۔ کہ ایسی لڑکی پہلے کبھی افریقہ میں پیدا نہ ہوئی تھی' اور یہ کہ اس کا رنگ ایسا کھلتا ہوا ہے۔ کہ کبھی کسی زولو لڑکی کا نہ رہا ہوگا۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس کا نام "سوسن" مشہور ہے۔ اس لڑکی کے حسن کی تعریف سن کر ڈنگان اس پر نادیدہ ہی عاشق ہوگیا اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے بے تاب رہنے لگا۔ آخر کار اس نے ہالا قازی سردار کی خدمت میں ایک وفد بھیجا' اور سردار کو یہ پیغام دیا کہ کہ وہ سوسن کو ڈنگان کے لئے بھیج دے ایک ماہ کے بعد یہ وفد واپس آیا' اور وفد کے اراکین نے بتایا کہ ہالا قازی سردار نے ان کے ساتھ نہایت سخت سلوک کیا اور ذلیل کرکے انہیں نکال دیا۔

ہالا قازی سردار نے ڈنگان کے پیغام کا جو جواب دیا تھا۔ وہ یوں تھا۔

"وہ لڑکی جس کا نام سوسن ہے دنیا کا ایک عجیب عجوبہ ہے' اور یہ افریہ کی حسین لڑکی ہے اب تک وہ جوان پیدا نہ ہوا جسے سوسن اپنے لئے منتخب کیا ہو۔ ہمارے قبیلے کا بچہ بچہ سوسن سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے اس کی شادی جبراً اسکی مرضی کے خلاف نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارا قبیلہ ڈنگان سے بھی نفرت کرتا ہے۔ جتنی کہ شاکا سے کرتا تھا۔ چنانچہ ہم تمہارے منہ پر اور ہمارا قبیلہ تمہارے قبیلے کے نام پر تھوکتا ہے۔ ہمیں مرجانا منظور ہے لیکن یہ گوارا نہیں کہ ہمارے قبیلے کی ذلیل سے ذلیل لڑکی بھی کسی زولو کتے کی بیوی بنے۔"

اس کے بعد ہالا قازی سردار نے سوسن کو وفد کے سامنے طلب کیا اور وفد کے اراکین نے دیکھا کہ وہ واقعی حیرت انگیز حد تک حسین تھی انہوں نے ڈنگان کو بتایا کہ اس کا قد نرسل کی طرح ہے' اور اس کے جسم میں دلدل میں اگی ہوئی گاس کی سی لچک ہے۔ اس کے بال گھنگھریالے اور لانبے ہیں۔ جو کہ اس کے کندھوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ اس کی آنکھیں بڑی اور بھوری ہیں اور رنگت خالص دودھ کی بالائی جیسی ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں تالاب میں ہوا کے جھونکوں سے اٹھتی ہوئی لہروں کی طرح ہے۔ اس کے ہونٹ حساس اور نرم ہیں' اور جب وہ بولتی ہے تو سننے والوں پر وجد کا عالم طاری ہوجاتا ہے۔ وفد کے اراکین نے کہا کہ سوسن ان سردار سے کچھ کہنا یا شاید کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن ہالا قازی سردار نے اسے وہاں سے فوراً ہٹا دیا۔

جب ڈنگان نے ہالا قازی سردار کا پیغام سنا تو وہ جال میں پھنسے ہوئے شیر کی طرح غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اس پر سوسن کے حسن کی تعریف نے گویا جلتے ہوئے تیل پر ایک تیل کی بوند کو ٹپکادیا۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے اور بھی بے قرار ہوگیا وہ دنیا کی ہر چیز سے دستبردار ہوسکتا تھا۔ لیکن سوسن سے نہیں یہ خیال اسے اندر ہی اندر کھائے جارہا تھا۔ کہ اسے دنیا کی ہر چیز میسر تھی۔ سوائے اس لڑکی کے جب اس کی بے قراری حد سے تجاوز کر گئی۔ تو اس نے ہالا قازیوں پر فوج کشی کرکے انہیں نیست و نابود کرنے اور سوسن کو جبراً حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن میں نے بہ حیثیت سپہ سالار کے ڈنگان کے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور کہا کہ ہالا قازی کا قبیلہ بڑا اور طاقت ور ہے۔ اس کے علاوہ میں نے کہا۔ اگر ہم نے ان سے جنگ چھیڑ دی تو سوازیوں سے بھی جنگ چھڑ جائے گی۔ کیونکہ یہ قبیلہ ہالا قازیوں کا حلیف تھا۔ اس کے علاوہ ہالا قازی غاروں میں رہتے تھے اور ان غاروں میں پہنچنا اور ان پر قبضہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور تھا۔ پھر میں نے کہا کہ محض ایک لڑکی کی خاطر پوری فوج بھیجنا کم سے کم اس وقت مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ شاکا کی موت کو ابھی زیادہ دن نہیں گذرے ہیں اور ملک کے حالات معمول پر نہیں آئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے کہا کہ سپاہی تھکے ہوئے ہیں' اور دل شکستہ واپس آئے ہیں۔ پھر

نصف سے زیادہ فوج کے سپاہی لم پوپو کی دلدلوں میں پھنس کر ختم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا ان سپاہیوں کو آرام کرنے اور سنبھلنے کا موقعہ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ سپاہی اس شخص کی طرح ہو رہے ہیں۔ جس کا کس بل مسلسل فاقوں نے نکال دیا ہو۔ آخر میں نے کہا.... "لڑکیاں بہت سی ہیں۔ شاہ عظیم جس کو چاہیں اور جتنی چاہیں اپنے لئے پسند کرلیں۔ لیکن اس ایک لڑکی کے لئے ہالا قازیوں سے جنگ نہ کریں۔"

میں نے بڑی بے خوفی سے یہ باتیں مجلس مشاورت میں سب کے سامنے کہی تھیں۔ چنانچہ اس کا اثر دوسروں پر بھی ہوا اور انہوں نے ڈنگان کے اس فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہالا قازیوں سے جنگ چھیڑنا واقعی مناسب نہیں۔

ڈنگان غور و توجہ سے ہماری باتیں سنتا رہا۔ میری مخالفت سے چنانچہ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے' لیکن چونکہ وہ شاکا کے تخت پر اچھی طرح اپنے قدم جمانے نہ پایا تھا۔ اس لئے اپنی من مانی کرتے ڈرتا تھا۔ اب بھی ملک میں ایسے لوگ تھے جو شاکا کو نہ بھولے تھے' اور یہ بھی نہ بھولے تھے کہ ڈنگان نے اپنے بھائی اوم لاہانگانہ کو بھی قتل کردیا تھا۔ اب بھی لوگ شاکا کو عظیم بلکہ دیوتا سمجھتے تھے۔ جس نے زولو قبیلے کو سربلند کیا تھا۔ اس کے علاوہ حاکم بدل گئے تھے۔ لیکن طریقہ نہ بدلا تھا۔ شاکا لوگوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ ڈنگان بھی ایسا ہی کر رہا تھا' اور یہی وجہ تھی کہ ڈنگان کم سے کم فی الحال ہمارے سہارے کا محتاج تھا' اور خودمختاری سے کام نہ لے سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہمارا مشورہ بادل نخواستہ تسلیم کرلیا اور ہالا قازیوں پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔ تاہم وہ سوسن کو بھلا نہ سکا اسے حاصل کرنے اور بیوی بنانے کی آرزو اس کے دل میں کروٹیں بدلتی رہی' اور پھر یہ ہوا کہ ڈنگان مجھ سے نفرت کرنے لگا۔ کیونکہ سب سے پہلے میں نے ہی اس کے فیصلہ کی مخالفت کی تھی۔

میرے آقا! حالانکہ اس وقت میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے جس کا نام سوسن ہے اور جس کے حسن کے چرچے ہیں۔ تاہم میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ میری بیٹی ناڈا کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔ بے شک حسن کی تعریف سن کر یہ خیال آیا مجھے ضرور

تھا۔ ایسی حسین ناڈا ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن میں ناڈا اور اس کی ماں ماکروفا کی موت کا یقین کر چکا تھا۔ کیونکہ اس شخص نے جو ان کی موت کی خبر لایا تھا۔ مجھے بتایا تھا کہ اس نے ان دونوں کی لاشوں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں لاشیں ایک دوسرے سے لپٹی پڑی تھیں اور ایک ہی بھالا دونوں کے جسموں کو چھید گیا تھا۔ تاہم مقدس روح جانتی تھی اور ہم یاد کرتے تھے۔

ایک دن جب میں ڈنگان کی جھونپڑی میں بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے کچھ ضرور مشورے کے لئے طلب کیا تھا۔ پہلے ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی اور پھر اس نے کہا موپو۔ تمہیں شاہ عظیم کے وہ الفاظ یاد ہیں۔

"شاہ عظیم! مجھے کالے ہاتھی کے آخری الفاظ یاد ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بڑے نامبارک الفاظ تھے وہ کہ آپ اور آپ کا خاندان زیادہ دنوں تک برسر اقتدار نہ رہے گا' اور یہ کہ یہاں سفید فام قبضہ کرلیں گے وغیرہ ایسے تھے۔ کالے ہاتھی کی الفاظ۔ لیکن آپ اس وقت ان کا ذکر کیوں کر رہے ہیں؟ ایک دفعہ میں نے پہلے بھی کالے ہاتھی کی پیشنگوئی سنی تھی۔ جو کہ بعد میں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ لیکن مقدس روح کرے کہ کالے ہاتھی کی یہ آخری پیشن گوئی غلط ثابت ہو۔"

ڈنگان نمایاں طور پر کانپ گیا۔ وہ شاکا کی آخری پیشنگوئی بھولا نہ تھا اور اس کی پیشنگوئی کے یہ الفاظ اسے آسیب بن کر ستا رہے تھے۔ دفعتا" وہ غصہ ہوگیا۔ چند ثانیوں تک اپنے ہونٹ چباتا رہا۔ پھر بولا:۔

"موپو! بے وقوف! خاک تیرے منہ میں۔ تو ہمیشہ بدفال ہی منہ سے نکالتا ہے۔ ہم ان الفاظ کا ذکر نہیں کرتے جو موت کی تکلیف نے کالے ہاتھی کی زبان سے ادا کردیئے تھے۔ بلکہ ان الفاظ کا ذکر کر رہے ہیں۔ جو کلہاڑے والوں کے سردار خونریز کے متعلق ہیں۔ ہم نے یہ الفاظ سنے تھے کیونکہ اس وقت ہم باڑھ کے سائے میں کھڑے تھے' اور کالے ہاتھی کو ماسیلو کے حملے سے بچالائے تھے۔

"مجھے وہ الفاظ بھی یاد ہیں' شاہ عظیم۔" میں نے کہا۔ "کالے ہاتھی نے چاہا تھا۔ کہ ایک فوج اس پلے کا سر کچلنے کے لئے بھی بھیجی جائے جس کا نام خونریز ہے۔"

ٹھیک ہے۔ خونریز سرکش اور گستاخ ہے اور اسے اس کی سزا ملنی چاہیے۔

لیکن موپو! اگر تم ہلاقازیوں پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج تیار نہ کر سکے تو خونریز کے مقابلے کے لئے فوج کہاں سے لاؤ گے۔ اس کے علاوہ خونریز سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اس کا جھگڑا کالے ہاتھی سے تھا' اور خونریز نے اسے ہی گستاخانہ پیغام بھیجا ہے' اور کالے ہاتھی کی چنگھاڑ اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی ہے۔ چنانچہ موپو ہم چاہتے ہیں کہ تم اس خونریز کے پاس دوستی کا پیغام لے کر جاؤ' اس سے کہو کہ عظیم ہاتھی جو چنگھاڑتا اور زمین کو لرزاتا پھرتا تھا چلا گیا۔ تم نے اس کالے ہاتھی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم خراج نہیں دے رہے ہو' اور یہ کہ تم کسی موپو کا انتقام لینا چاہتے ہو۔ چنانچہ اے خونریز ہم نے ایک دوسرے موپو کو تمہارے پاس یہ معلوم کرنے بھیجا گیا ہے کہ اس پیغام میں جو مسلہ لایا تھا کہاں تک صداقت ہے۔ اب اگر یہ پیغام غلط نہیں ہے۔ تو تم اس ہاتھی کے پیر کو اپنے سینے پر محسوس کرو گے۔ جو اس وقت کرال میں اوم گوگونڈھولو میں چنگھاڑ رہا ہے۔ چنانچہ اے خونریز کوئی جواب دینے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لو۔ کیونکہ ڈنگان تمہارا دوست بننا چاہتا ہے۔ نہ کہ دشمن۔"

میں نے ڈنگان کا حکم سنا' اور اس پر غور کرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کرال سے ہٹانے کا یہ بہانہ ہے کہ جب تک میں کرال سے باہر رہوں وہ بھرپور قوت اور خودمختار ہو جائے' کہ مجھے قتل کر سکے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں کلہاڑے والوں کے کرال تک سفر کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس خونریز کو دیکھنے اور اس سے ملنے کی خواہش میرے ل میں جڑ پکڑ چکی تھی' اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔ کیونکہ خونریز کے کارناموں کی دھوم تھی۔ اس کے علاوہ وہ موپو کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اگر امسلوپوگاس زندہ ہوتا۔ میں نے سوچا۔ "تو وہ بھی ایسے ہی کارنامہ انجام دیتا۔"

چنانچہ میں نے جواب دیا۔

"میں نے شاہ عظیم کا حکم سن لیا' اور ایسا ہی ہو گا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ایک نہایت ہی معمولی کام کے لئے آپ ایک غیر معمولی شخص کو بھیج رہے ہیں۔"

"نہیں موپو! تمہارا اندازہ غلط ہے۔ یہ معمولی کام نہیں ہے ہمارا دل کہتا ہے کہ اس چوزے کے جس کا نام خونریز ہے کانٹے اسی وقت نہ کاٹ دیئے گئے تو وہ آگے چل کر لڑاکا مرغ بن جائے گا۔"

"میں نے شاہ کا حکم سنا اور اس پر عمل کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنے ساتھ معتبر آدمی لے جاؤ۔"

"ایسا ہی ہوگا شاہ عظیم۔"

چنانچہ یوں ہوا میرے آقا کہ دوسرے دن دس (10) منتخب آدمیوں کو ساتھ لے کر میں آسیبی پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا راستہ وہی تھا۔ جس راستے پر سے میں کئی سال پہلے اپنی بیٹی ناڈا اور بیوی ماکروفا کے ساتھ گزرا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی یاد تازہ ہو گئی اور ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ اب میری زندگی کے دن بھی پورے ہوئے، میں موت کو لبیک کہنے کے لئے تیار تھا۔ کیونکہ میں شاکا سے انتقام لے چکا تھا۔

آخر کار ایک رات ہم اس منحوس مقام پر پہنچ گئے جہاں کئی سال پہلے ہم نے قیام کیا تھا اور جہاں شیرنی اسلوپوگاس کو اٹھا لے گئی تھی۔ ایک بار پھر میں پتھر کی اس عظیم الشان چڑیل کی طرف دیکھ رہا تھا جو ابتدائے آفرینش سے وہاں بیٹھی دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔ چونکہ پچھلی یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے اس رات میں سو نہ سکا۔ میں چاند کی روشنی میں بیٹھا پتھر کی چڑیل کی طرف دیکھتا اور سوچتا رہا کہ شاید اسلوپوگاس کی ہڈیاں یہیں کہیں پڑی ہوئی ہوں گی۔ اس پہاڑ کے متعلق میں نے عجیب و غریب کہانیاں سنی تھیں کہتے تھے کہ پہاڑ اور اس کے ارد گرد کا جنگل آسیب زدہ ہے اور یہ کہ یہاں بھوت بھیڑیوں کے روپ میں بھٹکتے اور جنگل میں "ایزام کوفو" رہتے ہیں۔ میرے آقا! ایزام کوفو کی زبانیں نہیں ہوتیں اگر ہوں تو وہ زندوں کو قبر اور دوسری دنیا کے راز بتادیں۔ چنانچہ ایزام کوفو بول نہیں سکتے البتہ بچوں کی رونے کی سی آوازیں نکال سکتے ہیں رات کو مسافران کی آوازیں سن سکتے ہیں جب ایزام کوفو چلاتے ہیں۔

"ای آہ' ای آہ۔"

تم ہنس رہے ہو میرے آقا! خیر اپنا اپنا اعتقاد ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ انسان کے جسم میں روح ہوتی ہے یا نہیں؟ ہوتی ہے جب جسم مرجاتا ہے تو بتاؤ یہ روح کہاں جاتی ہے؟ وہ مرتی نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ کہیں چلی جاتی ہے اب اگر وہ چلی جاتی ہے تو پھر وقتاً فوقتاً اس دنیا کو دیکھنے بھی آجاتی ہے۔ جہاں وہ پیدا ہوئی اور رہی تھی۔

خیر تو میں ایسا سوچ رہا تھا اور آسیبی پہاڑ پر جھاڑیاں اس طرح اگی ہوئی تھیں جس طرح موت کے سر پر بال جب میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ایک آواز سنی جو بہت دور اور نشیب میں سے آرہی تھی جہاں گھنا جنگل تھا۔ ابتداء میں یہ آواز مدھم بھی تھی اور بہت دور سے آرہی تھی پھر وہ قریب آنے لگی یہاں تک کہ پہاڑ اس آواز سے گونج اٹھا۔ یہ شکار کا تعاقب کرتے ہوئے درندوں کی آواز تھی اب یہ غول قریب آگیا تھا اور آواز اتنی تیز اور بھیانک ہو گئی تھی کہ میرے ساتھی ایک دم سے اٹھ بیٹھے اور خوف زدہ نظروں سے اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے یہ آواز آرہی تھی اور آواز پہاڑی ڈھلان کے دوسری طرف سے آرہی تھی۔ یکایک ایک گھبرایا ہوا بھینسا جھاڑیوں میں سے نکل آیا وہ ایک لمحہ تک یوں کھڑا رہا جیسے کوئی فیصلہ نہ کرپایا ہو کہ کس طرف جائے پھر وہ بھاگا اور چٹانوں کے اندھیرے سائے میں جاکر نظروں سے اوجھل ہو گیا چند لمحوں بعد وہ پھر نظر آیا۔ وہ نہایت تیزی سے ہماری طرف بھاگا آرہا تھا۔ اور پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بہت سی بھوری اور کالی شبیہیں جن کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا اس بھینسے کا تعاقب کررہی تھیں۔ کبھی تو یہ شبیہیں چڑھائی چڑھتیں اور کبھی نشیب میں اتر کر نظروں سے اوجھل ہو جاتیں۔ ان چار ٹانگوں والی شبیہوں کے ساتھ دوسرے سائے تھے جو دو ٹانگوں پر دوڑ رہے تھے یعنی انسان تھے۔

بھینسا ہمارے بہت قریب سے کوئی نصف بھالے کے فاصلے سے نہایت تیزی سے بھاگتا ہوا گزر گیا اور اس کے پیچھے بھیڑیوں کا غول آیا۔ یہ بھیڑیئے نہایت بھیانک آواز میں چیخ رہے تھے۔ اور وہ دونوں واقعی انسان تھے۔ جو بھیڑیوں کے ساتھ بھینسے کا تعاقب کررہے تھے۔ یہ دونوں خاموشی اور تیزی سے بھاگ رہے تھے ان کے کندھوں پر بھیڑیوں

کی کھالیں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے سروں پر بھیڑیوں کے دانت چمک رہے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک زبردست ڈنڈا تھا۔ یہ دونوں شانہ بہ شانہ دوڑ رہے تھے اور میں نے پہلے کبھی کسی کو اتنی تیزی سے دوڑتے نہ دیکھا تھا اور حقیقت ہے کہ کبھی کوئی اتنی تیزی سے نہ دوڑا ہوگا۔ یہ دونوں ہی ہماری ہی طرف دوڑتے چلے آرہے تھے۔ بھیڑیئے ان کا ساتھ نہ دے سکے چنانچہ اب ان کا غول پیچھے رہ گیا البتہ بارہ بھیڑیئے ان کے ساتھ تھے۔ وہ نہایت تیزی سے ہمارے قریب آئے اور پلک جھپکتے میں ہمارے قریب سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بھیڑیوں کا غول بھی ان کے ساتھ غائب ہو گیا۔ آوازیں دور ہوتی چلی گئیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ جنگل میں اور پہاڑ پر پھر رات کا گہرا سکوت طاری تھا۔

"بھائیو! میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا" یہ میرا وہم تھا یا ہم نے جو کچھ دیکھا حقیقت تھی؟"

"نہیں وہ وہم نہ تھا ہم نے ان بھوتوں کو دیکھا ہے جو پتھر کی چڑیل کی آغوش میں رہتے ہیں اور وہ دونوں انسان بھیڑیوں کے بھائی بھیڑیوں کے بادشاہ۔"

میں موپو ہوں

اس کے بعد کوئی بھی نہ سو سکا اور ہم صبح تک جاگتے رہے لیکن پھر نہ تو ہم نے ان بھیڑیوں کو دوبارہ دیکھا اور نہ انکی آوازیں ہی سنیں۔ دوسرے دن علی الصباح میں نے اپنے ایک ساتھی کو خون ریز کی طرف اس پیغام کے ساتھ دوڑایا کہ ڈنگان کا یہ پیغامبر صلح اور دوستی کا پیغام لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ میں نے پیغامبر سے کہا کہ وہ خون ریز کو میرا نام نہ بتائے بلکہ یہ کہے کہ آنے والا' ڈنگان کا منہ ہے۔ پیغامبر کے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خون ریز کے کرال کی طرف چل پڑا راستہ طویل تھا۔ اس کے علاوہ میں نے پیغام بر سے کہا تھا۔ کہ وہ خون ریز کا جواب لے کر ہم سے راستے میں آ ملے۔ سارے دن ہم دریا کے کنارے کنارے اور آہنی پہاڑ کے دامن میں سفر کرتے رہے یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف جھک گیا راستے میں ہمیں کوئی مسافر اور راہگیر نہیں ملا۔ البتہ ہم ایک اجڑے ہوئے کرال سے گزرے جس میں انسانوں کی ہڈیاں' زنگ آلود بھالے اور ڈھالیں بڑی ہوئی تھی ڈھالیں بیل کی کھال کی اور تڑی مڑی تھیں۔ میں نے ان ڈھالوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اور ان کے رنگ اوصاف سے ان کو پہچان لیا۔ یہ ان سپاہیوں کی ڈھالیں تھیں' جنہیں کئی سال پہلے شاکا نے امسلوپوگاس کی تلاش میں بھیجا تھا اور جو واپس نہ آئے تھے۔

"آہ!" میں نے کہا "تو یہ حشر ہوا سپاہیوں کا جنہیں کالے ہاتھی نے بھیجا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ڈھالیں اور کھوپڑیاں' انہیں سپاہیوں کی ہیں۔"

"بیشک یہ انہی سپاہیوں کی کھوپڑیاں اور ڈھالیں ہیں۔" میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔" اور موپو یہ کام کسی انسان کا نہیں۔ یہ سپاہی کسی انسان کے ہاتھ سے نہیں مارے گئے۔ دیکھو انسان اپنے دشمن کی ہڈیاں اس طرح نہیں توڑتا جس طرح کے یہ ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ہاں انسان نہیں توڑتا بلکہ بھیڑیئے توڑتے ہیں۔ اور گزشتہ رات ہم نے بھیڑیوں کے غول کو شکار کرتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ بھیڑیئے اکیلے شکار نہ کر رہے

تھے۔ موپو! یہ آسیب زدہ ملک ہے۔"

اس کے بعد ہم آگے بڑھ گئے اور راستہ میں کسی سے کوئی بات نہ کی اور پہاڑی پر بیٹھی ہوئی چڑیل ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔ آخری کار سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے ہم کھلے میدان میں پہنچے۔ اور وہاں سے ہم نے کلہاڑے والوں کے کرال کو دیکھا۔ جو دریا کے دوسری طرف ایک بلند ٹیلے پر تھا۔ کافی بڑا اور عمدہ کرال تھا۔ وہ کرال والوں کے مویشی میدان میں چر رہے تھے۔ ہم نے دریا کو پایاب حصہ کی طرف سے عبور کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر ایک درخت کی چھاؤں میں منتظر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ پیامبر واپس آیا جسے میں نے خونریز کی طرف روانہ کیا تھا۔

"کیا خبر لائے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"موپو۔ یہ ہے خبر۔ میں نے اسے دیکھا جس کا نام خونریز ہے۔ پیامبر نے جواب دیا۔" وہ طویل القامت اور دبلا پتلا۔ اس کے بشرے سے مرعوب کن حکمت عیاں ہے۔ اور عجیب وحشت انگیز اور خشمناک چہرہ ہے اس کا اپنے ہاتھ میں وہ ایک کافی بڑا کلہاڑا لئے رہتا ہے۔ یہ کلہاڑا اس کلہاڑے جیسا ہے جو اس کے ہاتھ میں تھا' جسے ہم نے رات کو بھیڑیوں کے ساتھ شکار کرتے وقت دیکھا تھا۔ جب مجھے اس سردار کے حضور لے جایا گیا تو میں نے اسے سلام کرکے تمہارا پیغام لفظ بہ لفظ دھرا دیا گیا۔ وہ سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوا۔ تو اس نے نہایت زور سے قہقہہ لگا کر جس نے تمہیں بھیجا ہے اس سے کہو کہ ہم ڈنگان کے منہ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور ڈنگان کا پیغام بھی سنیں گے لیکن کاش کے ڈنگان کے منہ کے بجائے اس کا سرہانے پاس آیا ہوتا۔ پھر ہمارا کلہاڑا کراہیں پیدا کرنے والا۔ اس سے گفتگو کرتا۔ کیونکہ ڈنگان کے بھائی شاکا نے اس موپو کو قتل کیا ہے۔ لیکن چونکہ منہ سے سر نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا کلہاڑا نہیں بلکہ ہم خود اس سے گفتگو کریں گے۔"

یہ دوسری دفعہ میں نے خونریز کا پیغام سنا تھا۔ اور یہ دوسری دفعہ اس کے پیغام میں موپو کا نام موجود ہے۔ چنانچہ موپو کا چاہنے والا سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا۔ جسے کئی

سال پہلے شیرنی اٹھالے گئی تھی۔ بہرحال میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ خونریز کسی دوسرے موپو کا ذکر کر رہا ہو۔ کیونکہ موپو صرف میرا ہی نام نہ تھا۔ جب لوبانڈی کی موت پر شاکا کے کرال میں زبردست ماتم ہوا تھا۔ اور بہت سے لوگ قتل کئے گئے تھے۔ تو شاکا نے یہ کہتے ہوئے کہ ایک ملک میں ایک ہی نام کے دو انسانوں کا زندہ رہنا ضروری نہیں' ایک شخص کو قتل کرادیا تھا۔ اس شخص کا نام موپو تھا۔ چنانچہ ممکن ہے کہ خونریز اس دوسرے موپو کا انتقام لینا چاہتا ہو۔

اس کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے اور بہت جلد کرال میں کلہاڑے والوں کے قریب پہنچ گئے۔ کرال کے دروازہ پر کسی نے ہمارا استقبال نہ کیا ہم کرال میں داخل ہوئے۔ وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ حتیٰ کہ جھونپڑیوں کے دروازہ میں بھی کوئی نظر نہ آیا۔ البتہ مویشیوں کے کرال کے عقب میں گرد و غبار اڑ رہا تھا جیسے کوئی زبردست لشکر جنگ کے لئے جمع ہو رہا ہو۔ یہ دیکھ کر میرے چند ساتھی خوفزدہ ہوگئے۔ انہیں شک ہوا کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ اور اگر میں نے ان کی ڈھارس نہ بندھائی ہوتی تو وہ کرال کے دروازے پر سے ہی لوٹ گئے ہوتے۔ جب ہم مویشیوں کے کرال میں سے گزر کر دوسری طرف پہنچے تو نظر آیا کہ ایک میدان میں کوئی پانچ ہزار سپاہی صف در صف کھڑے تھے۔ اور دو دراز قامت جوان صفوں کے سامنے چکر لگا رہے تھے۔ میرے ساتھیوں کے حواس گم ہوگئے وہ فرار ہونے کے لئے پلٹے۔ لیکن میں نے انہیں روک لیا اور کہا۔

"بھاگو نہیں اور ذرا بھی خوف کا اظہار نہ کرو۔ اس کے علاوہ خونریز اگر ہمیں قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے پوری فوج کو اکٹھا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ خونریز مغرور معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنی فوجی قوت کا مظاہرہ کرکے ہمیں مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ ہمارے بادشاہ کی فوج اس کی فوج سے تگنی ہے اور وہ چاہے تو اتنی ہی فوج اور جمع کرسکتا ہے۔ چلو! خبردار ذرا بھی خوف و ہراس کا اظہار نہ کرنا۔"

چنانچہ ہم اس فوج کی طرف بڑھے جو مویشیوں کے کرال کے دوسری طرف میدان میں جمع تھی' اب ان دونوں نوجوانوں نے جو صفوں کے سامنے چکر لگا رہے تھے ہمیں دیکھا

اور استقبال کے لئے ہماری طرف آئے۔ جو آگے تھا جو اپنے کندھے پر معمولی طور پر بڑا کلہاڑا رکھے ہوئے۔ اور وہ جو پیچھے آرہا تھا اپنے ہاتھ میں ایک بڑا ڈنڈا لٹکائے تھا۔ اسے جو آگے آرہا تھا میں نے غور سے دیکھا اور اے میرے آقا۔ میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا' برسوں کے بعد میں پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا۔ تاہم میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ امسلوپوگاس تھا۔ میرا منہ بولا بیٹا۔ امسلوپوگاس۔ امسلوپوگاس جو اب بچہ نہ رہا تھا بلکہ پورا مرد بن چکا تھا۔ اور بھرپور جوان مکمل مرد پورے زولولینڈ میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ وہ بلند قامت' پرجوش اور آتش مزاج تھا۔ بے شک اس کا جسم بھرا ہوا نہ تھا۔ لیکن کندھے مضبوط اور چوڑے رانیں گول اور سخت ہاتھ لانبے اور لچکدار اور بازو کی مچھلیاں اس طرح ابھری ہوئی تھیں' جیسے موٹے رسے میں گرہ ہو۔ اس کی ٹانگیں لانبی اور گھٹنوں کے نیچے سے پتلی تھیں۔ جو اس کی حیرت انگیز تیز رفتاری کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں عقاب کی آنکھوں کی سی' ناک کی نوک ذرا جھکی ہوئی اور گردن بھی قدرے خمیدہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ ہمیشہ اپنے دشمن کو تلاش کرتا رہتا ہو۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چل رہا تھا۔ بظاہر آہستہ آہستہ لیکن دراصل تیز۔ اس کی انگلیاں کلہاڑے کی ہتھی سے کھیل رہی تھیں۔ اب رہا دوسرا جوان جو امسلوپوگاس کے پیچھے آرہا تھا۔ وہ بھی طویل القامت تھا لیکن اس کا قد امسلوپوگاس سے ذرا دبتا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں باریک تھیں اور ان میں درندوں کی سی وحشیانہ چمک تھی۔ اس کے علاوہ وہ بار بار مسکرا رہا تھا۔ یا یوں کہئے کہ اس کے ہونٹ بار بار اس کے سفید دانتوں پر کھینچ جاتے تھے۔

اسے میرے آقا! جب میں نے امسلوپوگاس کو دیکھا۔ تو بے تاب ہو گیا اور میرا جی چاہا کہ دوڑ کر اسے گلے لگا لوں میں نے اپنے آپ کو روکا۔ اور اپنے لبادے کا کونا اپنے چہرے پہ ڈال لیا کہ امسلوپوگاس مجھے پہچان نہ سکے۔ اور اب امسلوپوگاس میرے سامنے کھڑا گویا میرے باطن کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ڈنگان کے منہ! خوش آمدید" اس نے گونج دار آواز میں کہا۔ اس کی آواز ایسی تھی۔ جیسے وہ گڑھے میں منہ ڈال کر بول رہا تھا۔ "اتنے بڑے اور ایسے زبردست بادشاہ کا

منہ تعجب ہے کہ اتنا چھوٹا ہے۔"

اے خونریز! اے کلہاڑے والوں کے سردار! اے بادشاہ! اے بھیڑیوں کے بادشاہ اور وہ جس کا نام اسلوپوگاس بن موپو بن کدلاما ہے۔ منہ بے شک چھوٹا ہے۔ لیکن برا نہیں ہے۔"

جب اسلوپوگاس نے میرے منہ سے اپنا نام سنا میرا اور میرے باپ کا نام سنا تو وہ یوں چونکا جس طرح کہ کوئی بچہ رات کے اندھیرے میں سرسراہٹ کی آواز سن کر چونکتا ہے۔

"بہت معلومات حاصل کی تم نے اور تمہیں کافی سکھایا گیا ہے۔" وہ بولا۔

"خونریز! ہرچند کہ شاہ عظیم کا منہ چھوٹا ہے۔ لیکن اس کے کان لمبے ہیں۔

"میں نے جواب دیا۔" اور میں چونکہ صرف منہ ہوں اس لئے وہی الفاظ دہرا رہا ہوں جو کانوں سے سنے ہیں۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بھیڑیوں کے ساتھ رہا تھا؟"

"بادشاہ کی نظر تیز ہے اور بہت دور تک دیکھتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ رات اس نظر نے شکار کا ایک منظر دیکھا تھا۔ اور یوں تھا وہ منظر کہ ایک بھینسا بھاگ رہا تھا۔ اور بہت سے بھیڑیئے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور بھیڑیوں کے اس غول کے ساتھ دو انسان تھے۔ جو بھیڑیوں کی کھالیں اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔ اور ان دو انسانوں میں سے ایک تمہاری طرح تھا اور دوسرا تمہارے اس ساتھی کی طرح جو تمہارے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔"

اسلوپوگاس نے اپنا کلہاڑا بلند کیا جیسے کہ وہ میری گردن اڑا دے گا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے اسے جھکالیا۔ غالازی شعلہ بار نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔

"اور یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام اسلوپوگاس ہے حالانکہ میں اپنا یہ نام برسوں سے ترک کرچکا ہوں؟ جواب دو مبادا میں تمہیں قتل کردوں؟"

"لیکن یہ نہ بھولو کہ جب بھیجا پاش پاش کردیتا ہے۔ تو منہ خاموش ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ کم بخت اور حماقت سے بھیجا پاش پاش کردیتا ہے بہت سی باتوں سے بے خبر رہتا ہے۔"

"جواب دو" وہ کڑک کر بولا۔

"نہیں، کون ہو تم۔ جس کا میں حکم بجالاؤں؟ کون ہو تم جسے میں جواب دوں؟

"میں نے کہا" میرا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں میں ایک معاملے کی گفتگو کرنے آیا ہوں اور وہی کروں گا۔"

"ڈنگان کے منہ!" اسلوپوگاس نے دانت ... کر کہا "میں ایسی ذلت برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں تاہم کہو جو کہنا ہے۔"

"سن خونریز! جب شاکا زندہ تھا۔ تو تم نے ایک شخص ماسیلو کے ذریعہ اسے ایسا پیغام بھیجا تھا۔ جیسا کہ پہلے کبھی کسی نے نہ بھیجا تھا۔ اور اے خونریز اگر شاکا کی موت نے اسے نہ مار دیا تو تمہارا یہی پیغام، تمہاری موت اور تمہارے قبیلے کی تباہی کا باعث بنتا۔ اب ڈنگان، جو شاکا کی جگہ حکومت کر رہا ہے۔ اپنے منہ سے یعنی میرے ذریعہ تم سے گفتگو کر رہا ہے وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم مویشی اور حسین و جوان لڑکیاں اسکی خدمت میں نہیں بھیج رہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ تم جنگوں میں اس کا ساتھ نہیں دینا چاہتے کیا یہ سچ ہے کہ تم ڈنگان کو عظیم بادشاہ تسلیم نہیں کر رہے؟ جواب دو اور مختصر دو۔"

اسلوپوگاس مارے غصے کے بے تاب ہو گیا۔

"ڈنگان کے منہ" وہ بولا "شکر کرو کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں۔ پتھر کی چڑیل کی قسم تم یہاں سے زندہ واپس نہ جاسکتے۔ اور تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا وہی انجام ہوتا جو ان سپاہیوں کا ہوا جنہیں کبھی شاکا نے اسلوپوگاس کی تلاش میں بھیجا تھا۔ بہرحال میں تمہیں مختصراً جواب دے رہا ہوں دیکھو! اس فوج کی طرف دیکھو، یہ میری فوج کا صرف ایک چوتھائی حصہ ہے۔ یہ میرا جواب۔ اس پہاڑ اور جنگل کی طرف دیکھو۔ جہاں بھیڑیے اور بھوت بستے ہیں۔ اس کے راستوں سے میرے سوائے اور میرے اس ساتھی کے اور کوئی واقف نہیں۔ وہاں سے کوئی زندہ گذر نہیں سکتا سوائے میرے اور میرے ساتھی کے۔ سو یہ ہے۔ میرا جواب جنگل اور پہاڑی بھیڑیوں اور بھالوں سے پر ہو جائیں گے اور بھیڑیوں کے دانت اور سپاہیوں کے بھالے اپنا کام کریں گے۔ ڈنگان سے کہو کہ اگر وہ خراج حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی فوج کو لے کر آئے۔ اور ہمیں زیر کرنے کی کوشش

کرے۔ بس میں کہہ چکا۔"

میں نے قہقہہ لگایا۔ میں اسلوپوکاس کی ہمت اور بہادری کا اعتراف کرنا چاہتا تھا اور اس لئے میں یوں کہہ رہا تھا۔

"احمق!" میں نے کہا "تیری کھوپڑی میں بندر کا بھیجا ہے تو نہیں جانتا کہ تیرے ایک ایک سپاہی کے مقابلے میں ہمارا بادشاہ دس میں نہیں بلکہ سو سپاہی بھیج سکتا ہے اور تیرا پہاڑ اس کی زبردست فوج کے قدموں تلے ریزہ ریزہ ہو سکتا ہے اور ہو جائے گا۔ رہے تیرے بھوت اور بھیڑیے تو دیکھ ڈنگان کا حصہ ان پر تھوکتا ہے۔

اور میں نے بڑی حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔

اب تو اسلوپوکاس بڑھے ہوئے غصہ کی وجہ سے کانپنے لگا اور چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکا۔ پھر وہ اپنے ساتھی کی طرف جو پیچھے کھڑا ہوا تھا گھوم گیا "غلازی!" یہ بہتر ہوگا کہ ہم اس بڑبولے کے منہ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیں۔ اور اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کو بھی۔"

"نہیں" غلازی نے جواب دیا "ہم انہیں الٹی میٹم دے چکے ہیں۔ اسے اپنے آقا کے پاس جانے دو تاکہ ڈنگان اپنے بیلوں کو ہمارے بھیڑیوں کے لئے روانہ کر دے۔ بے حد دلچسپ جنگ ہوگی وہ۔"

"ڈنگان کے منہ! یہاں سے فوراً چلے جاؤ میاں! کہ مصیبت تم پر ٹوٹ پڑے۔" اسلوپوکاس نے کہا "کرال کے باہر تمہیں کھانا مل جائے گا۔ اپنی بھوک مٹاؤ اور چلے جاؤ یہاں سے اگر کل صبح تم میرے کرال سے ایک نیزے کے فاصلے پر بھی دیکھے گئے تو تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے حق میں بہت برا ہوگا۔"

میں یوں پلٹا جیسے جانے والا ہوں پھر اسلوپوکاس پلٹا "تو ترجمان! تم نے شاکا کو جو پیغام بھیجا تھا اس میں ایک نصیحت تھی۔"

"بھلا سا نام تھا۔ ہاں موپو۔"

اسلوپوکاس یوں چونکا جیسے کسی نے اس کے سوئی چبھو دی ہو۔

"ڈنگان کے منہ! کون سے موپو کا ذکر' وہ میرا باپ تھا۔"

"ہاں ۔۔ موپو مر چکا۔" میں نے کہا اب وہ اس دنیا میں نہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا؟

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہی کہ تم اس کے بیٹے ہو؟"

"موپو مر چکا" اسلو پوگاس نے کہا "وہ اپنے خاندان کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور اس کا کرال اجاڑ دیا گیا اور اسی لئے میں شاکا سے نفرت کرتا تھا اور اسی لئے میں اس کے بھائی ڈنگان سے نفرت کرتا ہوں ۔۔۔ اس سے پہلے کہ میں ڈنگان کو خراج کے طور پر ایک بیل بھی دوں میں اس کے کرال کو راکھ کر دوں گا جس طرح کہ اس کے بھائی نے موپو کے کرال کو راکھ کر دیا تھا۔"

اب تک میں اسلو پوگاس سے بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کر رہا تھا چنانچہ وہ بھی آواز پہچان نہ سکا تھا لیکن اب میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"تو یہ ہے تمہارے دل کی آواز خونریز! اور تم اس مردہ کتے کی خاطر جس نام موپو تھا۔ شاہ عظیم سے دشمنی مول لینا چاہتے ہو؟"

اسلو پوگاس نے میری آواز سنی اور اب وہ غصے سے نہیں بلکہ حیرت و خوف سے کانپ رہا تھا۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔

شاہ کے دشمن! قریب میں اگر کوئی جھونپڑا ہو تو مجھے وہاں تنہائی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ خونریز میں بوڑھا اور کمزور ہوں ۔۔۔ زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا۔

اسلو پوگاس نے کہا ۔۔۔ "غالازی! تم یہیں ٹھہرو میدان میں۔

اور ساتھ ایک جھونپڑی کے سامنے پہنچا۔ اور اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں جھونپڑی میں داخل ہو گیا اسلو پوگاس میرے پیچھے تھا چونکہ سورج غروب ہو رہا تھا اس لئے جھونپڑی میں اندھیرا تھا۔ اس لئے میں منتظر بیٹھا رہا یہاں تک کہ میری اور اسلو پوگاس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں پھر میں نے اپنے چہرے پر سے لبادے کا کونا ہٹا دیا۔ اور اسلو پوگاس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"خونریز! میری طرف غور سے دیکھو اور بتاؤ کہ میں کون ہوں؟"

وہ چند ثانیوں تک میری طرف غور سے دیکھتا رہا پھر بولا!

"یا تو تم موپو میرے باپ ہو جو بوڑھے ہو گئے ہو یا موپو ۔ جو مر چکا ہے .... بھوت ہو۔"

"اسلوپوگاس" میں نے کہا "بے شک میں موپو ہوں تم نے مجھے بہت دیر میں پہچانا حالانکہ میں نے تمہیں فوراً پہچان لیا تھا۔"

اسلوپوگاس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی' وہ مجھ سے لپٹ گیا' اور رونے لگا' میں بھی رو رہا تھا۔

"آہ! میرے باپ' میں تو تمہیں مردہ یقین کر چکا تھا۔ لیکن اب تم میرے پاس زندہ واپس آئے ہو..... آہ! اپنے غصہ میں نے تمہیں قتل کر دیا ہوتا شکر ہے کہ ایک بار پھر تمہاری صورت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن افسوس' تم وہ موپو نہیں رہے جو تھے تم یکسر بدل گئے ہو.... غموں نے تمہاری صورت تبدیل کر دی ہے۔

"نہ رو میرے بیٹے ... نہ رو۔" نہ رو میں نے کہا ۔۔ اسلوپوگاس! میں بھی اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ شیرنی نے تمہیں پھاڑ کھایا ہے۔ البتہ جب میں نے خونریز کی داستان سنی تو یہ خیال میرے دل میں آیا تھا کہ ایسے کارنامے اسلوپوگاس کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا آہ! تم زندہ ہو۔ اور میں بھی زندہ ہوں۔ وہ دوسرا موپو تھا جسے شاکا نے قتل کر دیا اور دیکھو! شاکا نے مجھے نہیں بلکہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔

"اور میری بہن ناڈا؟ وہ کہاں ہے؟"

"تمہاری بہن ناڈا اور ماں ماکروفا اب اس دنیا میں نہیں .... سوازی لینڈ بسنے والے ہالاقازی قبیلے کے ہاتھوں وہ دونوں مارے گئے۔

"ہاں! میں نے اس قبیلے کا نام سنا ہے۔" اسلوپوگاس نے کہا "میرا ساتھی غالازی اس قبیلے سے انتقام لینا چاہتا ہے کیونکہ اسی قبیلے کی ایک عورت نے اس کے باپ کو زہر دے دیا تھا۔ اور اب میں بھی اس قبیلے سے انتقام لینا چاہتا ہوں کیونکہ اسی قبیلے کے لوگوں نے

میری بہن اور سلاں کو قتل کر دیا ہے۔

اور اسلوپوگاس اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگا۔

اور اس وقت میں نے سوچا کہ اسلوپوگاس کو حقیقت سے آگاہ کر دوں اور اسے بتا دوں کہ نلڈا اس کی بہن نہ تھی۔ اور نہ ہی وہ میرا بیٹا ہے بلکہ وہ اس بادشاہ کا بیٹا ہے جو اب اس دنیا میں نہیں۔۔۔ لیکن میں خاموش رہا۔

میں نے اسے اس حقیقت سے آگاہ نہ کیا لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ کاش میں نے اسی وقت اسے سب کچھ بتا دیا ہوتا۔ آپ پوچھیں گے کہ اس وقت میں خاموش کیوں رہا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ اسلوپوگاس نڈر' بہادر' خوددار اور بہت جوشیلا تھا اب اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ زولولینڈ کے تخت کا صحیح وارث وہ خود ہے تو یقیناً ڈنگان کے خلاف بغاوت کر دیتا اور میرے خیال میں ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔۔۔ ہاں اگر ایک سال پہلے مجھے معلوم ہوا کہ اسلوپوگاس زندہ ہے تو اس وقت ڈنگان کے بجائے وہ زولولینڈ کا بادشاہ ہوتا لیکن میں یہ نہ جانتا تھا اور خود ڈنگان کو بادشاہ بنا چکا تھا چنانچہ اب وقت نکل چکا تھا۔ ڈنگان زولولینڈ کا بادشاہ تھا اور ہر سپاہی اور ہر زولو اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر چکا تھا۔ اور اس کے انگلی سے اشارے پر ہزاروں تخت بھالے بلند ہو سکتے تھے۔ مطلب یہ کہ وقت نکل چکا تھا لیکن یہ وقت پھر آنے والا تھا۔ اور جب تک وہ وقت نہ آجائے مجھے خاموش رہنا اور اسلوپوگاس کو نہ بتانا تھا۔

میں نے سوچا کہ میں اسلوپوگاس اور ڈنگان کو ایک دوسرے کے قریب لے آؤں گا یہاں تک کہ لوگ جان لیں گے کہ اسلوپوگاس کتنا بہادر' قابل اور بادشاہ بننے کے لائق شخص ہے اس کے بعد میں کوشش کر کے اسلوپوگاس کو ڈنگان کے خاص امراء میں شامل کرا دوں گا۔ اس کے بعد ڈنگان کو مجبور کروں گا کہ وہ اسے زولو فوج کا سپہ سالار بنا دے اور میرے آقا! سپہ سالار نصف بادشاہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد کام آسان ہو جائے گا۔

چنانچہ اس معاملے کے متعلق میں نے کوئی گفتگو نہ کی البتہ ہم صبح تک جھونپڑی میں بیٹھے دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میری بیویوں اور بچوں

کو قتل کیا گیا اور یہ کس طرح میرا امتحان لیا گیا اور میں نے اسے اپنا جلا ہوا خشک ہاتھ دکھایا۔۔ میں نے اسے بالکا کی موت کے متعلق بتایا اور اپنے قبیلہ لنگانی کی تباہی کی داستان سنائی۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ میں نے کس طرح شاکا سے انتقام لیا اور کس طرح ڈنگان کو بادشاہ بنادیا اور یہ کہ زولو لینڈ میں بادشاہ کے بعد سب سے زیادہ میری عزت کی جاتی ہے اور یہ کہ حالانکہ بادشاہ مجھ سے ڈرتا ہے تاہم مجھے پسند نہیں کرتا۔

جب میں اسے اپنی کہانی سنا چکا تو اسلوپوگاس نے اپنی کہانی سنائی اور مجھے معلوم ہوا کہ غالازی نے کس طرح اسے شیرنی کے منہ سے چھڑایا کس طرح وہ غالازی کے ساتھ بھیڑیوں کا بھائی بن گیا کس طرح اس نے جاکیزہ کو قتل کرکے کلہاڑا جیت لیا اور کس طرح اس کے دس بیٹوں سے مقابلہ کرنے کے بعد وہ کلہاڑے والوں کا سردار بن گیا۔ اور زنیتا کو اپنی بیوی بنالیا وغیرہ۔

میں نے اس سے پوچھا کہ اب جب کہ وہ کلہاڑے والوں کا سردار بن گیا ہے پھر بھی وہ کیوں بھیڑیوں کے ساتھ جنگل میں شکار کرتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ رات کر رہا تھا اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ اب چونکہ وہ ایک مشہور سردار بن گیا ہے اور کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا نہیں اور چونکہ اس کے آس پاس کہیں جنگ نہیں ہو رہی اس لئے وہ اپنی اکتاہٹ دور کرنے کے لئے کبھی کبھی غالازی اور بھیڑیوں کے ساتھ شکار کرنے چلا جاتا ہے۔

میں نے کہا کہ اگر وہ چاہے تو میں اسے ایک عمدہ شکار کا نشان دوں جس کا تعاقب بے حد دلچسپ ہوگا اور پھر میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ اب بھی اپنی بیوی زنیتا سے محبت کرتا ہے۔

"اگر وہ خود مجھ سے ایسی دیوانہ وار محبت نہ کرے تو میں اس سے محبت نہیں کر سکتا۔"

اسلوپوگاس نے جواب دیا۔ "زنیتا آتش مزاج اور حاسد ہے اور اس نے بڑی

مشکوک طبیعت پائی ہے اور اس کی یہ باتیں مجھے پسند ہیں۔

اس کے بعد ہم اسی جھونپڑی میں لیٹ گئے اور جب سو کر اٹھے تو اسلوپوگاس مجھے جھونپڑی سے باہر لے آیا... میں نے اور میرے ساتھیوں نے غالازی اور زنیتا سے گفتگو کی۔ غالازی بہت عمدہ آدمی تھا اور خوش قسمت تھا اسلوپوگاس جیسا اسے مخلص اور جاں نثار دوست ملا۔ رہی زنیتا تو جیسا کہ اسلوپوگاس نے کہا تھا وہ واقعی آتش مزاج عورت تھی وہ سرو قامت اور حسین تھی اور جس طرف بھی اسلوپوگاس جاتا زنیتا کی نظر اس کا تعاقب کرتی بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ وہ اسلوپوگاس پر کڑی نظر رکھتی تھی میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسلوپوگاس جو کسی سے نہ ڈرتا تھا زنیتا سے ڈرتا تھا زنیتا مجھے پسند نہ آئی اور اس نے بھی مجھے پسند نہ کیا اسے مجھ سے سخت نفرت ہوگئی۔ جب اس نے دیکھا کہ اسلوپوگاس میری خاطر مدارات کرنے میں بچھا جاتا ہے تو زنیتا کے دل میں رشک و رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔

غالازی سے تو اسے شروع سے ہی حسد تھا اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے علاوہ کسی اور کو پسند کرے خواہ وہ عورت ہو یا مرد... اب اگر زنیتا کا بس چلتا تو وہ یقیناً مجھے قتل کرا دیتی چنانچہ یوں ہوا میرے آقا کہ میری دل نے زنیتا کے متعلق مجھے بہت سی بتائیں۔ اور اس ناگن کے متعلق میں نے جو اندازہ لگایا وہ غلط نہ تھا۔ زنیتا زہریلی ناگن تھی جو اپنے و پرائے میں تمیز نہ کرتی تھی۔ اس کا کام تو بس ڈسنا تھا۔

بعد میں جو کچھ ہوا اس سے معلوم ہوگیا کہ میرے دل نے اس کے متعلق غلط نہ کہا

دوسرے دن میں نے اسلوپوگاس کو الگ لے جا کر کہا۔

"میرے بیٹے! گزشتہ کل جب تم نے مجھے پہچانا نہ تھا تو تم نے مجھے ایک پیغام دیا تھا۔ کہ میں اسے ڈنگان تک پہنچادوں اگر یہ پیغام ڈنگان کے کانوں تک پہنچ گیا تو وہ یقیناً تم پر اور کلہاڑے والوں پر موت لے آئے گا۔ وہ درخت جو گھاس کے میدان میں کھڑا ہوا اپنے آپ کو سب سے بڑا اور تناور درخت سمجھتا ہے لیکن بیٹے! دوسرے میدانوں میں اس سے بڑے اور تناور درخت موجود ہوتے ہیں اسلوپوگاس! جس تناور درخت کی میں خدمت کر رہا ہوں اس کی جڑیں گہری اتری ہوئی ہیں اور اس کی پتلی سی پتلی شاخ بھی کلہاڑے والوں کے درخت کے موٹے سے موٹے ٹہنے سے زیادہ مضبوط اور موٹی ہے۔

تم ایک دور افتادہ کرال میں بس رہے ہو اور حالانکہ اس علاقے کے مشہور فاتح ہو تاہم تم ڈنگان کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ اس کے علاوہ چونکہ تم نے ماسیلو کے ذریعہ شاکا کو گستاخانہ اور باغیانہ پیغام بھیجا تھا اس لئے ڈنگان تم سے سخت نفرت کرتا ہے۔۔ اور تمہیں تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ گڑ رہا ہے۔ اس نے مجھے محض اس غرض سے یہاں بھیجا ہے کہ ایک عرصے تک مجھے اپنے کرال سے دور رکھ سکے۔ چنانچہ تم میرے ساتھ خواہ کیا ہی پیغام کیوں نہ بھیجو انجام ایک ہی ہوگا۔ جلد یا دیر ڈنگان کی فوجیں تمہارے کرال کے دروازے پر پہنچ جائیں گی۔"

"تو پھر یہ باتیں کرنے سے کیا فائدہ؟" اسلوپوگاس نے کہا۔ جب ڈنگان کی فوجیں آجائیں گی تو میں ان سے مقابلہ کرلوں گا اگر قسمت میں یوں لکھا ہے کہ میں مارا جاؤں تو یونہی ہوگا۔

"نہیں بیٹے نہیں۔ دشمن کو مارنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ مڑی ہوئی خشک لکڑی کو بھاپ دے کر اور تپا کر آسانی سے سیدھا کیا جاسکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ ڈنگان کی نفرت محبت میں بدل جائے میں چاہتا ہوں کہ ڈنگان موت کے بجائے تم پر اپنی

مہربانیاں نازل کرے وہ تم پر خون کی بارش کرنے کے بجائے انعام و اکرام کی بارش کرے اور تم اس کے سائے میں عظیم بن جاؤ۔ سنو! اسلوپوگاس!... ڈنگان شاکا کی طرح ظالم ضرور ہے۔ لیکن شاکا کی سی فہم و فراست اس میں نہیں۔ ڈنگان بے وقوف ہے چنانچہ یوں ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص تلاش کرلیا جائے جو ڈنگان کے ہی سائے میں عروج حاصل کرکے آخر کار خود بادشاہ کو بھی دھنک لے۔ یہ میں کرسکتا ہوں لیکن میں بوڑھا اور کمزور ہوں ... رہی سہی کسر غموں نے پوری کردی ہے۔ اس کے علاوہ میں بادشاہ بننا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن اسلوپوگاس تم جوان ہو اور تم سا بہادر اور قابل شخص دنیا میں کوئی اور نہیں۔ اس کے علاوہ چند دوسری باتیں بھی ہیں جن کا ذکر کرنا فی الحال مناسب نہیں۔ یہ راز' جس سے صرف میں واقف ہوں۔ ایک ایسی کشتی ہے جو تمہیں منزل مقصود تک پہنچائے گی۔

اسلوپوگاس نے تیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ کیونکہ وہ والو العزم جوشیلا حوصلہ مند اور جاہ طلب شخص تھا اس کے علاوہ جنگ کو پسند کرتا تھا اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ اس شاکا کا بیٹا تھا جو بے گھر اور بے در بھٹکنے کے بعد محض اپنی والوالعزمی اور حوصلہ مندی اور مستقل مزاجی کے باعث افریقہ کا سب سے مشہور اور بڑا بادشاہ بن گیا تھا۔

"اے میرے باپ' کیا تجویز ہے تمہارے ذہن میں؟" اسلوپوگاس نے پوچھا۔ "بتاؤ یہ کیسے اور کس طرح ہوسکتا ہے۔"

"سنو! سوازی لینڈ کے ہالاقازی قبیلے میں ایک لڑکی ہے جس کا نام "سوسن" ہے کہتے ہیں یہ لڑکی حیرت انگیز حد تک حسین ہے ڈنگان اس لڑکی پر نادیدہ عاشق ہے۔ اور اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے۔ چند دنوں پہلے ڈنگان ے ایک وفد ہالاقازی سردار کی خدمت میں روانہ کرکے سوسن سے شادی کی درخواست کی تھی۔ لیکن ہالاقازی سردار نے اس وفد کو نہایت ذلت کے ساتھ اپنے یہاں سے نکال دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ حسن کی دیوی کسی بھی زولو کتے کو نہ دی جائے گی۔ اس کے بعد ڈنگان نے ایک فوج ہالاقازیوں کی طرف بھیج دی ہوتی کہ وہ ہالاقازیوں کا صفایا کرکے سوسن کو پکڑ لائے لیکن میں نے اسے ایسا کرنے سے

روکا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اب ڈنگان مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ڈنگان اس حسین پھول کو سوازی لینڈ سے توڑ کر اپنی جھونپڑی میں سجانا چاہتا ہے تم سمجھے امسلوپوگاس؟"

"ہاں .... کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔" لیکن بہتر ہوگا کہ تم صاف صاف لفظوں میں کہو۔

"تو سنو یہ ہے میری تجویز! تم ہالاقازیوں پر حملہ کرکے انہیں تباہ کردو ... اور اس لڑکی کو جس کا نام سوسن ہے دوستی کے تحفے کے طور پر ڈنگان کے حضور پیش کردو۔

"بے حد عمدہ چیز ہے۔ لڑکی ہاتھ آئے یا نہ آئے جنگ بہرحال ہوگی۔ اور مجھے جنگ پسند ہے اس کے علاوہ مال غنیمت کے مویشی تو کہیں گئے نہیں۔"

"پہلے فتح حاصل کرنے کے متعلق سوچو بیٹے مال غنیمت تو بعد کی چیز ہے۔"

"امسلوپوگاس چند ثانیوں تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"

"اجازت ہو تو میں غالازی کو بلالوں۔ اطمینان رکھو غالازی بے وفا نہیں ہے اور اس پر اعتبار کرسکتے ہیں۔"

چنانچہ تھوڑی دیر بعد غالازی ہمارے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنی تجویز اسے بھی سنادی۔ لیکن اس طرح جس سے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے امسلوپوگاس اپنی مرضی سے ہالاقازیوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور میں اسے روک رہا ہوں ایسا میں نے اس لئے کیا کہ اگر غالازی میری مخالفت کرے تو میں اپنا بچاؤ کرسکوں لیکن میری احتیاط فضول تھی کیونکہ بہت جلد معلوم ہوگیا کہ غالازی بے حد مخلص دوست تھا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا:۔

"اے ڈنگان کے منہ! قانونیا اور واریتا میں ہالاقازیوں کا سردار ہیں اور انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس قبیلے کی فوجی قوت بڑھی ہوئی ہے۔ اور ہالاقازی سردار پوری رجمنٹیں میدان جنگ میں لاسکتا ہے اس کے برخلاف خونریز کے ماتحت صرف ایک رجمنٹ ہے۔ اور یہ رجمنٹ بھی پوری نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہالاقازیوں کے سپاہی دن رات پہرہ دیا کرتے ہیں۔ اور ان کے جاسوس ملک کے طول و عرض میں بکھرے ہوئے

ہیں۔ چنانچہ ہالا قازیوں سے اچانک جنگ کرنا اگر ممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ اس کے علاوہ ان کا کرال، کرال نہیں بلکہ ایک مضبوط قلع اور یہ قلعہ قدرتی ہے یعنی یہ ایک وسیع و عریض ہے جو بیچ میں اوپر سے کھلا ہوا ہے یعنی وہاں اس کی چھت نہیں ہے اور آج تک کوئی اس غار میں نہیں پہنچ سکا ہے اور نہ پہنچ سکتا ہے سوائے اس کے کہ جو خفیہ راستے سے واقف ہو اور یہ راستہ جاننے والے گنتی کے ہی لوگ ہیں۔ اور میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔ جب میں چھوٹا سا تھا تو میرے باپ نے مجھے یہ راستہ بتایا تھا چنانچہ جان لو کہ ہالا قازیوں پر حملہ کرنا آسان نہیں جہاں تک خونریز کے حملے کا معاملہ یوں ہے اب رہا میں تو جہاں تک میرا تعلق ہے معاملہ مختلف ہے کئی سال پہلے میں نے اپنے باپ کے سامنے جب وہ زہر سے مر رہا تھا، قسم کھائی تھی کہ میں ہالا قازیوں سے انتقام لوں گا تب سے اب تک میں اس مسئلے پر غور کرتا رہا ہوں لیکن انتقام لینے اور اپنی قسم پوری کرنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی تھی ..... لیکن اب معلوم ہوتا ہے۔ ایک راستہ نکل آیا ہے اور میں خاموش ہوں تاہم جان لو کہ یہ آسان کام نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس جنگ کے بعد کلہاڑے والوں کا نام و نشان تک مٹ جائے۔"

وہ خاموش ہو گیا اور نسوار کی چٹکی اپنی ناک میں چڑھا کر ہماری طرف دیکھنے لگا۔

غالازی! اسلوپوگاس نے کہا "اس معاملے نے اب میرے لئے بھی ایک دوسری ہی صورت اختیار کر لی ہے ان ہالا قازی کتوں نے ہمارے باپ کو زہر دلوایا لیکن انہوں نے میرے دو آمی قتل کئے۔ ایک میری ماں ماکروفا اور دوسری میری بہن ناڈا جو مجھے دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ یہ شخص جو ڈنگان کا منہ ہے۔" اور اس نے میری طرف اشارہ کیا ... "کہتا ہے کہ اگر میں ہالا قازیوں سے ایک لڑکی کو جس کا نام سوسن ہے، ڈنگان کے پاس لے جاؤں تو وہ مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ ڈنگان کی خوشی اور خفگی کی میں پروا نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے اس کی خوشنودی درکار ہے۔ لیکن میں ہالا قازیوں سے اپنی ماں اور بہن کا انتقال لینے کے لئے جنگ کروں گا۔ اور اس وقت تک کروں گا۔ جب تک کہ میں ان کا صفایا نہیں کر دیتا۔ یا میں خود نہیں مارا جاتا۔ اے ڈنگان کے منہ! تم

شاید بہت جلد مجھے ڈنگان کے کرال میں دیکھو گے اور شاید میرے ساتھ سوسن ہوگی۔ یا شاید تم مجھے نہ دیکھو گے۔ تو اگر ایسا ہوا تو جان لینا کہ خونریز مرگیا اور کلہاڑے والے کے سپاہی بھی مرگئے ہیں۔"

غالازی بھیڑیئے کے سامنے اسلوپوگاس نے مجھ سے یوں گفتگو کی لیکن بعد میں وہ میرے سینے سے لگ گیا۔ اور مجھے رخصت کیا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اب وہ مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ کہ اب ہم دونوں مل نہ سکیں گے' چنانچہ ہم دونوں یوں رخصت ہوئے۔ میں ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ ہوگیا اور اسلوپوگاس ہالاقازیوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔

میں نہایت تیزی سے سفر کرتا ہوا ڈنگان کے کرال میں پہنچ گیا بادشاہ نے پہلے بڑی ناگواری سے مجھے خوش آمدید کہا لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے خونریز کو رام کرلیا ہے۔ اور یہ کہ وہ سوسن کو دوستی کے تحفے کے طور پر ڈنگان کے حضور پیش کرنے کے لئے ہالاقازیوں سے جنگ کرنے والا ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے اس کام کی خوب خوب تعریف کی اور کہا کہ جب میں نے ہالاقازیوں سے جنگ کرنے سے اسے روکا تھا تو اسی نے' ڈنگان نے مجھ سے خفا ہوکر گویا اپنی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

اس کے علاوہ اس نے کہا کہ اگر خونریز سوسن کو لے آیا تو ڈنگان نہ صرف اسے معاف کردے گا بلکہ ہالاقازیوں کے تمام مویشی اسے بخش دے گا صرف یہی نہیں بلکہ وہ خونریز کو عظیم بنادے گا۔ اور زولولینڈ میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہوگا۔

میں نے کہا میں نے کوئی قابل تعریف کام نہیں کیا بلکہ صرف بادشاہ کا حکم بجالایا ہوں اور یہ کہ ایک پتھر سے میں نے دو پرندے مارے ہیں۔ یعنی اول یہ کہ ہالاقازیوں سے جنگ کرکے بادشاہ کا ایک قوی دشمن کمزور ہوجائے گا۔ اور خود بادشاہ کو گھر بیٹھے سوسن مل جائے گی۔

اس کے بعد میں منتظر رہا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے اور واقعات کیسی صورت اختیار

کرتے ہیں۔

اور یہاں اسے میرے آقا۔ میری کہانی میں وہ سفید فام آتے ہیں جنہیں تم بوئر کہتے ہو اور ہم ان کو بونا کہتے ہیں' میرے آقا! آمابونا کے متعلق میرے خیالات اچھے نہیں' حالانکہ وہ میں ہی تھا جس نے انہیں ڈنگان پر فتح دلائی۔

اس سے پہلے بھی سفید فام شاکا اور ڈنگان کے کرال میں آئے تھے۔ لیکن وہ چند درخواستیں لے کر آئے تھے لیکن آمابونا ایسے نہ تھے انہوں نے پہلے درخواستیں کیں' پہلے وہ نرم رہے اور پھر جنگ کرنے لگے اس کے علاوہ یہ لوگ چور بھی تھے حالانکہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے مذہب میں چوری کرنا گناہ ہے۔

خیر تو خونریز کے کرال سے واپس آئے مجھے کوئی ایک مہینہ ہوا تھا کہ بوئر آئے جو بندوقوں سے مسلح تھے ان کی تعداد ساٹھ کے قریب تھی اور اگر ان کے ملازموں کو بھی شامل کرلیا جائے تو ستر کے قریب ہوگی ان کا سردار یا قائد ریتیف نامی ایک دیوہیکل شخص تھا۔ وہ ڈنگان سے یہ درخواست کرنے آئے تھے کہ دریائے ٹوگیلا اور دریا سے اوم زمبو کا درمیانی علاقہ انہیں دے دیا جائے۔ لیکن میرے اور چند دوسرے امراء کے مشورے سے ڈنگان نے اس علاقہ کا سودا بوئروں سے یوں کیا کہ اگر بوئر ایک قبیلے پر جس کے سردار کا نام سیکومویا تھا۔ حملہ کرکے ڈنگان کے مویشی چرا لے گیا تھا۔ اور ڈنگان انہیں دوبارہ حاصل نہ کرسکا ھا۔ بوئروں نے یہ شرط منظور کرلی سیکومویا سے جنگ کرنے چلے گئے' چند دونوں بوئر فتح کے نعرے لگاتے اور ڈنگان کے مویشیوں کے علاہ خود سیکومویا کے بہت سے مویشی ہنکاتے واپس آئے۔

مویشیوں کو دیکھ کر ڈنگان بہت خوش ہوا اور اسی رات اس نے مجلس مشاورت طلب کی اور کہا کہ ان دونوں دریاؤں کے درمیان کا علاقہ بوئروں کو بخش دینا چاہئے میں نے کہا کہ ہمارے کرال بخشنے سے کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ علاقہ شاکا پہلے ہی انگریزوں کو دے چکا ہے چنانچہ اس معاملہ کا انجام یہ ہوگا کہ آمابونا اور انگریز آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹ لیں گے۔ تاہم شاکا کی پیشنگوئی پوری ہوتی نظر آرہی تھی۔ کیونکہ ہم ان سفید فاموں کے

پیروں کی چاپ سن رہے تھے جو زولوؤں کی بادشاہت کو ختم کردیں گے۔
جب میں نے یہ کہا تو ڈنگان کا دل شیشے کی طرح بوجھل اور چہرہ اداس ہو گیا۔ بہرحال میں نے کوئی جواب نہ دیا اور مجلس برخاست کردی لیکن میرے الفاظ اس کے دل میں ہول کے کانٹے کی طرح ؟؟

دوسرے دن ڈنگان نے رتیف سے کہا کہ وہ اس کاغذ پر اپنا نشان بنا دے گا جس کی وجہ سے دونوں دریاؤں کا درمیانی علاقہ بوئروں کا ہوجائے گا۔ چنانچہ بوئر مطمئن ہو گئے کاغذ پر دستخط کرنے سے پہلے ڈنگان نے ایک جشن منانے کا حکم دیا چونکہ اسی وقت کرال میں بہت سی رجمنٹیں موجود تھیں، اس لئے تین دنوں تک جشن ہوتا رہا ہے۔ تیسرے ڈنگان نے تمام رجمنٹوں کو سوائے ایک کے اپنے اپنے کرال کی طرف بھیج دیا یہ رجمنٹ یا شاہی دستہ جسے کرال میں روک لیا گیا تھا۔ نوجوانوں پر مشتمل تھا اس تمام عرصے میں یہی سوچتا رہا کہ ڈنگان کے دل میں کیا ہے اور وہ کیا کرنا چاہتا ہے بوئروں کا انجام مجھے اچھا نظر نہ آتا تھا۔ لیکن میں اس خیال سے خاموش رہا کہ مبادا میرا اندازہ غلط ہو۔ اور بعد میں میں نہ صرف بے وقوف بنوں بلکہ ڈنگان کے غصے اور بے اعتباری کا شکار ہو جاؤں۔

دوسرے دن ڈنگان نے اپنا ایک پیغامبر بوئروں کی طرف دوڑا دیا اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ مویشیوں کے کرال میں آجائیں۔ کیونکہ وہیں ڈنگان کاغذ پر اپنے نشان بنائے گا۔ چنانچہ بوائر آئے کرال کے دروازہ پر انہوں نے اپنی بندوقیں رکھ دیں کیونکہ بادشاہ کے حضور میں ہتھیار لے کر جانا سخت گستاخی تھی۔ اس طرح نہتے بوئر مویشیوں کے کرال میں داخل ہوئے اب اے میرے آقا۔ شاہی کرال اوگوگونڈھولو ایک دائرے میں بنایا گیا تھا اور نقشہ اس کا یہ تھا کہ سب سے پہلے بیرونی یا باہر کا حصہ تھا۔ اس کے بعد ہزاروں جھونپڑیاں جو اس سے پہلے یا دوسرے اندرونی حصار کے درمیان بنائی گئی تھیں۔ اس دوسرے یا اندرونی حصار کے بعد ایک وسیع عریض میدان تھا جس میں بیک وقت پانچ رجمنٹیں سما سکتی تھیں اس حصار کے انتہائی سرے پر اور درازے کے عین سامنے مویشیوں کا کرال تھا۔ یہ کرال بھی ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ جسے ایک نسبتاً چھوٹا حصار

بڑے میدان سے جا کر ملتا تھا۔ اس کرال کے بعد امپوسینی کا سلسلہ تھا۔ یعنی شاہی جھونپڑا، بادشاہ کی بیویوں کی جھونپڑیاں اور بیرکس تھیں۔

اس دن ڈنگان اپنے جھونپڑے سے باہر آیا۔ اور میشیوں کے کرال کے سامنے ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ اس کے قریب ایک شخص کھڑا تھا جو کہ بادشاہ کے سر پر ڈھال سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ ہم لوگ یعنی امراء بھی حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حصار سے گویا ٹیک لگائے اس رجمنٹ کے سپاہی کھڑے تھے جسے بادشاہ نے روک لیا تھا۔ یہ سپاہی اپنے ہاتھوں میں مضبوط اور قدرے موٹی چھڑیاں لئے ہوئے تھے رجمنٹ کا افسر بادشاہ کے قریب اس کے دائیں طرف کھڑا ہوا تھا!

نہتے بوئر کرال میں داخل ہوئے ڈنگان نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ اور ان کے قائد رتیف سے مصافحہ کیا پھر رتیف نے اپنے چرمی تھیلے میں سے وہ کاغذ برآمد کیا جس پر ڈنگان کو اپنا نشان بنانا تھا۔ ایک ترجمان نے کاغذ کی تحریر ڈنگان کو سنائی۔ ڈنگان نے سن کر کہا "ٹھیک ہے" اور کاغذ پر اپنا نشان بنا دیا۔ رتیف اور اس کے ساتھیوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اب چونکہ معاملہ طے ہو چکا تھا۔ اس لئے بوئر بادشاہ کو سلام کر کے چلے گئے ہوتے لیکن بادشاہ نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ وہ شاہی مہمان ہیں۔ اس لئے پہلے انہیں کچھ کھا پی لینا چاہئے۔ اور یہ کہ سپاہیوں کا ناچ بھی ان کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ڈنگان نے دودھ کی تونبیاں اور بھنے ہوئے گوشت کی قابیں لانے کا حکم دیا۔ بوئروں نے کہا کہ وہ کھانا کھا چکے ہیں۔ تاہم وہ بادشاہ کی خاطر دودھ پینے لگے۔

اب سپاہیوں کا رقص شروع ہوا۔ اور بوئر پیچھے دب گئے کہ سپاہیوں کے رقص کے لئے جگہ چھٹ جائے۔ اس وقت ڈنگان نے ایک پیغامبر کو روانہ کیا کہ وہ سفید فاموں کے مبلغ کو بلا کر لائے۔ یہ مبلغ کرال سے باہر رہتا تھا۔

ڈنگان نے پیغامبر سے کہا تھا کہ وہ مبلغ سے کہے کہ وہ نہ گھبرائے اور نہ ڈرے ادھر میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ خاص پیغام بھیجنے کا کیا مطلب تھا جب کہ یہ مبلغ پہلے بھی کئی دفعہ

سپاہیوں کا ناچ دیکھ چکا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ڈنگان اٹھا۔ اور اس جگہ پہنچا جہاں بوئروں کا قائد رتیف کھڑا ہوا تھا۔ ڈنگان نے اس سے مصافحہ کر کے اسے الوداع کہا اور پھر کہا۔ (ہابلا گاشے) (سکون اور اطمینان سے جاؤ) پھر وہ پلٹ کر اس دروازہ کی طرف چلا۔ جس میں سے ہو کر ڈنگان کے جھونپڑے کو راستہ جاتا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس دروازہ کے قریب رجمنٹ کا افسریوں کھڑا تھا۔ جیسے کسی حکم کا منتظر ہو دفعتاً" چلتے چلتے رک گیا' اور ڈنگان نے چیخ کر کہا۔

بولا لانی اباٹا کاٹی۔ (ساحروں کو قتل کردو)۔"

اور چیخ کر اس نے لبادے سے اپنا منہ ڈھک لیا اور حصار کی دوسری طرف چلا گیا۔

ہم امراء اور اس سے پہلے کہ کچھ سوچ یا سمجھ سکتے' رجمنٹ کا افسر چلایا "اباٹا کاٹی" اور پھر ایک نعرے کی آواز سے فضا تھرا گئی اور ہزاروں پیروں کی چاپ سے زمین لرزنے سی لگی اور اٹھتے ہوئے گردوغبار کی چادر میں سے ہم نے دیکھا کہ سپاہی بوئروں پر جا پڑے تھے۔ پھر سڑا سڑ کی آواز سنائی دی۔ بوئروں نے اپنے شکاری چاقو نکالے اور بڑے بہادری سے مدافعت کرنے لگے۔ لیکن اس سے پہلے کہ کوئی آدمی دو سو تک گنتی پوری کرے سب کچھ ہو چکا تھا۔ اب سپاہی بوئروں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کرال سے باہر لے جا رہے تھے۔ چند بوئر مر چکے تھے۔ بقیہ نیم جاں تھے۔ انہیں گھسیٹ کر اس ٹیکری پر لے جایا گیا جو "خونی ٹیسکری" کے نام سے مشہور اور وہاں ان سب کو قتل کر دیا گیا کس طرح؟ آہ! یہ نہ پوچھو۔ بس انہیں قتل کر کے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا گیا۔ اور یہ بوئروں کی کہانی کا انجام ہے۔"

اب میں اور دوسرے امراء پلٹ کر سیدھے شاہی جھونپڑے کی طرف چلے اس کے دروازے میں ڈنگان کھڑا ہوا تھا۔ ہم نے اسے سلام کیا اور خاموش کھڑے رہے' ڈنگان نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"دوستو! آج صبح جب گدھے جب ہمارے کرال پر چکر لگا رہے تھے اور بھوک سے بیتاب ہو کر چیخ رہے تھے تو وہ نہیں جانتے تھے کہ ہم ان کے لئے کیسا عمدہ دستر خوان بچھانے والے ہیں۔ اور آج تک تمہیں بھی اس کا اندازہ نہ تھا کہ تمہارا بادشاہ کس قدر

عظیم ہے۔ اب ہمارا ملک ان سفید فاموں کے پیروں کی جراہمٹ سے پاک ہو چکا ہے جس کا ذکر کالے ہاتھی نے کیا تھا۔ اور اگر پوری طرح پاک نہیں ہوا ہے تو اب ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ تو ابھی ابتدا ہے۔ اور پھر پیامبر اور وہ ا۔ چند آدمیوں کی طرف گھوم گیا جو اس کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ جاؤ ان رجمنٹوں کی طرف جاؤ جو کہ پہاڑ کے پیچھے کھڑی ہیں۔ جاؤ ان کے افسروں تک ہمارا یہ پیغام پہچاؤ کہ کے فورا ایک فوج کوچ کرے اور وہاں لمبے سو رہے ہیں۔

آمابونا کو چن چن کر قتل کردے۔ بس جاؤ"

پیامبر چلے گئے لیکن امراء خاموش رہے۔ اور اب ڈنگان نے مجھے مخالب ہو کر کہا۔

"موپو! اب تو تمہیں اطمینان ہوا؟ تم تقریباً شروع سے ہی ہمیں ان سفید فاموں سے ڈراتے آئے ہو۔ لیکن دیکھو ہماری ایک پھونک انھیں اڑا لے گئی دیکھو ہم نے انھیں نیست نابود کردیا۔ موپو! یہ بتاؤ کہ تمام آما بونا مر گئے یا ایک آدھ زندہ ہے اب تک؟ اگر کوئی زندہ ہو تو ہم اس سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

وہ سب مر گئے شاہ عظیم اور اب آپ اپنے آپ کو بھی مردہ ہی سمجھیں میں نے بڑے بے خوفی سے کہا۔

ذلیل کتے "ڈنگان گرجا"۔ بہتر ہوگا کہ تو اپنا مطلب واضح کردے"۔ شاہ عظیم مجھے معاف کریں میں اپنا مطلب واضح کرتا ہوں آپ سفید فاموں کا خاتمہ نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ کسی ایک قبیلے اور ایک نسل سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ بہت سے قبائل اور بہت سی نسلوں سے ہیں اور سمندر ان کا گھر ہے۔ جہاں سے وہ اچانک نکل آتے ہیں جو یہاں ہیں اگر ان کا صفایا کر بھی دیا گیا تو دوسرے سفید فام ان کا انتقام لینے کے لئے آجائیں گے گروہ درگروہ آئیں گے ابھی آپ کا زمانہ ہے اور آپ نے انہیں قتل کیا چنانچہ جب ان کا زمانہ آئے گا تو وہ بے دریغ قتل کریں گے۔ آج سفید فاموں کی لاشیں انہیں کے خون سے لتھڑی پڑی ہیں۔ لیکن بہت جلد آپ کی لاش آپ ہی کے خون میں پڑی ہوگی شاہ عظیم! آپ کا دماغ چل گیا ہے۔ کہ آپ نے یہ کام کیا اور آپ کے اس پاگل پن کا نتیجہ خود آپ

کی موت کی صورت میں ظاہر ہو گا میں کہہ چکا۔ "میں بادشاہ کا وفادار ہوں" تاہم شاہ عظیم جیسا سلوک مناسب؟

اور اب میں اس کے جلاد کا منتظر تھا۔ جو ڈنگان کے حکم سے مجھے قتل کر دے گا اور مجھے اپنی موت کا یقین تھا کیونکہ بادشاہ کی وعدہ خلافی اور دھوکہ بازی نے مجھے غصہ دلایا تھا اور میرے منہ میں جو کچھ آیا تھا۔ میں کہہ گیا تھا۔ ڈنگان نے تین دفعہ غضبناک نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں خوف کی چمک تھی۔ وہ بیک وقت خوف و غصہ میں تھا اور میں منتظر تھا کہ دیکھیں کون سا جذبہ کس چیز پر غالب آتا ہے خوف یا غصہ آخر کار اس نے یوں کہنے کے بجائے کہ "لے جاؤ اسے" یوں کہا کہ چلے جاؤ چنانچہ میری جان بچ گئی اور میں دوسرے امرا کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔ میرا دل اداس تھا۔اے میرے آقا میں اپنی زندگی میں بہت سے لرزہ خیز مناظر دیکھے تھے لیکن بوئروں کے قتل کا نظارہ سب سے زیادہ لرزہ خیز اور اثر انگیز تھا کیونکہ کبھی کسی بادشاہ نے اپنے دشمن کو یوں دھوکے سے قتل نہ کیا تھا اور پھر آہ بونا تو دشمن بھی نہ تھے۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے ڈنگان نے فوج کو حکم دیا تھا کہ وہ دوسرے سفید فاموں کو قتل کرنے کے لئے فوراً روانہ ہو جائے چنانچہ ڈنگان کی فوج نے بقیہ بوئروں کو جن کی تعداد چھ سو تھی۔ قتل کر دیا۔ اور اس جگہ کا نام جہاں یہ قتل عام ہوا تھا۔ "ماتم کدہ" پڑ گیا۔

ہالاقازی اور خونریز

میرے! آقا اب میں پھر اسلوپوگاس کی کہانی بیان کررہا ہوں کہ اس نے اور غالازی نے کس طرح ہالاقازیوں سے جنگ کی میرے رخصت ہونے کے بعد اسلوپوگاس نے کرال کے امراء کو طلب کیا اور ران سے کہا کہ وہ ہالاقازیوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے تاکہ کلہاڑے والوں کا غیر معروف اور چھوٹا قبیلہ مشہور اور قوی بن جائے اور انھیں کلہاڑے والوں کو بہت سے مویشی مل جائیں۔

امراء نے پوچھا کہ اگر اسلوپوگاس نے ہالاقازیوں سے جنگ چھیڑدی تو وہ ڈنگان کا مقابلہ کس طرح کریگا اسلوپوگاس نے جواب دیا کہ وہ ہالاقازیوں میں سے ایک لڑکی کو جس کا نام سوسن ہے حاصل کر کے دوستی کے تحفہ کے طور پر ڈیگان کو دے گا اور اس طرح ڈنگان کی دشمنی کو دوستی میں تبدیل کردیگا۔ چند امراء نے اسلوپوگاس کی تائید کی اور چند نے مخالفت چنانچہ بحث نے طول کھینچا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور لوگ کوئی فیصلہ نہ کرسکے چنانچہ اسلوپوگاس اٹھا اور اس نے کہا کہ وہ کلہاڑے والوں کا سردار ہے اور چونکہ وہ ہالاقازیوں جنگ کرنے کا ارادہ کرچکا ہے اس لئے یہ جنگ بہر حال ہوگی۔ اب اگر کوئی اسلوپوگاس سے دو دو ہاتھ کرلے اور جو فتح پائے گا وہی کلہاڑے والوں کا سردار ہوگا۔ اور پھر جیسا کہ وہ کہے گا کلہاڑے والے ویسا ہی کریں گے اسلوپوگاس کے اس چیلنج پر کسی نے لبیک نہ کہا۔ کیونکہ سبھی کراہیں پیدا کرنے والے کی آہنی چونچ کی ٹھونگوں سے ڈرتے تھے چنانچہ یہ طے پایا کہ ہالاقازیوں پر حملہ کیا جائے اور اسلوپوگاس نے پیامبر دوڑادیئے کہ وہ ہر اس شخص کو بلائیں جو جنگ کرنے کے قابل ہو۔

جب زنیتا کو معلوم ہوا کہ اسلوپوگاس ہالاقازیوں سے جنگ کرنے والا ہے تو وہ بہت خفا ہوئی اس نے اسلوپوگاس کو لعنت ملامت کی اور موپو کو بھی۔ جسے وہ صرف ڈنگان کے منہ کے طور پر جانتی تھی۔ دل کھول کر گالیاں دیں۔ کیونکہ اس کا خیال تھا اور غلط نہ تھا۔ کہ ہالاقازیوں پر حملہ کرنے کی ترغیب میں نے اسلوپوگاس کو دلائی۔

"یہاں کس چیز کی کمی ہے تمہیں کہ تم ہالا قازیوں پر حملہ کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا" کیا تمہیں سکون اور اطمینان سے رہنا پسند نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اس جنگ میں تم خود مارے جاؤ گے۔ تم کہتے ہو کہ تم یہ جنگ اس لئے کر رہے ہو۔ کہ ایک لڑکی کو پکڑ کر ڈنگان کے حضور پیش کر سکو۔ ڈنگان کے گھر میں تو اتنی بہت سے لڑکیاں ہیں کہ ان کی تعداد تک اسے معلوم نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ تم خود اپنی بیویوں سے تھک گئے اور خود اپنے لئے نئی لڑکیاں تلاش کرنا چاہتے ہو ڈنگان کی دوستی حاصل کرنے کا تو محض ایک بہانہ ہے جب زدلو بادشاہ اپنی فوجیں تمہاری طرف ۔بھیجے گا۔ تب اس کی دوستی اور دشمنی کا پتہ چل ہی جائے گا۔"

چنانچہ یوں کہا زنیتا نے اور اسلوپوگاس خاموش ہو رہا۔ اگر زنیتا کے بجائے کسی مرد نے یہ باتیں کہی ہوتیں تو اسلوپوگاس اس سے لڑ پڑتا۔ لیکن زنیتا عورت تھی اور پھر خود اس کی بیوی چنانچہ وہ جو میدان جنگ میں شیر تھا۔ زنیتا ایسی باتیں اس لئے کہتی ہے کہ اسے اسلوپوگاس سے جنوں کی حد تک محبت تھی؟

تیسری دن وہ تمام لوگ کرال میں جمع ہو گئے جو جنگ کرنے کے قابل تھے۔ اور ان کی تعداد دو ہزار تھی جو سب کے سب بہادر تھے اسلوپوگاس جھونپڑی سے باہر آیا۔ اور اس نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے ایک جوشیلی تقریر کی۔ جب وہ تقریر کر چکا تو امرا اور افسر آپس میں کانا پھوسیاں کرنے لگے۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا۔ اور کوئی کچھ اب عالازی نے سپاہیوں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ وہ راستوں سے اور ہالا قازیوں کے غاروں سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کتنے مویشی ہیں۔ ان کے پاس۔ لیکن اب بھی امراء اور افسر مطمئن نہ تھے۔ اس لئے ایک بار پھر اسلوپوگاس اٹھا اور اس نے کہا۔

"کل علی الصبح میں اپنے بھائی عالازی کے ساتھ ہالا قازیوں کے غاروں کی طرف چل پڑوں گا۔ اگر صرف دس آدمی ہمارے ساتھ آئے تب بھی ہم جائیں گے میں کسی کو مجبور نہیں کر رہا۔ جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہو اسے اجازت ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ کرال میں ہی بیٹھا رہے بس میں کہہ چکا۔"

اور اب سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔
خون ریز! ہم تمہارے ساتھ ہیں آخر دم تک ساتھ ہیں۔
چنانچہ دوسرے دن فوج نے کوچ کر دیا اور کرال کی عورتوں میں کہرام مچ گیا صرف زنیتا نہ روئی۔ وہ ایک طرف کھڑی بدشگونی کی باتیں کہتی اور اسلوپوگاس کو کوستی رہی اور اس نے اپنے شوہر کو رخصت بھی نہ کیا۔ تاہم جب وہ چلا گیا تو زنیتا اکیلے میں جا کر خوب روئی۔

اسلوپوگاس مع اپنی فوج کے نہایت تیزی سے سفر کرتا ہوا ادم سلوازیوں میں پہنچ گیا اس کے چند دنوں بعد ہی یہ فوج ایک درے سے گزر کر سوازیوں کی سرحد میں داخل ہو چکی تھی۔ غالازی کو خوف تھا کہ اس درے پر ہالا قازی انہیں روکنے کی کوشش کریں گے راستے میں اسلوپوگاس کے سپاہیوں نے کسی کو پریشان نہ کیا تھا۔ ہاں کھانے کے لئے ہر کرال میں سے تھوڑے تھوڑے مویشی لے لئے تھے تاہم غالازی کو یقین تھا کہ ہر کرال میں سے پیامبر اس فوج کی آمد کی خبر کر ہالا قازیوں کی طرف دوڑ گئے تھے۔ لیکن غالازی کا یہ خوف بے بنیاد ثابت ہوا۔ درے پر کسی نے انہیں نہ روکا۔ وہاں ہالا قازیوں کا ایک بھی سپاہی نہ تھا۔ درے کی دوسری طرف پہونچ کر فوج نے قیام کر دیا۔ کیونکہ رات بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ صبح بیدار ہو کر اسلوپوگاس نے سامنے کے وسیع و عریض میدان پر نظر کی اور غالازی نے اسے وہ راستہ دکھا دیا۔ جو لمبا اور نیچا تھا۔ اور اس جگہ سے جہاں وہ کھڑے تھے۔ دو گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔

"دیکھو بھائی" غالازی نے کہا" وہ ہے ہالا قازیوں کا مرکزی کرال میں اسی کرال میں پیدا ہوا تھا اور اسی ٹیلے میں ہے وہ زبردست غار۔"

اور پھر اسلوپوگاس نے کوچ کا حکم دیا اور ابھی سورج زیادہ بلند نہ ہوا تھا کہ کلہاڑے والے ایک ڈھلان کی چوٹی پر تھے اور ابھی وہاں پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے نرسنگوں کی آواز سنی جو دوسری طرف کہیں دور سے آ رہی تھی۔

وہ ڈھلان کی چوٹی پر کھڑے سامنے دیکھتے رہے اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہالا قازیوں

کی زبردست فوج کہیں سے اچانک نکل آئی سپاہی ابھی دور تھے لیکن نہایت تیزی سے کلھاڑے والوں کی طرف بھاگے آرہے تھے۔

ہالاقازیوں اپنی پوری قوت ہمارے مقابلے میں لے آئے ہیں۔ غالازی نے کہا۔ بھائی ہمارے ایک ایک سپاہی کا مقابلہ تین تین دشمنوں سے ہے۔

اسلوپوگاس کے سپاہیوں نے بھی ہالاقازیوں کا زبردست لشکر دیکھا اور پھر سپاہیوں کی ہمت پست ہو گئی چنانچہ اسلوپوگاس نے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

دوستوں! سوازی کتے آرہے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور ان کے مقابلے میں ہم بہت کم لیکن کیا تم یہ گوارا کرلو گے کہ ہمارے کرال کی عورتیں ہمارے متعلق یوں کہیں۔ زولو نسل کے شیروں کو سوزی کتوں نے مار بھگایا اے بہادروں! کیا تم اسے برداشت کرلو گے کہ ہماری عورتیں ہمیں بزدل کہیں؟"

چند سپاہیوں نے کہا۔

"نہیں"

لیکن اکثر خاموش رہے۔ چنانچہ اسلوپوگاس نے پھر کہا۔

"اب بھی وقت ہے جو واپس جانا چاہے چلا جائے لیکن جو صحیح معنوں میں مرد ہو آگے آئے اور اگر کسی کو بھی ہمارا ساتھ نہ دینا ہو تو میں تم سب کو جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ کلھاڑا کراہیں پیدا کرنے والا ڈنڈا گھاٹ کار کھولا تنہا ہی ہالاقازی کتوں سے نپٹ لے گا۔

اور سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔

نہیں اگر مرنا ہی ہے تو ہم ساتھ مریں گے۔"

یہ تم اس کلھاڑے کی قسم کھا کر کہتے ہو۔؟" اسلوپوگاس نے کہا۔ ہاں ہم کراہیں پیدا کرنے والے کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔"

چنانچہ اسلوپوگاس اور غالازی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے نوجوان سپاہیوں کو ٹیلے کے قدموں پر متعین کیا گیا۔ اور ان کی کمان غالازی نے اپنے ہاتھ میں لے لی جنگ آزمودہ سپاہیوں کے دستے ڈھلان پر کھڑے تھے۔ اور ان کا افسر اسلوپوگاس تھا۔

ہالا قازی قریب آگئے اور ان کی فوج پوری چار رجمنٹوں پر مشتمل تھی پورا میدان ہالا قازیوں سے بھر گیا۔ اور ان کے نعروں سے میدان اور پہاڑ تھرا گئے اور ان کے بھالوں کے پھل دھوپ میں چمکنے لگے ہالا قازیوں کی فوج چند نیزوں پر آکر رک گئی۔ اور ان کے پیامبر اسلوپوگاس کے پاس آئے اور پوچھا کہ کلہاڑے والے ان سے کیا چاہتے ہیں۔ اسلوپوگاس نے جواب دیا کہ وہ تین چیزیں چاہتے ہیں۔

اول قازیوں کے سردار کا سر کیونکہ اس کی جگہ اب غالازی حکومت کرے گا۔

دوم:۔ وہ حسین لڑکی جس کا نام سوسن ہے۔

اور سوم:۔ ایک ہزار مویشی۔

اگر اس کی یہ شرط منظور کرلی گئی تو وہ ہالا قازیوں سے جنگ نہ کرے گا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑدے گا لیکن اگر اس کی یہ شرط منظور کی گئیں تو وہ ہالا قازیوں کا نام و نشان تک مٹا دے گا۔

چنانچہ ہالا قازیوں کے پیامبر واپس لوٹ گئے اور اپنی فوج میں پہنچ کر انھوں نے چیخ چیخ کر اسلوپوگاس کے الفاظ دہرائے پھر ہالا قازی سپاہیوں نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔ اسلوپوگاس نے ان کے قہقہوں کی آواز سنیں تو ان کی آنکھیں میں خون اتر آیا اور وہ اپنا کلہاڑا ان کی طرف ہلا کر بولا۔

"ہنس لو۔ خوب ہنس لو کیونکہ آج کا سورج غروب ہونے کے بعد تم نہ ہنس سکوگے۔"

اب ہالا قازیوں کے نے ایک نعرہ لگایا اور حملہ کرنے کے لئے ان دستوں کی طرف بڑھے جو غالازی کے زیر کمان تھے اس طرف زمین دلدلی تھی غالازی اپنے دوستوں کو لے کر دلدل میں اتر پڑا۔ اور دلدل سے نکل کر ہالا قازیوں پر اچانک جا پڑا کہ دشمن کو سنبھالنے کا موقع نہ ملا۔ غالازی اور اس کے ساتھوں نے ہالا قازیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کردیا۔ لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک مرنے والے کی جگہ دو تازہ دم سپاہی لے لیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ غالازی کلہاڑا والوں کی صفوں میں در آئے اور اب ٹیلے کی ڈھلان پر اس سے سرے اس سرے تک جنگ ہو رہی تھی۔ غالازی ایسا عمدہ اور ہوشیار سپہ سالار

تھا کہ اس نے ہالا قازیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کی صفیں درہم برہم کردیں یہاں تک کہ کلہاڑے والوں کی بھی صفیں قائم نہ رہیں۔ دونوں طرف کی فوجوں میں اب کسی قسم کی کوئی ترتیب باقی نہ رہی تھی اور جو جہاں تھا وہیں دشمن سے الجھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی غالازی کی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی مارے جاچکے اور بقیہ کو ہالا قازی نہایت تیزی سے پیچھے ڈھکیلتے آرہے تھے۔

اس تمام عرصے میں اسلوپوگاس اپنے ماتحت دستوں کے ساتھ ٹیلے پر بیٹھا جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

ان ہالا قازیوں کتوں کا سپہ سالار نہایت ہی اعلیٰ قسم کا احمق ہے۔" اسلوپوگاس نے کہا "ایک سپاہی بھی اس کا ایسا نہیں جو جنگ نہ کررہا ہو۔ غالازی نے ان کی صفیں توڑ دی ہیں۔ اور اپنے سپاہیوں کو ہالا قازیوں میں ملادیا ہے جیسے دودھ میں پانی۔ چنانچہ ہالا قازیوں کی فوج اب فوج نہیں رہی بلکہ وہ ترتیب انبوہ ہو کر رہ گئی ہے۔

اسلوپوگاس کے ماتحت سپاہی میدان جنگ کی طرف دیکھ رہے تھے اور جنگ میں شامل ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ بے تاب ہوئے جارہے تھے وہ بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے۔ اور آپس میں یوں کہہ رہے تھے۔

"شاباش غالازی۔ کیا زبردست ضرب لگائی ہے۔"

"آہ! دیکھو۔ ہمارا وہ سپاہی مارا گیا۔ بہت بہادر تھا"

"واہ۔ واہ۔ کیا عمدہ ڈنڈا ہے غالازی کا"

"بھائیو! تیار ہوجاؤ۔ جنگ قریب آرہی ہے"

یہاں تک کہ اب وہ زیادہ صبر نہ کرسکے اور ایک افسر نے اسلوپوگاس سے پوچھا "خونریز! کیا اب بھی حملہ کرنے کا وقت نہیں آیا ہے؟"

"ذرا صبر کرو۔ ہالا قازیوں کو تھک جانے دو۔ پھر ہماری باری ہوگی" اسلوپوگاس نے جواب دیا۔

ہالا قازیوں نے یک بارگی سمٹ کر غالازی اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کردیا اور یہ ایسا

شدید حملہ تھا کہ غالازی کے سپاہی اسکی تاب نہ لاکر نہایت تیزی سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ غالازی نے چیخ چیخ کر سپاہیوں کو غیرت دلائی۔ انہوں نے رکنے اور سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہالا قازیوں نے خوشی کے نعرے لگائے اور اب وہ کلہاڑے والوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور ان تعاقب کرنے والوں میں سب سے آگے ہالا قازیوں کا سردار تھا' جس کے ماتھے پر چرمی فیتہ بندھا ہوا تھا اور یہی اس کی پہچان تھی' اسلوپوگاس نے غالازی اور اس کے سپاہیوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو اک دم سے اٹھ کھڑا ہوا' اور چیخ کر بولا۔

"ہاں میرے دوستو! اب وقت آیا ہے۔"

سپاہی جو صف در صف بیٹھے ہوئے تھے یوں اٹھے جیسے سمندر میں موجیں اور اب وہ ڈھلان اتر رہے تھے اور سب سے آگے اسلوپوگاس تھا جو اپنا کلہاڑا بلند کئے ہوئے تھے۔ غالازی نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور ابھی وہ پوری طرح گردن گھمانے بھی نہ پایا تھا کہ اسلوپوگاس ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے قریب سے گذر گیا۔ غالازی بھی اس کے پیچھے ہولیا' اور اب اسلوپوگاس اور غالازی نہایت تیزی سے آگے پیچھے بھاگے جا رہے تھے۔

ہالا قازیوں نے اس تازہ دم فوج کو آتے دیکھا وہ رکے اور انہوں نے صفیں قائم کرنے کی کوشش کی اسلوپوگاس کے عین سامنے ہالا قازیوں کا سردار تھا۔ یہ شخص دوہرے جسم کا اور طویل القامت تھا' اور اس کے سامنے سپاہیوں کا ایک دستہ گویا دیوار بنائے ہوئے تھا۔ یہ اس کا محافظ دستہ تھا۔ اسلوپوگاس سیدھا سردار کی طرف بھاگا۔ بہت سے بھالے اس کے استقبال کو جھک گئے اور بہت سی ڈھالیں بلند ہوئیں۔ یہ ایک ایسا حصار تھا جس میں سے کوئی شخص گزر نہ سکتا تھا۔ کم سے کم زندہ نہ گزر سکتا تھا۔ لیکن اسلوپوگاس کو اسی حصار میں سے گزرنا تھا اور زندہ گزرنا تھا۔ اس نے اپنی رفتار کم کی' وہ رکا' وہ کمر میں سے جھک گیا اور یکایک اس نے چھلانگ لگائی۔ اور کسی زبردست پرندے کی طرح ہوا میں پرواز کرتا ہوا دشمنوں کے سروں پر سے گزر گیا۔ کئی ڈھالیں اس کی ٹانگوں سے ٹکرائیں اور

سپاہیوں کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں اور کئی سپاہیوں نے اسلوپوگاس کی طرف بھالے چلائے۔ جو ان کے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ لیکن وہ انہیں صاف پھلانگ لگا گیا۔ اب وہ دوسری طرف تھا اور اب بھالوں اور ڈھالوں کا حصار سرداروں کے گرد قائم تھا۔ یکایک کراہیں پیدا کرنے والا بلند ہوا دونوں سرداروں نے پینترے بدلے تھوڑی دھول اڑی اور دیکھو! ہالا قازی قبیلہ بغیر سردار کے رہ گیا۔ ہالا قازی سردار کا محافظ دستہ تنہا اسلوپوگاس پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن فوراً ہی سپاہی گھبرا گئے۔ ان میں افراتفری پھیل گئی۔ کیونکہ پیچھے سے غالازی نے ان پر حملہ کردیا تھا۔ گھاٹ کا رکھوالا جلد جلد بلند ہو رہا تھا' اور ہالا قازیوں کی کھوپڑیاں کھٹا کھٹ ٹوٹ رہی تھیں اور دشمن نے راہ فرار اختیار کی۔

ادھر اسلوپوگاس کے ماتحت سپاہی ہالا قازی فوج پر آپڑے تھے۔ اور نہایت جوش و خروش سے جنگ کر رہے تھے۔ ہالا قازوی مردہ ہو کر گر رہے تھے ان کی تعداد دم بدم کم ہوتی جا رہی تھی۔ ایک حملہ' سخت حملہ اور شاکا کے سر کی قسم ہالا قازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے وہ بھاگے کلہاڑے والوں نے ان کا تعاقب کیا' اور بہت کم ہالا قازی اپنی جانیں بچا کر جا سکے۔

تو یہ انجام ہوا اس جنگ کا۔ ہالا قازویوں نے اپنے غاروں میں پناہ لی اور ابھی غاروں پر قبضہ کرنا اور بقیہ ہالا قازیوں کو قتل کرنا باقی تھا۔ چنانچہ اسلوپوگاس اور غالازی اپنی بقیہ فوج کے ساتھ غاروں کی طرف چلے اس جنگ میں کلہاڑے والوں کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے تھے' اور جو بچ گئے تھے انہوں نے یہ جان لیا تھا کہ جب کلہاڑا اور ڈنڈا یکجا ہوں تو ان پر فتح پانا آسان نہیں'

اور اب کلہاڑے والے ایک ٹیلے کے سامنے کھڑے تھے جس کا محیط تین ہزار قدم ہوگا۔ یہ ٹیلہ ہرچند کہ زیادہ بلند نہ تھا۔ تاہم اس پر چڑھنا ممکن نہ تھا آدمی تھوڑی دور تک بوقت تمام چڑھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد چڑھائی عمودی اور چکنی تھی' اور ایسی ہموار کہ پیر ٹکانے کی کوئی جگہ نہ مل سکے اس ٹیلہ پر کوئی نہ تھا اور نہ ہی ہالا قازیوں کے اس بڑے کرال میں کوئی نظر آرہا تھا جو ٹیلے کی طرف مشرق میں تھا۔ لیکن ٹیلے کے اردگرد دھول پر

مویشیوں کے کھروں کے ان گنت گہرے نشانات موجود تھے' اور خود ٹیلے میں سے مویشیوں کے ڈکرانے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"یہ ہے ہالاقازیوں کا گھونسلا" غالازی نے کہا۔

"گھوسلا تو ہے" اسلوپوگاس نے جواب دیا۔ "لیکن ہم اس میں پہنچیں گے کس طرح اس پر چڑھنے کا کوئی راستہ کم از کم مجھے تو نظر نہیں آتا۔"

"گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تو پھر؟"

"میرے ساتھ آؤ؟"

چنانچہ غالازی اسلوپوگاس اور سپاہیوں کو لے کر ٹیلے کے دوسری طرف پہنچا' اور اس طرف ٹیلے میں ایک نیچا اور تنگ غار تھا۔ یہ دراصل ایک سرنگ تھی جو ٹیلے کے اندر ہی اندر گھستی چلی گئی تھی۔ اس سرنگ کے دہانے پر پتھر اس طرح رکھے ہوئے تھے کہ انہیں باہر سے ہٹانا ممکن نہ تھا۔ اسی راستے سے مویشیوں کو اندر لے جاکر سرنگ یوں بند کردی گئی تھی۔

"یہ راستہ بند ہے" غالازی نے کہا "آؤ۔"

چنانچہ وہ اس کے ساتھ چلے اور ٹیلے کے جنوبی پہلو کی طرف آگئے اور اس طرف کوئی دو نیزوں کے فاصلہ پر دو سپاہی کھڑے تھے جو اسلوپوگاس اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی یوں غائب ہوگئے۔ جیسے کہ ٹیلے نے انہیں نگل لیا ہو۔

"یہی راستہ ہے۔"

غالازی نے کہا۔

وہ لوگ دوڑ کر ٹیلے کے قریب پہنچے۔ چٹان کی دیوار میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ اس سوراخ میں سے روشنی آرہی تھی اور باتوں کی آوازیں بھی۔

"دوستو!" اسلوپوگاس نے کہا "اس شخص کو سو مویشی انعام میں ملیں گے۔ جو اس سوراخ میں گھس کر راستہ صاف کردے گا۔"

فوراً ہی دو نوجوان اسلوپوگاس کے سامنے آئے۔

"ہم راستہ صاف کر دیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"بس تو جاؤ۔" اسلوپوگاس نے کہا "اور جو اندر گھسنے میں کامیاب ہو جائے۔

وہ دشمن کو اس وقت تک روکے رکھے۔ جب تک دوسرے اندر نہیں پہنچ جاتے۔

دونوں نوجوان سوراخ کی طرف چلے' وہ نوجوان جو آگے تھا سوراخ کے سامنے پہنچ کر ہاتھوں اور پیروں پر بیٹھ گیا۔ بھالا سنبھالے اور ڈھال اپنے سینہ سے لگائے چوپایوں کی طرح چلتا ہوا سوراخ میں گھس گیا سوراخ میں سے آتی ہوئی روشنی لمحہ بھر کے لئے غائب ہو گئی۔ اور اسلوپوگاس اور اس کے ساتھی نوجوان سوراخ میں رینگنے کی آواز سنتے رہے۔ پھر ڈنڈوں کی ضربوں کی آواز آئی۔ ایک دھماکا ہوا' اور سورج پھر روشن تھا۔ وہ نوجوان مارا جا چکا تھا۔

"اس کی قسمت بری تھی۔" دوسرے نوجوانوں نے کہا۔ "دیکھنا یہ ہے کہ اب میری قسمت کہاں تک میرا ساتھ دیتی ہے۔"

چنانچہ یہ دوسرا نوجوان بھی چوپائے کی طرح چلتا ہوا سورج میں گھس گیا اس نوجوان نے ڈھال اپنے سر پر رکھی ایک بار پھر وہ لوگ اس کے رینگنے کی آوازیں سنتے رہے پھر ضربوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر کراہیں۔ چنانچہ یہ دوسرا نوجوان بھی مر چکا تھا۔ لیکن اس کی لاش شاید سوراخ میں ہی پڑی رہ گئی تھی کیونکہ سوراخ روشن نہ ہوا تھا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ جب ہالاقازیوں نے اس پر وار کئے تو نوجوان ذرا پیچھے ہٹ گیا اور وہیں سوراخ میں مر گیا کسی بھی ہالاقازی نے سوراخ میں گھس کر لاش باہر گھسیٹ لانے کی زحمت گوارا نہ کی اسلوپوگاس کے ساتھ ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ اب کوئی بھی یوں چوہے کی موت مرنے کو تیار نہ تھا۔ اسلوپوگاس نے سوالیہ نظروں سے غالازی کی طرف دیکھا غالازی نے کہا۔

میرا نام بھیڑیا ہے اور بھیڑیئے کو اندھیرے بھٹوں سے ڈرنا نہ چاہئے۔ اس کے علاوہ ہالاقازی میرا قبیلہ ہے اور سب سے پہلے مجھے ان لوگوں سے ملنا چاہئے۔" اور غالازی

سوراخ میں گھسنے کے لئے ہاتھوں اور ٹانگوں پر بیٹھ گیا لیکن امسلوپوگاس نے سوراخ میں جھانک کر دیکھا اور کہا:۔

"ٹھہرو۔ غالازی پہلے میں جاؤں گا ایک ترکیب آئی ہے میرے ذہن میں تم میرے پیچھے آؤ۔" پھر وہ سپاہیوں کی طرف گھوم کر بولا۔ "دوستو! خوب شور مچاؤ۔ کہ ہالاقازی ہمارے رینگنے کی آواز نہ سن سکیں اگر ہم دوسری طرف پہنچنے میں کامیاب ہوجائیں تو تم بھی پہنچنے میں جلدی کرنا۔ کیونکہ ہم بہت دیر تک دشمن کو نہ روک سکیں گے اور دیکھو اگر میں مارا جاؤں تو اپنے لئے دوسرا سردار منتخب کرلینا اور اگر غالازی زندہ ہو تو اسے ہی اپنا سردار بنانا کیونکہ اس سے بہتر سردار تمہیں اور کوئی نہ ملے گا۔"

"خونریز ایسا نہ ہوگا۔" غالازی نے کہا۔ "اگر تم زندہ نہ رہے تو میں بھی زندہ نہ رہوں گا۔ اگر مرنا ہی ہے تو ہم ساتھ مریں گے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ غالازی۔ چنانچہ دوستو! تم کسی قابل اور بہادر شخص کو اپنا سردار بنا لینا۔ اور پھر راستہ سے ہالاقازی کے اس لومڑیوں کے بھٹ میں گھسنے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ اگر میں اور غالازی اس میں سے نہ گزر سکے تو کوئی اور نہ گزر سکے گا۔ اس لئے یہ کرنا کہ اس سوراخ کے سامنے ہی قیام کر دینا۔ یہاں تک کہ یہ لومڑیاں اکتا کر باہر نکل آئیں پھر ان کا خاتمہ کرنا آسان ہوگا۔ الوداع میرے ساتھو۔"

"الوداع' ہمارے سردار" سپاہیوں نے کہا "جاؤ مقدس روح تمہاری حفاظت کرے۔" اور پھر امسلوپوگاس سوراخ میں رینگ گیا اس نے ڈھال نہ لی البتہ وہ کلہاڑے کو سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ تین نیزوں کا فاصلہ طے کرچکا تو اس نے ہاتھ آگے کی طرف لمبے کردیئے اور جیسا کہ اس کا خیال تھا اس نوجوان کی ٹانگیں اس کے ہاتھ میں آگئیں جو امسلوپوگاس سے پہلے سوراخ میں داخل ہوا تھا' اور مارا گیا تھا۔ امسلوپوگاس نے اپنا سر لاش کی ٹانگوں کے نیچے کرلیا اور آہستہ آہستہ رینگنے اور لاش کو اپنے اوپر سرکانے لگا۔ یہاں تک کہ اب لاش امسلوپوگاس کے اوپر تھی۔ اب اس نے لاش کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے اوپر روکے رکھا اور آگے کی طرف رینگنے لگا۔ اب وہ سوراخ کے

اندرونی دہانے کی طرف پہنچ گیا تھا۔ اس طرف اندھیرا سا تھا کیونکہ بہت سے بڑے بڑے پتھر سوراخ کے دہانے کے سامنے پڑے ہوئے تھے' اور انہی پتھروں نے روشنی کو دوسری طرف روک لیا تھا۔

"قسمت یاوری کر رہی ہے" اسلوپوگاس دل ہی دل میں بولا "اندھیرے کی وجہ سے ہالا قازی مردے اور زندہ میں تمیز نہ کر سکیں گے۔"

اب وہ ہالا قازی کی آوازیں سن سکتا تھا۔

"زولو' چوہوں کو یہ بل پسند نہ آیا" کسی نے کہا "کیونکہ اس کے دوسری طرف انہیں پکڑنے کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔"

اس پر دوسرا سپاہی ہنسا۔

اسلوپوگاس نوجوان کی لاش کو اپنی پیٹھ پر سنبھالے قدرے تیزی سے رینگنے لگا۔ اور اچانک سوراخ میں سے نکل آیا۔ اب وہ چٹان کے اندھیرے سائے میں تھا۔

"سورج کی قسم" ایک سپاہی چلایا۔ یہ تیسرا چوہا گھس آیا ہے اس کا سر کچل دو۔" اور اس نے پوری قوت سے ڈنڈا مارا۔ جو اس لاش پر پڑا جو اسلوپوگاس اپنی پیٹھ پر سنبھالے اندھیرے میں پڑا ہوا تھا۔

"یہ لے میری طرف سے"

دوسرے سپاہی نے بھالا مارا' جو لاش کو چھیدتا ہوا اسلوپوگاس کی کمر پر چرکا لگا گیا۔

"اور یہ"

"اور یہ"

ہالا قازی سپاہی نوجوان کی لاش پر ڈنڈے اور بھالے برسا رہے تھے۔ اب اسلوپوگاس زور سے کراہنے لگا۔ اور پھر دم سادھ کر مردے کی طرح پڑ گیا۔

"ہمت تیرے کی" اس سپاہی نے کہا۔ جس نے لاش پر اپنے ڈنڈے سے پہلی ضرب لگائی تھی۔ مر گیا منحوس یار یہ تو بڑا دلچسپ کھیل ہے تاہم میرا خیال ہے کو ہمیں چند اور پتھر سوراخ کے سامنے رکھ دینے چاہئیں۔

اور وہ لوگ جانے کے لئے پلٹے۔ ایسا موقع اسلوپوگاس کو مقدس روح دے رہی تھی اس نے نوجوان کی لاش اپنے اوپر سے ڈھکیل دی اور ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہالا قازی سپاہی لاش کے گرنے کی آواز سن کر پلٹے اور ابھی وہ پلٹے ہی تھے کہ کراہیں پیدا کرنے والا ٹھونگ مار چکا تھا اور وہ سپاہی مردہ پڑا تھا جس نے سوسن کی قسم کھائی تھی۔ اسلوپوگاس دوڑ کر قریب کے ایک پتھر پر جا پڑا۔ "ہالا قازی نیولو" ۔ وہ بولا' زولو چوہے کا سر کچلنا آسان نہیں ہے۔"

ہالا قازی سمٹ کر ایک دم سے اسلوپوگاس کی طرف آئے۔ کراہیں پیدا کرنے والا کام کرنے لگا۔ کلہاڑا کبھی دائیں طرف جھک رہا تھا اور کبھی بائیں طرف' اسلوپوگاس اتنی تیزی سے کلہاڑا گھما رہا تھا کہ ہالا قازی اسے دیکھ نہ سکتے تھے اور مردہ ہو کر گر رہے تھے اب ہالا قازیوں نے اسلوپوگاس کو نرغہ میں لے لیا تھا وہ اسکی طرف ایسے بڑھ رہے تھے جیسے کنارے پر پڑے ہوئے پتھر کو ڈبونے کے لئے سمندر کی موجیں بڑھتی ہیں چاروں طرف بھالے چمک رہے تھے اور چاروں طرف سے بھالے اسلوپوگاس کے لئے جھک رہے تھے اور اسلوپوگاس نہایت تیزی سے کلہاڑا چلا رہا تھا۔ لیکن اسکی پشت محفوظ نہ تھی' چنانچہ اس طرف سے ایک بھالا اسکی گردن کو زخمی کرگیا۔ دوسرا بھالا اسکی پیٹھ میں اترنے کے لئے بلند ہوا۔ لیکن اس سے پہلے کے بھالا خونریز کی پشت میں پیوست ہو جاتا۔ خود بھالے کا کندھا ٹوٹ چکا تھا۔ کیونکہ اب غالازی سوراخ میں سے نکل آیا تھا۔ اور اس نے آتے ہی اپنے ڈنڈے سے اس سپاہی کا کندھا توڑ دیا تھا جس کا بھالا اسلوپوگاس کے لئے پیغام اجل لانے والا تھا۔ اب گھاٹ کا رکھوالا اٹھ اٹھ کر گر رہا تھا۔ اور ایسی تیزی تھی غالازی کے حملوں میں کہ اسلوپوگاس کی پشت دشمن کے حملوں سے محفوظ ہو چکی تھی۔

غالازی اور اسلوپوگاس حیرت انگیز بہادری سے جنگ کر رہے تھے۔ ان کے سامنے اور دائیں بائیں لاشیں گرتی جارہی تھیں اب کلہاڑے والے ایک ایک کر کے سوراخ میں سے نکل رہے تھے اور جو بھی سوراخ میں سے نکلتا ایک نہ ایک ہالا قازی سے الجھ جاتا۔ دس کلہاڑے والے اندر آچکے تھے۔ پھر انکی تعداد بیس ہو گئی اور یکایک ہالا قازیوں کے جی

چھوٹ گئے۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ بقیہ کلہاڑے والے نہایت اطمینان اور بے فکری سے سوراخ میں سے نکل رہے تھے۔ اور شام رات میں تبدیل ہو رہی تھی جبکہ اسلوپوگاس کے تمام ساتھی اپنے سردار کے پاس پہنچ چکے تھے۔

بچھڑے ملتے ہیں جب....

اسلوپوگاس نے اپنے سپاہیوں کی صف بندی کی

"بہت کم روشنی رہ گئی ہے" اس نے کہا "تاہم لومڑیوں کو بھٹ سے نکالنے کے لئے کافی ہے۔ غالازی تم جانتے ہو کہ یہ لومڑیاں کہاں چھپی ہوئی ہیں اس لئے تم ہی راستہ دکھاؤ۔"

غالازی آگے آگے چلا۔

وہ لوگ غالازی کے پیچھے چلتے ہوئے ایک موڑ مڑ کر ایک کھلی جگہ میں آگئے جس کے عین بیچ میں چشمہ تھا۔ یہاں ہزاروں مویشی خاموش کھڑے تھے۔ غالازی اب بائیں طرف مڑ گیا۔ اور اب وہ لوگ پہاڑ کے اندورنی حصہ میں تھے۔ جس پر ایک زبردست چٹان جھکی ہوئی تھی۔ اور سامنے سب سے بڑے غار کا دہانہ تھا۔ غار میں اندھیرا تھا لیکن اسکے دہانے کے سامنے سوکھی لکڑیاں ایک انبار کی صورت میں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ لکڑیاں شعلوں کا کام دیتی تھیں۔

"روشنی کا سامان موجود ہے" غالازی نے کہا۔

اور انکی فوج کے ہر دوسرے سپاہی نے ایک ایک لکڑی اٹھا کر قریب ہی جلتے ہوئے الاؤ سے سلگا لی پھر وہ جلتی ہوئی لکڑیاں اور بھالے ہلاتے ایک دم سے غار میں گھس پڑے اور وہاں ہالا قازیوں نے آخری دفعہ ان سے مقابلہ کیا۔ لیکن وہ کلہاڑے والوں کے سامنے زیادہ دیر تک ٹک نہ سکے اور بہت سے مارے گئے میں نہیں جانتا کہ کتنے مارے گئے میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ کلہاڑے والوں کے حملے کے بعد ہالا قازیوں کا قبیلہ قبیلہ نہ رہا ہاں اس کا نام رہ گیا۔ کلہاڑے والے انہیں پسپا کرتے ہوئے اس جگہ لے آئے جہاں مویشی تھے اور وہاں انہوں نے تاروں کی روشنی میں ہالا قازیوں کا خاتمہ کردیا۔

اسلوپوگاس نے دیکھا کہ ایک کونے میں ہالا قازی یوں جمع تھے۔ جیسے کسی چیز کی حفاظت کررہے ہوں۔ وہ انکی طرف لپکا' غالازی اور اس کا دستہ پیچھے چلا۔ جب

اسلوپوگاس ہالا قازیوں کے اس گروہ کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تو اس نے دیکھا کہ کوئی شخص چٹان سے ٹیک لگائے اور اپنے چہرے کے سامنے ڈھال رکھے کھڑا تھا۔

"بزدل" اسلوپوگاس نے دانت پیس کر کہا اور کلہاڑا اٹھا کر وار کر دیا۔ کلہاڑا ڈھال چیر کر چٹان پر پڑا اور لوہے اور پتھر سے چنگاریاں جھڑیں فوراً ہی ایک شیریں آواز نے کہا۔

"آہ! اے سپاہی کیوں مجھے قتل کر رہے ہو؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟"

ڈھال زمین پر جا پڑی تھی۔ اور اسلوپوگاس دوسرا وار کرنے کے لئے کلہاڑا بلند کر چکا تھا۔ لیکن اس شیریں آواز نے سحر کر دیا۔ اور اس کا ہاتھ ہوا میں بلند ہی رہ گیا اور اسے یوں معلوم ہوا جیسے ماضی پر پڑے ہوئے پردے ایک دم سے ہٹ گئے ہوں۔ اسلوپوگاس کی بچپن کی یادیں ایک دم سے تازہ ہو گئیں اسلوپوگاس کی مشعل بجھنے کے قریب تھی تاہم اس نے مشعل آگے جھکا کے اسکی طرف غور سے دیکھا جو چٹان سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ خونریز بھونچکا رہ گیا وہ مردوں کے کپڑے ضرور پہنے ہوئے تھا لیکن وہ کوئی مرد نہ تھا بلکہ وہ ایک حسین لڑکی تھی۔ جس کی رنگت تقریباً سفید تھی۔ اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا دیئے۔ اور اب اسلوپوگاس اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا لڑکی کی آنکھیں تاروں کی طرح سے چمک رہی تھیں۔ اس کے گھنگھریالے بال اس کے کندھوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح پڑے ہوئے تھے اور وہ حسن کا مکمل ترین نمونہ تھی۔ اسکی آواز نے جس طرح اسلوپوگاس کی گزشتہ یادیں تازہ کر دیں تھیں اسی طرح لڑکی کی آنکھیں بھی اسے کچھ یاد دلا رہی تھیں۔

لڑکی اس کی طرف اور وہ لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا اور جلتی ہوئی مشعل کی روشنی دونوں کے چہروں پر ناچ رہی تھی۔

"حسین لڑکی! کیا نام ہے تمہارا۔" اسلوپوگاس نے پوچھا۔

"مجھے سوسن کہتے ہیں۔ لیکن پہلے کچھ اور نام تھا میرا۔"

"کیا نام تھا؟"

"ناڈا۔ موپو کی بیٹی ناڈا۔ لیکن میرا وہ نام مر چکا ہے اور مجھے اس نام سے پکارنے والے بھی مر چکے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں بہت جلد اپنے عزیزوں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔

سپاہی جلدی سے خاتمہ کر دو میرا۔ میں اپنی آنکھیں بند کئے لیٹی ہوں تاکہ تمہارے اس زبردست کلہاڑے کو اپنی گردن کی طرف جھکتے نہ دیکھ سکوں"۔

اب اسلوپوگاس نے غور سے اسکی طرف دیکھا اور کلہاڑا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"ناڈا! میری طرف غور سے دیکھو" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "اور پہچانو کہ میں کون ہوں؟"

ناڈا نے اسکی طرف دیکھا اور بہت دیر تک دیکھتی رہی۔

"میرے باپ کی قسم" بولی "تم ..... تم تو اسلوپوگاس ہو۔ میرے بھائی۔ جسے میں مردہ یقین کر چکی تھی۔

عین اس وقت مشعل بجھ گئی۔ اسلوپوگاس نے مشعل پھینک دی اور آگے بڑھ کر ناڈا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ دیوانوں کی طرح ناڈا کے رخساروں اور پیشانی کو چوم رہا تھا۔

اس وقت تم مجھے چوم رہے ہو۔ ناڈا نے کہا' لیکن چند ثانیوں پہلے تمہارے خونی کلہاڑے نے میری گردن اڑا دی ہوتی۔ آہ! میرے بھائی ہم مل گئے ہیں چنانچہ اس خوشی میں اب خون نہ بہایا جائے۔ ہالا قازی شکست کھا چکے ہیں اب یہی ان کے لئے کافی ہے۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ مجھے شادی پر مجبور نہ کیا۔ اور ڈنگان کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کے وفد کو بھی لوٹا دیا۔ اس لئے انکی جان بخشی کر دو۔ میرے بھائی۔

اور اسلوپوگاس نے چیخ کر کہا۔ اب ہالا قازیوں کو قتل نہ کیا جائے ان ساتھیوں کو ہر چہار طرف دوڑا دیا جو سپاہیوں کو اسلوپوگاس کا پیغام یوں سنا رہے تھے۔ جو کوئی بھی ہالا قازی پر ہاتھ اٹھائے گا وہ خود مارا جائے گا۔ خونریز کا حکم ہے کہ خونریزی بند کر دی جائے۔ اور سپاہیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن یہ حکم بہت دیر میں پہنچا تھا۔ بہرحال ہالا قازی جتنے بھی بچ رہے تھے وہ زندہ بچ رہے۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ البتہ عورتوں اور بچوں کو روک لیا گیا کیونکہ وہ اب جنگی قیدی ہیں۔ ہالا قازی فرار ہو گئے اور پھر کبھی یکجا نہ

ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب غالازی ان کا سردار ہوگا اور وہ غالازی سے ڈرتے تھے کیونکہ اس کے باپ کو انہوں نے زہر دلوا دیا تھا چنانچہ ہالا قازی قبیلے کے لوگ اب بھی ملک کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور اجنبی لوگوں میں مقیم ہیں یا سفید فاموں کی غلامی کر رہے ہیں۔

کلہاڑے والوں نے اس رات شکم سیر ہو کر کھانا کھایا کیونکہ ہالا قازیوں کے غار میں اشیائے خورد و نوش کا کافی سے زیادہ ذخیرہ موجود تھا۔ پھر غار کے دہانے اور چٹان پر سنتری تعینات کر دیئے گئے تھے۔ اور اب امسلوپوگاس ناڈا کو ایک طرف لے گیا اور بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ امسلوپوگاس نے اسے اپنی کہانی سنائی۔ اور ناڈا نے اپنی' جو میرے آقا میں آپ کو سنا چکا ہوں۔

"ناڈا تم شادی کے قابل ہو چکی ہو پھر شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟" جب ناڈا اپنی داستان سنا چکی تو امسلوگاس نے پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتی" اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔ بس اتنا جان لو شادی کرنے کو میرا جی نہیں چاہتا میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ مجھے اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے"

"امسلوپوگاس چند ثانیوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"ناڈا! جانتی ہو میں نے ہالا قازیوں پر حملہ کیوں کیا؟ تمہارے لئے ہاں تمہیں حاصل کرنے کے لئے میں نے ان پر حملہ کیا تم کو حاصل کر کے تحفہ کے طور پر ڈنگان کے حضور میں پیش کر دوں"۔

"آہ! ایسا نہ کرنا میرے بھائی۔ ایسا نہ کرنا۔ ناڈا کانپ کر بولی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تم اپنے اس کلہاڑے سے میری گردن اڑا دو۔ آہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مجھے ڈنگان کو دینے والے ہو تو میں تمہارے کلہاڑے سے اپنا سر نہ بچاتی بلکہ اور اس کے سامنے کر دیتی کہ ایک ہی وقت میں میرے اس حسن کا خاتمہ ہو جاتا۔ جو میرے لئے ایک لعنت بن گیا ہے۔"

حالانکہ امسلوپوگاس فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ ناڈا کو ڈنگان کے حوالے نہ کرے گا تاہم اس

نے کہا۔

ناڈا! ڈنگان افریقہ کا سب سے بڑا اور سب سے طاقتور بادشاہ ہے اور ایسی بہت سی لڑکیاں ہوں گی جو اسکی بیوی بننے کی آرزو میں مری جاتی ہوں گی۔

"ہوں گی لیکن میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں" ناڈا نے جواب دیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہ ہوگا اگر ایسا ہوا تو میں اپنے آپ کا خاتمہ کرلوں گی۔

امسلوپوگاس حیران رہ گیا کہ ناڈا کو شادی سے اتنی نفرت کیوں ہے؟ تاہم اس موضوع پر اس نے فی الحال گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"تو پھر یہ بتاؤ ناڈا" کہ اب کیا کیا جائے؟" مجھے ڈنگان کے پاس بہرحال جانا ہے جیسا کہ میں نے اپنے باپ موپو سے وعدہ کیا ہے اور اگر میں وہاں گیا تو ڈنگان کے اس سوال کا کیا جواب دوں گا۔ وہ پھول کہاں ہے؟ جسے توڑنے کے لئے میں نے ہالا قازیوں کا باغ اجاڑ دیا؟"

ناڈا چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر بولی۔

"تم ڈنگان سے یوں کہہ سکتے ہو کہ چونکہ سوسن نے سپاہیوں کے کپڑے پہن رکھے تھے اس لئے وہ جنگ میں ماری گئی۔ سنو تمہارے سپاہیوں میں سے کسی کو معلوم نہیں میں تمہیں مل گئی ہوں چونکہ تم فاتح ہو اور تمہارے سپاہی فتح کے نشہ میں سرشار ہیں۔ اس وقت وہ لڑکیوں کے بجائے دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہیں۔ سنو یہ ہے میری تجویز' ہم اسی وقت تاروں کی روشنی میں لاشوں کو دیکھنے چلتے ہیں یقین ہے کہ ہمیں کسی حسین لڑکی کی لاش مل جائے گی۔ جنگ کے ہنگامے میں ہمیں یقین ہے کہ بہت سی حسین اور کنواری لڑکیاں ماری گئی ہوں گی جب کسی حسین لڑکی کی لاش مل جائے گی تو ہم اسے سپاہیوں کا لباس پہنا دیں گے اور اس کی لاش کے پاس تمہارے ایک سپاہی کی لاش رکھ دیں گے دونوں لاشیں غار کے اندھیرے میں رکھ دی جائیں گی اور کل صبح تم اپنے سپاہیوں کو بلا کر لاشیں دکھا دینا اور کہنا کہ یہ سوسن ہے جسے ایک سپاہی نے اور خود تم نے اس سپاہی کو قتل کردیا۔ میرا خیال ہے کہ موت کے اس معمولی سے منظر کو سپاہی اتنی اہمیت نہ دیں گے اور

اگر وہ لڑکی اتنی حسین نظر نہ آئی تو تم ان سے کہہ دینا کہ موت کے سرد ہاتھ نے سوسن کا حسن بگاڑ دیا ہے چنانچہ یہ کہانی تم ڈنگان سے کہو گے۔ اور سپاہی اس کی تائید کریں گے اور ڈنگان اسے سچ تسلیم کر لے گا۔"

"لیکن ناڈا یہ ہو گا کیسے؟"

کوئی مجھے دیکھے گا ہی نہیں تو پہچانے گا کہاں سے؟ آج ہی رات مجھے آزاد کر دو۔ میں مردوں کا لباس پہن کر اور اپنے چہرے پر کمبل ڈال کر یہاں سے نکل جاؤں گی۔ اور اس حالت میں کسی نے مجھے دیکھ بھی لیا تو وہ کیسے جان سکے گا کہ یہی سوسن ہے؟ کہاں جاؤ گی تم ناڈا؟ اور کیا اتنے برسوں کے بعد ہم اس لئے ملے ہیں کہ پھر فوراً ہی ہم جدا ہو جائیں؟"

کیا کہا تھا تم نے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ اس آسیبی پہاڑ کے سائے میں جس پر پتھر کی چڑیل بیٹھی ہوئی ہے اور جس کی وجہ سے اس پہاڑ کے لوگ فوراً پہچان لیتے ہیں' یہی پہاڑ ہے نہ بس تو تم وہاں تک کا راستہ مجھے بتا دو میں وہیں چلی جاؤں گی۔"

چنانچہ اسلوپوگاس اسے راستہ بتانے لگا اور وہ غور سے سنتی رہی۔ "بس تو ٹھیک ہے" ناڈا نے کہا' میں جوان ہوں اور تیز رفتار' شاید میں وہاں تک پہنچ جاؤں اور اگر میں وہاں پہنچ گئی تو اسلوپوگاس تم مجھے رہنے کے لئے ایک جھونپڑی دو گے نا؟"

"تم فکر نہ کرو۔ اسلوپوگاس نے کہا تاہم سفر طویل اور راستہ دشوار گزار ہے آج تک کسی مرد نے اکیلے یہ سفر نہ کیا اور تم تو پھر عورت ہو۔

"تاہم یہ سفر کرنا ہی پڑے گا اور مجھ اکیلی کو ناڈا نے مسکرا کر جواب دیا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔"

اس کے بعد اسلوپوگاس نے غالازی کو طلب کیا اور اسے یہ سب باتیں بتا دیں کیونکہ غالازی ہی وہ شخص تھا جس پر وہ اعتبار کر سکتا تھا۔ غالازی خاموشی سے اسلوپوگاس کی باتیں سنتا اور ناڈا کا حسن دیکھ کر حیران ہوتا رہا جب اسلوپوگاس خاموش ہوا تو غالازی نے کہا۔

"بھائی! یہ لڑکی واقعی حیرت انگیز حد تک حسین ہے اب اگر ہالا قازیوں نے ڈنگان کے سفیروں کو ناکام لوٹا دیا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اور خود ہالا قازی اس کی خاطر

کٹ مرے تو اس میں بھی تعجب کی کوئی بات نہیں۔ یہ لڑکی واقعی تباہ کن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تباہ کاریاں یہیں ختم نہیں ہو جاتیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ سوسن کی خاطر اور بھی بہت سا خون بہے گا اور بھی بہت سی جانیں تلف ہوں گی۔ یہ لڑکی مرنے سے پہلے کئی اور کو تباہ کر جائے گی کئی اور کو مٹا جائے گی۔"

ناڈا نے یہ بدشگونی کے الفاظ سنے تو وہ کانپ گئی اور امسلوپوگاس کو غصہ آگیا اس نے خشمناک سے غالازی کی طرف دیکھا لیکن غالازی نے اس کے غصہ کی پروانہ کی اور نہایت سکون سے کہا۔

"خونریز! میں نے وہی الفاظ دہرا دیئے ہیں جو میرے دل نے مجھ سے کہے تھے۔"

پھر وہ اٹھے اور اس لڑکی کو تلاش کرنے لگے جو حسین ہو اور جس کے ذریعہ ڈنگان کو دھوکہ دیا جاسکے۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد ایک ایسی ہی لڑکی کی لاش مل گئی۔

یہ لڑکی طویل قامت اور حسین تھی غالازی اس کی لاش کو اٹھا کر بڑے غار میں لے آیا۔ اس غار میں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جو مشعل کی لرزاں روشنی میں بہت بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔

"بڑی گہری اور نہ ٹوٹنے والی نیند سو رہے ہیں یہ لوگ" ناڈا نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

خاتون وہ دن دور نہیں جب ہم بھی ایسی ہی نیند سو جائیں گے" غالازی نے کہا اور ناڈا ایک بار پھر کانپ گئی۔

ان تینوں نے مل کر لڑکی کی لاش کو سپاہی کے کپڑے پہنائے اس کے قریب ایک خون آلود بھالا رکھا اور کلہاڑے والوں کے ایک سپاہی کی لاش تلاش کر کے لڑکی کی لاش کے قریب رکھ دی پھر وہ غار سے نکل آئے اور غالازی اور امسلوپوگاس اس طرح جیسے دو سنتریوں کی مستعدی کا معائنہ کر رہے ہوں۔ آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ ناڈا ان کے پیچھے گویا ان کے محافظ سپاہی کی طرح چل رہی تھی۔ اس نے ڈھال اس طرح اٹھا رکھی تھی کہ اس کا چہرہ اس کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ وہ ایک ہاتھ میں بھالا لئے تھی۔ اور اسی ہاتھ میں

ایک تھیلا لٹکائے ہوئی تھی جس میں رخت سفر تھا یعنی خشک گوشت اور غلہ تھا۔

وہ تینوں چلتے رہے یہاں تک کہ غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ دہانے پر سے پتھر ہٹا دیئے گئے کہ وہ ہالا قازی باہر جا سکیں جن کی جان بخشی ناڈا کی درخواست پر کی گئی تھی۔ غار کا دہانہ بند نہ کیا تھا لیکن وہاں سنتری موجود تھے انہوں نے امسلوپوگاس کو سلام کیا۔ اس نے دیکھا کہ سفر اور جنگ نے ان سپاہیوں کو تھکا مارا تھا۔ امسلوپوگاس اور غالازی اور ان کے پیچھے ناڈا غار کے دہانے میں گھس گئے بہت جلد وہ غار سے باہر میدان میں کھڑے تھے۔

اور یہاں امسلوپوگاس اور ناڈا ایک دوسرے سے رخصت ہوئے امسلوپوگاس ناڈا کو اس وقت جاتے دیکھتا رہا جب تک کہ وہ اندھیرے میں جا کر نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ غالازی نے دیکھا کہ امسلوپوگاس اداس تھا۔

"آہ! اب ہم کب ملیں گے!" امسلوپوگاس نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا جس طرف ناڈا گئی تھی۔

"مقدس روح کرے کہ تم پھر کبھی نہ ملو۔ غالازی نے کہا کیونکہ میرا دل کہتا ہے کہ اب اگر تم دونوں کا ملاپ ہوا تو سوسن کی وجہ سے اتنا خون بہے گا کہ پہلے کبھی نہ بہا ہو گا۔ خونریز! تمہارا یہ موت کا ستارہ ہے اور جب بھی اور جہاں بھی یہ ستارا چمکے گا اس وقت اور اس جگہ خون بہے گا۔

امسلوپوگاس نے کوئی جواب نہ دیا وہ دونوں پھر غار کے دہانے میں گھس گئے۔ "یہ کیا بات ہوئی سردار!" جب وہ دوسری طرف پہنچے تو سنتریوں کے افسر نے پوچھا۔ کہ باہر تین آدمی گئے تھے لیکن واپس صرف دو آئے ہیں۔

"بیوقوف!" امسلوپوگاس گرجا' یا تو تم نشہ میں ہو یا پھر نیند نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ دو ہی باہر گئے تھے اور دو ہی واپس آئے ہیں تیسرے کو ہم نے یہیں سے واپس بھیج دیا تھا۔

"سردار کہتے ہیں تو ایسا ہی ہو گا"۔ افسر نے آنکھیں مل کر جواب دیا۔

نار جہنم

دوسرے دن سپاہی بیدار ہوئے تو تازہ دم تھے جب وہ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو اسلوپوگاس نے انہیں شمار کیا۔ افسوس نصف سے زیادہ فوج اس جنگ میں کام آگئی تھی' اسلوپوگاس نے سپاہیوں کا شکریہ ادا کیا اور ان کی بہادری کی تعریف کی سپاہی خوش تھے کیونکہ مال غنیمت میں اندازے سے زیادہ مویشی آئے تھے۔ چنانچہ انہیں سپاہیوں کی موت کا افسوس نہ تھا یا اتنا زیادہ نہ تھا جو کہ اس جنگ میں کام آئے تھے۔ وہ اسلوپوگاس اور غالازی کی تعریف کی گیت گارہے تھے اور جب وہ خاموش ہوئے تو اسلوپوگاس نے انہیں مخاطب کیا اور کہا کہ انہیں ہالا قازیوں پر عظیم فتح حاصل ہوئی ہے اور ان گنت مویشی ہاتھ آئے ہیں تاہم انہیں سوسن نہ ملی جس کی تلاش میں وہ آئے تھے کہاں تھی سوسن؟ گزشتہ رات سپاہیوں نے اسے مردوں کے لباس پہنے دیکھ تھا۔ یہ اسے ہالا قازیوں سے معلوم ہوا تھا۔ لیکن اس وقت وہ کہاں تھی؟

سب سپاہیوں نے جواب دیا کہ انہوں نے نہ سوسن کو دیکھا ہے اور نہ اسکے متعلق کچھ جانتے ہیں جب سپاہی خاموش ہوئے تو غالازی نے جیسا کے پہلے سے اس کے اور اسلوپوگاس کے درمیان طے ہوا تھا کہا جب وہ غار میں ایک دم سے گھس پڑے تھے تو اس نے ..... غالازی نے .... کلہاڑے والوں کے ایک سپاہی کو ایک ہالا قازی کی طرف لپکتے دیکھا اور ہالا قازی ڈھال پھینک کر رحم رحم چلا رہا تھا۔ غالازی نے کہا کہ وہ کوئی مرد نہ تھا۔ بلکہ ایک حسین لڑکی تھی چنانچہ غالازی نے چیخ کر اس سپاہی سے کہا کہ وہ اس لڑکی کو قتل نہ کرے کیونکہ یہ خونریز کا حکم تھا کہ ہالا قازی کی کوئی عورت قتل نہ کی جائے لیکن وہ سپاہی فتح کے لئے نشہ میں چور ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس نے لڑکی کو قتل کردیا اس پر غالازی نے غصہ میں آکر اس سپاہی کے سر پر ڈنڈا مارا چنانچہ وہ بھی مرگیا۔

"یہ تم نے اچھا کیا میرے بھائی کہ تم نے اس بیوقوف کو مار ڈالا" اور اسلوپوگاس نے کہا "دوستو" تم میں سے چند آدمی ہمارے ساتھ چلیں اور ہم چل کر اس لڑکی کی لاش

دیکھیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہی لڑکی سوسن ہو۔ اور اگر ایسا ہوا تو یہ ہماری بدقسمتی ہو گئی کیونکہ میں نہیں جانتا کہ ڈنگان کو کیا جواب دوں گا۔

چنانچہ چند افسر اسلوپوگاس اور غالازی کے ساتھ اس جگہ پہنچے جہاں ایک لڑکی کی اور اس کے قریب ہی کلہاڑے والوں کے ایک سپاہی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

غالازی تم نے غلط نہ کہا تھا۔ "اسلوپوگاس نے کہا" بیشک یہ اسی لڑکی کی لاش ہے جس کا نام سوسن تھا۔ اور جس کی تلاش میں ہم آئے تھے۔ لعنت ہو اس سپاہی پر جس نے ہمارے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ اور جو غالازی کے ڈنڈے سے مارا گیا یہ تو بہت برا ہوا دوستو۔ افسوس کہ میں یہ بری خبر ڈنگان کو سناؤں گا۔ بہرحال جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ لڑکی، جس کے حسن کے چرچے تھے مر گئی اور موت نے اس کا گرم جسم ٹھنڈا کر دیا۔ بڑا ہی عبرت انگیز منظر تھا۔ چلو یہاں سے۔" اور وہ جانے کے لئے پلٹا۔ لیکن پھر رک کر بولا۔

"لڑکی کی لاش کو نمک میں رکھ کر بیل کی کھال میں لپیٹ لو۔ اور ہمارے ساتھ لے چلو۔"

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ افسروں نے کہا۔

"سردار! تم ٹھیک کہتے ہو۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بیچارا ڈنگان اب اس لاش سے شادی کرے گا۔"

لیکن سنتریوں کا وہ افسر خاموش رہا۔ جس نے تین آدمیوں کو غار سے باہر جاتے دیکھا تھا، لیکن صرف دو کو واپس آتے دیکھا تھا۔ اس نے کچھ نہ کہا کیونکہ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے یقیناً تین آدمیوں کو باہر جاتے دیکھا تھا۔ اور وہ تیسرا شخص جو لبادہ اوڑھے اور ڈھال اپنے منہ کے سامنے کئے تھا۔ یقیناً کوئی مرد نہ تھا کیونکہ اس افسر نے لبادہ کے نیچے ایک حسین لڑکی کے دلاویز خطوط اور ابھار دیکھے تھے اور جب وہ اس کے قریب سے اپنا جسم چرا کر گزر رہی تھی تو اس افسر نے ڈھال کے پیچھے جو آنکھیں دیکھیں تھیں وہ کسی مرد کی نہیں بلکہ کسی حسین لڑکی کی تھیں۔

اس کے علاوہ اس افسر نے یہ بات بھی دیکھی کہ خونریز نے لاش کی شناخت کے لئے ہالا قازی قیدیوں میں سے کسی کو طلب نہ کیا تھا۔ بلکہ خود ہی فیصلہ کردیا تھا کہ لاش سوسن کی تھی۔ اس کے علاوہ خونریز مشعل کو ٹھیک سے پکڑے ہوئے نہ تھا۔ اسکی روشنی پوری طرح لاش کے چہرے پر پڑے بلکہ وہ مشعل کو ادھر ادھر ہلا رہا تھا۔ حالانکہ اسکے ہاتھ میں رعشہ نہ تھا ہوسکتا تھا یہ سب باتیں اس افسر نے ذہن نشین کرلیں اور منہ سے کچھ نہ بولا۔

پھر اے میرے آقا اتفاق ایسا ہوا کہ جب وہ لوگ ہالا قازیوں کے غاروں میں رخصت ہو کر ڈنگان کے کرال کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں کسی بات پر خفا ہو کر اسی افسر کو سخت سست کہا۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے خونریز نے اس افسر کو معزول کر کے اسکی جگہ ایک دوسرے سپاہی کو افسر بنا دیا۔ اس کے علاوہ اس نے اس افسر کو معزول کرکے اس کے حصہ کے مویشی لے کر دوسرے افسر کو دیدیئے۔

اس واقع کے بعد یہ افسر اس تیسرے شخص کے متعلق زیادہ سے زیادہ سوچتا رہا جو خونریز اور غالازی کے ساتھ باہر تو گیا لیکن واپس نہ آیا تھا۔ اور جو اس کے خیال میں ایک مرد نہیں بلکہ ایک جوان اور حسین لڑکی تھی۔

اسی دن اسلوپوگاس نے ڈنگان کے کرال کی طرف کوچ کردیا لیکن کوچ کرنے سے پہلے اس نے سب سپاہیوں کے سامنے غالازی سے پوچھا کہ وہ اس کے ساتھ چلے گا۔ یا وہیں ٹھہر کر ہالا قازیوں پر حکومت کرنا پسند کرے گا کیونکہ وہ وراثتاً" ہالا قالازیوں کا سردار تھا اور یہ اس کا جائز حق تھا اس پر غالازی نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ وہ سرداری حاصل کرنے نہیں بلکہ ہالا قازیوں سے انتقام لینے آیا تھا۔ اسکے علاوہ اس نے کہا کتنے ہالا قازی بچے ہیں جن پر وہ حکومت کرے گا پھر اس نے کہا کہ وہ اسلوپوگاس خون بدل بھائی ہیں اور دو درختوں کی طرح دونوں ایک ہی مٹی میں بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ اب اسے اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا گیا تو وہ درخت کی طرح خشک ہو جائے گا اس کے علاوہ اسلوپوگاس اور اپنے بھیڑیوں سے محبت ہے اور وہ ان سے الگ ہونا نہیں چاہتا ہے۔

چنانچہ اسلوپوگاس نے پھر غالازی کی سرداری کا ذکر نہ کیا اور ڈنگان کے کرال کی

طرف سفر جاری رکھا۔ اس کے ساتھ بہت سے مویشی تھے۔ جنہیں وہ ڈنگان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ اور بہت سی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ایک سو سن نہ تھی۔ اسلوپوگاس کو یقین تھا کہ ان بہت سی عورتوں کو لیکر جن میں اکثر حسین اور کنواری لڑکیاں تھیں ڈنگان خوش ہو جائے گا اور اپنی ہوس اور نفس کی پیاس بجھا سکے گا تاہم وہ پوری طرح مطمئن نہ تھا اور چونکہ بادشاہ کے مزاج پر اعتبار نہ کرسکتا تھا اس لئے زولولینڈ کی سرحد پر پہنچ کر اس نے یوں کیا کہ زیادہ حسین اور جوان لڑکیوں اور تندرست بچوں اور بہت سے تگڑے اور موٹے مویشیوں کو کلہاڑے والوں کے کرال کی طرف چند سپاہیوں کے ساتھ روانہ کردیا۔

اور یہ بات بھی اس افسر نے دھیان میں رکھی جسے خونریز نے معذول کردیا تھا اور ایک افسر کی بجائے معمولی سپاہی رہ گیا تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ ایک صبح میں موپو' ڈنگان کے کرال میں ڈنگان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ جسدن ڈنگان نے بوئروں کو قتل کیا تھا۔ اسی دن میں نے یہ پیشنگوئی کی تھی کہ اب خود ڈنگان کی موت اسے پکار رہی ہے اس کے بلوجود ڈنگان نے مجھے قتل نہ کیا تھا۔ حالانکہ وہ مجھ سے خفا ضرور تھا۔ مطلب یہ تھا کہ اب تک میں زندہ تھا اور اب بھی میرا شمار اس کے مشیروں میں ہوتا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ اب ڈنگان مجھ سے زیادہ گفتگو نہ کرتا تھا اور یہ واقعہ جواب میں بیان کررہا ہوں بوئروں کے قتل کے دوسرے دن کا ہے اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اسلوپوگاس بوئروں کے قتل کے دوسرے دن ہی ہالا قازیوں قیدیوں اور مویشیوں کے ساتھ ڈنگان کے کرال میں داخل ہوا تھا۔ خیر تو جس دن کا ذکر کررہا ہوں اس دن ڈنگان کی طبیعت بالکل اداس تھی اور وہ اپنی اداسی دور کرنے کے لئے کسی دلچسپ تفریح یا تماشے کا متلاشی تھا۔ یکایک اسے سفید فام مبلغ کا خیال آیا جو اس وقت ڈنگان کے کرال ہی میں موجود تھا۔ اور لوگوں سے کہہ رہا تھا وہ بھالوں' دوسرے ہتھیاروں اور خود بادشاہ کی پرستش چھوڑ کر ایک ایسے خدا کی پرستش کریں جو نظر نہیں آتا یہ سفید فام بے حد عمدہ آدمی تھا۔ لیکن قسمت اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی اور

اس کی تبلیغ کا زولوؤں پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا کیونکہ اس کی باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہ آتی تھیں اس کے علاوہ افسروں اور امراء کو سفید فام کی باتیں پسند بھی تھیں کیونکہ اسکی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک آقا پر دوسرا آقا اور بادشاہ پر دوسرا بادشاہ پیدا کرنا چاہتا تھا اور ان لوگوں کو امن قائم کرنے کی تلقین کیا کرتا تھا۔ جنگی گھٹی میں جنگ پڑی تھی۔ اور جنگ و جدل کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ ڈنگان نے اس سفید فام مبلغ کو بلا بھیجا تھا کہ وہ بادشاہ سے مناظرہ کرے کیونکہ ڈنگان اپنے آپ کو دنیا کا ہوشیار ترین شخص سمجھتا تھا اور وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ زبان اور ہتھیاروں کی جنگ میں کوئی اس سے جیت نہیں سکتا تھا۔

مبلغ آیا۔ اس کی رنگت زرد ہو رہی تھی کیونکہ وہ بوڑوں کو قتل ہوتے دیکھ چکا تھا۔ اور وہ فطرتاً نرم دل تھا۔ ڈنگان نے بیٹھنے کا اشارہ کیا مبلغ بیٹھ گیا تو ڈنگان نے کہا۔

سفید فام! کل تم نے دوسری دنیا کے کسی ایسے مقام کا ذکر کیا تھا جہاں زبردست آگ جل رہی ہے اور جہاں بقول تمہارے وہ لوگ جاتے ہیں جو دنیا میں برے کام کرتے ہیں کیا نام بتایا تھا تم نے آگ کے اس مقام کا؟"

"جہنم" مبلغ نے جواب دیا۔

"ہاں جہنم۔ اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ کیا ہمارے اجداد اس جہنم میں جل رہے ہیں اس وقت؟"

"یہ میں تو کیا کوئی بھی نہیں بتا سکتا' میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ جو لوگ دنیا میں برے کام کرتے ہیں' بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں' ظلم کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں زنا کرتے ہیں اور ایسے ہی دوسرے کام کرتے ہیں وہ مرنے کے بعد جہنم میں جاتے ہیں۔"

"ہمارے اجداد نے ایسے کام کئے ہیں اور چونکہ ہم بھی ایسا کر رہے ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ہم بھی جہنم میں جائیں گے۔ بہر حال اگر ہم جہنم میں گئے تو تب بھی ہم اس سے اور اسکی آگ سے بچ جائیں گے۔

"کس طرح" مبلغ نے پوچھا۔

ڈنگان مبلغ کو پھانسنے کے لئے جال بچھا چکا تھا۔ اس میدان میں جہاں بوئروں کا قتل کیا گیا تھا۔ ایک زبردست چتا تیار کی گئی تھی۔ نیچے خشک اور ہری جھاڑیاں تھیں اور ان کے اوپری لکڑی کے بڑے بڑے کندے رکھے ہوئے تھے اور ان پر بھرپور درخت رکھے ہوئے تھے۔ میرے آقا! ڈنگان کے سامنے میدان میں اتنا ایندھن رکھا ہوا تھا جو ایک دو نہیں 'دس' بیس نہیں بلکہ ساٹھ بڑے چھکڑوں میں سا جائے۔

"سفید فام! یہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے" ڈنگان نے کہا اور سپاہیوں کو اشارہ کیا کہ وہ چاروں طرف سے چتا کو سلگا دیں پھر اس نے رجمنٹ کو طلب کیا جو کہ نوجوانوں کی رجمنٹ اس وقت کرال میں موجود تھی۔ اس رجمنٹ میں ہزار ڈیڑھ ہزار سپاہی موجود تھے۔ جنہوں نے ڈنگان کے حکم سے بوئروں کو قتل کیا تھا۔

چتا جلائی گئی' شعلے بلند ہوئے اور رجمنٹ کے سپاہی چتا کے سامنے صف در صف کھڑے ہو گئے اس اثنا میں آگ پوری طرح سلگ چکی تھی۔ شعلے بہت اونچے جا رہے تھے اور آگ اتنی تیز تھی کہ ہم اسکی تپش محسوس کر رہے تھے حالانکہ چتا سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے۔

"سفید فام! اب بتاؤ کہ تمہارے جہنم میں جو آگ جل رہی ہے کیا وہ اس آگ سے زیادہ تیز ہے؟ ڈنگان نے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا تاہم یہ آگ جو تم نے جلائی ہے واقعی زبردست ہے۔" مبلغ نے کہا۔

"بہت اچھا۔ اب ہم تم کو یہ بتائیں گے کہ اگر ہمیں جہنم میں پھینکا گیا تو ہم کس طرح اس میں سے نکل آئیں گے۔ چاہے وہ اس چتا سے دس گنا بڑی اور تیز ہی کیوں نہ ہو۔ میرے وفادارو۔ ڈنگان نے سپاہیوں سے کہا اور جوش کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ گھس پڑو اس چتا میں اور اپنے ننگے پیروں سے دبا دبا کر اس آگ کو اس طرح بجھا دو کہ جہاں شعلے ہیں وہاں راکھ رہ جائے۔"

مبلغ لرز گیا۔ وہ ڈنگان کے سامنے ہاتھ جوڑنے اور گڑگڑانے لگا کہ وہ ایسا نہ کرے

کیونکہ اس طرح بہت سے بے گناہ جل مریں گے۔ لیکن ڈنگان نے اسے جھڑک دیا۔ چنانچہ اب مبلغ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا دیئے اور اپنے خدا کو پکارنے لگا چند لمحوں تک سپاہی بھی خاموش کھڑے ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے کیونکہ آگ بہت زور سے جل رہی تھی۔ اور شعلے آسمان کی خبر لا رہے تھے۔ اور چتا کے ہر چہار طرف دور دور تک کی فضا گرم ہو گئی تھی لیکن رجمنٹ کے افسر نے بلند آواز میں سپاہیوں سے کہا۔

شاہ عظیم کا حکم سنو اور اس پر عمل کرو۔ کل ہم نے آمایونا کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کیونکہ وہ نہتے تھے لیکن اس وقت جو دشمن سامنے ہے وہ زبردست ہے اور اس وقت ہمیں بزدلی کا ثبوت نہ دینا چاہئے' آؤ دوستو ہم اس آگ میں غسل کریں۔ ہم اس آگ سے بھی زیادہ تیز اور زور دار ہیں شاہ کا حکم بجا لاؤ۔ وہ عظیم ہے وہ دیوتا ہے۔

یوں کہا اس افسر نے اور چتا کی طرف دوڑ پڑا اور اس کے پیچھے ایک نعرے کے ساتھ سپاہی صف در صف چلے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کے سامنے موت ہے تو پیچھے بھی موت ہے کیونکہ اگر وہ آگ میں نہ گئے تو ڈنگان انہیں نہ بخشے گا اور یہ کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کر کے عزت کی موت مرنا ذلت کی موت سے جہاں بہتر ہے چنانچہ وہ اپنے افسر کی معیت میں۔ جنگی گیت گاتے ہوئے چتا کی طرف بڑھے۔

اب افسر بھڑکتی ہوئی چتا کی طرف پہنچ چکا تھا۔ اس نے تپش سے بچنے کے لئے اپنی ڈھال اپنے چہرے کے سامنے کر لی۔ وہ ایک لمحے تک رکا اور پھر چتا میں گھس گیا اور پھر بعد میں اس کی ایک چھوٹی ہڈی تک نہ ملی۔

اس کے پیچھے ہی پہلی صف گھس پڑی۔ وہ چتا میں گھس پڑے اور اپنی چرمی ڈھالوں اور ننگے پیروں سے آگ بجھانے اور ہاتھوں سے جلتے ہوئے کندے گھسیٹ کر باہر پھینکنے لگے۔ اے میرے آقا! اس صف کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچا۔ موم بتی پر منڈلاتے ہوئے پتنگوں کی طرح وہ جل مرے سب کے سب راکھ ہو گئے۔

اس کے بعد پھر دوسری اور تیسری صف چتا میں پھاند پڑی۔ ایک کے بعد ایک صف

چتا میں گھستی رہی۔ شعلے مدھم ہوتے چلے گئے۔ اور اب شعلوں کے بجائے دھواں زیادہ ہوتا جارہا تھا۔ اور جلے ہوئے گوشت کی چراند فضا میں پھیل گئی۔

اے میرے آقا جلے ہوئے سپاہی جن کی جلد کالی ہو گئی تھی۔ جن کی چربی پگھل چکی تھی۔ جن کے بدن کے تمام بال جل گئے تھے۔ اور جو ننگے تھے چتا کے دوسری طرف سے باہر نکل رہے تھے اکثروں کی جلد پھٹ کر چربی نکل آئی تھی۔ کسی کی آنکھیں سر سے غائب تھیں کسی کے دیدے باہر لٹک رہے تھے کسی کی ناک غائب تھی' کسی کے ہونٹ اور اب بھی کسی کے جسم سے شعلے لپٹے ہوئے تھے اور وہ کولتار کی طرح سلگ رہا تھا۔ وہ چتا سے نکل رہے تھے اور ادھر ادھر گر رہے تھے ان کے بعد دوسرے آئے۔

اب چتا میں شعلے نہ تھے دھواں تھا کالا اور گاڑھا جس میں سپاہی سایوں کی طرح نظر آرہے تھے اور وہ بچے کچے انگاروں کو بجھا رہے تھے۔

اور اب اے میرے آقا! ابتماشا ختم ہو چکا تھا آگ بجھ چکی تھی اور رجمنٹ کی آخری سات صفیں بچ گئی تھیں حالانکہ وہ بھی چتا میں گھس پڑی تھیں۔

اس نار جہنم کو بجھانے کی کوشش میں کتنے سپاہی جل مرے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔

ڈنگان نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"دیکھا سفید فام؟ جہنم کی آگ کو بھی جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ ہم اسی طرح بجھا دیتے ہیں بشرطیکہ ایسا کوئی جہنم ہو۔ ہا۔ہا۔ہا ہم اپنے سپاہیوں کو حکم دیں گے کہ وہ جہنم کی آگ کو بجھا دیں۔ اس کے بعد ہم اس ٹھنڈے جہنم میں اطمینان سے رہیں گے۔

چنانچہ مبلغ یہ کہہ کر اس کرال سے چلا گیا کہ اب وہ اس کرال میں تبلیغ نہ کرے گا اور اسکے بعد وہ نہ صرف ڈنگان کے کرال بلکہ زولولینڈ سے بھی رخصت ہو گیا اور پھر کبھی اس طرف نہ دیکھا گیا۔

مبلغ کے جانے کے بعد ڈنگان کے حکم سے جلے ہوئے کندوں اور جلی ہوئی لاشوں کو وہاں سے ہٹا کے میدان صاف کر دیا گیا۔ جو زیادہ جل گئے تھے انہیں اسی جگہ قتل کر دیا گیا اور جن کی زندگیوں کی امید تھی ان کی مرہم پٹی کی گئی۔

اب وہ سپاہی جو زیادہ جلے نہ تھے اور جن میں چلنے پھرنے کی سکت تھی۔ ڈنگان کے حضور پیش ہوئے اور اس کی تعریف اور عظمت کے گیت گانے لگے۔

"میرے بچو! اب تمہارے لئے ڈھالیں اور سر پاس حاصل کرنا ہے" ڈنگان نے کہا کیونکہ ان کی ڈہالیں اور ٹوپیوں کے پر جل گئے تھے۔

"آہ!" ڈنگان نے ان سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا جن کے سر کے بال جل گئے تھے۔ "اس جہنم میں جس کا ذکر سفید فام نے کیا ہے حجامت بنوانے کی ضرورت نہ پڑے گی"۔

پھر اس نے ان سپاہیوں کو بیئر پلانے کا حکم دیا کیونکہ آگ کی تپش سے ان کی پیاس بڑھ گئی تھی۔ اور اکثر کی زبانیں باہر لٹک آئی تھیں۔

ابھی یہ معاملہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ پیامبر یہ خبر لے کر آئے کہ خونریز ہالا قازیوں کو شکست دینے کے بعد آگیا ہے اور اپنی فوج کے ساتھ کرال کے باہر کھڑا ہے جب میں نے یہ سنا تو مارے خوشی کے میرا دل ناچ اٹھا تھا کیونکہ مجھے خوف تھا کہ امسلوپوگاس کامیاب لوٹا ہوگا۔ ڈنگان بھی اس خبر سے خوش ہو گیا اور تالیاں بجا بجا کر ناچنے اور قلانچیں بھرنے لگا۔

"آخر کار۔ آخر کار ایک عمدہ خبر ہم نے سنی اس نے کہا وہ آگ بجھانے کے واقعہ کو بھول چکا تھا اب ہم اس پھول کو دیکھیں گے جسے توڑنے کے لئے کب سے ہمارے ہاتھ بے تاب ہو رہے تھے۔ خونریز اور اس کے ساتھیوں کو عزت و احترام سے لے آؤ"

ایک لمحے تک خاموشی طاری رہی اور پھر کرال کے باہر سے گیت گانے کی آواز سنائی دی اور کرال کے دروازے میں سے دیو قامت شخص اندر آئے۔

ان کے بالوں میں پر لگے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں کالی ڈھالیں تھیں اور ان میں سے ایک اپنے دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں ڈنڈا لئے ہوئے تھا۔ اور ان دونوں کے کندھوں پر بھیڑیئے کی کھالیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ دونوں اپنی ڈھالیں آگے بڑھائے سینہ تانے شانہ بہ شانہ نہایت سبک رفتاری سے چلے آرہے تھے یہ دونوں امسلوپوگاس اور غالازی تھے۔ وہ آئے اور میدان کے عین بیچ میں

رک گئے اور ان کے پیروں نے وہ راکھ اڑائی جو وہاں پڑی ہوئی اور یہ راکھ کندوں کی بھی تھی اور ان سپاہیوں کی بھی جو چتا میں جل مرے تھے۔

ہمارے سر کی قسم یہ دونوں مسلح ہیں۔ ڈنگان نے کہا اور اس کے ابرو پر بل پڑ گئے اور ہمارے حضور ہتھیار لے کر آنا گستاخی ہے جس کی سزا موت ہو سکتی ہے اور یہ دیو کا دیو آدمی کون ہے جو بڑا سا کلہاڑا اٹھائے ہوئے ہے؟ اگر ہمارا بھائی شاکا نہ مر گیا ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ شخص شاکا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے وہی' آنکھیں' وہی ناک' وہی قد اور ویسے ہی تیور!"

"شاہ عظیم! یہی کلہاڑے والوں کا سردار خونریز ہے" میں نے جواب دیا۔ یہ دوسرا دیو کون ہے۔ جو ڈنڈا لئے ہوئے ہے؟ ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔

"یہ غالازی بھیڑیا ہے! خونریز کا خون بدل بھائی۔ اور اس کی فوج کا افسر اعلیٰ۔

اور اب کلہاڑے والوں کے سپاہی آئے۔ وہ ہتھیار لئے ہوئے تھے بلکہ رسم کے مطابق پتلی اور مضبوط چھڑیاں لئے ہوئے تھے وہ چار چار کی قطاروں میں سر جھکائے آ رہے تھے وہ آئے اور غالازی اور اسلوپوگاس کے پیچھے صف در صف کھڑے ہو گئے پھر ہالا قازی کا گروہ آیا عورتیں بچے اور جوان اور کنواری لڑکیاں' یہ قیدی سپاہیوں کے عقب میں سمی ہوئی بھیڑوں کی طرح ایک دوسرے میں گھس کر کھڑی ہو گئیں۔

بے حد عمدہ اور مرعوب کن منظر ہے۔ ڈنگان نے کلہاڑے والوں کی صفوں اور ان کی کالی ڈھالوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہماری فوج میں ایسے عمدہ سپاہی نہیں ہیں۔

اور ایک بار پھر اس کے ابرو پر بل پڑ گئے۔

یکایک اسلوپوگاس نے اپنا کلہاڑا بلند کیا اور ڈنگان کی طرف بھاگتا ہوا آیا۔ اس کے پیچھے کلہاڑے والوں کی صفیں چلیں اور ان کے پیروں کی دھمک سے زمین لرزتی ہوئی معلوم ہوئی وہ بھاگتے آئے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہم سب کو کچل دیں گے۔ لیکن ڈنگان سے چند قدم دور اسلوپوگاس رک گیا۔ اس نے اپنا کلہاڑا اور غالازی نے اپنا ڈنڈا بلند کیا اور ان کے پیچھے آتے ہوئے سپاہی یوں رک گئے جیسے ان کے پیر زمین میں گڑ گئے

ہوں ایک منٹ تک وہ خاموش کھڑے رہے یکایک اسلوپوگاس نے اپنا کلہاڑا بلند کیا۔
سپاہیوں نے اپنے سر اٹھائے اور بہت سے سپاہیوں نے شاہی سلام کے الفاظ کہے۔

واہ' یہ خوب سدھے ہوئے ہیں۔ ڈنگان نے کہا۔

لیکن انہوں نے نہ کالے ہاتھی کی خدمت کی نہ ہماری اور یہ خونریز واقعی ایک عمدہ سپہ سالار ہے تم دونوں ہمارے قریب آؤ۔

چنانچہ غالازی اور اسلوپوگاس آگے بڑھے اور اب وہ ڈنگان کے سامنے کھڑے تھے۔

خونریز اور ڈنگان

کیا نام ہیں تمہارے؟ ڈنگان نے پوچھا۔

مجھے خونریز کہتے ہیں اور یہ میرا بھائی غالازی بھیڑیا ہے۔ اسلوپوگاس نے جواب دیا۔

"تو تم وہی ہو جس نے کالے ہاتھی کو ایک سخت گستاخانہ پیغام بھیجا تھا؟"

ہاں میں وہی ہوں لیکن جو کچھ میں نے سنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماسیلو نے میرے پیغام کو کالے ہاتھی کے سامنے خوب نمک مرچ لگا کر کہا تھا۔ ماسیلو دل کا کالا تھا اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسی نے کالے ہاتھی کو قتل کر دیا۔

ڈنگان نے ایک جھرجھری لی کیونکہ خود اسی نے اور اوم لاہانگانہ کے ساتھ مل کر شاکا کا قتل کیا تھا۔ لیکن وہ سمجھا کہ خونریز اس واقعہ سے بے خبر ہے چنانچہ اس نے اسلوپوگاس کے گستاخانہ پیغام کے ذکر کو یہیں چھوڑا اور موضوع بدل کر بولا۔

خونریز! تمہیں ہتھیار لے کر ہمارے سامنے آنے کی جرائت کیونکر ہوئی کیا تم نہیں جانتے کہ ہر وہ شخص قتل کر دیا جاتا ہے جو بے پھل کا بھالا بھی لے کر بادشاہ کے حضور آتا ہے۔

بادشاہ کے یہاں کی اس رسم سے ہم واقف نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کے متعلق کچھ سنا تھا۔ اسلوپوگاس نے جواب دیا اس کے علاوہ اس کلہاڑے نے مجھے سردار بنایا ہے اور جب تک یہ میرے ہاتھ میں ہے میں سردار ہوں اگر لوگ مجھے اس کے بغیر دیکھ لیں تو مجھے سرداری سے الگ کر دیں۔

عجیب رسم ہے یہ تو ڈنگان نے کہا خیر غالازی اب تم بتاؤ کہ یہ ڈنڈا لے کر ہمارے حضور کیوں آئے۔

شاہ عظیم غالازی نے کہا۔ اس ڈنڈے کی خوبیوں اور خصوصیات کی وجہ سے میں زندہ ہوں جس کا نام گھاٹ کا رکھوالا ہے میرا محافظ ہے اگر میں ڈنڈے کے بغیر رہ جاؤں تو کوئی بھی میری جان لے سکتا ہے۔ چنانچہ میں ڈنڈے کا نہیں بلکہ ڈنڈا میرا رکھوالا ہے۔

تاہم یہ ایسا موقع ہے کہ تم دونوں چیزیں گنوا سکتے ہو ڈنڈا بھی اور اپنی جان بھی ڈنگان نے غصہ ہو کر کہا۔

اگر وہ وقت آگیا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔ غالازی نے کہا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

عجیب جوڑی ہے تمہاری ڈنگان نے کہا' کہاں سے آئے ہو تم اور ہمارے کرال میں کیوں وارد ہوئے ہو۔

شاہ عظیم' ہم بہت دور سے آئے ہیں اور اس مقام سے آئے ہیں جسے سوازی لینڈ کہتے ہیں۔ ہم اپنے کرال میں سے نکل کر ہالا قازیوں کی طرف اس لئے روانہ ہوئے تھے کہ وہاں اگے ہوئے ایک پھول کو توڑ کر شاہ عظیم کی خدمت میں پیش کریں چنانچہ دیکھو وہ کھڑے ہیں وہ لوگ جو سوازی لینڈ کے باغوں کے محافظ ہیں اور باہر کھڑے ہیں وہ مویشی جو سوازی لینڈ کے باغوں میں ہل چلاتے ہیں اور امسلوپوگاس نے قیدی عورتوں اور بچوں کی طرف اشارہ کیا۔

بے شک ہم ان مالنوں اور ان کے بچوں کو دیکھ رہے ہیں اور مویشیوں کے ڈکرانے کی آوازیں سن رہے ہیں لیکن وہ پھول کہاں ہے جسے توڑنے کے لئے تم نے ہالا قازیوں کے کرال کا رخ کیا تھا۔ اس پھول کا نام کہیں سوسن تو نہیں۔

ہاں سوسن ہی تھا وہ پھول لیکن افسوس کہ وہ مرجھا گیا کچھ نہ رہا سوائے خشک اور بے جان ڈنٹھل کے۔

کیا مطلب؟ ڈنگان نے پوچھا اور بے چینی کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ شاہ عظیم کو ابھی معلوم ہو جائے گا امسلوپوگاس نے جواب دیا اور اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک افسر سے کچھ کہا۔

فوراً ہی کلہاڑے والوں کی صفیں بیچ میں سے پھٹ گئیں اور چار سپاہی آتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے کندھوں پر ایک اسٹریچر تھا اور اس پر کوئی چیز بیل کی کھال میں لپٹی ہوئی تھی۔ اور کھال پر چرمی ڈوریاں لپٹی ہوئی تھیں چاروں سپاہیوں نے ڈنگان کو سلام کر کے

اپنا بوجھ اس کے قدموں پر رکھ دیا۔
کھولو خونریز نے کہا۔

چمڑی ڈوریاں کھولی گئیں پھر بیل کی کھال الگ کی گئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کھال میں نمک تھا اور نمک میں ایک لڑکی کی لاش۔ یہ لڑکی جب زندہ ہو گی تو سروقد اور حسین رہی ہو گی۔

شاہ عظیم یہ ہے سوسن کا ڈنٹھل۔ اسلوپوگاس نے لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کا پھول اگر کہیں کھل رہا ہے مگر اس دنیا میں نہیں۔

ڈنگان نے لاش کی طرف دیکھا اور اس کا دل ڈوب گیا کیونکہ وہ مرچکی تھی جیسے وہ اپنے سینے سے لگانے کے خواب دیکھ رہا تھا

اس سڑی ہوئی لاش کو لے جاؤ اور کتوں کے سامنے پھینک دو وہ چیخا ہٹاؤ اسے ہمارے سامنے سے اور خونریز تم یہ بتاؤ کہ یہ لڑکی کس طرح ماری گئی ہے اگر تم نے اطمینان بخش جواب نہ دیا تو یاد رکھو ہمارے غصہ سے تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ چنانچہ جان لو کہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی زندگی کا انحصار تمہارے جواب پر ہے۔

چنانچہ اسلوپوگاس نے وہ کہانی دہرائی جو اس نے غالازی نے اور ناڈا نے مل کر گھڑی تھی جب وہ خاموش ہو گیا تو غالازی نے اپنی کہانی سنائی کہ کس طرح سے انہوں نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ سوسن کو قتل کر رہا تھا اور پھر کس طرح سے خود اس نے اس سپاہی کا خاتمہ کر دیا اب وہ آفسر آگے آئے جنہوں نے لڑکی کی اور اس کے قریب ایک سپاہی کی لاش پڑی دیکھی تھی اور انہوں نے اسلوپوگاس اور غالازی کے بیان کی تصدیق کر دی۔

اب تو ڈنگان کے غصہ کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا اور کوئی بھی کیا کر سکتا تھا سوسن مرچکی تھی۔ اور اسے قتل کرنے والا سپاہی بھی مرچکا تھا۔

اپنے لوگوں کو لے کر چلے جاؤ یہاں سے ڈنگان نے اسلوپوگاس اور غالازی سے کہا۔ قیدیوں کو اور مویشیوں کو ہم لے لیتے ہیں تمہیں ہمارا احسان مند ہونا چاہئے کہ ہم ان کے ساتھ تمہاری جان نہیں لے رہے حالانکہ چاہئے تھا تو یہی کہ ہم تم سب کو فوراً قتل کروا

دیتے۔ اور تم اس کے مستحق بھی ہو۔ اول اس لئے کہ تم نے ہماری اجازت کے بغیر ہالا قازیوں سے جنگ کی اور دوم اس لئے کے تم زندہ کی بجائے مردہ سوسن لائے۔

جب ڈنگان نے اس سب کو قتل کرا دینے کا ذکر کیا تو اسلوپوگاس نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور جب ڈنگان خاموش ہوا تو اس نے بادشاہ کو سلام کیا اور جانے کے لئے پلٹا۔ لیکن ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ ایک شخص کلہاڑے والوں کی صف میں سے نکل کر ڈنگان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ یہ سنتریوں کا وہی افسر تھا جس نے تین آدمیوں کو باہر جاتے مگر دو کو واپس آتے دیکھا تھا۔ اور جسے اسلوپوگاس نے افسری سے معزول کر دیا تھا۔

شاہ عظیم اجازت ہو تو حقیقت میں بیان کروں اس نے کہا اور پھر حضور کے سائے میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزاروں۔ کہو تم محفوظ ہو ڈنگان نے کہا۔

شاہ عظیم کے کان جھوٹ سے بھرے گئے ہیں شاہ عظیم میں سنتریوں کا افسر تھا اور اس رات غار کے دہانے پر پہرہ دے رہا تھا جس رات ہالا قازیوں کا قبیلہ نہ رہا تھا۔ اس رات تین آدمی غار کے دہانے پر آئے ان میں سے ایک خونریز تھا دوسرا غالازی اور تیسرا ایک اجنبی۔ یہ تیسرا شخص اپنے چہرے کے سامنے ڈھال رکھے ہوئے تھا اس طرح یہ تیسرا شخص چھریرے بدن کا اور سرو قد تھا اور جب وہ میرے قریب سے گزر رہا تھا تو اس کا لبادہ اس کے بدن پر سے ذرا سا پھسل گیا اور اے شاہ عظیم میں نے دیکھا کہ اس لبادے میں کسی مرد کا نہیں بلکہ ایک حسین و جمیل لڑکی کا جسم چھپا ہوا تھا کیونکہ کسی بھی مرد کی چھاتیاں یوں ابھری ہوئی نہیں ہوتیں اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس لڑکی کی رنگت تقریباً سفید تھی اور آنکھیں تاروں سے زیادہ حسین اور روشن۔ لبادے کو سنبھالنے کی کوشش میں اس نے اپنے چہرے کے سامنے سے ڈھال ہٹائی اور میں نے دیکھا کہ اس کے پیچھے کسی مرد کا نہیں بلکہ دنیا کی حسین ترین لڑکی کا چہرہ تھا خیر تو وہ تینوں باہر چلے گئے لیکن صرف دو واپس آئے۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ وہ لڑکی خونریز اور غالازی کے ساتھ باہر گئی تھی ایک طرف بھاگی جا رہی تھی۔ جب میں نے اس کے متعلق خونریز سے پوچھا اس نے یہ

کہتے ہوئے مجھے جھٹلایا دیا کہ وہ ہی باہر گے تھے نہ کہ تین اس کے علاوہ خونریز نے اس لڑکی کی لاش شناخت کے لئے ہالاقازیوں میں سے کسی کو طلب نہ کیا۔ اور اب ہالاقازی اسے شناخت نہیں کر سکتے کیونکہ نمک نے اس کی صورت بگاڑ دی ہے یہ بھی سن لیجئے کہ اس سپاہی کو جس کی لاش لڑکی کی لاش کے قریب پڑے ہوئی تھی غالازی نے قتل نہ کیا تھا بلکہ وہ غار کے باہر ایک ہالاقازی کے ڈنڈے سے مارا گیا تھا جس نے اس سپاہی کی کھوپڑی پھاڑ دی تھی ایک بات اور شاہ عظیم بہترین مویشی اور عمدہ قیدی اس تحفے میں شامل نہیں ہیں جو حضور کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ تو خونریز کے کرال میں پہنچ چکے ہیں میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے کیونکہ مجھے جھوٹ پسند نہیں اب میری آپ سے درخواست ہے کہ مجھے ان دونوں بھائیوں سے بچایئے کیونکہ یہ ظالم اور غضبناک ہیں۔

اس تمام عرصہ میں جب وہ غدار یہ سب باتیں بتا رہا تھا تو اسلوپوگاس قدم بہ قدم اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا اس کی اس حرکت کو کسی نے نہ دیکھا۔ سوائے میرے اور غالازی کے کیونکہ سب کی نظریں ڈنگان پر جمی ہوئی تھیں۔

ڈرو نہیں ڈنگان نے اپنے غصہ سے سرخ آنکھیں گھما کر کہا۔

تم یہاں محفوظ ہو ہم تمہارے محافظ ہیں چنانچہ تم ہمارے سائے میں اطمینان اور سکون کی نیند سو سکو گے۔

ابھی یہ الفاظ ڈنگان کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ اسلوپوگاس نے ایک زبردست چھلانگ لگائی اور اچانک اس غدار افسر پر جا پڑا اسلوپوگاس نے افسر کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اس کی کمریوں توڑ دی جس طرح کہ بچے خشک ٹہنی کو توڑ دیتے ہیں اتنا طاقتور تھا کہ خونریز پھر اس نے تڑپتے ہوئے افسر کو ڈنگان کے قدموں میں پھینک دیا وہ مر چکا تھا یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔

ڈنگان سنبھالو اپنے وفادار کو بے شک وہ تمہارے سائے میں اطمینان کی نیند سو رہا ہے۔ اسلوپوگاس نے اپنی گو بجدار آواز میں کہا۔

کرال میں موت کی سی خاموش طاری تھی۔ لوگ حیران تھے اور خوف زدہ بھی کیونکہ

کبھی کسی نے اپنے ہاتھوں سے کسی کی کمریوں نہ توڑی تھی اور پھر یہ گستاخانہ عمل زولوؤں کے اس بادشاہ کے سامنے کیا گیا تھا جس کے غصے سے ایک عالم ڈرتا تھا۔

قتل کردو اسے' ڈنگان کی آواز غصہ کی شدت سے گھٹی ہوئی تھی قتل کردو اسے اور اس کے ساتھیوں کو۔

اب وہ کھیل شروع ہو رہا ہے جو مجھے پسند ہے اسلوپوگاس نے کہا۔

اے کلہاڑے والوں کیا تم خاموش کھڑے رہو گے کہ یہ نیولے تمہیں قتل کر دیں گے۔

اور اس کلہاڑے سے ان سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اور جو جو چتا میں سے زندہ نکل آئے تھے لیکن ان کے چہرے جھلسے اور بال جل گئے تھے اسلوپوگاس کے اس سوال کے جواب میں قہقہے بلند ہوئے اور کلہاڑے والوں نے ایک نعرے کی صورت میں کہا۔

نہیں خونریز ہم نیولوں کا مقابلہ کریں گے۔

اور وہ ڈنگان کے سپاہیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دائیں اور بائیں طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اسلوپوگاس پیچھے ہٹ کر اپنے سپاہیوں کے قریب جا کھڑا ہوا لیکن غالازی بھیڑیا ایک دم سے آگے آیا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں ڈنگان کے قریب تھا اب وہ اپنا ڈنڈا بلند کر کے چیخا۔

بس رک جاؤ۔

اور ڈنگان کے آگے بڑھتے ہوئے سپاہی رک گئے اور کرال پر ایک بار پھر خاموشی مسلط تھی کیونکہ لوگوں نے دیکھا کہ غالازی کا زبردست ڈنڈا ڈنگان کے عین سر پر تھا۔

کیا ضروری ہے کہ بہت سی جانیں بیکار تلف ہوں غالازی نے کہا میرے ڈنڈے کی ایک ضرب صرف ایک ضرب سے زولو بے بادشاہ کے رہ جائیں گے۔

ڈنگان نے غالازی کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے گویا موت کا پیامبر بنا کھڑا تھا اس نے اس ڈنڈے کی طرف دیکھا جو اس کے سر پر تھا وہ کانپ گیا لیکن اس دفعہ غصہ سے نہیں بلکہ خوف سے۔

جاؤ چلے جاؤ ہم تمہاری جان بخشتے ہیں ڈنگان نے کہا۔

شاہ عظیم نے اس وقت بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے غالازی نے مسکرا کر کہا اور قدم بہ قدم کلہاڑے والوں کی طرف ہٹنے لگا۔

بھائیو! بادشاہ کی تعریف کرو اس نے ہماری جان بخشی ہے۔

لیکن جب ڈنگان نے دیکھا کہ اب وہ بھیانک ڈنڈا اس کے سر پر بلند نہیں ہے تو ایک بار پھر اس پر غصہ غالب آگیا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو کلہاڑے والوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

نہیں شاہ عظیم خونریز بہت طاقتور ہے اور وہ نہتے ہاتھوں سے ایک غدار کی کمر توڑ چکا ہے اور آپ کے سپاہیوں کی بھی توڑ دے گا اور اس کا ڈنڈا آپ کے سر پر پھر بلند ہو گا اور دوسری دفعہ آپ اس سے بچ نہ سکیں گے۔

ڈنگان کو احساس ہوا کہ میرا مشورہ غلط نہ تھا چنانچہ اس نے ان پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیا کیونکہ اس وقت زولو لینڈ میں صرف وہی سپاہی جلنے سے سے بچ گئے تھے دوسرے تمام سپاہی بوئروں کو قتل کرنے کے لئے ان کی طرف گئے ہوئے تھے لیکن ڈنگان کو بہرحال اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا تھا چنانچہ وہ میری جانب گھوم کر بولا۔

موپو ہمیں ایک مدت سے شک تھا لیکن آج یقین ہو گیا کہ تم غدار ہو ہم تمہیں سزا دیں گے جیسی کہ خونریز نے اپنے غدار افسر کو دی ہے۔

اور اس نے اپنے شاہی بھالے کو میری طرف جھونک دیا میں چونکہ چوکنا تھا اس لئے اچھل کر ایک طرف ہو رہا اور ڈنگان کا وار بچ گیا پھر میں پلٹ کر بھاگا' ڈنگان کے سپاہیوں نے میرا تعاقب کیا کلہاڑے والوں کی صفیں زیادہ دور نہ تھیں اس کے علاوہ اسلوپوگاس نے جو کچھ ہوا تھا دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ چند سپاہیوں کے ساتھ میری مدد کو بھاگا آرہا تھا ڈنگان کے سپاہی جو میرا تعاقب کر رہے تھے کلہاڑے والوں کو آتے دیکھ کر دور ہی رک گئے۔

بیٹے اب میں یہاں نہیں رہ سکتا میں نے اسلوپوگاس سے کہا۔

تو پھر ہمارے ساتھ چلو اس نے جواب دیا۔

اب میں نے پلٹ کران سپاہیوں سے کہا جو میرا تعاقب کرتے آئے تھے مگر دور کھڑے تھے۔

جاکر اپنے بادشاہ سے کہو کہ اس نے مجھے اپنے کرال سے نکال کر سخت حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ میں نے اسے بادشاہ بنایا تھا اور میں ہی اسے تخت پر قائم رکھ سکتا تھا اب اگر اس نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کی تو یہ اور بھی برا ہو گا میدان میں ہم دونوں ایک دوسرے کے روبرو ہوں گے ڈنگان کی وفادار فوج اپنے بادشاہ سے کہ یوں کہنا ہے اس موپو نے جو مستقبل میں جھانک سکتا ہے۔ اس نے کہا ہے۔

پھر ہم وہاں کے نہیں؟ اس کے بعد ہم نے ڈنگان کے کرال سے کوچ کر دیا۔

ہم کرال سے نکلے اور کسی نے ہمیں نہ روکا کیوں کہ کوئی روکنے والا تھا ہی نہیں جب ہم تھوڑی دور نکل آئے تو امسلوپوگاس چلتے چلتے رک گیا اور بولا۔

میرا جی چاہتا ہے کہ یہاں سے لوٹ جاؤں اور ڈنگان کو خود اس کے کرال میں قتل کروں۔

نہیں بیٹے اسے اپنے حال پر چھوڑ دو گھبرائے ہوئے شیر کو چھیڑنا ٹھیک نہیں یہ جان لو کہ اب کرال کے دروازے پر مسلح سپاہی پہرہ دے رہے ہوں گے جب تم ڈنگان کو قتل کر سکتے تھے اس وقت تم نے کچھ نہ کیا اب وقت نکل چکا ہے۔

بے حد عقلمندانہ بات کہی ہے غالازی نے کہا کاش اس وقت میں نے ڈنگان کی کھوپڑی پھاڑ دی ہوتی جب رکھوالا اس کے سر پر بلند تھا۔

اب کیا مشورہ ہے تمہارا امسلوپوگاس نے پوچھا

اگر میرا مشورہ چاہتا ہو تو یہ ہے کہ اب تم آسیبی پہاڑ کے سائے میں نہ رہو بلکہ اپنے مویشیوں اور لوگوں کو لے کر جنوب کی طرف نکل جاؤ پھر تم دونوں ساتھ ساتھ یا الگ الگ حکومت کر سکو گے اور ڈنگان کے آدمی تمہیں نہ پا سکیں گے۔

نہیں میرے باپ میں ایسا نہیں کر سکتا اور نہ میں ایسا کروں گا امسلوپوگاس نے کہا جب تک میں زندہ ہوں آسیبی پہاڑ کے سائے میں ہی رہوں گا۔

اور میں بھی غالازی نے کہا اگر اس کے سائے میں نہیں تو غار میں رہوں گا یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے بھیڑئے بادشاہ کے بغیر رہ جائیں۔

جیسی تمہاری مرضی میرے بچو تم ابھی جوان اور جوشیلے ہو چنانچہ ایک جہاندیدہ بوڑھے کے مشورے پر عمل نہ کرو گے خیر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اسلوپوگاس نے میرے مشورے پر اس لئے عمل نہ کیا کہ اس نے ناڈا سے وہیں اپنے کرال میں ملنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ میں جانتا تھا۔

بعد میں جب ناڈا اسے مل گئی تو وہ اپنا کرال خالی کر کے جنوب کی طرف چلا گیا ہوتا لیکن اس وقت مطلع صاف تھا اور خطرات کے بادل کہیں دور دور تک نظر نہ آرہے تھے کاش کہ اسلوپوگاس نے میرے مشورے پر عمل کیا ہوتا تو اس کہانی کا انجام کچھ اور ہوتا اگر اس نے میری بات مان لی ہوتی تو آج وہ ایک آوارہ گرد ہونے کے بجائے بادشاہ ہوتا لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور قسمت سے کوئی جنگ کر نہیں سکتا۔

ادھر جب سپاہیوں نے ڈنگان کے سامنے میرے الفاظ دہرائے تو وہ کانپ گیا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ میری پیشنگوئیاں غلط نہیں ہوتیں چنانچہ ایک عرصہ تک وہ ملال و پریشان رہا اور اس نے کلہاڑے والوں کی طرف فوج روانہ نہ کی کیوں کہ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں میں اس پر موت نہ نازل کر دوں اور اس سے پہلے کہ میری پیشنگوئی کا خوف اسکے وجود سے دور ہوتا اس کی فوج ہیروں سے الجھی رہی اور ان جنگوں کا سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا سفید فام اپنے بھائیوں کا جنہیں ڈنگان نے اپنے کرال میں قتل کرادیا تھا انتقام لینے کے لئے امڈ آئے تھے اور ڈنگان کے پاس کوئی زائد فوج تھی نہیں کہ وہ اسے خونریز جیسے سردار کے مقابلے میں بھیج دیتا۔

تاہم اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا اور چونکہ خونریز پر اس کا کچھ زور نہ چل سکتا تھا اس لئے اس نے اپنے غصے کی آگ بجھانے کے لئے ان گنت بے گناہوں کو قتل کرادیا جیسی کہ اس کی عادت تھی۔

افشائے راز

کلہاڑے والوں کے کرال کی طرف ہم تیزی سے سفر کرتے رہے راستہ میں امسلو پوگاس نے مجھے ہالا قازیوں پر حملے اور ناڈا کے ملنے کی داستان نہایت تفصیل سے سنا دی جب مجھے معلوم ہوا کہ سوسن دراصل میری بیٹی ناڈا ہے تو میں مارے خوشی کے رو پڑا لیکن امسلوپوگاس کی طرح میں بھی متفکر تھا کیونکہ سوازی لینڈ سے آہنی پہاڑ تک کسی بھی تن تنہا لڑکی کا سفر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا بہرحال اب بھی میں نے امسلوپوگاس کو یہ نہ بتایا کہ وہ کس کا بیٹا ہے کیونکہ ہم دونوں اکیلے سفر نہ کر رہے تھے اور اکثر سپاہی ہمارے قریب ہی قریب رہتے تھے اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ کسی کا کسی پر اعتبار نہ تھا حتیٰ کہ وہ ہوا جو ہوا ہمارے قریب سے گزر رہی تھی میرا راز ڈنگان کے کانوں تک پہنچا سکتی تھی تاہم اس کا مجھے احساس تھا کہ اس راز کو افشا کرنے اور یہ اعلان کرنے کا وقت آگیا تھا کہ امسلوپوگاس کو ڈنگان کی جگہ جو دراصل اس کا چچا تھا زولولینڈ کا بادشاہ بنانے کا وقت قریب آگیا تھا لیکن اے میرے آقا! میرے منصوبے پورے نہ ہوئے تھے اور جیسا میں نے سوچا تھا ایسا نہ ہوا تھا اگر امسلوپوگاس ڈنگان کے لئے سوسن کو لے آیا ہوتا تو پھر تمام تدبیریں کارگر ہو جاتیں اگر ایسا ہوا ہوتا تو ڈنگان امسلوپوگاس سے خوش ہو کر اپنے امراء میں شامل کر لیتا اور پھر میں شاکا کے بیٹے کے لئے راستہ ہموار کر دیتا اب واقعات نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی تھی سوسن ناڈا تھی اور یہ ممکن نہ تھا کہ امسلوپوگاس خود اپنے ہاتھوں ناڈا کو جسے وہ اپنی بہن سمجھے ہوئے تھا ڈنگان کے حوالے کر دیتا چنانچہ اب حالات یوں تھے کہ ڈنگان اور امسلوپوگاس ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ان کی اس دشمنی کا سبب ناڈا ہی تھی اور ناڈا ہی کی وجہ سے میں ڈنگان کے کرال سے نکالا گیا تھا اور اب ڈنگان میرے مشورے نہ سن سکتا تھا۔

چنانچہ اب نئی تجاویز سوچنا تھیں۔ اور نئے سرے سے ان پر عمل کرنا تھا اور کلہاڑے والوں کے ساتھیوں کے ساتھ آہنی پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے میں انہی مسائل پر غور کرتا

رہا لیکن اسلوپوگاس سے میں نے کچھ نہ کہا۔

آخر کار ہم آیسی پہاڑ کے قدموں میں پہنچ گئے اور میں نے پتھر کی اس چڑیل کی طرف دیکھا جو وہاں ابتدائے افرینش سے بیٹھی دنیا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

اس رات ہم کلہاڑے والوں کے کرال میں پہنچے اور فتح کے گیت گائے اور خوشی کے نعرے لگاتے کرال میں داخل ہوئے غالازی ہمارے ساتھ نہ تھا وہ راستے ہی سے اپنے بھیڑیوں کی خبر معلوم کرنے پہاڑ کی طرف چلا گیا تھا اور جب ہم پہاڑ کے قریب سے گزر رہے تھے تو ہم نے بھیڑیوں کی آوازیں سنی تھیں جو اپنے آقا کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

جب ہم کرال کے قریب پہنچے تو عورتیں اور بچے ہمارے استقبال کو نکل آئے۔ سب کے آگے۔ اسلوپوگاس اس کی بیوی زنیتا تھی۔ یہ عورت اور بچے بڑی خوشی کے عالم میں کرال سے باہر آئے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نصف سے کم فوج واپس آئی تھی تو ان کی خوشی کے نعرے غم کی چیخوں میں تبدیل ہو گئے پورے کرال میں ایک کہرام مچ گیا عورتوں کے رونے پیٹنے کی آوازوں سے جنگل گونج اٹھا۔

اسلوپوگاس بڑی خندہ پیشانی سے زنیتا سے ملا لیکن میں نے دیکھا کہ اسلوپوگاس کی یہ خوشی مصنوعی تھی۔ زنیتا نے اپنے شوہر کو نرم لہجے میں فتح کی مبارکباد دی لیکن جب اسے جنگ اور بعد کی واقعہ کے تفصیل معلوم ہوئی تو وہ بپھر گئی۔

دیکھا خونریز وہ بولی۔ اس بوڑھے بیوقوف کے مشورے پر عمل کرنے کا نتیجہ دیکھا اور اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ یہ کم بخت اپنے آپ کو ڈنگان کا منہ کہہ رہا تھا اور یہ واقعی منہ ہے لیکن ایسا منہ جس سے ہمیشہ منحوس بات نکلتی ہے کیا کہا تھا اس نے یہی کہ تم ہالا قازیوں سے جنگ کر کے ایک لڑکی کو ڈنگان کے لئے حاصل کرلو اور کیا کیا تم نے یہی کہ ہالا قازیوں سے جنگ کی اور بہت سے بے گناہوں کو قتل کردیا اور خود ہمارے نصف سے زائد سپاہی کھیت رہے اور اپنے ان سپاہیوں کی جانوں کے عوض تم کیا لے کر آئے۔ چند مریل مویشی اور عورتیں اور بچے جن کی دیکھ بھال کا بوجھ اب ہم پر آپڑا ہے۔

لیکن یہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی تم بظاہر ڈنگان کے لئے ایک لڑکی حاصل کرنے

گئے تھے لیکن ہوا یہ کہ وہ لڑکی جب تمہیں مل گئی تو تم نے اسے آزاد کر دیا کیونکہ تم کہتے ہو کہ وہ تمہاری بہن ہے اور اس لئے وہ ڈنگان کی بیوی نہیں بن سکتی یہ بتاؤ کہ ڈنگان تمہاری بہن کے قابل نہیں ہے وہ بہت بڑا بادشاہ ہے اور لڑکیاں اس کی بیوی بننے کی آرزو میں مرجاتی ہیں خیر انجام کیا ہوا اس کا تم نے اپنی بہن کی خاطر بادشاہ کو بیوقوف بنایا۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن ڈنگان کو سب کچھ معلوم ہوگیا اور تم ڈنگان کے دربار میں ایک ہی شخص کی کمر توڑ کر وہاں سے فرار ہو گئے اور اس منحوس بوڑھے کو ساتھ لے آئے کہ یہ اپنی بیوقوفی تمہارے دماغ میں ٹھونس دے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ہمارے نصف سے زیادہ آدمی مارے گئے بہت سی عورتیں بے شوہر اور بہت سے بچے بے باپ کر رہ گئے ڈنگان ہمارا دشمن بنا اور تمہیں ایک سٹھیایا ہوا مشیر مل گیا اور تم جانو ڈنگان خاموش بیٹھنے والا نہیں۔ ایک نہ ایک دن اسکی فوجیں ہمارے کرال کو روندتی نظر آئیں گی۔

یہ تمام باتیں وہ رکے بغیر ایک ہی سانس میں کہہ گئی اور مجھے اعتراف ہے کہ اس کی باتوں میں حقیقت زیادہ تھی۔ زنیتا کی زبان بڑی تیز اور زہریلی تھی میں خاموش رہا اور امسلوپوگاس بھی حالانکہ موخرالذکر کا غصہ دم بدم بڑھتا جا رہا تھا۔

خاموش رہ عورت آخرکار میں نے کہا۔ اسے بیوقوف نہ سمجھ جو ہوشیار اور عقلمند ہے اور جس نے دنیا دیکھی ہے۔

زنیتا یہ میرا باپ ہے امسلوپوگاس نے کہا جسے تم بیوقوف کہہ رہی ہو وہ میرا باپ موپو ہے اور میں اسے برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی میرے باپ کو میرے ہی سامنے برا بھلا کہے اگر تمہارے بجائے کسی اور نے یہ الفاظ کہے ہوتے تو مقدس روح کی قسم میں اس کا منہ توڑ دیتا۔

تو پھر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کلہاڑے والوں میں ایک ایسا بدنصیب شخص موجود ہے جس کا باپ بیوقوف ہے خونریز تم نے جتنی بھی خبریں سنائی ہیں ان میں سے یہ خبر سب سے بری اور افسوسناک ہے۔

کلہاڑے والوں میں ایک ایسا بدنصیب شخص موجود ہے جس کی بیوی چڑیل اور دریدہ

دہن ہے اسلوپوگاس نے منہ ہو کر کہا جاؤ زنیتا جاؤ۔ اگر پھر تم نے میرے باپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے تو میں تمہیں نہ صرف اپنی جھونپڑی سے بلکہ کرال سے بھی آگے بھیج دوں گا۔ میں تمہاری بدمزاجیاں بہت برداشت کر چکا لیکن اب نہ کروں گا۔

بہت اچھا میں جا رہی ہوں زنیتا نے کہا خوب بدلا ملا ہے مجھے اپنے احسانوں کا۔ وہی شخص مجھے کرال سے نکالنے کی دھمکی دے رہا ہے جسے میں نے یہاں کا بادشاہ بنایا۔

تم کیا بادشاہ بناتیں مجھے خود میرے ہاتھوں اور جنگی قابلیت نے بادشاہ بنایا ہے۔

اور اس نے دھکا دے کر زنیتا کو جھونپڑی سے باہر نکال دیا۔

ایسی بیوی کا شوہر ہونا بھی عذاب ہے اسلوپوگاس نے کہا۔

واقعی عذاب ہے تاہم دنیا میں چند بوجھ ایسے ہیں جو مرد پر آپڑتے ہیں اور انہیں ہر مرد کو بہرحال برداشت کرنا پڑتا ہے میں نے کہا۔ اسلوپوگاس زنیتا کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور عورتوں سے دور رہنے کی کوشش کرو۔ ان سے بہت زیادہ محبت نہ کرو اور انہیں سر نہ چڑھالو۔ پیر کی جوتی پیروں میں ہی رہے تو اچھا ہے اسلوپوگاس۔ عورت بے وقوف اور مغرور ہوتی ہے اور تمہاری محبت اور رحمدلی کو غلط معنی پہنا کر یہ سمجھ لیتی ہے کہ اس نے تمہیں اپنے ٹھینگے کے نیچے لے لیا ہے اور وہ عورت تو اور بھی وبال جان بن جاتی ہے جو خاندانی غرور میں مبتلا ہو حالانکہ اس کا خاندان ہمارے خاندان سے برا ہی کیوں نہ ہو اور اس خاندان میں بارہ ہاتھ کا بانس ہی کیوں نہ ہلتا ہو۔ لیکن وہ اپنے خاندان کو اور خاندان والوں کو اعلیٰ و ارفع سمجھے گی۔ اور خود تمہارے خاندان کو اور تمہیں کم رتبہ چنانچہ ایسی عورت نہ تمہاری ہو گی اور نہ تمہارے گھر کی اسے تمہارے گھر میں اور خود تم میں عیب ہی عیب نظر آئیں گے حالانکہ خود اس کے خاندان میں عیب ہی عیب ہوں گے لیکن وہ اسے نظر نہ آئیں گے کیونکہ اپنے گھر کی ہر چیز اسے اچھی اور تمہارے گھر کی ہر چیز بری نظر آئے گی ایسا کیوں ہوتا ہے یہ میں نہیں جانتا مگر اکثر بیوی جان نثار ہوتی ہے اور اپنے شوہر کی ہو کر رہتی ہیں لیکن بعض بیویاں ایسی نہیں ہوتیں۔ ان کا شوہر چاہے ان پر مرمٹے وہ اس کی نہ ہو گی چنانچہ ہر وہ شخص بے وقوف ہے جو اپنی بیوی کو زیادہ اہمیت اور بلند مقام

دے دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم نے یہ ہی بیوقوفی کی ہے زنیتا ان عورتوں میں سے نہیں جو اپنے شوہر کی احسان مند ہو اور اس سے محبت کرے اپنی زندگی اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے لئے وقف کردے۔ چنانچہ تم نے اس سے زیادہ محبت کرکے اور اسے ایک خاص مقام دے کر سخت غلطی کی ہے۔

یوں کہا میں نے اور یہ باتیں میں نے مسکرا کر کہیں کاش کہ اسلوپوگاس نے میری ان باتوں پر دھیان دیا ہوتا۔ کیونکہ یہ عورتوں ہی کی محبت تھی جو آخرکار اس کی تباہی کا باعث بنی۔ یہ تو بہت پہلے کی بات ہے ابھی چند دنوں پہلے ہی مجھے معلوم ہے کہ عورت ہی کی دھوکہ بازی کی وجہ سے اسلوپوگاس جنوب کی طرف فرار ہوگیا ہے اور آوارہ گردوں کی زندگی بسر کررہا ہے میں نہیں جانتا کہ مرنے سے پہلے اس سے مل سکوں گا یا نہیں۔ ہر زمانے ہر دور میں عورت ہی مردوں کی تباہی اور ان کے دھوکوں کا باعث بنی ہے ام کلوکلو نے عورت کے روپ میں مردوں کے لئے ایک لعنت پیدا کردی ہے اور ابتدائے آفرینش سے عورت مرد کی سب سے بڑی کمزوری رہی ہے۔

خیر تو اے آقا چند لمحوں تک ہم خاموش بیٹھے رہے اور اس خاموشی میں میں نے سرسراہٹ کی آواز سنی۔ شاید جھونپڑی میں کوئی چوہا رینگ آیا تھا۔

پھر میں نے کہا اسلوپوگاس اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں وہ راز تمہیں بتادوں جو کئی برس سے میرے سینے میں دفن ہے۔

وہ کیا راز ہے میرے باپ۔ اسلوپوگاس نے حیرت سے کہا۔

میں نے جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر باہر دیکھا رات اندھیری تھی اور آس پاس کوئی نظر نہ آرہا تھا تاہم مزید احتیاط کے لئے میں باہر آیا اور جھونپڑی کا چکر لگا کر اور چند قدم آگے بڑھ کر بھی دیکھا وہاں کوئی نہ تھا جو ہماری باتیں سنتا۔ آہ میرے آقا۔ جب تم کسی سے کوئی راز کی بات کہو تو حد سے زیادہ احتیاط سے کام لینا چاروں طرف دیکھنا ہی کافی نہیں ہوتا میرے آقا تمہیں جھونپڑی کی چھت پر بھی دیکھنا چاہئے۔ اور ایک ایک ہاتھ زمین کھود کر دیکھنا چاہئے کیونکہ ٹوہ لینے والا چھت پر بھی ہوسکتا ہے اور زمین میں بھی اس

کے بعد تمہیں اپنی کہانی اس جگہ نہیں بلکہ کسی اور جگہ جا کر سنانی چاہئے۔ زنیتا نے سچ کہا تھا کہ میں بیوقوف ہوں اگر بے وقوف نہ ہوتا تو اس چوہے کو ڈھونڈ کر بھگا دیتا۔ جیسے میں نے اپنی جھونپڑی کی چھت پر رینگتے سنا تھا کیونکہ میرے آقا وہ چوہا نہیں چوہیا تھی۔ دو ٹانگوں والی چوہیا جس کا نام زنیتا تھا وہ جھونپڑی کی چھت پر چڑھی تھی اور وہاں لیٹی کان لگائے ہوئے تھی چنانچہ اس نے میرے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ سنا۔

خیر تو جب مجھے دور دور تک کوئی نظر نہ آیا تو میں واپس جھونپڑی میں آیا کہ امسلوپوگاس کو وہ راز بتا دوں جو میرے سینے میں دفن ہے آہ میں نہ جانتا تھا کہ موت ایک عورت کے روپ میں چھت پر موجود ہے۔

سنوا امسلوپوگاس میں تمہارا باپ نہیں ہوں حالانکہ تم مجھے اپنا باپ کہتے اور سمجھتے آئے ہو۔

تاہم میں تمہاری پدرانہ محبت سے خوش ہوں اور تمہارا ہی پروردہ ہوں امسلوپوگاس نے کہا۔ اگر تم میرے باپ نہیں تو اور کون ہو۔

چنانچہ میں آگے کی طرف جھک گیا اور میں نے بے حد نیچی آواز میں اسکے اس سوال کا جواب دیا لیکن افسوس کہ میری نیچی آواز بھی اتنی نیچی نہ تھی کہ صرف امسلوپوگاس کے کانوں تک پہنچی۔ اسے کسی اور نے بھی سنا۔

سنوا امسلوپوگاس تمہار باپ شاکا ہے میں نے کہا تم شاہ کے نطفے اور میری بہن بالکا کے باطن سے پیدا ہوئے ہو۔

شکر ہے اب بھی تم سے میرا ایک قریبی رشتہ ہے اور میں اس رشتہ سے خوش ہوں۔ امسلوپوگاس نے جواب دیا۔ آہ کون جانتا تھا کہ وہ بھیڑیا جو مر گیا میرا باپ ہے غالباً اسی لئے غالازی کی طرح مجھے بھی بھیڑیوں میں رہنا پسند ہے۔ حالانکہ مجھے اپنے باپ اور اس کے گھرانے کے کسی بھی فرد سے ذرا بھی محبت نہیں۔

اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں امسلوپوگاس کیونکہ تمہارے باپ نے ہی تمہاری ماں کو مار ڈالا اور وہ تمہیں بھی قتل کر چکا ہوتا لیکن شاکا ہی تمہارا باپ ہے اور تم شاہی

خاندان کے فرد ہو۔

یہ میں پہلے سن چکا ہوں حالانکہ ایک عرصہ سے اسے بھول چکا تھا۔

کس سے سنا تھا تم نے۔ اس راز سے صرف میں واقف تھا دوسرے جو واقف تھے مر گئے۔ اب اس راز سے دو آدمی واقف ہیں ایک میں اور دوسرے تم اے میرے آقا اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایک تیسری ہستی اس راز سے واقف ہو چکی ہے یعنی وہ چوہیا جو جھونپڑی کی چھت پر تھی۔

"کس سے سنی تھی تم نے یہ بات۔ میں نے پھر پوچھا"۔

"ایک مردے نے یہ بات غالازی کو بتائی تھی۔"

"مردے نے"

ہاں اس مردے نے جو آسیبی پہاڑ کے غار کی طاق میں بیٹھا ہوا تھا اس نے غالازی سے کہا تھا کہ ایک بھائی آئے گا جو اس کا خون بدل بھائی ہوگا اور یہ کہ اس کا نام اسلوپوگاس لقب خونریز اور وہ شاکا کا بیٹا ہوگا یہ مجھ سے غالازی نے کہا تھا لیکن یہ بات میں بھول چکا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی باتیں سچ ہوتی ہیں تمہارا نام اسلوپوگاس اور لقب خونریز ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تم شاکا کے بیٹے ہو لیکن پہلے میری پوری کہانی سن لو۔

چنانچہ میں نے اسے وہ تمام واقعات بتا دیے جو اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس وقت تک ہوئے تھے جب کہ شیرنی اسے اٹھا کر لے گئی اور جب میں نے اسے بتایا کہ شاکا نے بالکا کو کس طرح مارا اور یہ کہ وہ کس شان سے مری تو اسلوپوگاس رو پڑا۔ ہاں خونریز رو پڑا۔ جو کبھی رویا نہ تھا جب میں خاموش ہوا تو اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

موپو۔ اگر تم میرے باپ نہیں ہو اگر میں شاکا کا بیٹا ہوں تو پھر ناڈا میری بہن نہ ہوئی۔

ہاں وہ تمہاری حقیقی بہن نہیں ہے تاہم وہ تمہارے ماموں کی بیٹی ہے اور اس سے تمہارا بے حد قریبی رشتہ ہے۔

لیکن یہ رشتہ میری راہ کا روڑا نہیں بن سکتا۔ اسلوپوگاس نے کہا اور خوشی سے اچھل پڑا۔

اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

موپو تم میری بات نہیں سمجھے شاید' ناڈا کیونکہ میری حقیقی بہن نہیں ہے اس لئے میں اس سے شادی کرسکتا ہوں اور کرلوں گا بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔ موپو میں ناڈا سے محبت کرتا ہوں یہ اب مجھے معلوم ہوا ہے۔

ایک بار پھر چھت میں چوہیا رینگی لیکن میں نے اس کی آواز کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں اسلوپوگاس تم چاہو تو ناڈا کو اپنی بیوی بنا لو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری بیوی زنیتا تمہیں کچھ اور ہی مشورہ دے گی۔

زنیتا بے شک میری بیوی ہے لیکن میں رسما" اور قانونا جتنی چاہوں بیویاں کرسکتا ہوں اور زنیتا مجھے روک نہیں سکتی۔ وہ میرے گھر کی بڑی بیوی ہے اور اس کا درجہ بہرحال قائم رہے گا۔

بہت سی بیویاں کرنے کی رسم بہت اچھی ہے تاہم اس رسم کی وجہ سے بہت سے جھگڑے اٹھے ہیں۔ زنیتا کا درجہ بے شک قائم رہے گا۔ اور پھر چونکہ تم اسے چاہتے بھی ہو اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ اس بارے میں زیادہ شور نہ مچائے۔ خیر تو زنیتا کی باتیں بہت ہو چکیں۔ ناڈا ابتک یہاں نہیں پہنچی ہے اور شاید کبھی نہ پہنچے تب تک ہم کچھ اور کرتے ہیں سنو اسلوپوگاس تم شاکا کے تخت کے جائز وارث ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم زولولینڈ کے بادشاہ بن جاؤ اسوقت صورتحال بگڑی ہوئی ہے تاہم میرا خیال ہے کہ اسے ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔

کس طرح اسلوپوگاس نے پوچھا۔

بہت سے امراء اور افسر جو میرے دوست ہیں ڈنگان کو پسند نہیں کرتے لیکن خاموش ہیں اور ڈنگان سے ڈرتے ہیں۔ اب اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ شاکا کا بیٹا زندہ ہے اور یہ

بیٹا سوائے خونریز کے اور کوئی نہیں تو یہ لوگ تمہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر زولو لینڈ کے تخت تک پہنچا دیں گے اس کے علاوہ سپاہی بھی شاکا کو پسند کرتے تھے بلکہ اس سے محبت کرتے تھے بے شک وہ ظالم تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ بہادر اور سخی تھا اور کھلے ہاتھوں لوگوں کو انعام دیا کرتا تھا۔ اس کے برخلاف ڈنگان کنجوس اور قدرے بے وقوف ہے اور سپاہی اسے کچھ زیادہ پسند نہیں کرتے اس صورت میں اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ شاکا کا بیٹا زندہ ہے تو وہ زبردست نعروں کے ساتھ اسے خوش آمدید کہیں گے لیکن اسلوپوگاس یہاں آکر معاملہ میں گرہ پڑجاتی ہے کیونکہ سوائے میرے اور کوئی نہیں جانتا کہ تم کون ہو صرف ایک گواہ کافی نہیں ہوتا۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ امراء اور سپاہیوں کے دل تمہاری طرف پھیر دوں۔

تمہاری یہ کوشش اچھی بھی ثابت ہوسکتی ہے اور بری بھی اسلوپوگاس نے کہا اس وقت تو صرف ایک آرزو ہے اور وہ یہ کہ ناڈا یہاں پہنچ جائے۔

اسے پہنچنا ہے تو پہنچ ہی جائے گی چنانچہ اس عرصہ میں ہمیں بیکار نہ بیٹھنا چاہئے۔ اس وقت چند جاسوسوں کو ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ کردو کہ وہ بادشاہ کے ارادوں سے ہمیں مطلع کرتے رہیں مبادا وہ اچانک ہماری طرف کوئی فوج بھیج دے ایک بات اور اسوقت ہم میں جو گفتگو ہوئی ہے اس کا ایک لفظ بھی اپنی بیوی زنیتا سے نہ کہنا اور کسی سے بھی نہ کہنا۔

اس طرف سے تو بے فکر رہو۔ اسلوپوگاس نے جواب دیا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد اسلوپوگاس نے مجھ سے رخصت ہو کر زنیتا کی جھونپڑی میں پہنچا وہ کمبل اوڑھے اس طرح سو رہی تھی جیسے گہری نیند سو رہی ہو۔

سلام میرے سرتاج اس نے خواب ناک آواز میں کہا جیسے آہٹ سن کر ابھی ابھی اسکی آنکھ کھلی ہو تمہارے متعلق میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ تم بادشاہ بن گئے ہو اور زولو سپاہیوں کے دستے تمہارے سامنے سے گزر رہے ہیں اور تمہیں شاہی سلام کرر ہے ہیں۔

اسملوپوگاس نے حیرت سے زنیتا کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ کیا وہ اس راز سے واقف ہو گئی ہے یا پھر یہ مقدس روح اسکے منہ سے نیک شگون کے طور پر یہ باتیں کہلوا رہی ہے۔

ایسے خواب بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ زنیتا وہ سنبھل کر بولا اور جو بھی ایسے خواب دیکھتا ہے وہ انہیں دوسرے کے سامنے بیان کر کے حماقت کرتا ہے عقلمندی اسی میں ہے کہ ایسے خوابوں کو بھلا دیا جائے۔

یا اس وقت خاموش رہا جائے جب تک کہ ایسے خواب حقیقت نہیں بن جاتے۔ زنیتا نے لقمہ دیا اور اسملوپوگاس حیرانی سے اپنی بیوی کی صورت تکنے لگا۔

اور اس رات کے بعد سے میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا یعنی اپنے جاسوس ڈنگان کے کرال میں بھیج دیئے چنانچہ وہاں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی ذرا ذرا کی خبر مجھ تک پہنچ رہی تھی۔

اور جو خبریں مجھ تک پہنچیں وہ یوں تھیں۔

ڈنگان نے حکم دیا کہ ایک زبردست فوج کلہاڑے والوں کا قلع قمع کے لئے بھیجی جائے لیکن پھر خبر آئی کہ پانچ سو گھوڑے سوار بوئر مارا مار کرتے ڈنگان کے کرال کی طرف آ رہے تھے چنانچہ ڈنگان اپنی فوج کو کلہاڑے والوں کی طرف نہ بھیج سکا۔

اس دفعہ بوئروں کو شکست ہو گئی اور سبب اس کا یہ ہوا کہ ان کا راہبر جس کا نام بوزا تھا اور جو دراصل زولوؤں کا جاسوس تھا بوئروں کو اس راستے سے لے گیا جہاں ڈنگان کی فوج پہلے ہی سے چھپی ہوئی تھی۔ یہ فوج اچانک بوئروں پر آ پڑی تھی۔ لیکن موخرالذکر کے زیادہ آدمی نہ مارے گئے۔ کیونکہ وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گئے۔ ڈنگان جانتا تھا کہ بوئروں کی یہ پسپائی آخری نہیں ہے کیونکہ وہ نئے سرے سے اور زیادہ قوت کے ساتھ حملہ کریں گے۔ اسی وقت ان سفید فاموں نے جو انگریز کہلاتے ہیں دریائے ٹوگیلا کی طرف سے ڈنگان پر حملہ کیا لیکن زولوؤں نے انہیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا۔

میں جاسوس تو ڈنگان کے کرال میں روانہ کر ہی چکا تھا اب میں نے یہ کیا کہ اپنے چند واقف کار وچ ڈاکٹروں کے ذریعہ پورے ملک میں عجیب عجیب پیشگوئی اور افواہیں پھیلا

ڈیں۔ اس کے علاوہ میں نے چند افسروں کو ایسے پیغام بھیجے جن کا ہر لفظ ذو معنی تھا تاہم وہ ایک بات آسانی سے سمجھ جاتے تھے یعنی یہ کہ کوئی خلاف توقع بات ہونے والی ہے اور یہ کہ کسی عظیم دیوتا کے استقبال کے لئے انہیں تیار رہنا چاہئے۔

چنانچہ وقت گزر گیا اور مجھے کلہاڑے والوں کے کرال میں آئے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ اس عرصہ میں اسلوپوگاس اور زنیتا کے درمیان کھنچاؤ پیدا ہوتا گیا۔ اسلوپوگاس اب زنیتا سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ زنیتا اپنے شوہر پر بدستور نظر رکھتی تھی اور ادھر اسلوپوگاس ناراض پریشان تھا کیونکہ ناڈا اب تک نہ آئی تھی۔

لیکن آخر کار وہ آگئی۔

ناڈا کی آمد

ایک رات اور پورے چاند کی رات تھی میں اسلوپوکاس کے ساتھ اپنی جھونپڑی میں بیٹھا ہوا تھا کہ باتوں میں ناڈا کا ذکر آگیا۔

آہ موپو۔ اسلوپوکاس نے کہا اب ناڈا کو ہم شاید کبھی نہ دیکھ سکیں گے یا تو وہ مر گئی ہے یا پھر کوئی قبیلہ اسے پکڑ کر لے گیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو وہ کب کی یہاں پہنچ گئی ہوتی میں نے اسے دور دور تک تلاش کیا ہے نہ تو وہ خود ملی اور نہ اس کی کوئی خبر ہی ملی۔

بیٹے مایوس نہ ہونا چاہئے اور جو نظر سے اوجھل ہوا ہے اسے مردہ نہ سمجھ لینا چاہئے میں نے کہا حالانکہ میں ناڈا کو خود مردہ سمجھ چکا تھا۔

پھر ہم خاموش بیٹھے رہے یکایک قریب ایک کتا زور زور سے بھونکنے لگا اور ہم یہ دیکھنے کے لئے اٹھ کر باہر آئے کہ کتا کیوں بھونکا تھا کتے بھونکا ہی کرتے ہیں لیکن میرے آقا وہ زمانہ ایسا تھا کہ ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا تھا اور پتہ بھی کھڑکتا تو اسکے کوئی معنی ضرور ہوتے۔

رات خاموش تھی اور اس میں سے ہلکی سی آواز بھی جو دور سے آرہی ہو سنی جا سکتی تھی۔ کتا یا تو یونہی بھونکا تھا یا پھر اس کے بھونکنے کا کوئی سبب تھا بہرحال اپنا اطمینان کر لینا ضروری تھا۔

ہم ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے سامنے ایک بلند قامت اور چھریرے بدن کا آدمی سکتے کے عالم میں کھڑا تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں ڈھال تھی۔ اور دوسرے میں بھالا ہم اس کی طرف دیکھ سکتے تھے۔ کیونکہ چاند اس کی پشت پر تھا اس کے کندھوں پر پھٹا پرانہ کمبل پڑا ہوا تھا۔ اور وہ اپنی ایک ٹانگ پر اپنے جسم کا بوجھ ڈالے ایک طرف ذرا سا جھکا کھڑا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے حد تھکا ہوا ہے ہم چونکہ جھونپڑی کے سائے میں تھے۔ اس لئے اجنبی نے ہمیں نہ دیکھا اجنبی کچھ دیر تک

خاموش کھڑا رہا اور پھر اونچی آواز میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا اس کی آواز حیرت انگیز حد تک شیریں تھی۔

یہاں تو بہت سی جھونپڑیاں ہیں اب میں یہ کیسے جان سکتی تھی کہ میرے بھائی کی جھونپڑی کون سی ہے۔ اگر میں نے اپنے بھائی کو پکارا تو شاید سپاہی نیند سے بیدار ہو کر میری طرف دوڑے آئیں گے۔ اور پھر مجھے ان کے سامنے اپنے آپ کو مرد ظاہر کرنا پڑے گا۔ اور میں اس بناوٹ سے عاجز آگئی ہوں خیر اس وقت میں یہاں حصار کے سائے میں لیٹ جاتی ہوں رات بھر میں یہیں سو رہوں گی میں اور بہت تھک گئی ہوں اور میرا کھڑا رہنا مشکل ہو رہا ہے اور وہ ایک آہ بھر کر لیٹی تو چاند کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی۔

اور اے میرے آقا میں نے اسے پہچان لیا وہ ناڈا تھی۔ میری بیٹی ناڈا جس کی صورت کئی برسوں کے بعد دیکھ رہا تھا حالانکہ کلی پھول بن چکی تھی لیکن میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کے بشرے سے انتہائی تھکن کے آثار تھے لیکن اس عالم میں بھی وہ بے حد حسین معلوم ہو رہی تھی۔ میرے آقا ایسے حسن کی مالک تھی وہ جسے ملکوتی حسن کہتے ہیں۔

اپنی بیٹی کو دیکھ کر میں بے تاب ہو گیا میرے پورے خاندان میں سے ایک یہی زندہ بچی تھی۔ میرے خاندان کی آخری نشانی میں نے اسلوپوگاس کو وہیں چھپے رہنے کا اشارہ کیا اور خود جھونپڑی کے سائے میں نکل آیا۔

ہا آؤ۔ میں نے پکار کر کہا کون ہو تم اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟ ناڈا ایک دم سے چونکی لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر میری طرف پلٹی اور اس کی اس حرکت میں عجیب دل برانہ شان تھی۔ وہ میرے سامنے سینہ تان کر کھڑی تھی تم کون ہو پوچھنے والے۔ اس نے اپنی آواز کو مردوں کی طرح بناتے ہوئے کہا۔

میں وہ ہوں کہ چوروں اور جاسوسوں کی پیٹھ پر اپنی چھڑی سے نیل پیدا کر دیتا ہوں لڑکے یہاں آنے کا مقصد بیان کرو ورنہ چلتے پھرتے نظر آؤ۔ تم اس کرال اور اس قبیلے سے تعلق نہیں رکھتے تمہارے لباس سے پتا چلتا ہے کہ تم سوازی لینڈ سے آئے ہو اور یہاں سوازی نہیں بستے۔

اگر طویل عمر نے تمہارا جسم خشک اور تمہارے بال سفید نہ کر دیئے ہوتے تو بڑے میاں میں تمہاری ساری اکڑ فوں بھلا دیتا ناڈا نے نڈر اور بہادر بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا میرے پاس چھڑی نہیں بھالا ہے اور یہ بھالا کسی بہادر سپاہی کے لئے ہے تم جیسے اُجور کے لئے نہیں۔

یہ سن کر میں نے یوں ظاہر کیا جیسے مجھے غصہ آگیا ہے چنانچہ میں اپنا ڈنڈا بلند کر کے ناڈا کی طرف لپکا ناڈا نے یہ بھول کر کہ ابھی وہ ایک بہادر نوجوان کا پاٹ ادا کر رہی تھی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی تاہم وہ اپنی حفاظت کے لئے اب بھی ڈھال سامنے کر دی' یہ ایسی ضرب تھی کہ اسے ایک مکھی بھی نہ مرتی لیکن ہمارا وہ بہادر سپاہی کہاں گیا۔

کہاں گئی اب تمہاری بہادری لڑکے مجھے اُجور کہنے والا واقعی بہادر ہے جو عورتوں کی طرح چیختا ہے اور جس کی آواز بھی عورتوں جیسی ہے۔

ناڈا نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ کمبل اپنے جسم پر اچھی طرح سے لپیٹ لیا میں نے جلدی اس کا ہاتھ چھوڑ کر کمبل کا ایک سرا پکڑا۔ اور اسے ایک جھٹکا دیا ناڈا کا کندھا اور سینہ اب عریاں تھا میں نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

لو بھائی یہ بہادر سپاہی تو لڑکی نکلا۔ حسین لڑکی اب تم بتاؤ کہ تم کیوں راتوں کو اکیلی بھٹک رہی ہو اور وہ بھی مردوں کے لباس میں لڑکی جو کچھ کہتا ہے جلدی کہہ ڈالو ورنہ تمہیں سردار کے پاس لے جاؤں گا بڈھا ایک مدت سے کسی جوان اور حسین لڑکی کی تلاش میں ہے۔

ناڈا نے جب یہ دیکھا کہ اس کا راز کھل گیا ہے تو اس نے ڈھال پھینک دی گویا اب وہ بیکار تھی۔ اور اپنا سر جھکا دیا۔ لیکن جب میں نے کہا کہ اسے سردار کے پاس لے جاؤں گا۔ تو وہ میرے قدموں میں گر پڑی کیونکہ میں نے سردار کو بڈھا کہا تھا اسی لئے ناڈا کو یقین ہو گیا کہ یہ سردار اسلوپوگاس نہیں ہو سکتا۔

آہ میرے باپ "سوسن نے کہا رحم کرو میرے حال پر بیشک میں لڑکی ہوں۔ اور کنواری ہوں آج تک یہ کسی کی بھی بیوی نہیں رہی تم بوڑھے ہو' تمہاری بھی بیٹیاں ہوں

گی میں تمہیں ان کا اور ان کی محبت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میرے حال پر رحم کرو۔ میرے بزرگ میں بڑا طویل سفر کر کے آئی ہوں۔ بہت دکھ برداشت کئے ہیں میں نے اور یہ سب میں نے اس کرال تک پہنچنے کے لئے کیا ہے۔ جہاں میرا بھائی حکومت کرتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی دوسرے کرال میں آگئی ہوں میرے بزرگ میں نے تمہاری شان میں گستاخی کی ہے جس کی میں معافی چاہتی ہوں مجھے معاف کردو میرے باپ میں نے اپنی نسوانیت کو اس لئے چھپایا تھا کہ کسی لڑکی کا تنہا سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا میں خاموش رہا۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا ناڈا مجھے پہچان نا سکی تاہم وہ میرے گھٹنو سے لپٹی "مجھے" میرے باپ کہہ کر مخاطب کر رہی تھی میرا دل بھر آیا تھا اور چنانچہ میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ناڈا سمجھی کے میرا غصہ فرو نہیں ہوا ہے اور میں اسے بڈھے سردار کے پاس لے جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں چنانچہ اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

میرے باپ! مجھے اپنے سردار کے پاس نہ لے جاؤ مجھے جانے دو اور راستہ بتاؤ میں ٹھوکرے کھاتی کہیں نہ کہیں پہنچ ہی جاؤنگی۔ تم بوڑھے ہو اور ایک نوجوان لڑکی کے دل کی حالت سمجھ سکتے ہو۔ دیکھو میں حسین اور جوان ہو اور کسی بوڑھے کی بیوی نہیں بن سکتی۔ میرا کوئی نہیں ہے سب مر گئے سوائے ایک بھائی کے جسے میں تلاش کرتی پھر رہی ہوں۔ آہ اگر تم مجھے اپنے سردار کے پاس لے گئے تو یاد رکھو کہ تمہاری بیٹی کا بھی یہی انجام ہوگا اور کوئی اسے جبرا کسی ظالم اور بوڑھے سردار کے حوالے کردے گا۔ وہ خاموش ہوگئی تو میں نے جھونپڑی کی طرف منہ کر کے کہا۔

سردار۔ آج رات روح تم پر مہربان ہے۔ کیونکہ اس نے تمہارے لئے ایک ایسی لڑکی بھیجی ہے جو حسن میں اس لڑکی سے کسی طرح کم نہیں جس کا نام کہتے ہیں کہ سوسن ہے ناڈا اپنا لقب سنا تو وہ وحشت زدہ ہرن کی طرح میری طرف دیکھنے لگی آہ سردار اس لڑکی کو اپنالو۔

ایک دم سے ناڈا اپنا بھالا لینے کے لئے پلٹی جو زمیں پر پڑا ہوا تھا اب یہ میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سے قتل کرنا چاہتی تھی یا سردار کو اپنے آپ کو اور جب وہ بھالا لینے کے لئے

پٹی تو اس نے بے اختیار اسلوپوگاس کو مدد کے لئے پکارا۔ وہ بھالا دبوچ کر پلٹی لیکن بت بنی کھڑی رہ گئی کیونکہ اس کے سامنے طویل قامت سردار اپنی کلہاڑے پر ٹھوڑی ٹکائے کھڑا تھا اور وہ بوڑھا جو اسے ڈرا دھمکا رہا تھا وہ وہاں نہ تھا وہ جا چکا تھا لیکن کہیں دور نہیں وہ بھی قریب ہی تھا لیکن جھونپڑی کے سائے میں۔

ناڈا نے دیکھا غور سے دیکھا آنکھیں مل کر اور بار بار دیکھا چند لمحوں تک وہ حیرت سے بت بنی کھڑی رہ گئی اور پھر سنبھل کر بولی۔

یقیناً خواب دیکھ رہی ہو ابھی ابھی میں ایک بوڑھے سے باتیں کر رہی تھی لیکن اب جو دیکھتی ہوں تو ایک نوجوان میرے سامنے کھڑا ہے اور نوجوان بھی وہ جس کی مجھے تلاش تھی۔

خاتون میرا خیال ہے کہ میں نے ایک آواز سنی تھی جو ناڈا کے جیسی تھی۔ اور یہ آواز اسلوپوگاس کو پکار رہی تھی۔ اس نے کہا جو کلہاڑے پر ٹھوڑی ٹکائے کھڑا تھا۔

بے شک میں نے اسلوپوگاس کو پکارا تھا لیکن وہ بوڑھا کہاں گیا جو مجھے ڈرا دھمکا رہا تھا۔ خیر وہ جہاں کہیں بھی ہو وہیں رہنے دو۔ تم یقیناً میرے بھائی اسلوپوگاس ہی ہو یا تمہیں ہونا چاہئے یہ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ یہ کلہاڑا تمہارا پاس ہے تمہارے متعلق میں یقین سے کہہ سکتی نہیں ہوں کہ تم کون ہو کیونکہ اس اندھی چاندنی میں وہ تمہیں پہچان نہیں سکتی۔ البتہ اس کلہاڑے کے متعلق قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میرے بھائی کا ہی ہے۔

اس تمام عرصے میں وہ نہایت غور سے اسلوپوگاس کی طرف دیکھتی رہی یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ سامنے کھڑا نوجوان اسلوپوگاس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے چنانچہ وہ خاموش ہو کر اسلوپوگاس سے لپٹ گئی اور دیوانوں کی طرح اسلوپوگاس کو چومنے لگی۔

مقدس روح کرے کے زنتیا اس وقت سو رہی ہو۔ اسلوپوگاس بڑبڑایا اور پھر ناڈا کا ہاتھ پکڑ کر بولا آؤ ناڈا ایک عرصے سے تمہارا منتظر تھا اور کبھی میں نے کسی لڑکی کا اس طرح انتظار نہ کیا تھا میں تو تمہیں مردہ تصور کر چکا تھا۔

میں دوڑ کر ان سے پہلے جھونپڑی میں پہنچ گیا اور جب وہ دونوں جھونپڑی میں آئے تو میں اطمینان سے بیٹھ چکا تھا۔

دیکھو بھائی ناڈا نے شہادت کی انگلی سے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے وہ بوڑھا جو طرح طرح سے دھمکا رہا تھا صرف یہی نہیں بلکہ اس نے ڈنڈے سے مجھ پر وار بھی کر دیا تھا شرم تو آئی نہیں اسے ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے پھر یہ مجھے اپنے بوڑھے سردار کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ بھائی کیا تم اس بوڑھے کو کوئی سزا نہ دو گے۔

اسلوپوگاس مسکرایا اور میں نے کہا۔

ناڈا جب تم میرے سامنے گڑگڑا رہی تھیں تو تم نے مجھے کیا کہہ کر مخاطب کیا تھا باپ کہہ کر نا۔ اور میں کھسک کر الاؤ کے قریب ہو بیٹھا۔

ہاں میں نے تمہیں باپ کہہ کر مخاطب کیا تھا اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ ایک بے خانماں اور بے سہارا لڑکی کے لئے ہر وہ شخص باپ ہی ہے جو.....ایں!..... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ نہیں یہ ممکن نہیں..... یہ جلا ہوا خشک اور سفید ہاتھ۔ لیکن .....کون ہو تم ایک شخص تھا کبھی جس کا نام موپو تھا اس کی ایک لڑکی جس کا نام ناڈا تھا... آہ میرا باپ... میرے باپ۔ اب میں نے پہچان لیا ہے تمہیں۔

ناڈا مجھ سے لپٹ گئی اور رونے لگی اور میں بھی رو رہا تھا۔

جب وہ رو دھو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال چکی تو اسلوپوگاس اس کے لئے دلیہ اور دہی لے آیا ناڈا نے صرف دہی کھایا اور کہا کہ وہ اس قدر تھکی ہوئی ہے کہ اسکا کچھ کھانے کو جی نہیں کرتا۔

پھر اس نے اپنے سفر کی کہانی سنائی۔ جو اتنی طویل ہے کہ یہاں بیان کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش ہے اس سفر کے متعلق یہاں میں صرف ایک واقعہ بیان کروں گا۔ ناڈا کو ایک وحشی قبیلے کے چند لٹیروں نے پکڑ لیا اور وہ ان میں مرد بن کر رہنے لگی۔ لیکن ایک دن اس کا راز کھل گیا اور لٹیروں نے چاہا کہ اس کی شادی اپنے سردار سے کر دیں لیکن ناڈا نے ایک ایسی چال چلی کہ انہوں نے ناڈا کی شادی اپنے سردار سے کرنے کے

بجائے الٹا اسے قتل کروایا۔ کیونکہ ناڈا کی آنکھوں میں سحر تھا۔ اور جس طرح وہ ہالا قازیوں پر حکومت کرتی تھی۔ اس طرح ان لٹیروں پر اور ان کے دلوں پر حکومت کر رہی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ اس نوجوان سے شادی کرے گی جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ بہادر ثابت کرے گا۔ چنانچہ وہ لوگ ناڈا کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑے اور ناڈا یہ کہہ کر چلی آئی کہ وہ خون خرابے کو پسند نہیں کرتی چنانچہ وہ کسی جگہ بیٹھ کر اس نواجون کا انتظار کریگی جو آخری میں کامیاب ہوگا۔

وہاں سے نکلنے کے بعد وہ بھٹکتی رہی آخر کار اس کی ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جس نے اسے آہنی پہاڑ تک پہنچایا کوئی نہیں جانتا کہ وہ عورت کون ہے۔ لیکن عالازی قسم کھا کر کہتا تھا کہ وہ بڑھیا ایک چڑیل کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی جو پہاڑی پر بیٹھی ہوئی ہے اس نے بڑھیا کا روپ اختیار کر کے ناڈا کو کلھاڑے والوں تک پہنچادیا تھا وہ انکی تباہی کا باعث بنے اور ہوا بھی ایسے ہی یہ تو میں نہیں جانتا کہ عالازی کا خیال کہاں تک سچی تھا تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ اسے معمولی کام کے لئے پتھر کی چڑیل کو بڑھیا بن کر آنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

جب ناڈا اپنی کہانی کہہ چکی تو اسلوپوگاس نے اپنی داستان سنائی اور بتایا کہ ڈنگان کے کرال میں کیا واقعہ ہوا۔ اور اس لڑکی کی لاش کو جیسے سوسن ظاہر کیا گیا تھا دیکھ کر ڈنگان کی کیا حالت ہوئی۔ جب اسلوپوگاس خاموش ہوا تو میں نے دیکھا کہ ناڈا اداس تھی۔

آہ میرے بھائی معلوم ہوتا ہے کہ بدقسمتی نے اب بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور اسکے چھینٹے تم پر بھی اڑے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ڈنگان کلھاڑے والوں کو تباہ کردے میں خود مرجانا بہتر سمجھتی ہوں۔

تم مرجاؤ یا زندہ رہو ڈنگان کا غصہ اپنی جگہ قائم رہے گا۔ اسلوپوگاس نے کہا اور یہ بھی سن لو ناڈا کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔

جب ناڈا نے یہ سنا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اور وہ اسلوپوگاس کے قریب سے ہٹ کر میرے قریب آکھڑی ہوئی۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

یہ کیا قصہ ہے میرا باپ اگر اسلوپوگاس میرا بھائی نہیں تو پھر کون ہے۔
یہ تمہارا بھائی تو ہے لیکن حقیقی نہیں۔
حقیقی نہیں تو پھر کیسا بھائی ہے۔
پھوپی زاد
یہ بڑی خوشخبری سنائی ہے تم نے اگر یہ جسے میں نے بچپن سے چاہا ہے کوئی غیر ہوتا تو میرا دل ٹوٹ جاتا۔ وہ مسکرائی۔ اب لگے ہاتھوں یہ قصہ بھی سنادو۔
چونکہ مجھے ناڈا پر اعتبار تھا اس لئے اسلوپوگاس کی پیدائش کی کہانی میں نے اسے بھی سنادی۔
اسلوپوگاس جب میں خاموش ہوا تو ناڈا نے کہا حالانکہ تم شاہی خاندان کے فرد ہو ایک ظالم اور برے باپ کے بیٹے ہو اب میں تمہیں اتنا نہ چاہوں گی جتنا کہ آج تک چاہتی تھی۔
یہ تم نے بہت بری خبر سنائی ہے ناڈا' اسلوپوگاس نے پریشان ہو کر کہا کیونکہ اب تمہاری محبت مجھے پہلے سے زیادہ درکار ہے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے شادی کرلو اور مجھ سے ایسی محبت کرو جیسی کہ ایک وفاشعار بیوی اپنے شوہر سے کرسکتی ہے۔
یہ تم محبت کی شادی کی درخواست کررہے ہو ناڈا نے سنجیدگی سے پوچھا ظاہر ہے۔
غالباً تم بھول رہے ہو کہ تم نے ہالا قازیوں کے غار میں اپنی بیوی زنیتا کا ذکر کیا تھا۔
یہاں زنیتا کا کیا ذکر؟ اسلوپوگاس نے منہ بنا کر کہا بے شک وہ میری بیوی اور سردارن ہے لیکن کیا مرد ایک سے زیادہ بیویاں نہیں کرسکتا۔
بے شک کرسکتا ہے لیکن یہ بھی ہے کہ وہ چاہے جتنی بیویاں کرے اس کی پہلی بیوی گھر کی بڑی اور سردارن ہی رہے گی۔ جہاں بھی میں گئی ہوں سرداروں نے مجھے اپنی بیوی اور سردارن بنانا چاہا ہے کیا یہ بات یہاں ممکن ہے۔
ناڈا۔ میرے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے اور تم میری بیوی بننے کے لئے تیار ہو اس کے بعد وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ جو تم چاہتی ہو۔

اسلوپوگاس۔ میرے باپ سے پوچھا کہ جب تمہیں شیرنی اٹھا کے لے گئی تھی تو اس وقت حالانکہ اس وقت میں جوان نہ تھی میں نے اپنے باپ سے کیا کہا تھا میں نے کہا تھا کہ میں عمر بھر کنواری رہوں گی۔ کیونکہ میں جسے چاہتی ہوں وہ مر چکا۔ میرے باپ نے مجھے سرزنش کی تھی اور کہا تھا کہ تمہارے متعلق مجھے اپنے دل میں ایسے خیالات نہیں لانے چاہیں۔ کیونکہ تم میرے بھائی ہو لیکن میرا دل کہتا تھا کہ ایسا نہیں ہے اور میرے دل نے غلط نہ کہا تھا کیونکہ دیکھو آج معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو اور اسلوپوگاس میں اپنے وعدے پر قائم رہی اور آج تک کسی سے شادی نہ کی اور مجھے اپنے اس صبر اور وفاداری کا پھل آج مل گیا کیونکہ میں جسے گنوا چکی تھی مجھے مل گیا ہے اسلوپوگاس میں تمہیں۔ صرف تمہیں چاہتی ہوں لیکن اسلوپوگاس یہ سن لو کہ میں جہاں گئی موت اور تباہی میرے ساتھ گئی ہے میں بدقسمت ہوں اور میری بدقسمتی ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے چنانچہ مجھے اپنی بیوی بنانے سے پہلے سوچ لو مبادا تم بھی تباہ و برباد ہو جاؤ مجھ سے شادی کرنا گویا جان بوجھ کر کنوئیں میں گرنا ہے۔

میں نے سوچ لیا ہے اور میں بہرحال تم سے شادی کروں گا خواہ اسکا انجام کیسا ہی کیوں نہ ہو خونریز نے جواب دیا اور ناڈا کو اپنی بانہوں میں لے کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔

بس اب جاؤ اسلوپوگاس' اپنے آپ کو اس کی آغوش سے الگ کر کے بولی۔

میں تھک گئی ہوں اور سونا چاہتی ہوں

چنانچہ وہ چلا گیا۔

عورتوں کی لڑائی

دوسری دن غالازی اپنے بھیڑیوں سے رخصت ہو کرال میں آیا تو سب سے پہلے اس کی ملاقات ناڈا سے ہوئی جو میرے جھونپڑے کے سامنے دھوپ میں کھڑی تھی۔ وہ دونوں چونکہ ایک دوسرے کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا غالازی دربار کے جھونپڑے میں داخل ہو کر سیدھا میرے پاس آیا۔

موت کا ستارہ کلہاڑے والوں پر آکر طلوع ہو ہی گیا اس نے مجھ سے کہا۔ گزشتہ رات میرے بھیڑیئے نہایت ہی بھیانک آواز میں روئے تھے یہ تو میں نہیں جانتا کہ اسے دیکھ کر اور موت کی بو پا کر روئے تھے یا ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آج صبح میں نے سب سے پہلے موت کے اس ستارے کو بھی دیکھا چنانچہ اب میری موت قریب ہے موپو' وہ اتنی حسین ہے کہ ہزاروں کی موت کا باعث بن سکتی ہے اور بنی ہے۔

وہ ہنسا اور اپنا ڈنڈا ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن اس کی باتوں نے مجھے اتنا پریشان کر دیا اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ناڈا جہاں بھی گئی ہے اس کے حسن کا ماہتاب جس قبیلہ پر بھی چمکا وہ قبیلہ آخر کار مٹ گیا۔

پھر میں ناڈا کے پاس پہنچا کہ اسے دربار کے کمرے میں لے جاؤں وہ میری منتظر تھی۔ اب وہ مردوں کا لباس پہنے ہوئے نہ تھی بلکہ عورتوں کے وہ کپڑے پہنے ہوئے تھی جو میں نے اسے دیئے تھے۔ اس کے بال اس کے کندھوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ اس کی گردن اور کلائیوں میں ہاتھی دانت کے کنگن تھے' اور وہ اپنے ایک ہاتھ میں سوسن کے پھول لئے ہوئے تھی یہ پھول اس نے آج صبح ہی' جب وہ دریا پر نہانے گئی تھی۔ توڑے تھے غالباً یہ پھول وہ اس لئے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھی کہ یہاں بھی لوگ اسے اس کی عرفیت سے جان لیں اور یہ بات تو زولوؤں میں عام تھی کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر کسی کا عرف رکھتے تھے۔ لیکن اے میرے آقا عورت کے دل کی گہرائیوں کو کون پا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اتفاقاً وہ پھول توڑ لئے ہوں پھر اس نے مجھ سے

درخواست کی کہ میں اس شترمرغ کے پروں کی وہ قبا دے دوں جو سفید تھی' اور نہایت خوبصورت تھی مجھ سے قبا لے کر اس نے اپنے کندھوں پر ڈال لی جو اس کی کمر تک آئی ہمارے یہاں کی عورتیں اور کنواری لڑکیاں بھی کوئی لباس نہیں پہنتیں بس ایک لنگوٹی باندھے ننگی گھوما کرتی ہیں۔ لیکن ناڈا بچپن ہی سے شرمیلی تھی' اور بچپن ہی سے اپنے جسم کا اوپری حصہ ڈھانکنے کی عادی تھی' اور ایسا شاید وہ اس لئے کرتی تھی کہ اس کی رنگت تقریباً سفید تھی۔ یا شاید اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ وہی عورت مردوں کے لئے کشش کا باعث ہوتی ہے جو ان کی نظروں سے اپنا جسم اور زینت کی چیزیں چھپائے رکھتی ہے یا پھر ممکن ہے کہ یہ بات سچ ہو کہ اس کی رگوں میں سفید فام خون گردش کر رہا تھا۔ اس لئے سفید فاموں کی یہ عادت اسے ورثے میں ملی ہو۔ وجہ کچھ بھی ہو بہرحال حقیقت ہے کہ وہ اپنا سینہ عریاں نہ رکھتی تھی۔

اور وہ دن مہینے کا وہ دن تھا جبکہ کرال کے امراء اور دربار کے جھونپڑے میں حاضر رہتے تھے۔ چنانچہ جب میں ناڈا کو اس جھونپڑے میں لے گیا تو وہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف عورتوں کا ہجوم تھا اور اس ہجوم میں زینتاب سے آگے کھڑی تھی۔ یہ خبر سب کے کانوں تک پہنچ گئی کہ وہ لڑکی جس کے لئے خونریز نے ہالا قازیوں پر حملہ کیا تھا گزشتہ رات کرال میں پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ وہ جیسے ہی کرال میں داخل ہوئی ہزاروں انگلیاں ناڈا کی طرف اٹھ گئیں۔

ہا آؤ۔ لوگوں نے کہا یہ پھول واقعی حسین ہے اب اگر ہالا قازی اس پر سے قربان ہو گئے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

عورتوں نے بھی ناڈا کی طرف دیکھا۔

دیکھو یہی ہے وہ جس کی وجہ سے ہمارے سپاہیوں کی لاشیں ہالا قازیوں کے غاروں میں بے دفن پڑی ہیں ایک بولی۔

اسے یہ عمدہ کپڑے کہاں سے مل گئے۔ دوسری نے کہا گزشتہ رات تو یہ پھٹے پرانے کمبل میں یہاں آئی تھی۔

پروں کی عمدہ قبا پہننے پر ہی اس نے اکتفا نہ کی دیکھو وہ اپنے ہاتھ میں پھول لئے ہوئے ہے اور یہ پھول اس کے ہاتھ میں واقعی بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ تیسری نے کہا۔

خونریز اب تک اپنے کلہاڑے کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن اب اسے جیتی جاگتی دیوی مل گئی ہے۔ چوتھی دیدے مٹکا کر بولی۔

ناڈا ان کی یہ باتیں سن رہی تھی' اور ان کا مطلب بھی سمجھتی تھی۔ لیکن وہ برابر مسکرا رہی تھی اور سر جھکائے چل رہی تھی۔ اس نے مردوں کی طرف دیکھا اور نہ عورتوں کی طرف دیکھا البتہ زنیتا نے کچھ نہ کہا وہ خاموش کھڑی ناڈا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی رہی۔ ایک ہاتھ سے وہ اپنی بچی کو سنبھالے ہوئے تھی' اور دوسرے ہاتھ سے اس مالا کے دانے گھما رہی تھی۔ جو اس کی گردن میں پڑی ہوئی تھی۔ جب ہم زنیتا کے قریب سے گزرے تو ناڈا نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور زنیتا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ غالباً وہ جانتی تھی کہ یہی عورت اسلوپوگاس کی پہلی بیوی اور سردارن ہے میں نہیں جانتا تھا کہ ناڈا کی آنکھوں میں کیا تھا۔ البتہ میں نے یہ ضرور دیکھا کہ زنیتا جو کسی سے ڈرتی نہ تھی ناڈا کی نگاہوں سے ڈر کر سمٹ گئی تھی۔ ناڈا مسکرا کر آگے بڑھ گئی اور گردن جھکا کر اس نے اسلوپوگاس کو سلام کیا۔

سلام ناڈا۔ اسلوپوگاس نے کہا اور پھر درباریوں سے کہا کہ یہی ہے وہ لڑکی جسے ڈنگان کے لئے حاصل کرنے کے لئے ہم نے ہالاقازیوں پر چڑھائی کی تھی اور اس کی کہانی ایک ایسے غدار نے ڈنگان کو سنادی جو اب اس دنیا میں کوئی کہانی سنا نہ سکے گا۔ اس لڑکی نے مجھ سے التجا کی کہ میں اسے ڈنگان سے بچالوں اور میں نے اسے بچالیا۔ اگر ایک غدار نے یہ راز فاش نہ کردیا ہوتا تو تمام معاملات اطمینان بخش طریقے سے طے ہوجاتے۔ اس غدار کو اپنی غداری کی سزا اسی وقت مل گئی دوستو! دیکھو اس لڑکی کی طرف اور بتاؤ کہ ایسی حسین لڑکی تم نے پہلے کبھی دیکھی ہے دیکھو اس کی طرف اور بتاؤ کہ اگر میں نے اسے ڈنگان کے حوالے نہ کرکے اچھا کام کیا ہے یا نہیں؟ دیکھو ہم اس پھول کو یہاں لے آئے ہیں کہ کلہاڑے والے مسرور رہیں میں اسے یہاں لایا ہوں کہ اسے اپنی بیوی بناؤں۔

امراء نے ایک آواز ہو کر کہا۔

خونریز تم نے اسے یہاں لاکر بے شک ایک عمدہ کام کیا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ناڈا کا حسن دیکھ کر مردوں کے دل مسرت سے معمور ہو گئے تھے۔ البتہ غالازی خاموش رہا اس نے ہولے سے اپنا سر ہلا دیا اور بس جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ زنیتا اسلوپوگاس کے راز سے واقف ہو گئی تھی' اور جانتی تھی کہ ناڈا اس کی بہن نہیں ہے۔ تاہم اس نے انجان بن کر بڑی حیرت سے پوچھا۔

میرے سرتاج یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

زنیتا یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو اسلوپوگاس نے پوچھا کیا ہمارے یہاں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا رواج نہیں ہے۔

بے شک ہے زنیتا نے جواب دیا۔ لیکن حقیقی بہن سے شادی کرنے کا رواج نہیں ہے میں نے سنا ہے کہ اس لڑکی کو تم نے ڈنگان کے حوالے اس لئے نہ کیا کہ یہ تمہاری بہن ہے۔

اس وقت میں اسے اپنی بہن سمجھ رہا تھا زنیتا۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ سوسن میری حقیقی بہن نہیں ہے سوسن بے شک موپو کی بیٹی ہے۔ لیکن موپو میرا باپ نہیں ہے۔ حالانکہ اس نے ایک بیٹے کی طرح ہی مجھے پالا ہے اور نہ ہی سوسن کی ماں میری ماں ہے دوستو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔

اب زنیتا نے میری طرف دیکھا اور دانت پیس کر بولی۔

ڈنگان کے بے وقوف منہ! میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا جب خونریز تجھے اپنے ساتھ لایا تھا۔

میں نے اس کے یہ الفاظ سنے لیکن خاموش ہو رہا اور یوں ظاہر کرنے لگا جیسے میں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ ایک بار پھر زنیتا اسلوپوگاس کی طرف گھوم گئی اور بولی۔

میرے آقا! خونریز نے اب تک اپنے آپ کو ایک معمہ بنا دیا ہے۔ کیا میرے آقا بتائیں گے کہ ان کا باپ کون ہے۔

میرا کوئی باپ نہیں ہے اسلوپوگاس نے غصہ ہو کر کہا۔ یہ آسمان میرا باپ ہے میں خون اور آگ سے پیدا ہوا ہوں۔ میں کڑک اور گرج سے پیدا ہوا ہوں' اور یہ سوسن حسن کی دیوی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے اور میری بیوی بننے کے لئے اس دنیا میں آئی ہے۔ بے وقوف عورت اب اپنی زبان بند کر۔ اسلوپوگاس نے کچھ سوچا اور پھر اضافہ کیا نہیں چھپانے سے کیا فائدہ سن لو میرا باپ مشہور وچ ڈاکٹر تھا وہی وچ ڈاکٹر جس نے آرپی کے بیٹے کو سونگھا تھا۔ جو شاہی وچ ڈاکٹر تھا اور جس کا نام انڈالبازمبی تھا۔

اسلوپوگاس نے اتفاقاً وچ ڈاکٹر انڈابازمبی کا نام لے دیا تھا۔ چونکہ وہ کہہ چکا تھا کہ اس کا باپ نہیں ہوں اس لئے اب یہ ضروری ہوگیا تھا۔ کہ وہ اپنے لئے ایک باپ پیدا کرے اور چونکہ وہ شاکا کو اپنا باپ ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا کم سے کم فی الحال نہ چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے وچ ڈاکٹر کا نام لے دیا کیونکہ وہی اسے یاد آگیا تھا یہ وچ ڈاکٹر ایک عرصہ ہوا کہ زولولینڈ سے فرار ہوگیا تھا' اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے بعد میں اسلوپوگاس اسی وچ ڈاکٹر کے بیٹے کے طور پر مشہور ہوا۔ لوگ اسے انڈابازمبی کا ہی بیٹا سمجھتے تھے' اور اسلوپوگاس اس خوف سے اس سے انکار نہ کرتا تھا کہ پانڈا جو زولولینڈ کا بادشاہ تھا۔ کہیں اسے قتل نہ کردے۔

لوگوں نے پہلے تو اسلوپوگاس کے اس اعلان کو غلط سمجھا۔ لیکن بعد میں اسے تسلیم کرلیا' اور اسلوپوگاس نے جو یہ کہا کہ اس کا باپ آسمان ہے تو یہ بھی غلط نہ تھا۔ کیونکہ زولو اپنے بادشاہ کو آسمان کا بیٹا کہتے تھے۔ چنانچہ شاکا اور اس کا بیٹا اسلوپوگاس بھی آسمان کا بیٹا تھا۔ لیکن کلہاڑے والے یہ نکتہ نہ سمجھے۔

اب ناڈا زینیتا کی طرف گھوم گئی اور بے حد شیریں آواز میں بولی۔

میں خونریز کی بہن بے شک نہیں ہوں۔ لیکن جلد ہی تمہاری بہن بن جاؤں گی کیونکہ تم خونریز کی پہلی بیوی اور انکوسی کاس (سرداران) ہو کہو اب تو اطمینان ہوا۔ کیا تم خندہ پیشانی سے مجھے خوش آمدید نہ کہو گی؟ کیا تم میرا ماتھا نہ چومو گی میں تمہاری بہن بننے کے لئے بڑا طویل سفر کرکے اور صعوبتیں برداشت کرکے آئی ہوں۔

اور اس نے دونوں ہاتھ زنیتا کی طرف بڑھا دیئے۔ میں نہیں جانتا کہ ایسا اس نے کس لئے کیا تھا۔ اس لئے کہ اس کا دل صاف تھا یا اس لئے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بے قصور اور ملنسار ثابت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن زنیتا کے ابرو پر بل پڑ گئے' اور اس نے اپنی گردن میں پڑی ہوئی مالا کو ایک جھٹکا دیا جس کے دانوں سے وہ کھیل رہی تھی۔ مالا ٹوٹ گئی اور دانے فرش پر بکھر گئے۔

لڑکی یہ چومنے وغیرہ کا معاملہ ہمارے آقا کے لئے اٹھا رکھو وہی تمہیں چومے گا۔ زنیتا نے کہا۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ جس طرح میری مالا کے دانے بکھر گئے ہیں اسی طرح تم کلہاڑے والوں کا شیرازہ بکھیر دو گی۔

ناڈا نے ٹھنڈا سانس بھر کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور لوگ بڑبڑانے لگے کیونکہ ان کے خیال میں زنیتا کا سلوک بڑا ہی غیر شریفانہ اور ناروا تھا۔ ناڈا نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سوسن کا پھول اسلوپوگاس کو دے کر بولی۔

ہماری محبت کی نشانی اور نسبت کی علامت آقا ہم غریب اور بے گھر ہیں اور میرا باپ اس قابل نہیں کہ تمہیں ایک بیل بھی دے سکے۔ لیکن تمہیں بہرحال دلہن کی قیمت ادا کرنی ہے مقدس روح کرے کہ میں تمہارے لئے مسرتیں لاؤں اور تمہیں خوش رکھ سکوں۔

اسلوپوگاس نے پھول لیا' اور اس ہاتھ میں یہ عجیب پھول مضحکہ خیز معلوم ہو رہا تھا جو صرف کلہاڑے پکڑنے کے عادی تھے۔

اب اتفاق سے ایسا ہوا کہ وہ دن سال کا وہ دن تھا جب سردار اور کلہاڑے کا مالک قدیم رسم کے مطابق کھڑے ہو کر اعلان کرتا تھا کہ جو چاہے سرداری اور کلہاڑے کے لئے اس سے جنگ کرے۔ چنانچہ اب اسلوپوگاس نے اٹھ کر یہ اعلان کیا پچھلے چند برسوں سے کوئی اسلوپوگاس کا مقابلہ کرنے نہ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اس دن تین آدمی کھڑے ہوئے ان تین میں سے دو (۲) ایسے افسر تھے جنہیں اسلوپوگاس عزیز رکھتا۔ اسلوپوگاس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں اسلوپوگاس نے افسر سے نیچی آواز میں پوچھا جو قریب تھا۔

جواب میں افسر نے سوسن کی طرف اشارہ کیا اور اب اسلوپوگاس کو معلوم ہوا کہ اس حسین ساحرہ کو سب ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں سوسن کا حسن ہر ایک پر اثر انداز ہوا تھا' اور چونکہ وہی سوسن کو حاصل کرسکتا تھا جو کلھاڑا بھی حاصل کرے۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اسے ایک دو نہیں بلکہ بہت سے بہادروں سے جنگ کرنی پڑے گی' اور اس سے وہ انکار نہ کرسکتا تھا۔ کیونکہ انکار کرنا نہ صرف قدیم رسم کے خلاف تھا بلکہ بزدلی کی بھی علامت تھی' اور اسلوپوگاس نہ چاہتا تھا کہ کوئی اسے بزدل کہے۔ اس جنگ کی تفصیل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسلوپوگاس نے پہلے افسر کو قتل کردیا پھر دوسرے کو بھی اور تیسرا ڈر گیا اس لئے اس کے مقابلے میں نہ آیا۔

دیکھو موپو نے کیا کہا تھا غالازی نے کہا منحوس ستارے کی منحوست کا آغاز ہوگیا ہے بڑے میاں تمہاری بیٹی کے جلو میں موت ہی چلی ہے۔

ممکن ہے ایسا ہی ہو میں نے جواب دیا۔ بہرحال میری بیٹی حسین اور کنواری ہے۔

اس سے کیا ہوتا ہے موپو غالازی نے کہا۔

اسی دن اسلوپوگاس نے ناڈا سے شادی کرلی اور چند دنوں تک کوئی خاص واقعہ نہ ہوا۔ لیکن ناڈا کو اپنی بیوی بنانے کے بعد خونریز کے دماغ میں جانے کیسے ناپاک ہوا ابھر گئی کہ وہ اس دن سے جس دن کہ اس نے ناڈا سے شادی کی تھی زنیتا اور دوسری بیویوں کی طرف سے بے پروا ہوگیا ان کے پاس جانا تو ایک طرف رہا وہ ان سے بات تک نہ کرتا تھا۔

چنانچہ غالازی نے اپنی رائے یوں ظاہر کی۔

موپو تمہاری بیٹی نے خونریز پر سحر کردیا ہے۔

اور یہ حقیقت بھی تھی اسلوپوگاس واقعی مسحور ہوگیا تھا اور یہ عجیب مرض تھا جس میں اسلوپوگاس مبتلا تھا۔ کیونکہ وہ شادی کے بعد اور ناڈا کے مرنے کے بعد بھی اس سے والہانہ محبت کرتا رہا اور اسے بھلا نہ سکا۔

میرے آقا جیسے کہ آپ سمجھ چکے ہیں کہ زنیتا اور خونریز کی دوسری بیویوں کو یہ بات

بہت بری معلوم ہوئی کہ ان کے آقا نے انہیں چچڑی ہوئی ہڈیوں کی طرح پھینک دیا ہے۔ اس کی بیویاں ایک عرصے تک منتظر رہیں کہ ناڈا کے حسن کا بھوت خونریز کے سر سے دور ہو جائے' اور وہ دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہو گا۔ لیکن یہ بھوت ایسا نہ تھا جو اتر جاتا۔۔۔ چنانچہ خونریز کی بیویاں پہلے تو آپس میں بڑبڑائیں پھر انہوں نے اسلوپوگاس کے سامنے اپنی خفگی کا اظہار کیا اور کرال والوں کے سامنے اپنا دکھڑا رونے لگیں۔ چنانچہ یوں ہوا کہ کرال کے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ زنیتا کا حامی تھا' اور دوسرا ناڈا کا۔

زنیتا کے گروہ میں عورتیں تھیں اور وہ چند مرد تھے جو اپنی بیویوں سے ڈرتے تھے اور زن مرید تھے۔ اس کے برخلاف ناڈا کا گروہ مردوں پر مشتمل تھا' اور زنیتا کے گروہ کے مقابلے میں زور دار اور قوی تھا۔۔۔ اور اس گروہ کا گویا سرغنہ اسلوپوگاس تھا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ پورے کرال میں شوہروں اور بیویوں میں کشیدگی بڑھتی گئی۔ کیونکہ شوہر ناڈا کے اور بیویاں زنیتا کی حمایتی تھیں۔ بہرحال کرال کے جھونپڑوں میں آئے دن جھگڑے اور مار کٹائی ہونے لگی۔ زنیتا کے گروہ کی کوئی عورت سوائے چند کے ایسی نہ تھی کہ جو اپنے شوہر کے ہاتھوں بری طرح پٹ نہ چکی ہوں تاہم نہ تو سوسن اور نہ ہی خونریز نے ان جھگڑوں کو زیادہ اہمیت دی کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے اور آس پاس جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی انہیں فرصت نہ تھی اسلوپوگاس اور ناڈا کی شادی کو تین مہینے گزر چکے تھے۔

ایک صبح ناڈا اپنے شوہر کی جھونپڑی سے باہر آئی اور دریا پر نہانے چلی سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ لیکن ہوا کے جھونکے اب تک سرد تھے۔۔۔ ناڈا چٹانی گھاٹیوں میں سے گزرتی اور گنگناتی دریا کی طرف جا رہی تھی۔ جس راستے پر وہ چل رہی تھی اس کے دائیں طرف کلہاڑے والوں کے سردار خونریز کے کھیت تھے اور ان کھیتوں میں زنیتا اور اسلوپوگاس کی دو بیویاں کام کر رہی تھیں۔ انہوں نے ناڈا کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ناڈا نہا دھو کر واپس آئی اس نے اپنے بالوں پر تازہ پھول لگا رکھے تھے' اور نہانے کے بعد وہ خود بھی حسین اور تازہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر

ملکوتی مجسم اور وہ عشقیہ گیت گنگنا رہی تھی .... زنیتا نے اپنے ہاتھ کی کھرپی پھینک دی اور سر جھٹک کر بولی۔

"بہنو! کیا ہم اسے خاموشی سے برداشت کر لیں گی؟"

نہیں اسلوپوگاس کی بیویوں نے جواب دیا۔ "برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے .... کہو اب ہم کیا کریں؟ .... کیا ٹوٹ پڑیں سوسن پر اور اس کی تکا بوٹی کر دیں؟"

ناڈا کو مار کر ہمیں کیا مل جائے گا ....؟ البتہ اگر ہم خونریز کا خاتمہ کر دیں تو کوئی بات ہوئی .... ناڈا تو بہرحال عورت ہے اور ہر عورت کی طرح ہر وہ چیز حاصل کر رہی ہے جو کر سکتی ہے۔ لیکن خونریز مرد ہے اور سردار بھی۔ چنانچہ ہم سے ناانصافی نہ کرنی چاہیے۔

"سوسن نے اس پر سحر کر دیا ہے چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم اس چڑیل کو ہی ٹھکانے لگا دیں۔ دوسری عورتوں نے کہا۔

"نہیں میں بات کرتی ہوں اس سے زنیتا بولی۔

چنانچہ وہ کھیت سی نکل کر اس راستے پر آ کھڑی ہوئی جس راستے پر ناڈا گنگناتی چلی آ رہی تھی .... اب ناڈا نے زنیتا کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر اپنے دونوں ہاتھ زنیتا کی طرف بڑھائے۔

"سلام بہن" اس نے کہا۔

لیکن زنیتا نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لئے جیسے کہ رسم تھی۔

"یہ مناسب نہیں کہ میرے ہاتھ جو کام کرتے کرتے کھردرے ہو گئے ہیں۔ تمہارے ہاتھوں سے جن میں پھولوں کی مہک ہے چھو بھی جائیں۔ میں تو اپنی طرف سے اور خونریز کی دوسری بیویوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ ہمارے آقا کے کھیتوں میں جوار کے ساتھ بہت سی خود رو گھاس بھی اگ آئی ہے اور ہماری تعداد بہت ناکافی ہے۔ اگر تم ہمارا ساتھ دو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ کام آسان ہو جائے گا اب چونکہ ہماری نئی محبت کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ اور چونکہ اب تم نئی نویلی دلہن نہیں رہی ہو۔ اور اس کے علاوہ بہت عیش و آرام کر چکی ہو اس لئے غالباً تم ہمارا ہاتھ بٹاؤ گی اگر تم اپنے وطن

سوازی لینڈ سے اپنے ساتھ کھرپی نہیں لائی ہو وہ یہاں سے بھی خریدی جاسکتی ہے۔"

"بہن! میں جہاں بھی رہی ہوں سردارن بن کر رہی ہوں اور کسی جگہ کوئی کام نہیں کیا۔ گھاس کھودنا تو کجا۔ اس کے باوجود میں بڑی خوشی سے تمہارا اور اپنی دوسری بہنوں کا ہاتھ بٹاتی۔ لیکن میرے آقا خونریز نے مجھے کوئی کام کرنے سے منع کردیا ہے' اور میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتی۔"

"ہمارے آقا نے منع کیا ہے! یہ واقعی عجیب بات ہے۔ میں اس کی پہلی بیوی اور سردارن ہوں۔ میں نے ہی اسے کلہاڑا حاصل کرنے کی ترکیب بتائی تھی۔ لیکن اس نے کبھی مجھ سے تو نہ کہا کہ میں کھیتوں میں کام نہ کروں!

بلکہ میں نے تو اس وقت بھی کام کیا ہے جب میرے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی کام کرنے سے منع نہیں کیا۔ چنانچہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خونریز تم کو ہم سب سے زیادہ چاہتا اور تم کو ہم سب پر فوقیت دیتا ہو؟"

ناڈا کو احساس ہوا کہ وہ زنیتا کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی ہے تاہم اس نے بڑی بے خوفی سے کہا:

"اگر خونریز مجھے بہت زیادہ چاہتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہر مرد کو اپنی بہت سی بیویوں میں صرف ایک سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اس کی بیوی حسین بھی ہو.... زنیتا کبھی تمہارا زمانہ تھا۔ لیکن اب میرا زمانہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ میرا زمانہ مختصر ہو۔ اس کے علاوہ اسلوپوگاس کو مجھ سے اس وقت سے محبت ہے جب کہ وہ تمہارے اور اپنی بیویوں کے وجود تک سے واقف نہ تھا۔ چنانچہ ہماری محبت نوزائیدہ نہیں ہے۔ بلکہ بہت پرانی ہے ہم دونوں آخر دم تک اسی طرح محبت کرتے رہیں گے اس سے زیادہ میں اور کیا کہوں؟"

"تم اس سے زیادہ کہہ بھی کیا سکتی ہو؟.... البتہ میں کہوں گی.... یا تو یہاں سے چلی جاؤ اور ہماری مسرتوں میں زہر نہ گھولو.... یا پھر یہیں رہو اور ہماری تباہی کا باعث بن جاؤ۔"

ناڈا چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ میری محبت اسلوپوگاس اور اس کے ساتھیوں پر موت لے آئے گی تو میں بے شک یہاں سے چلی جاتی خواہ اس کی جدائی کے غم سے میرا دل پھٹ ہی کیوں نہ جاتا۔ لیکن زنیتا اس پر مجھے یقین نہیں ہے موت کمزوروں پر حملہ کرتی ہے۔ چنانچہ اگر اس کا حملہ ہوا تو سوسن پر ہوگا۔

"خونریز جو بہادروں کا بہادر اور مردوں کا مرد ہے۔

اور وہ زنیتا کے قریب سے گنگناتی ہوئی چلی گئی۔ زنیتا اسے اس وقت تک جاتے دیکھتی رہی جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی .... دفعتاً زنیتا کی آنکھیں شیطانیت سے چمکنے لگیں اور اس کے ہونٹوں پر کینہ توز مسکراہٹ پھیل گئی .... وہ کھیت میں کام کرتی ہوئی عورتوں کے پاس واپس آئی اور انہیں مخاطب کر کے بولی۔

"بہنو!" سوسن بہت مغرور ہے اس کے علاوہ وہ ہم سے نفرت کرتی ہے اور مضحکہ اڑاتی ہے اچھا سنو .... نئے چاند کی پہلی رات کو کرال کی سب عورتیں یہاں سے تھوڑی دور ایک خفیہ مقام پر جمع ہوجائیں .... کرال کی ہر عورت اور ہر بچہ کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری ہے سوائے سوسن کے وہ یوں بھی نہ آئے گی۔ کیوں کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے نخرے بگھار رہی ہوگی یا اس کی آغوش میں مچل رہی ہوگی .... اب اگر کوئی عورت کا محبوب یا یار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے یار کو نئے چاند کی پہلی رات کو کلہاڑے والوں کے کرال سے باہر اور کہیں دور بھیج دے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس رات کی صبح کلہاڑے والوں کے لئے کوئی آفت لے کر طلوع ہو۔

"کیا آفت ٹوٹ پڑے گی؟" ایک عورت نے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی" زنیتا نے جواب دیا۔ "لیکن کچھ ضرور ہے۔ بہرحال ہم ناڈا کی لعنت دور کرنے اور خونریز سے، جس نے ہماری محبت ٹھکرادی ہے انتقام لینے کا ارادہ کرچکی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ان مردوں سے بھی انتقام لیں گے۔ جو ناڈا کے حسن کے دیوانے ہیں۔ ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے" سب نے کہا.....

"بس تو خاموش رہو اور کرال میں اعلان کردو کہ سب عورتیں اور بچے کرال سے باہر ضیافت کو جانے والے ہیں۔

ادھر ناڈا نے زنیتا سے اپنی ملاقات کا ذکر اسلوپوگاس سے کردیا اور وہ باتیں دہرادیں جو زنیتا نے کہی تھیں۔ لیکن اسلوپوگاس چونکہ ناڈا کی محبت میں اندھا ہو رہا تھا اس لئے اس نے زنیتا کے الفاظ پر کوئی دھیان نہ دیا نہ انجام پر غور کیا' اور نہ ہی زنیتا سے اپنا سلوک بدلا۔ یعنی وہ اس کی اور اپنی دوسری بیویوں کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

اور جب زنیتا نے دوسری عورتوں کے ساتھ ضیافت میں جانے کی اجازت طلب کی تو خونریز نے اسے خوشی سے اجازت دے دی۔ کیونکہ اس نے سوچا کہ وہ چند دنوں کے لئے نہ صرف ناڈا کے ساتھ اکیلا رہ جائے گا بلکہ زنیتا کی تیز و تند باتوں اور خشمناک نگاہوں سے محفوظ رہے گا۔ یہ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ زنیتا کوئی سازش کر رہی ہے اور یہ کہ ضیافت تو ایک بہانہ ہے۔ چنانچہ اس نے زنیتا سے کہا کہ ناڈا اس ضیافت میں شریک نہ ہوگی' اور زنیتا اور ناڈا نے ایک آواز ہو کر کہا کہ ان کے آقا کی مرضی ... ان کی مرضی ہے۔"

میں اسلوپوگاس کی حالت دیکھ دیکھ کر متفکر ہوا جارہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کا ذکر غالازی سے کیا اور کہا کہ کسی بھی طرح اسلوپوگاس کو بیدار کرنا چاہئے۔ اس کے بعد میں نے غالازی سے رازداری کی قسم لی اور اسے وہ راز بتادیا۔ جس سے وہ واقف نہ تھا۔ میں نے اپنی ان تجاویز کا ذکر بھی کیا جن کے ذریعہ اسلوپوگاس کو زولولینڈ کے تخت تک پہنچانا چاہتا تھا' اور اپنا یہ ارادہ بھی ظاہر کیا کہ میں خود سفر پر روانہ ہونا اور ایک ایک سردار امیر سے خود مل کر اور ان کے دل اسلوپوگاس کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔

غالازی نہایت غور و توجہ سے میری باتیں سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوا تو بولا:۔

"موپو! میں نہیں جانتا کہ تم اپنے ارادوں میں کہاں تک کامیاب ہوگے۔ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم جتنی تیزی سے خونریز کے لئے راستہ ہموار کرو گے۔ اس سے دوگنی

تیزی سے تمہاری بیٹی اسے کاٹتی جائے گی!

اور اس نے ناڈا کی طرف اشارہ کیا جو اپنے شوہر کے ساتھ ہمارے قریب سے گزر رہی تھی۔

بہرحال میں اپنے سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرچکا تھا۔ اس لئے جس دن زنیتا نے ضیافت پر جانے کی اجازت طلب کی ہے اس کے ایک دن پہلے میں خونریز کے پاس پہنچا۔ اپنا ارادہ ظاہر کیا اور سفر پر جانے کی اجازت چاہی۔ امسلوپوگاس بے پرواہی اور بے چینی کے عالم میں میری باتیں سنتا رہا۔ کیونکہ وہ ناڈا کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بے تاب تھا' اور ملکی معاملات سے اسے کوئی دلچسپی نہ رہ گئی تھی۔۔۔ چنانچہ میں اسے الوداع کہہ کر چلا آیا۔ میں اپنی بیٹی ناڈا سے بھی رخصت ہوا' اور اس نے مجھے رخصتی دعا دی اس میں امسلوپوگاس کا نام موجود تھا۔

"ان دونوں پر جنون سوار ہوگیا ہے۔" میں دل میں بولا۔ "بہرحال جب میں واپس آؤں گا تو جنون کا یہ دور گزر چکا ہوگا۔۔۔ اور میں ان دونوں کو بدلا ہوا پاؤں گا۔"

افسوس! میں جانتا تھا کہ واپس آکر انہیں کس حالت میں اور کتنا بدلا ہوا پاؤں گا۔"

زنیتا ڈنگان کے دربار میں

ڈنگان اپنے کرال میں بیٹھا ہوا تھا' اور اس فوج کی واپسی کا منتظر تھا جسے اس نے بوزوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اس دریا کی طرف بھیجا ہوا تھا جو اب خونی دریا کے نام سے مشہور ہے۔ ڈنگان کو یقین تھا کہ اس کی فوج فتح و نصرت کے نعرے لگاتی واپس آئے گی۔ چنانچہ وہ اس کی واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا.... اپنے کرال میں وہ خاموش اور اداس بیٹھا ان گدھوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو خونی ٹیلے پر منڈلا رہے تھے۔

"ہمارے گدھ بھوکے ہو رہے ہیں۔ ڈنگان نے قریب بیٹھے ہوئے امراء سے کہا....

ڈنگان پھر خاموش بیٹھا رہا.... تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص نے آکر بادشاہ کو سجدہ کیا اور کہا کہ ایک عورت بازیابی کی اجازت چاہتی ہے۔

"آنے دو اسے" ڈنگان نے کہا "ہم الٹی سیدھی خبریں سن سن کر تنگ آگئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عورت کوئی اچھی خبر لے کر آئی ہو...."

چند ثانیوں بعد ایک عورت کرال میں داخل ہوئی۔ وہ درمیانے قد کی خوبصورت عورت تھی' اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ایک اس' کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے۔

"کیا چاہتی ہو؟" ڈنگان نے پوچھا۔

"انصاف شاہ عظیم" عورت نے جواب دیا۔

"خون مانگو عورت کیونکہ ان دنوں خون ارزاں ہو رہا ہے۔"

"تو شاہ عظیم میں خون چاہتی ہوں۔"

"کس کا؟"

"کلہاڑے والوں کے سردار خونریز کا اور ناڈا کا جو سوسن کے نام سے مشہور ہے اور ان لوگوں کا جو اس کے حمایتی ہیں۔

"کیا... آہا... آ؟ ڈنگان گرجا" کیا واقعی سوسن زندہ ہے۔ جیسا کہ خونریز کے افسر نے

کہا تھا۔۔۔

جی ہاں شاہ عظیم وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اب وہ خونریز کی بیوی بھی ہے' اور اسی سوسن کی وجہ سے خونریز نے ہمارے قوانین اور رسومات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مجھے نکال دیا ہے۔ حالانکہ میں اس کی پہلی بیوی اور سردارنی ہوں۔ چنانچہ میں انتقام لینا چاہتی ہوں۔ اس چڑیل سے جس کا نام سوسن ہے' اور اپنے شوہر سے جس کا نام خونریز ہے۔"

"واہ! بڑی وفادار بیوی ہو تم ... مقدس روح مجھے ایسی بیویوں سے محفوظ رکھے۔" ڈنگان نے کہا۔ "عورت! ہم بڑی خوشی سے تمہاری یہ درخواست منظور کر لیتے کیونکہ خود ہمیں بھی خونریز سے نفرت ہے اور ہم بھی سوسن کی پنکھڑی پنکھڑی الگ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ تم بہت برے وقت ہمارے پاس آئی ہو .... اس وقت صرف ایک رجمنٹ ہمارے کرال میں موجود ہے اور ہم جانتے ہیں کہ خونریز آسانی سے قتل نہ ہوگا ... جب تک ہماری وہ فوج جو آمابوتا کا صفایا کرنے گئی ہے واپس نہیں آجاتی تم یہیں ٹھہو جب فوج آجائے گی تو ہم تمہاری آرزو پوری کردیں گے۔ یہ بچے کس کے ہیں؟"

"یہ میرے بچے ہیں اور ان کا نام وہی خونریز ہے جو کبھی میرا شوہر تھا۔"

"یعنی یہ اسی کے بچے ہیں جس سے تم انتقام لینا اور قتل کرانا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں شاہ عظیم۔"

"خوب تم جتنی عمدہ بیوی ہو اتنی ہی عمدہ ماں بھی ہو۔ بس ہم کہہ چکے تم جا سکتی ہو۔"

لیکن زنیتا کے دل میں تو رشک و رقابت اور انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ سوسن سے انتقام لینا چاہتی تھی' اور بہت جلد۔ صبر کی اس میں تاب نہ تھی وہ یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوئی جارہی تھی کہ خونریز سوسن کے ہونٹ چوم رہا ہوگا' اور اس کے ساتھ سو رہا ہوگا۔

"شاہ عظیم" وہ بولی "آپ نے ابھی پوری بات کہاں سنی ہے خونریز آپ کے نمک حرام شیر موپو سے مل کر آپ کے خلاف سازش کر رہا ہے۔"

"ہمارے خلاف سازش کر رہا ہے! ایں! چھپکلی اس چٹان کے خلاف سازش کر رہی

ہے جس پر بیٹھ کر وہ دھوپ کھاتی تھی ۔۔؟ کرنے دوا سے سازش ہم نہیں ڈرتے رہا موپو تو ہم جب چاہیں اسے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"لیکن شاہ عظیم بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی اس خونریز کا ایک دوسرا نام بھی ہے۔"

کیا نام ہے؟

"اسلوپوگاس ۔۔ موپو کا بیٹا! لیکن حقیقت وہ موپو کا بیٹا نہیں ہے۔"

"موپو کا بیٹا نہیں ہے۔ تو پھر کس کا بیٹا ہے؟"

وہ آپ کے مرحوم بھائی شاکا کا بیٹا ہے اور اس کی ماں بالکا تھی جو شاکا کی بیوی اور موپو کی بہن تھی۔ میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں۔ یہ سب باتیں میں نے خود موپو کی زبان سے سنی ہیں ۔۔ شاہ عظیم! خونریز زولو لینڈ کے تخت کا جائز وارث ہے ۔۔ اور آپ نے اس کے تخت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ اس سازش کی اہمیت اب آپ پر ظاہر ہو گئی ہوگی۔

ڈنگان دم بخود رہ گیا ۔۔ ایک لمحے تک اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ یہ حیرت انگیز اور حقیقت میں تشویشناک انکشاف تھی ۔۔ پھر وہ سنبھلا۔

اور اس نے زنیتا کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔۔ اور کہا کہ وہ شروع سے آخر تک ڈنگان کو پوری کہانی سنا دے۔

جس اسٹول پر ڈنگان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے دو افسر کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے زنیتا کے آخری الفاظ سنے تھے۔ لیکن اب ڈنگان نے انہیں بھی سماعت سے پرے ہٹ جانے کا اشارہ کیا اور خود قدرے آگے کی طرف جھک گیا۔ اب زنیتا نے اسلوپوگاس کی پیدائش کے متعلق وہ باتیں بتادیں۔ جو اس نے جھونپڑی کی چھت پر لیٹ کر سنی تھیں پھر اس نے اسلوپوگاس کے ڈیل' ڈول۔ اس کی شکل و صورت اور اس کے کارناموں کا نقشہ نہایت تفصیل سے کھینچ دیا۔

اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہ تھی۔ ڈنگان کو یقین آگیا کہ خونریز واقعی شاکا کا بیٹا تھا۔ کیونکہ نہ صرف اس کی شکل و صورت بلکہ اس کے کارنامے بھی شاکا کی طرح تھے۔

جب زنیتا اپنی کہانی سنا چکی تو ڈنگان نے اس رجمنٹ کے افسر کو قریب بلایا جو کرال

میں موجود تھا یہ افسر دیو قامت اور بہادر تھا اور اس کا نام ناکو تھا۔ ڈنگان نے شاہی جلادوں کو بھی طلب کیا۔

اس نے افسر سے کہا۔

"اپنے ساتھ تین دستے اور راہبر لے جاؤ اور ت کے اندھیرے میں کلہاڑے والوں کے کرال پر جا پڑو.... کرال کو آگ لگا دو.... کلہاڑے والوں کو قتل کر دو.... اور اگر ممکن ہو تو اس کے سردار کو زندہ گرفتار کر لو اور پھر اسے سخت اذیتیں دے کر مار ڈالوں اور اس کا سر ہمارے حضور لے آؤ۔ لیکن اس کی بیوی سوسن کو زندہ گرفتار کر کے ہمارے پاس لاؤ۔ ہم خود اسے قتل کروائیں گے بس جاؤ۔"

افسر نے سلام کیا اور رجمنٹ کی طرف گھوم کر احکامات جاری کرنے لگا۔ تین دستے فوراً ہی آگے بڑھ آئے ناکو تین دستوں کے ساتھ اسی وقت کرال سے نکلا اور آتیبی پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب ڈنگان نے جلادوں کو قریب بلایا اور کہا کہ وہ ان دو افسروں کو قتل کر دیں جو اس کے اسٹول پر پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور جنہوں نے زنیتا کے منہ سے نکلے ہوئے چند الفاظ اتفاقاً سن لئے تھے۔

دونوں افسروں نے بادشاہ کا یہ حکم سنا تو سر جھکا کر اپنے چہرے کمبل سے ڈھک لئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا مرنا ضروری ہے۔ چونکہ انہوں نے وہ چند الفاظ اتفاقاً سن لئے تھے۔ جو صرف بادشاہ کے کانوں کے لئے تھے ان دونوں کو اسی جگہ قتل کر دیا گیا اور ان میں سے ایک وہ تھا جس نے کہا تھا کہ گدھوں کے لئے بہت جلد انسانی گوشت مہیا کر دیا جائے گا۔

جلاد جب افسروں کو قتل کر چکے تو ڈنگان نے زنیتا کے دونوں بچوں کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ جب زنیتا نے بادشاہ کا یہ حکم سنا تو لرز اٹھی اور رو رو کر اپنے بچوں کی زندگی کی بھیک مانگنے لگی۔

عورت تو جتنی کینہ توز ہے اتنی ہی بے وقوف بھی ہے ڈنگان نے کہا "تو کہتی ہے کہ تیرا شوہر جسے تو نے اب موت کے حوالے کر دیا ہے۔ اس کا بیٹا ہے جو اس دنیا میں نہیں

اور یہ کہ وہ ہمارے تخت کا صحیح وارث ہے اور تیرے یہ دونوں بچے اسی کے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں ــــ چنانچہ تیرے شوہر کے بعد کیا اس کی اولاد ہمارے تخت کا دعویٰ نہ کرے گی؟ ۔۔ پاگل نہیں ہیں کہ سانپ کا سر کچل دیں اور سنپولیوں کو زندہ چھوڑ دیں۔ عورت! تو اپنے بچھائے ہوئے جال میں خود پھنس گئی ہے لے جاؤ ان سنپولیوں کو۔

چنانچہ زنیتا کو وہی تلخ پیالہ پینا پڑا جو اس نے دوسروں کے لئے تیار کیا تھا۔ اب وہ رو رہی تھی اور افسوس کر رہی تھی ــــ اپنے ہی جگر کے ٹکڑوں کو موت کے گھاٹ اترتے دیکھ کر اس کا کلیجہ پھٹ گیا تھا وہ ہاتھ مل کر بولی۔

"ہائے میں نے اپنے شوہر سے بے وفائی کی اور ایک بھیڑیئے سے مدد کی طالب ہوئی۔ میں اسی وقت جا کر خونریز کو تیرے ارادوں سے باخبر کر دیتی ہوں۔

اور وہ پلٹ کر دروازے کی طرف بھاگی ڈنگان کے منہ سے ایک بھیانک قہقہہ ابل پڑا۔ اس نے سر سے اشارہ کیا اور زنیتا دو آدمیوں کے ہاتھوں میں گرفتار۔ ڈنگان کے سامنے کھڑی تھی۔ ڈنگان نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا ایک بار پھر اپنا سر ہلایا اور زنیتا کی لاش اپنے ہی خون میں ڈنگان کے سامنے پڑی تھی۔ چنانچہ یہ انجام ہوا خونریز کی بیوی زنیتا کا ـــ

اور یہ آخری قتل تھا۔ جو ڈنگان کے کرال میں کیا گیا ـــ جب زنیتا اور اس کے بچے قتل ہو چکے تو ڈنگان نے نظر اٹھا کر خونی ٹیلے کی طرف دیکھا۔ سروں کی کثرت سے سیاہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹیلے سے اتر رہے تھے ان کا لباس اور ان کی ٹوپیوں سے ڈنگان نے پہچان لیا۔ یہ اسی فوج کے سپاہی تھے۔ جسے ڈنگان نے آمابونا کا صفایا کرنے بھیجا تھا۔

لیکن یہ آنے والے سپاہی خاموش تھے وہ فتح کے نعرے نہ لگا رہے تھے۔ ان کے بالوں میں فتح کی علامت کے طور پر سرخ و سفید پر لگے ہوئے نہ تھے ان کے ہاتھوں میں ڈھالیں نہ تھیں اور وہ سر جھکائے چل رہے تھے۔

اور اب ڈنگان پر حقیقت واضح ہوئی خونی دریا پر اس کی فوج کو شکست ہو گئی تھی۔ اس فوج کے ہزاروں سپاہیوں کو آمابونا کی بندوقوں نے بھون کر رکھ دیا تھا' اور جو بچ رہے تھے ان میں سے ہزاروں دریا میں غرق ہو گئے فرار ہوتے ہوئے سپاہیوں نے انہیں سطح آب پر

ابھرنے اور اٹھنے کا موقع ہی نہ دیا... انہوں نے بھگدڑ میں خود اپنے سپاہیوں کو کچل کر رکھ دیا۔ زخمی بھی دریا میں جا پڑے اور ڈوب مرے ان کے کون سے دریا کا پانی سرخ ہو گیا اور جو تھوڑے سپاہی اپنی جانیں بچا لائے تھے۔ اب وہ ڈنگان کے سامنے کھڑے زولو فوج کو شکست کی شرمناک داستان اپنے بادشاہ کو سنا رہے تھے۔

ڈنگان نے ان کی داستان سنی تو خوف سے اس کا جسم سرد ہو گیا۔ کیونکہ شکست خوردہ سپاہیوں نے بتایا کہ آمابونا ان کا تعاقب کرتے ہوئے نہایت تیزی سے شاہی کرال کی طرف آرہے تھے۔

چنانچہ اسی رات ڈنگان نے اپنے کرال سے فرار ہو کر دریائے اوم فلوزی کے جنگل میں پناہ لی اور اسی رات آسمان سرخ ہو گیا۔ ڈنگان کا کرال دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اب اس کرال میں عظیم ہاتھی کبھی نہ چنگھاڑے گا' اور خونی ٹیلے پر گدھ کبھی نہ بیٹھیں گے۔

غالازی پتھر کی چڑیل کے گھٹنے پر بیٹھا سامنے میدانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میدان میں چاندنی افشاں بکھرے ہوئے تھی۔ حالانکہ رات بڑی تیزی سے سیاہی میں تبدیل ہو رہی تھی ... بھیڑیا گرے سناوٹ اس کے قریب بیٹھا غرا رہا تھا اور ڈیتھ گرپ بار بار اس کے ہاتھ پر اپنی نرم اور لجلجی تھوتھنی رگڑ رہا تھا۔ لیکن غالازی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ وہ امسلوپوگاس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جسے ایک عورت کی صحبت نے کیا سے کیا بنا دیا تھا.... اسے یقین تھا کہ سوسن کی وجہ سے کلہاڑے والوں کے کرال پر کوئی آفت آئے گی... اور اس کی پہلی علامت یہ تھی کہ خونریز ملکی معاملات کی طرف سے یکسر بے پرواہ ہو گیا تھا۔

کرال کی عورتیں کسی جگہ ضیافت اڑانے گئی ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے اکثر مرد بھی چھپ چھپا کر کرال سے نکل گئے تھے۔ جیسے انہوں نے کسی خطرے کی بو پالی ہو اور اس سے بچنا چاہتے ہوں۔

"آہ! ڈیتھ گرپ" غالازی نے بھیڑیئے سے کہا۔ "تمہارا آقا میرا بھائی بدل گیا ہے عورت کے بوسوں نے اس سے اس کی مردانگی چھین لی ہے۔ اب وہ ہمارے ساتھ شکار نہیں کرتا۔ اب اس کا کلہاڑا اپنے جوہر نہیں دکھاتا۔ اب وہ تمہاری نہیں ایک عورت کی

صحبت میں رہنا چاہتا ہے' اور رہتا ہے۔ اب اسے اپنے کلہاڑے کی مضبوط ہتھی کی بجائے ایک عورت کے نرم و نازک ہاتھ پسند ہیں۔ شاکا ہرچند کہ ظالم تھا مگر عظیم تھا وہ عورتوں کی لعنت اور ان کے گرم بوسوں کی گرمی سے واقف تھا چنانچہ اس لئے اس نے سپاہیوں کو شادی کرنے سے منع کر دیا تھا۔ عورت بہادر کا دل نرم اور خون پانی کر دیتی ہے۔"

غالازی خاموش ہو گیا اور کلہاڑے والوں کے کرال کی طرف دیکھنے لگا ابھی وہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے آسیبی پہاڑ کے سائے میں روشنی نظر آئی یہ روشنی جل بجھ رہی تھی۔ کبھی وہ غائب ہو جاتی تھی .... اور کبھی نظر آنے لگتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح کہ سوئی کالے کپڑے میں گھستی اور نکلتی ہے۔

غالازی چونکا اور غور سے دیکھنے لگا روشنی پھر نظر آئی۔ اور غالازی کے منہ سے حیرت کے کلمات نکل گئے وہ روشنی نہ تھی بلکہ چمک تھی بھالوں کے پھل چاندنی میں چمک رہے تھے۔

ایک لمحے تک غالازی غور سے دیکھتا رہا اور اب اسے سائے نظر آئے جو نہایت خاموشی سے بھاگ رہے تھے یہ چھوٹی سی فوج تھی۔ سپاہی چونکہ اپنے بالوں میں پر لگائے ہوئے نہ تھے اس لئے ظاہر ہوا کہ وہ میدان جنگ میں نہ جا رہے تھے بلکہ رات کے اندھیرے میں کہیں شب خون مارنے اور کسی آبادی کو قتل کرنے جا رہے تھے اور اس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ صفیں بنائے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں بھالے تھے اور ڈھالیں۔

غالازی نے ایسے دستوں کی داستانیں سن رکھی تھیں جو راتوں کو اچانک کسی کرال پر جا پڑتے تھے اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ بادشاہ کے کتے تھے اور بے گناہوں کو قتل کرنے کے لئے آئے تھے۔ غالازی سوچنے لگا کہ کون ہو گا ان کتوں کا شکار؟ فوج گھاٹی کی طرف مڑ گئی اور اب غالازی کو معلوم ہوا کہ یہ فوج کون سے کرال کو اجاڑنے اور کن لوگوں کو قتل کرنے آئی تھی۔

یہ لوگ امسلوپوگاس' سوسن اور کلہارے والوں کو قتل کرنے آئے تھے معمہ حل ہو چکا تھا۔ بے شک یہ ڈنگان کے کتے تھے جنہیں زنیانے کلہاڑے والوں پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ

ضیافت کا بہانہ کر کے کرال سے نکلی تھی اور اسی لئے وہ عورتوں اور بچوں کو کرال سے نکال لے گئی تھی' اور اسی لئے اکثر مرد کرال چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

غالازی ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے سوچا کہ اندھیرے کے ان شکاریوں پر اپنے بھیڑیئے چھوڑ دے لیکن اب اس کا موقع نہ تھا۔ اگر اس نے ایک گھنٹے پہلے انہیں آتے دیکھ لیا ہوتا تو اس فوج کا ایک آدمی بھی زندہ بچ کر نہ جاسکتا۔ لیکن اب وقت نکل چکا تھا دشمن گھاٹی کے قریب پہنچ چکا تھا' اور غالازی جانتا تھا کہ اس کے بھیڑیئے ایک خاص مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے اور دشمن اس حد سے آگے بڑھ گیا تھا۔

تو پھر اب وہ کیا کرے؟ بس ایک ہی راستہ تھا کہ اسلوپوگاس کو خبردار کردیا جائے۔ لیکن کس طرح؟ وہ اسلوپوگاس تک اسی راستے سے پہنچ سکتا تھا۔ جس راستے سے ڈنگان کی فوج گزر رہی تھی کوئی دوسرا راستہ کرال تک پہنچنے کا نہ تھا۔ بہرحال اسلوپوگاس کو خبردار کرنا ضروری تھا۔

اور دوسرے ہی لمحے غالازی نہایت تیزی سے بھاگتا ہوا پہاڑ سے اتر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ نیچے اتر چکا تھا' اور اب دریا اس کے سامنے تھا۔ دریا طغیانی پر تھا لیکن ایک دفعہ پہلے بھی وہ بپھرے ہوئے دریا کو عبور کرچکا تھا۔ ہاں اس وقت جب وہ بڑھیا کے بیٹے کی ہڈیاں لینے آیا تھا۔ غالازی نے ایک لمبی زقند بھری اور دریا کے بیچ میں جاپڑا۔۔۔ اور اب وہ تیر رہا تھا۔ وہ دریا کے تیز دھارے کا مقابلہ کر رہا تھا دھارا اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن غالازی طاقت ور اور جوشیلا تھا۔ وہ دریا عبور کرچکا تھا' اور دوسرے کنارے پر کھڑا تھا۔

سامنے کرال تھا اور آسمان پر پوپھٹ رہی تھی اور غالازی نے دیکھا کہ دشمن قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے دشمن کو خاموشی سے گھاس میں رینگتے دیکھا دشمن مشرقی دروازے کی طرف رینگ رہا تھا اور پھر اس نے دیکھا کہ دشمن کی صفیں دائیں اور بائیں طرف سے بڑھ رہی تھیں۔

اب وہ کیا کرے؟ کیا وہ موت کے اس تنگ ہوتے ہوئے دائرے میں سے زندہ نکل

سکتا تھا؟ بہرحال اسے کوشش کرنا تھی وہ آگے بڑھا اب وہ کھیت میں تھا اور کرال کے حصار سے بہت قریب' دشمن اپنا دائرہ تنگ کر رہا تھا۔ کہ ناگہاں کچھ ہوا۔

"کیا تھا یہ؟ ڈنگان کے ایک سپاہی نے دوسرے سپاہی سے پوچھا۔ کوئی کالی اور غیر معمولی طور پر بڑی چیز میرے قریب سے گزر گئی۔ "میں نے ٹہنیاں ٹوٹنے کی آواز تو سنی تھی لیکن کچھ نظر نہ آیا" دوسرے نے جواب دیا .... وہ شاید کوئی کتا تھا.... کوئی انسان ایسی چھلانگ نہیں لگا سکتا حصار کو صاف پھلانگ جائے۔"

"کتا تو نہ تھا البتہ بھیڑئیے جیسی کوئی چیز تھی .... مقدس روح کرے کہ ایسا دشمن نہ ہو جو ہمیں لے بھاگے تم پرواہ نہ کر۔ دوسرے نے کہا۔

دوست تمہاری آگ تو تیار ہے نا؟ بہت جلد اشارہ کیا جائے گا ... اور پر جب کرال والے بیدار ہوں گے تو اپنے آپ کو شعلوں کی آغوش میں پائیں گے۔

کرال میں ایک زبردست چیخ گونج اٹھی۔ غالازی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ... "کرال والو! اٹھو اٹھو۔ دشمن تمہارے دروازے پر پہنچ چکا ہے۔"

بھیڑیوں کا خاتمہ

غالازی چیختا ہوا کرال میں بھاگ رہا تھا اور لوگ بڑبڑاتے ہوئے گہری نیند سے بیدار ہو رہے تھے۔ کرال کے دروازے پر سنتری نہ تھے۔ کیونکہ اسلوپوگاس سوسن کی محبت میں غرق ہو کر ساری احتیاطیں بھول گیا تھا۔ آخر کار غالازی ایک بڑی اور نئی جھونپڑی کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ جھونپڑی اسلوپوگاس کے حکم سے ناڈا کے لئے بنائی گئی تھی۔ غالازی جانتا تھا کہ اسلوپوگاس اسی جھونپڑی میں ہوگا۔ چنانچہ وہ اندر گھس پڑا۔ جھونپڑی کے انتہائی سرے پر اسلوپوگاس اور ناڈا ایک دوسرے سے لپٹے سو رہے تھے۔

"خونریز اٹھو!" غالازی نے چیخ کر کہا۔

اسلوپوگاس ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' اور قریب پڑا ہوا اپنا کلہاڑا اٹھایا۔ لیکن ناڈا دوسری طرف کروٹ لے کر بڑبڑائی۔

"سونے دو مجھے۔"

"بہت جلد تم ایسی نیند سو جاؤ گی جس سے کوئی تمہیں بیدار نہ کرسکے گا ڈھال اٹھا لو۔ کیونکہ ڈنگان کے سپاہی ہمارے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔"

اب ناڈا بھی اٹھ بیٹھی ...... جب وہ اپنے کپڑے وغیرہ تلاش کر رہے تھے تو غالازی شراب پی کر تازہ دم ہو رہا تھا۔ پھر وہ تینوں جھونپڑیوں سے باہر آئے رات کا اندھیرا غائب ہو چکا تھا اور صبح کے اجالے میں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف شعلے بلند ہو رہے تھے ڈنگان کے سپاہیوں نے چاروں طرف سے کرال کو آگ لگا دی تھی اسلوپوگاس نے شعلوں کو بلند ہوتے دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل سی گئیں اب وہ معاملہ سمجھ چکا تھا۔

"بھائی! کس طرف؟ اس نے غالازی سے پوچھا۔

"آگ اور دشمن کو چیرتے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ پڑو وہاں بھیڑیئے ہماری مدد کو موجود ہیں" غالازی نے کہا۔

"لیکن کرال والوں کا کیا ہوگا؟۔ اسلوپوگاس نے پوچھا۔

"کرال میں زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ پھر عورتوں اور بچے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے مردوں کو بیدار کردیا ہے امید ہے کہ زیادہ تر لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہوجائیں گے جلدی کرو ورنہ آگ ہم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔"

چنانچہ وہ حصار کی طرف بھاگے دائیں بائیں سے لوگ آرہے تھے اور وہ اسلوپوگاس کے ساتھ بھاگنے لگے تھے۔ چنانچہ اب تیرہ آدمی حصار کی طرف بھاگے جارہے تھے یعنی تین تو وہ غالازی ۔ اسلوپوگاس اور ناڈا اور دس کلھاڑے والے یہ دس آدمی ابھی ابھی بیدار ہوئے تھے اس لئے گھبرائے ہوئے اور ننگے تھے اور جس کے ہاتھ جو ہتھیار لگا تھا اٹھا کر بھاگ آیا۔

چنانچہ کسی کے پاس بھالا۔ کسی کے پاس ڈنڈا۔ اور کسی کے پاس صرف ڈھال۔

جلدی وہ سب حصار کے سامنے تھے حصار دھڑا دھڑ جل رہا تھا غالازی اور اسلوپوگاس آگے تھے اور وہ دونوں ناڈا کا ایک ایک ہاتھ پکڑے اسے گویا جبراً بھگا رہے تھے حصار آتشی دیوار بن چکا تھا۔ اور اس کے دوسری طرف سے ڈنگان کے سپاہیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ جلتے ہوئے حصار کی طرف لپکے۔ اب وہ اپنے ڈنڈے اور اسلوپوگاس اپنا کلھاڑا چلا رہا تھا۔ دفعتہ حصار گرا اور آتشی دیوار میں رخنہ پیدا ہوگیا۔ اور وہ اس رخنے میں گھس پڑے اور اب وہ کرال سے باہر تھے۔

سامنے سپاہیوں کا ایک گروہ کھڑا تھا انہوں نے اسلوپوگاس اور اس کے ساتھیوں کو آگ میں سے نکلتے دیکھا اور وہ چلائے۔

یہی ہے خونریز۔ قتل کردو اسے۔

اور وہ بھالے جھکا جھکا کر اسلوپوگاس اور اس کے ساتھیوں کی طرف لپکے کلھاڑے والوں نے ناڈا کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ اور غالازی۔ اور اسلوپوگاس کی معیت میں دشمن کی طرف بڑھے۔ انہوں نے ڈنگان کے سپاہیوں پر حملہ کردیا۔ کراہیں پیدا کرنے والے اور گھاٹ کے رکھوالے نے اپنے جوہر دکھائے اور دشمن کے سپاہیوں کی لاشیں کچھ دیر بعد خاک خون میں لتھڑی پڑی تھیں۔

کلہاڑے والوں کا صرف ایک آدمی مارا گیا وہ پھر پہاڑ کی طرف بھاگے جا رہے تھے دشمن کی فوج کے سپاہیوں تک یہ خبر بجلی کی سی تیزی سے پہنچ چکی تھی کہ کلہاڑے والوں کا سردار خونریز فرار ہو گیا ہے چونکہ وہ خونریز کا سر لینے آئے تھے اور اسی لئے انہوں نے کرال پر شبخوں مارا تھا۔ اسی لئے فوج کے افسر ناکو نے سپاہیوں کو یکجا کیا اور کرال والوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اسلوپوگاس کے تعاقب میں چل پڑا۔ اس عرصے میں کلہاڑے والوں کے سو اور ڈنگان کے پچاس آدمی مارے جا چکے تھے۔ غالازی نے چونکہ آ کر سب کو بیدار کر دیا تھا۔ اس لئے کلہاڑے والوں نے دشمن کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔

اس اثناء میں اسلوپوگاس اور اس کے ساتھی کافی دور نکل چکے تھے اگر اسلوپوگاس اور غالازی اکیلے ہوتے تو اب تک پہاڑ کے قدموں میں پہنچ گئے ہوتے لیکن ان کے ساتھ ناڈا تھی اور کلہاڑے والے بھی اور وہ ان دونوں کی طرح تیز بھاگنے والے نہ تھے۔ بہرحال وہ حتیٰ الامکان تیزی سے دوڑتے رہے اور اب وہ گھاٹی میں سے گزر رہے تھے جو دوسری طرف دہانے پر جا نکلتی تھی اب وہ گھاٹی عبور کر چکے تھے اور اس کے دہانے کے قریب تھے گھاٹی کا دہانہ تو بنی کے منہ کی طرف تنگ تھا۔ تعاقب کرنے والے قریب آ گئے تھے چنانچہ غالازی رکا اور اس نے کہا۔

کلہاڑے والو! آؤ ہم دشمن سے دو دو ہاتھ کرلیں۔ خونریز! تم سوسن کو لے کر آگے بڑھ جاؤ۔ ہم تم سے بہت جلد جنگل میں آملیں گے۔ لیکن ہم نہ آئیں تو سمجھ لینا کہ ہمارا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد تم سوسن کو تو غار میں چھوڑنا اور بھیڑیوں کو لے کر دشمن پر حملہ کر دینا۔ اگر ممکن ہو تو میں تم تک پہنچ جاؤں گا۔ اور پھر ہمارے بھیڑیے ایسا شکار کریں گے کہ پہلے کبھی انہوں نے ایسا شکار نہ کیا ہو گا۔

"غالازی! دشمن کو پیٹھ دکھانا میرا شیوہ نہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے میرے لئے کہ تو تم دشمن سے جنگ کرو گے اور میں فرار ہو جاؤں۔" اسلوپوگاس نے کہا تاہم ناڈا کی خاطر' معلوم ہوتا ہے' مجھے فرار ہونا پڑے گا' غالازی بھائی۔

"میری پروانہ کرو سرتاج"۔ ناڈا نے کہا۔ میری وجہ سے ڈنگان کے سپاہیوں نے شب

خون مارا اور میری ہی وجہ سے تمہیں کرال چھوڑنا پڑا سچ تو یہ ہے کہ اپنی بدقسمتی سے میں خود بھی عاجز آگئی ہوں تم مجھے قتل کردو اور اپنی جان بچاؤ۔"

جواب میں اسلوپوگاس نے ناڈا کا ہاتھ پکڑا اور اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا آسیبی پہاڑ کی طرف بھاگ پڑا لیکن ابھی وہ پہاڑ کے قریب پہنچ بھی نہ تھے کہ گھاٹی کی طرف سے شور بلند ہوا۔ یہ ڈنگان کے سپاہی اور کلہاڑے والے نعرے لگا رہے تھے غالازی کا نعرہ سب سے الگ سنا جاسکتا تھا اور اب اس کے ڈنڈے کی ضربوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

"کاش کہ میں بھی اس وقت غالازی کے ساتھ مل کے دشمن سے جنگ کررہا ہوتا۔" اسلوپوگاس نے کہا۔ پھر اس نے ناڈا کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑا۔

کچھ دیر میں وہ دریا پر تھے اور اب اے میرے آقا! اسلوپوگاس ناڈا کو لے کر دریا میں کود پڑا تھا اور اگر ناڈا تیرنا نہ جانتی ہوتی تو یقیناً دونوں غرق ہوگئے ہوتے دونوں نے دریا عبور کیا۔ اور اب وہ جنگل میں سے گزر رہے تھے وہ جنگل سے چلتے رہے یہاں تک بھیڑیوں کی چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔

چنانچہ اسلوپوگاس نے ناڈا کو کندھے پر بٹھا لیا کیونکہ بھیڑیئے غالازی اور اسلوپوگاس کے علاوہ کسی اور کو زندہ نہ چھوڑتے تھے۔

اب اسلوپوگاس ناڈا کو اپنے کندھے پر بٹھائے آسیبی پہاڑ کی طرف بھاگ رہا تھا بھیڑیوں کی آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھیں۔

اور پھر ایک دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھیڑیئے نکل آئے انہوں نے اپنے سرادر کو دیکھا تھا تو وہ خوشی سے چلانے اور اچھلنے لگے لیکن ساتھ ہی ہوس بھری نظروں سے ناڈا کی طرف بھی دیکھ رہے تھے جو اسلوپوگاس کے کندھے پر سوار تھی۔ ناڈا نے خونخوار بھیڑیوں کے غول کی طرف دیکھا تو اس کا خون سرد ہوگیا مارے خوف کے اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھال رکھا اگر وہ اسلوپوگاس کے

کندھے پر سے نیچے آپڑی ہوتی تو بھیڑئے اس کی ہڈیاں تک چبا جاتے۔

اسلوپوگاس اس کی ڈھارس بندھتا اور اس سے کہتا رہا کہ یہ بھیڑیئے دراصل اس کے پالتو کتے ہیں جن کے ساتھ مل کر وہ شکار کیا کرتا ہے۔

آخر کار وہ پتھر کی چڑیل کے پاس پہنچ گیا اور اب وہ غار میں تھا یہاں بھی میں ایک دو بھیڑیئے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسلوپوگاس نے انھیں جانے کا اشارہ کیا وہ دبے پاؤں باہر نکل گئے۔

ناڈا! تم یہاں آرام کرو۔ اسلوپوگاس نے کہا۔ جب تک میں ڈنگان کے سپاہیوں سے نبٹ لوں تب تک تم اسی غار میں رہوگی۔ گھبراؤ نہیں یہاں تم محفوظ رہوگی۔ افسوس! افراتفری میں ہم اشیاء خور دونوش اپنے ساتھ لانا بھول گئے خیر دیکھو اس پتھر کا راز تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ یہ دیکھو۔ اسے گھما کر میں نے غار کا منہ بند کر دیا ہے بس پتھر کو یوں ہی رہنے دینا۔ اگر تم نے پتھر کو اس جگہ سے ناخن برابر بھی آگے گھسیٹا تو اس کو دوبارہ کھولنا آسان نہ ہوگا۔ یہ نشان دیکھ رہی ہونا؟۔ اگر پتھر اس نشان پر آگیا یا اس سے آگے نکل گیا تو پھر اسے کھولنے کے لئے دو چار آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ تم پتھر کو آگے نہ کھینچنا ۔ تم یہاں محفوظ ہو ۔ ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے' غالازی اور بھیڑ۔لوں کے علاوہ کوئی اور اس غار سے واقف نہیں ۔ اب میں غالازی کی مدد کو جاتا ہوں بشرطیکہ وہ اب تک زندہ ہو اگر وہ مرچکا ہے تو پھر میں بھیڑیوں کے غول کے ساتھ دشمن پر حملہ کردوں گا۔

"نہیں۔ نہیں مجھے اکیلی چھوڑ کر نہ جاؤ۔ یہاں مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے ناڈا نے روکر کہا۔" مقدس روح کے لئے نہ جاؤ۔ میری طبیعت گھبرا رہی ہے کچھ ہونے والا ہے۔ اسلوپوگاس۔ کچھ ہونے والا ہے۔"

اسلوپوگاس نے ناڈا کو سمجھایا۔ بہت دیر تک سمجھاتا رہا اور آخر کار جب وہ خاموش ہوئی تو اس کے ہونٹ چوم کر غار سے باہر آیا اور پتھر ڈھکیل کر غار سے آگیا جب غار کا منہ بند ہوگیا تو غار میں اندھیرا تھا البتہ ایک کرن اس سوراخ سے غار میں سے رینگ آئی تھی۔

جو پتھر میں تھا۔ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ اس میں اپنا ہاتھ آسانی سے ڈال سکتا تھا ناڈا اس سوراخ کے سامنے آکر بیٹھ گئی کیونکہ اندھیرے میں اس کی طبیعت گھبرانے لگی تھی۔ اور عجیب عجیب بھیانک خیالات اس کے دماغ میں ہجوم کر آئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ کرن غائب ہو گئی جو پتھر کے سوراخ میں سے غار میں رینگ آئی تھی۔ دفعتاً "سوں۔ سوں" کی آوازیں غار کی خاموشی میں گویا گونج گئی ناڈا نے چونک کر دیکھا پتھر کے سوراخ میں ایک بھیڑیا کی تھوتھنی گھسی ہوئی تھی۔ اور ناڈا کو اس کے سفید سفید دانت بھی نظر آرہے تھے۔

خونخوار بھیڑیئے نے انسان کی بو پالی تھی۔ اور وہ بڑی بے تابی کے عالم میں سوں۔ سوں۔ کر رہا تھا۔

مارے خوف کے ناڈا کی چیخ نکل گئی۔ فوراً ہی بھیانک تھوتھنی باہر کھینچ لی گئی چند ثانیوں بعد ہی ناڈا نے ایسی آوازیں سنی جیسے کوئی کھرپی سے کسی چیز کو کھرچ رہا ہو۔ یہ بھیڑیا تھا جو اپنے ناخن پتھر پر گھس رہا تھا۔ وہ پتھر کو ڈھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ناڈا نے دیکھا کہ پتھر ہل رہا تھا۔ خوف اور خوشی میں انسان کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ناڈا نے سوچا کہ بھیڑیا پتھر ہٹانے کی ترکیب یقیناً جانتا ہے اور کچھ دیر میں وہ پتھر ہٹا کر غار میں گھس پڑے گا اور اسے پھاڑ کھائے گا۔ چونکہ ناڈا نے سنا تھا کہ یہ بھیڑیئے دراصل بھوت ہیں۔ جو انسان کی طرح سوچ سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے خوف سے بے تاب ہو کر ناڈا نے پتھر کو پکڑ کر اندر کی طرف گھسیٹا اور جیسا کہ امسلوپوگاس نے بتایا تھا۔ پتھر خطرے کے نشان پر سے گزر گیا اور لڑھک کر غار کے دھانے میں یوں پھنس گیا جیسے تونبی کے منہ میں روڑا۔

"اب میں محفوظ ہوں" نادا نے سوچا میں اندر سے پتھر کو ہلا بھی نہیں سکتی چنانچہ ظاہر ہے کہ بھیڑیئے اسے باہر سے نہ کھول سکیں گے۔

وہ ہنسی لیکن پھر فوراً ہی کچھ سوچ کر لرز اٹھی۔

"لیکن۔ لیکن۔ اگر امسلوپوگاس واپس نہ آیا تو کیا ہوگا؟ اس نے سوچا۔ تب تو میں۔ تب تو میں اس غار میں زندہ ہی دفن ہو جاؤں گی۔"

وہ کانپ گئی۔ یہ موت بڑی بھیانک تھی۔ وہ ایک عالم بے اختیاری میں آگے بڑھی اور پتھر کو ڈھکیلنے لگی۔ وہ ذرا بھی نہ ہلا۔ آخر کر وہ تھک ہار کر بیٹھ رہی۔ پھر اس نے اپنے کان اس سوراخ سے لگا لیا جو پتھر میں تھا دور سے۔ بہت دور سے نعروں کی اور بھیڑیوں کے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

غار بند کرنے کے بعد اسلوپوگاس بہت تیزی سے پہاڑ پر سے اترنے لگا اور اس کے ساتھ بھیڑیوں کا غول چلا۔ لیکن اس جنگل کے تمام بھیڑیئے نہ تھے کیونکہ اسلوپوگاس نے سب بھیڑیوں کو طلب نہ کیا تھا۔ وہ بے چین و متفکر تھا کیونکہ اسے خوف تھا کہ شاید غالازی مارا جا چکا ہے اس کے علاوہ مارے غصہ کے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور ارادہ کر چکا تھا کہ دشمن کے ایک سپاہی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔

وہ نہایت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اسے دور سے ایک طویل اور غصیلی چیخ سنائی دی اس آواز کو سنتے ہی اسلوپوگاس کا دل خوشی سے ناچ اٹھا یہ غالازی کی آواز تھی۔ یہ غالازی کی پکار تھی۔ جو دشمن کے بھالوں سے بچ گیا تھا۔

جواب میں اسلوپوگاس نے ایک ہنک سی لگائی اور حیرت انگیز تیزی سے بھاگنے لگا۔ سامنے پتھر پر غالازی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اردگرد بھیڑیئے اپنی لال زبان لٹکائے کھڑے تھے۔ اسلوپوگاس سیدھا اس کے پاس پہنچا غالازی مضمحل اور تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بازوؤں اور سینے پر گہرے گہرے زخم تھے اس کی ڈھال تڑمڑ کر بیکار ہو چکی تھی اور ڈنڈا گھاٹ کا رکھوالا خون میں لتھڑا ہوا تھا۔

جنگ کیسی رہی بھائی؟۔ اسلوپوگاس نے پوچھا۔

بری نہیں رہی۔ ہمارے سب ساتھی اور دشمن کے چند آدمی مارے گئے صرف میں اپنی جان بچا سکا۔ دشمن نے تین دفعہ ہم پر حملہ کیا لیکن ہم نے انہیں روکے رکھا یہاں تک کہ سوسن محفوظ مقام تک پہنچ گئی پھر ہمارے ساتھی ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے اور جب میں اکیلا رہ گیا تو نامردوں کی طرح پیٹھ پھر کر بھاگا۔ اور دریا عبور کر کے یہاں آ گیا کیونکہ میں دیار غیر میں نہیں بلکہ یہاں اپنی مملکت میں اپنے بھیڑیوں کے ساتھ مرنا چاہتا

ہوں۔

حالانکہ غالازی نے اپنے کارناموں کا ذکر نہ کیا تھا لیکن میرے آقا میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس نے بڑی بہادری سے جنگ کی تھی۔ اور لاشوں کے پشتے لگا دیئے تھے۔ بعد میں نے ڈنگان کے سپاہیوں کی لاشوں کے شمار کرنے کی کوشش کی لیکن نہ کرسکا تو کلہاڑے والوں کی لاشیں دشمن کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار تلے دفن ہو گئی تھیں۔

تم نہ مرو گے بھائی بلکہ دشمن مارا جائے گا۔ امسلوپوگاس نے کہا۔"

"ہو سکتا ہے کہ بہت سے دشمن مارے جائیں لیکن خونریز میرا دل کہتا ہے کہ آخری جدائی کا وقت آگیا ہے میرے بھائی الوداع۔ ہماری دوستی قابل رشک رہی اور ہم نے ایک دوسرے کا ساتھ خوب دیا۔ خونریز! میری دعا ہے کہ تم زندہ اور خوش ہو اور جب وقت آئے تو بہادروں کی موت مرو اور مقدس روح کرے کہ تمہیں میرے بعد کوئی دوسرا مخلص دوست اور محافظ مل جائے اگر تم مارے گئے اور میں بچ گیا تو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارا انتقام لوں گا اور مرتے دم تک سوسن کی حفاظت کروں گا سنو بھائی دشمن قریب آرہا ہے ان لوگوں نے چیخ کر مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ ڈنگان کے سامنے قسم کھا کر آئے ہیں کہ یا تو ہم دونوں کا خاتمہ کردیں گے یا اسی کوشش میں خود مرجائیں گے۔

چنانچہ یہ آخری جنگ بڑی بھیانک اور یادگار ہوگی۔

"غالازی! زنیتا کے مشورے پر عمل کر کے میں نے غلطی کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اسی کے مشورے پر عمل کر کے میں کلہاڑے والوں کا سردار بنا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اسی کے مشورے پر عمل کرنے کے بعد عورت ہم دونوں کی دوستی کے درمیان حائل ہوگئی۔ پہلے زنیتا اور ناڈا۔ اور ان ہی عورتوں کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی دن ایسی دنیا میں پہنچ جائیں۔ جہاں عورتیں نہ ہوں اور پھر ہماری دوستی مستحکم ہو اور ہم عروج حاصل کریں۔ تاہم اس دنیا میں بھی عمدہ دوست رہے ہیں آج ایک زبردست جنگ ہوگی ہماری کالی اور بھوری فوج اپنے دانتوں سے دشمن چیتھڑے بکھیر دے گی اور پہاڑ پر بیٹھی ہوئی چڑیل یہ جنگ دیکھ کر مسکرائے گی کیونکہ ایسی عجیب جنگ اس نے پہلے کبھی نہ

دیکھی ہو گی سنو! غالازی یہ ہے میری تجویز ہم دو دفعہ دشمن پر حملہ کریں۔ پہلا حملہ جنگل میں کیا جائے گا جہاں سے وہ اب گزرنے ہی والے ہیں۔ اگر جنگل میں ہمیں شکست ہو گئی تو ہم غار کے سامنے جس میں ناڈا ہے اور چڑیل کے گھٹنوں پر ان سے آکر مقابلہ کریں گے کیوں بھائی! ہماری یہ بھوری اور کالی فوج دشمن سے جنگ کرے گی۔"

"آخر دم تک میرے بھائی آخر دم تک جب تک ہم دونوں میں سے ایک بھی زندہ ہے ہمارے بھیڑیئے اس کے حکم کی تکمیل کرتے رہیں گے اس کے بعد نہیں جانتا کہ کیا ہو گا۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا مقابلہ برابر کا نہیں۔ ہمارے سپاہیوں کے پاس صرف دانت ہیں۔ اور دشمن کے پاس بھالے بہرحال ہماری تجویز بے حد عمدہ ہے چلو۔ میں اپنا دم درست کر چکا ہوں۔"

چنانچہ وہ دونوں اٹھے۔ انہوں نے بھیڑیوں کو شمار کیا تقریباً سب بھڑیئے وہاں موجود تھے تاہم ان کی تعداد اتنی نہ رہی تھی جتنی کہ اس وقت تھی جب اسلوپوگاس اور غالازی نے شاکا کے ان سپاہیوں پر حملہ کیا تھا۔ جو شاکا کے حکم سے خونریز کی تلاش میں آئے تھے سبب اس کا یہ تھا کہ اکثر بھیڑیئے سپاہیوں کے بھالے سے مارے گئے تھے اور یہ عجیب بات تھی کہ ماداؤں نے بچے نہ جنے تھے..... اس دفعہ بھی بھیڑیوں کا غول دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مادائیں' اسلوپوگاس کے ساتھ چلیں اور نر غالازی کے ساتھ۔

وہ دونوں بھیڑیئے کے غول کے ساتھ جنگل میں پہنچ گئے اور راستے کے قریب جس پر سے دشمن گزرنے والا تھا۔ جھاڑیوں میں چھپ گئے انہیں وہاں چھپے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ پیروں کی دھمک سنائی دی ڈنگان کے سپاہی آرہے تھے فوج کے آگے آگے دو سپاہی تھے۔ یہ دونوں وہی تھے جن کے درمیان سے گزر کر غالازی کرال میں پہنچا تھا۔ وہ لوگ دائیں بائیں دیکھتے اور آپس میں باتیں کرتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں غالازی اور اسلوپوگاس بھیڑیوں کے ساتھ چھپے ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں سپاہی آگے نکل آئے تھے اس لئے وہاں رک رک کر وہ اس کا انتظار کرنے لگے اسلوپوگاس ان کی باتیں سن سکتا تھا۔

"عجیب بھیانک مقام ہے یہ" پہلے سپاہی نے کہا۔ "بھوتوں اور غیر ارضی آوازوں کا مقام مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان دیکھے سرد ہاتھ مجھے آگے دھکیل رہے ہیں۔ اسے آسیبی پہاڑ کہتے ہیں۔ اور یہ جنگل بھی آسیب زدہ ہے۔ کاش کہ بادشاہ نے ہمیں کسی اور مہم پر بھیجا ہوتا۔ یہ دونوں نوجوان جنہیں ہم قتل کرنے آئے ہیں جادوگر ہیں اور تم جانو جادوگروں سے مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ یہ بتاؤ کہ آج صبح وہ کیا چیز تھی جو ہمارے درمیان سے گزری تھی؟۔ سچ کہتا ہوں وہ جادوگر تھا۔ یہاں سب یا بھوت ہیں یا جادوگر کسی انسان نے کبھی ایسی زبردست چھلانگ لگائی ہے۔ جیسی کہ صبح اس نے لگائی تھی یہ اچھا ہوا کہ کلھاڑے والا اپنی بیوی کو لے کر بھاگ گیا اگر کہیں کلھاڑا اور ڈنڈہ مل گئے ہوتے تو اس وقت ہماری لاشوں کو گدھ اور لگڑ بھگے نوچ رہے ہوتے۔"

"فکر نہ کرو یار کلھاڑا والا تو اب ایک عورت کی حفاظت کر رہا ہے دوسرے نے کہا اور ہنسا لیکن یہ تو سچ ہے کہ جنگل اور پہاڑ آسیب زدہ ہے میرا خیال ہے کہ جھاڑیوں میں بھوتوں کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ رہا ہوں۔ تاہم ہمیں ان بھوتوں اور جادوگروں کو یا جو کوئی بھی وہ ہیں۔ پکڑنا ہے اگر ہم خالی ہاتھ گئے تو تم جانو ڈنگان ہمارے سروں میں گرم کھونٹے ٹھونک دے گا۔

کہو تو اب ہم آگے بڑھیں؟ فوج تو قریب آگئی ہے یا ہمارے افسر ناکو نے میری جگہ کسی اور کو آگے روانہ کیا ہوتا تو اچھا ہوتا.... سچ مچ میرا دل تو خوف سے سرد ہوا جا رہا ہے۔ یہ دیکھو پنجوں کے نشانات عجیب ہیں۔ یہ تو بھیڑیوں کے پنجوں اور ان میں ملے جلے انسانوں کے پیروں کے نشانات اب یہ کون جانور ہو سکتا ہے جو کبھی بھیڑیا بن جاتا ہے' اور کبھی انسان؟ سچ مچ یہاں بھوت بستے ہیں چلو۔

اس اثنا میں اسلوپوگاس اور غالازی بڑی مشکلوں سے بھیڑیوں کے غول کو روکے ہوئے تھے۔ کیونکہ انسانوں کو دیکھ کر بھیڑیوں کے منہ میں پانی بھر آیا تھا' اور ان کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔ لیکن وہ دونوں بھیڑیوں کو زیادہ دیر تک نہ روک سکے ایک مادہ لپکی اور اس نے غرا کے ان دونوں سپاہیوں میں سے ایک کے حلق کی طرف

چھلانگ لگائی .... چشم زدن میں مادہ اور سپاہی زمین پر تھے کچھ دیر تک وہ دھول میں لوٹتے رہے سپاہی نے مادہ کو زخمی کردیا' اور مادہ نے سپاہی کا حلق ادھیڑ دیا .... دونوں ہی مر گئے۔

بھوت آگئے .... بھوت آگئے دوسرا سپاہی چیخا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ لیکن اسے اپنے ساتھیوں تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ دل ہلا دینے والی چیخوں کے بھیڑیئے جھاڑیوں میں سے نکلے' اور بھاگتے ہوئے سپاہی پر ٹوٹ پڑے چند لمحے بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ بھیڑیئے اسے کھا چکے تھے۔ وہ اس کی ہڈیاں تک چبا گئے البتہ اس کا بھالا وہاں پڑا رہ گیا.... جو اس بات کا پتہ دیتا تھا کہ بھالے کا مالک چند منٹوں پہلے اس دنیا میں موجود تھا۔

ڈنگان کے آگے بڑھتے ہوئے سپاہیوں نے اپنے ساتھی کا حشر دیکھا اور مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل گئیں .... چند سپاہی فرار ہونے کے لئے پلٹے لیکن ناکو نے' جو صحیح معنوں میں بہادر تھا۔ انہیں روکا اور چیخ کر کہا:۔

"بھاگو نہیں دوستو! بھاگو نہیں' یہ بھوت نہیں ہیں۔ یہ تو وہ دونوں ہیں جن کے سر لینے آئے ہیں' اور ان کے ساتھ ان کے بھیڑیوں کا غول ہے۔ بزدلی کا ثبوت نہ دو۔ تم نے بہادروں کے بھالوں کی پرواہ نہ کی اور اب تعجب ہے کہ ان جنگلی کتوں سے ڈر رہے ہو' رک جاؤ۔ دائرہ بنالو۔"

سپاہی رک گئے اور انہوں نے دائرہ بنا لیا۔ یعنی ایک دائرہ اور اس کے اندر پھر دوسرا دائرہ۔ یوں دائرہ بنا کر انہوں نے دائیں طرف دیکھا اس طرف سے اسلوپوگاس اپنا کلہاڑا بلند کئے ماداؤں کے غول کے ساتھ بھاگا آرہا تھا۔ انہوں نے بائیں طرف دیکھا اس طرف سے غالازی ڈنڈا بلند کئے نروں کے غول کے ساتھ بھاگا آرہا تھا.... اور دائیں طرف سے خونریز نے اور بائیں طرف سے غالازی نے ڈنگان کے سپاہیوں پر حملہ کردیا۔ ایک طرف کلہاڑا اور دوسری طرف سے ڈنڈا بلند ہو ہو کر جھک رہا تھا۔ بھیڑیوں نے بھی حملہ کردیا۔ دشمن کے بنائے ہوئے بیرونی حلقہ میں رخنہ پڑ گیا۔ ایک طرف سے خونریز اور دوسری طرف سے غالازی حلقہ میں گھستے چلے گئے' اور ایسی دھول اڑی اور ہر شخص اس طرح جنگ میں الجھا کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جنگ کتنی دیر تک جاری رہی۔ ڈنگان کے سپاہیوں نے غالازی اور اسلوپوگاس کو پسپا کردیا۔ وہ لڑتے بھڑتے دائرے سے باہر آئے' اور اب اپنے بچے کھچے بھیڑیوں کو لے کر غائب ہوچکے تھے۔ دشمن کی فوج کا چوتھائی حصہ کا خاتمہ ہوچکا تھا' اور سپاہیوں کی لاشوں کے پاس بھیڑیوں کی لاشیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔

یعنی انسانوں کی اور بھوتوں کی۔ یہ بھیڑیئے یقیناً بھوت ہیں' اور وہ دونوں بھائی ساحر' ناکو نے کہا "اور ساحر مجھے پسند ہیں' کیونکہ بڑی بے جگری سے لڑتے ہیں۔ بہرحال میں یا تو انہیں قتل کردوں گا یا خود ان کے ہاتھوں سے مارا جاؤں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے بہت سے سپاہی مارے گئے ہیں۔ لیکن دونوں بھائیوں کے بازو شل ہوگئے ہیں' اور اب ان کے ساتھ بہت کم بھیڑیئے باقی رہ گئے ہیں۔"

چنانچہ ناکو اپنے بقیہ سپاہیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ قدم قدم پر بھیڑیئے ان کا راستہ روکتے رہے اچانک بھیڑیوں کا غول ان پر آپڑتا' اور دو چار سپاہیوں کے حلق ادھیڑ کر چٹانوں میں غائب ہوجاتا۔ لیکن غالازی ا خونریز نے ان پر حملہ نہ کیا۔ وہ دونوں آخری حملے کے لئے اپنا دم درست کر رہے تھے۔

پہاڑ کا راستہ طویل اور دشوار گزار تھا' اور ڈنگان کے سپاہی راستے سے واقف نہ تھے۔ اس کے علاوہ اچانک بھیڑیئے ان پر آپڑتے تھے۔ چنانچہ یہ خوفزدہ اور پریشان حال سپاہی پتھر کی چڑیل کے قدموں میں پہنچے تو شام ہوچکی تھی۔ اب وہ چڑیل کے گھٹنوں پر چڑھ رہے تھے اور وہاں چڑیل کے گھٹنوں پر غالازی اور اسلوپوگاس کھڑے تھے۔

"بے حد عمدہ جوڑا ہے۔" ناکو نے کہا "کاش میں نے ان کے خلاف جنگ کرنے کی بجائے ان کے ساتھ مل کر کسی زبردست دشمن سے جنگ کی ہوتی بہرحال انہیں مرنا ہے۔"

اور وہ چڑیل کے گھٹنوں پر چڑھنے لگا۔

اسلوپوگاس نے گردن گھما کر چڑیل کی طرف دیکھا۔ غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں نے چڑیل کے پتھریلے چہرے نے سفید رنگ بکھیر دیا تھا۔

"کیا کہا تھا میں نے غالازی؟" اسلوپوگاس نے کہا "دیکھو! وہ مسکرا رہی ہے۔ آؤ میرے بھائی۔ اپنے بقیہ بھیڑیوں کے ساتھ دشمن پر حملہ کردیں ڈیتھ گروپ' ہاوبلڈ' ہاوگرے سناؤشہ۔ حملہ کردو۔"

بھیڑیوں نے اپنے آقا کا حکم سنا۔ اب وہ تعداد میں بہت کم رہ گئے تھے' اور وہ بھی تھکے ہوئے اور زخمی تھے۔ پھر بھی انہوں نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی۔ چند منٹوں تک عجیب گڑبڑ سی مچی رہی' ڈنگان کے سپاہی اور ان سے لپٹے ہوئے بھیڑیئے ڈھلان پر لڑھکیاں کھانے لگے اور انجام اس جنگ کا یہ ہوا کہ دشمن کے چند سپاہی اور سارے کے سارے بھیڑیئے مارے گئے۔ البتہ ایک بھیڑیا بچا رہا۔ یہ ڈیتھ گروپ تھا۔ جو بری طرح زخمی تھا وہ بوقت تمام اوپر رینگ آیا۔

"لو بھائی! میری رعایا ماری گئی" غالازی نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ اب میرا بھی وقت آگیا ہے۔ خونریز! تم کس طرف رہتے ہو۔ دائیں طرف یا بائیں طرف؟"

اب میرے آقا! اوپر آتا ہوا راستہ دو شاخوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ کیونکہ راستہ کے بیچ میں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تھیں' چنانچہ ایک راستہ دائیں طرف سے دوسرا اور بائیں طرف سے چڑیل کے گھٹنوں تک پہنچتا ہے' اور ان دو راستوں کے درمیان تقریباً دس قدم کا فاصلہ تھا۔ خونریز دائیں طرف اور بائیں طرف کے راستے کے سرے پر کھڑا ہوگیا۔ دونوں منتظر کھڑے تھے ڈنگان کے سپاہی پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے سے نمودار ہوئے اور ان کی طرف لپکے آدھی فوج غالازی کی طرف اور آدمی اسلوپوگاس یا خونریز کی طرف دونوں خوں بدل بھائیوں نے دشمنوں کی طرف بھالے پھینکے یہ بھالے انہوں نے مردہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں سے گھسیٹ لئے تھے۔ تین سپاہی مارے گئے۔ دشمن برابر آگے بڑھا چلا آرہا تھا۔ اسلوپوگاس کمر سے ذرا جھکا۔ اس کے کلہاڑے کا پھل غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں میں چمکا اور آگے آتے ہوئے سپاہی کے سر پر پڑا۔ اس کی کھوپڑی پھٹ گئی اور اس کا بے جان جسم ڈھلان پر لڑھکنے لگا۔

"ایک" اسلوپوگاس چیخا۔

"ایک" دوسری طرف سے غالازی کی آواز سنائی دی' کیونکہ اس کا ڈنڈا بھی ایک سپاہی کی کھوپڑی توڑ چکا تھا۔

ایک سپاہی جوش کے عالم میں رجزیہ اشعار کہتا ہوا لپکا اس کا بھالا آگے کی طرف تنا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پہلے ہی حملے میں اس کا بھالا اسلوپوگاس کے سینے کے آرپار ہو گا۔ اسلوپوگاس نے اپنا کلہاڑا چلایا سپاہی اچھل کر ایک طرف ہو رہا اور وار بچایا گیا۔

"کمزور ضرب۔ بے حد کمزور" سپاہی ہنس کر بولا اور وہ بولا پھر لپکا۔ ایک کلہاڑا بلند ہوا۔ وہ جھکا اور اس سے پہلے کہ سپاہی اسلوپوگاس پر حملہ کرتا کراہیں پیدا کرنے والا اس کی کھوپڑی چیرتا ہوا ٹھوڑی تک پہنچ چکا تھا۔

"بے حد عمدہ ضرب" اسلوپوگاس نے چیخ کر کہا۔

"دو" دوسری طرف سے غالازی نے کہا۔

"دو' میرے بھائی دو۔" اسلوپوگاس نے کہا۔

پھر ایک ایک پر دونوں پر حملہ کیا اور تھوڑے دیر بعد غالازی اور اسلوپوگاس نے کہا بعد "چار"

ناکو نے ان سپاہیوں کو جو بچ رہے تھے یکجا کیا' اور ان سے کہا کہ وہ ڈھالوں کی دیواریں بنا کر آگے بڑھیں اور غالازی اور اسلوپوگاس کو راستے کے سرے پر سے پیچھے دھکیل دیں۔ ڈنگان کے سپاہیوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اس کوشش میں ان کے چار آدمی اور مارے گئے۔ بہرحال وہ غالازی اور اسلوپوگاس کو پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"اب ہم میدان میں آگئے ہیں" ناکو نے کہا "انہیں نرغے میں لے کر ٹوٹ پڑو۔"

لیکن کراہیں پیدا کرنے والے کو کون نرغہ میں لے سکتا تھا۔ کراہیں پیدا کرنے والا۔ نہایت تیزی سے گھوم رہا تھا' اور جسے اس کی ہوا بھی لگتی تھی' مارا جاتا تھا۔ اسلوپوگاس کی تیز رفتاری کا مظاہرہ کون کر سکتا تھا؟ ابھی اس کا کلہاڑا یہاں چمکتا اور دوسرے ہی لمحہ وہ کئی قدم دور چمک رہا ہوتا۔

غالازی اب تک زندہ تھا۔ کیونکہ اسلوپوگاس اس کے ڈنڈے کے ضربوں کی آواز سن

رہا تھا۔ اس کے جسم پر لاتعداد زخم آئے تھے۔ جن میں سے اکثر گہرے تھے تاہم ہر زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر غالازی اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر ڈنڈے سے کھوپڑیاں پھاڑ رہا تھا۔ اس نے ڈنڈا بلند کیا اور پے در پے حملے کر کے سامنے والے دو سپاہیوں کا خاتمہ کر دیا۔
پھر وہ پیچھے ہٹے اور اپنی پیشانی پر سے خون اور پسینہ پونچھا اور چاروں طرف دیکھ کر بولا۔
"پورے ہوئے۔"

"ہاں صرف دو باقی رہ گئے ہیں" اسلوپوگاس کی آواز سنائی دی اور پھر لوہے سے لوہے کی آواز ٹکرانے کی آئی اور پھر دشمن کے گرنے کا دھماکا سنائی دیا۔ غالازی نے اپنے بھائی کے پاس پہنچنے کی کوشش کی لیکن وہ لڑکھڑا کر گرا زندگی اس کے جسم سے سرکنے لگی تھی'
"الوداع خونریز" غالازی نے کہا۔ "مجھ پر ابدی نیند طاری ہونے لگی ہے' اور میں نے اپنے لئے لاشوں کا بستر بچھالیا ہے۔ الوداع میرے بھائی۔"
"الوداع غالازی" جواب آیا۔ "سو رہے ہو میرے بھائی۔ آخری۔ آخری۔ صرف ایک باقی رہ گیا ہے۔"
غالازی مر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں تاہم اس نے کہا۔
"صرف ایک۔ ہا۔ ہا۔ بدقسمت ہے۔ وہ جو کراہیں پیدا کرنے والے کے سامنے تنہا رہ گیا ہے ہا۔ ہا۔ ہا۔ الوداع۔"
غالازی نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ بوقت تمام اٹھا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں' وہ کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔ تاہم اس نے اپنا ڈنڈا بلند کیا اور چیخا۔
"فتح، فتح"
پھر وہ تیوار کر گر گیا اور مر گیا۔

شاکا کا بیٹا اسلوپوگاس اور ڈنگان کا افسر آمنے سامنے کھڑے تھے۔ اب یہ دونوں ہی زندہ تھے۔ دوسرے سب مر چکے تھے' اور ان کی لاشیں ارد گرد پڑی ہوئی تھیں' اور نہایت بھیانک منظر پیش کر رہی تھیں۔ بھیڑیے اور انسان سب مر گئے تھے' ڈنگان کی فوج میں صرف ناکو زندہ تھا' اور کلہاڑے والوں میں سے صرف اسلوپوگاس' لیکن وہ زخمی تھا۔ اس

کے برخلاف فاکو تازہ دم تھا' اور اسے ایک بھی زخم نہ آیا تھا۔ ناکو دیو ہیکل اور مضبوط تھا' اور اس کے پاس بھی کلہاڑا تھا۔ ناکو نے قہقہہ لگایا۔

خونریز! تو اس جنگ کا فیصلہ اب ہم دونوں ہی کریں گے "وہ بولا" بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ ڈنگان تمہارے سر سے کھیل سکے گا۔ یا نہیں۔ بہرحال ہم دونوں میں سے فتح کسی کی بھی ہو۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں خوش قسمت ہوں کہ یہ جنگ دیکھنے کے لئے زندہ رہا' اور مجھے فخر ہے کہ میں نے تمہارا مقابلہ کیا' میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں' اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے مقابلہ کرنے سے پہلے گھڑی بھر کو سستالو۔ تمہارا ساتھی بڑی شاندار موت مرا' اور اگر میں فتحیاب ہوا تو تمہارے اور تمہارے ساتھی کی بہادری کی داستان ملک کے طول و عرض میں پہنچادوں گا' اور تم مر کے امر ہو جاؤ گے۔"

آخری سلام

اسلوپوگاس ناکو کے منہ سے اپنی تعریف سن کر محظوظ ہوا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش کھڑا اپنے طاقت ور مگر شریف دشمن کو دیکھتا رہا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور اجالا سمٹ رہا تھا۔ "ڈنگان کے افسر میں تیار ہوں۔ اسلوپوگاس نے کہا اور اپنا کلہاڑا بلند کیا۔

چند لمحوں تک دونوں ایک دوسرے کے سامنے گول گول گھومتے رہے لیکن کسی کو بھی اپنے دشمن پر وار کرنے کا موقع نہ ملا۔ تھوڑی دیر بعد ناکو کو موقع مل گیا اس نے کلہاڑا بلند کیا اور اسلوپوگاس کے کندھے کی طرف جھکا دیا۔ اسلوپوگاس نے اس کا وار روکنے کے لئے اپنا کلہاڑا سامنے کر دیا۔

لیکن ناکو ایک تجربہ کار سپاہی تھا اس نے اپنی کلائی نامعلوم طور پر ٹیڑھی کر دی چنانچہ اس کا کلہاڑا اسلوپوگاس کے کندھے پر پڑنے کے بجائے سر پر پڑا اور اس کی پیشانی پر گہرا زخم لگا گیا۔

اس زخم نے اسلوپوگاس کے تن بدن میں آگ لگا دی مارے غصے کے اس کا خون سیال آگ میں تبدیل ہو گیا اس نے کلہاڑا دونوں ہاتھوں سے پکڑا کر ناکو پر تین حملے کئے پہلے حملے نے ناکو کی ٹوپی اور ڈھال اڑا دی اور اس حملے کے دھکے کی تاب نہ لا کر ناکو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرا وار خالی گیا لیکن تیسری دفعہ کلہاڑا ناکو کے سینے پر پڑا اور اس کی پسلیاں توڑ گیا۔ ناکو پیچھے ہٹا اور چڑیل کے گھٹنوں پر سے لڑھک کر پتھروں پر جا پڑا۔

"ڈنگان کی فوج کا آخری آدمی بھی کام آیا" اسلوپوگاس نے کہا "اب وہ مغرور بادشاہ دوسری فوج اپنی اس پہلی فوج کی تلاش میں روانہ کرے گا"۔

لیکن ناکو ابھی زندہ تھا حالانکہ موت کی سرحد پر تھا۔ وہ کوشش کر کے اٹھا اور اپنے بے جان ہوتے ہوئے جسم کی پوری قوت صرف کر کے اس نے کلہاڑا گھمایا اور اسلوپوگاس کی طرف پھینکا۔ اسلوپوگاس چونکہ ناکو کو مردہ سمجھ چکا تھا اس لئے اس طرف

سے مطمئن تھا۔ ناکو کا پھینکا ہوا کلہاڑا سنسناتا ہوا آیا اور اس کی دھار خونریز کی کنپٹی سے ذرا اوپر اس طرح پڑی کہ خونریز کے ماتھے کی ہڈی ٹوٹ کر اندر اس کی کھوپڑی میں دھنس گئی اور اس کے ہاتھ میں بڑا سا سوراخ پیدا ہو گیا۔ اسلوپوگاس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور جھوم کر کٹے ہوئے درخت کی طرح گرا۔

ناڈا غار میں بیٹھی جنگ کی آوازیں سنتی رہی وہ دن بھر بیٹھی رہی۔ اب شام ہو رہی تھی اور جنگ کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ وہ اسلوپوگاس اور غالازی کی آوازیں سنتی رہی جو چیخ رہے تھے۔ "ایک دو اور تین" .... وہ دم سادھے بیٹھی تھی کہ اس نے غالازی کی آخری چیخ سنی۔ "فتح" فتح اور ناڈا کا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا۔ حالانکہ اس نے غالازی کی آواز میں موت کی جھلک محسوس کر لی تھی۔ پھر اس نے آخری بار لوہے سے لوہے کے ٹکرانے کی آواز سنی پھر دن ختم ہوا۔ اور چاروں طرف موت کی خاموشی چھا گئی۔

اب آوازیں نہ آ رہی تھی۔ نہ آدمیوں کی نہ بھیڑیوں کی اور نہ ہی ہتھیاروں کی جھنکار نہ کوئی زخمی کراہ رہا تھا اور نہ کوئی فتح کا نعرہ لگا رہا تھا۔ خاموشی' گہری خاموشی اور رات کا اندھیرا۔

"اسلوپوگاس اب آتا ہی ہو گا" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ڈنگان کے سپاہی یقیناً مارے جا چکے ہیں۔ لیکن اسلوپوگاس اب تک آیا کیوں نہیں؟ اب تک اسے آجانا چاہئے تھا۔ شاید وہ اپنے زخم دھو رہا ہو گا۔ اس لئے اسے آنے میں دیر ہو گئی مقدس روح کرے کہ وہ جلد آجائے۔ یہ اندھیرا اور خاموشی تو مجھے مارے ڈال رہی ہے۔

وہ اسلوپوگاس کا انتظار کرنے لگی وقت گزرتا رہا لیکن وہ نہ آیا۔

"میں بزدل نہیں ہوں" ناڈا نے پھر اپنے آپ سے کہا۔ آخر اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے" میں نہیں ڈرتی۔ میں غار کے منہ سے پتھر ہٹا کر باہر جاؤں گی۔ اور اپنے شوہر کو تلاش کر لوں گی۔ وہ اب تک یہاں آگیا ہوتا لیکن شاید وہ اپنے زخمی ساتھیوں کی خبر گیری کر رہا ہے غالباً غالازی زخمی ہو گیا ہے بہرحال مجھے جا کر غالازی کی تیمارداری کرنی چاہئے۔

آخر وہ اسلوپوگاس کا بھائی ہے مجھے فوراً جانا چاہئے۔"

اور وہ اٹھی۔ اس نے پتھر کو ڈھکیلا۔

"یہ کیا بات ہوئی پتھر اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں؟ وہ حیرت سے بڑبڑائی۔

اس نے پھر کوشش کی اور اس دفعہ اس نے اپنے جسم کا پورا زور لگایا۔ لیکن پتھر کو نہ ہلا سکی۔ اور اب اسے یاد آیا کہ بھیڑیوں کے خوف سے اس نے پتھر کو نشان سے آگے گھسیٹ لیا تھا۔ اسلوپوگاس نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا تھا لیکن وہ خوف میں ایسی اندھی ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے شوہر کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اس نے پھر کوشش کی۔ دیوانہ وار کوشش۔ لیکن پتھر کو ذرا بھی پیچھے نہ ہٹا سکی۔ ناڈا' جو سوسن کے نام سے مشہور تھی اس غار میں زندہ دفن ہو چکی تھی۔ اس کے پاس نہ کھانا تھا اور نہ پانی اور وہ پتھر ہٹا نہ سکتی تھی چنانچہ اسلوپوگاس کی واپسی تک اسے اسی غار میں رہنا تھا۔

"لیکن ..... لیکن ... اگر وہ نہ آیا تو۔ ناڈا نے سوچا۔

اور اس سوال کے جواب میں اس کے تصور نے ایسی بھیانک تصویر پیش کی کہ وہ کانپ گئی۔

"اسلوپوگاس ۔ خونریز" وہ پھیپھڑوں کا زور لگا کر چلائی۔

"اسلوپوگاس' خونریز" غار کی دیواروں نے جواب دیا۔

اور پھر ناڈا پاگل سی ہو گئی۔ وہ چیخنے اور دیواروں سے اپنا سر پھوڑنے لگی اسے عجیب عجیب تصویریں نظر آ رہی تھیں۔ اسے یوں معلوم ہوا جیسے وہ پنجر جس کی کہانی اس نے غالازی سے سنی تھی غار کے طاق میں بیٹھا ہنس رہا ہے اور اس سے کہہ رہا ہے۔

"ناڈا تم موت کا ستارہ ہو تمہارا حسن جہاں بھی چمکا ہے وہاں موت آئی ہے ناڈا! تمہاری وجہ سے غالازی مارا گیا۔ تمہاری وجہ سے کلہاڑے والے نہ رہے تمہاری وجہ سے بھیڑیئے ختم ہو گئے۔ تم موت ہو۔ عورت کے روپ میں موت کبھی میں بھی اس غار میں آیا تھا اور بھوک اور پیاس کی تکلیفیں برداشت کرتے کرتے مرا تھا۔ تمہارا بھی یہی انجام ہو گا۔ تم بھی بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرو گی۔ تم دوسروں کی لئے موت

ہو۔ لیکن تمہارے لئے بھی موت ہے۔ ہا۔ ہا۔ ہا

چنانچہ یوں ناڈا نے اپنے پاگل پن میں ایسی ہی آواز سنتی رہی نہ جانے کب تک؟ جانے کب تک؟ پتھر کے سوراخ میں سے اجالا نظر آتا سو وہ دن ہوتا اور اندھیرا ہو جاتا سو وہ رات ہوتی۔ چنانچہ اس سوراخ میں سے ناڈا نے اجالا اور اندھیرا دو دفعہ دیکھا۔ اور جب تیسری دفعہ اجالے کی لکیر غار میں رینگ آئی تو ناڈا کے دماغ پر چھائی ہوئی دھند ذرا دور ہوئی اور اسے محسوس ہوا کہ وہ مر رہی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس نے ایک جانی پہچانی آواز سنی جو غار کے باہر سے آ رہی تھی۔

"ناڈا" آواز نے کہا۔

ناڈا نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ناڈا! تم زندہ ہو؟"

"ہاں زندہ ہوں" ناڈا نے جواب دیا "پانی۔ آہ مجھے پانی دو"

ناڈا نے ایسی آواز سنی جیسے کوئی زخمی بڑی تکلیف کے عالم میں پتھروں کو گھسیٹ رہا ہو۔ پھر ایک کانپتا ہوا ہاتھ پتھر کے سوراخ میں سے اندر داخل ہوا ہو ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کی تونبی لٹک رہی تھی۔ ناڈا نے تونبی منہ سے لگائی اور ایک ہی سانس میں بہت سا پانی غٹ غٹا پی گئی۔

"امسلوپوگاس! یہ تم ہو؟" ناڈا نے پوچھا۔ "تم مر گئے ہو اور میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

"نہیں۔ میں زندہ ہوں ناڈا" امسلوپوگاس نے جواب دیا "سنو! کیا تم نے پتھر کو نشان سے آگے گھسیٹ لیا تھا؟"

"ہاں یہ غلطی مجھ سے ہو گئی ہے لیکن اگر تم باہر سے اور میں اندر سے زور لگاؤں تو شاید ہم اسے ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں"۔

"تم بھی کمزور اور نڈھال ہو رہی ہو اور میں بھی ... تاہم کوشش کرتے ہیں"۔

چنانچہ دونوں نے زور لگایا لیکن پتھر کو چاول برابر بھی نہ ہٹا سکے اگر امسلوپوگاس کو

زخموں نے نڈھال نہ کردیا ہوتا تو شاید وہ پتھر کو ہٹا دیتا لیکن وہ زخمی اور نیم جان تھا۔
"کوئی فائدہ نہیں سرتاج" ناڈا نے کہا۔ ہم اس پتھر کو نہ ہٹا سکیں گے۔ معلوم ہوتا ہے میرا وقت آگیا ہے۔
باہر سے کوئی جواب نہ آیا کیونکہ امسلوپوگاس بے ہوش ہو گیا تھا۔ ناڈا نے اسے دو تین بار پکارا اور پھر یہ سمجھ کر کہ اس کا سرتاج مر گیا ہے وہ رونے اور سینہ کوٹنے لگی۔
تھوڑی دیر بعد امسلوپوگاس کو ہوش آگیا۔
"یہ کیا کر رہی ہو ناڈا وہ بولا" ابھی میں زندہ ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں کا بھی وقت آگیا ہے۔ مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ اٹھ کر غذا کی تلاش میں جاسکوں افسوس مرتے وقت ہم دونوں ایک دوسرے کی صورت نہ دیکھ سکیں گے۔ اس لعنتی پتھر نے ہم دونوں کو مرنے سے پہلے ہی جدا کردیا ہے۔
"تو تم زخمی ہو امسلوپوگاس؟" ناڈا نے پوچھا۔
"ہاں ناڈا میں زخمی ہوں۔ ڈنگان کے افسر کو میں مردہ سمجھ چکا تھا لیکن مرنے سے پہلے اس نے اپنی کلہاڑی پھینک ماری جو میری کنپٹی سے ذرا اوپر لگی۔
ناڈا! کلہاڑی کی دھار نے میری کھوپڑی کی ہڈی توڑ دی اور یہ ٹوٹی ہوئی ہڈی میرے بھیجے تک دھنس گئی۔ نہیں جانتا کہ میں کتنے دنوں تک بے ہوش پڑا رہا لیکن شاید میں بہت دنوں تک بے ہوش پڑا رہا کیونکہ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ ان سب لاشوں کو جو وہاں پڑی ہوئی تھی۔ گدھ کھا چکے تھے البتہ غالازی کی لاش کو گدھوں نے نہیں کھایا کیونکہ اس کی لاش کے سینے پر بھیڑیا ڈیتھ گروپ اپنا سر رکھے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ مرا نہیں لیکن اب مر رہا ہے چنانچہ اس وقت تک اس نے گدھوں کو غالازی کی لاش کے قریب نہیں آنے دیا۔ ناڈا! ایک گدھ نے مجھے مردہ سمجھ کر اپنی چونچ میری جلد میں اتار دی تھی۔ اسی کی تکلیف سے میں بیدار ہو گیا اور رینگتا ہوا یہاں آگیا۔ آہ ناڈا میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔ میں تمہیں باہر نہیں نکال سکتا تم اندر مرجاؤ گی اور میں باہر مروں گا"۔
"امسلوپوگاس یہ موت بہت بری ہے" ناڈا نے کہا "میں ابھی جوان ہوں مجھے تو ابھی

زندہ رہنا تھا۔ مجھے تو تمہارے بچوں کی ماں بننا تھا لیکن ہائے میں مر رہی ہوں تم بھی مجھے نہیں بچا سکتے۔ آؤ اسلوپوگاس ہم اپنے بچپن کی باتیں کریں اور اپنی محبت کی باتیں کریں کے مرنے سے پہلے خوش ہولیں۔ اسلوپوگاس میں اپنا ہاتھ سوراخ سے باہر نکال رہی ہوں۔ میرے سرتاج تم اسے آخری دفعہ نہ چومو گے؟"

اسلوپوگاس نے بڑی کوشش کے بعد اپنا سر اٹھایا اور اپنے ہونٹ ناڈا کے ہاتھ پر رکھ دیئے پھر وہ بڑی مشکلوں سے اٹھا اور ناڈا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔ ناڈا غار میں بیٹھی ہوئی تھی اور اسلوپوگاس اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے باہر بیٹھا ہوا تھا۔

"اسلوپوگاس! یہ زنیتا کی کارستانی ہے" "ناڈا نے کہا" اسے مجھ سے سخت نفرت تھی چنانچہ یقیناً وہی ڈنگان کے سپاہیوں کو ہم پر چڑھا لائی۔

ناڈا' چند ثانیوں پہلے میری آرزو تھی کہ ہم دونوں ساتھ مریں سکے لیکن اب میں زندہ رہنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے انتقام لینا ہے۔

"آہ! اب انتقام کا نام نہ لو۔ میرے آقا! میں کسی سے انتقام نہیں چاہتی میں تو تمہاری محبت اپنے دل میں لئے مرنا چاہتی ہوں۔ میرے سرتاج! میری دعا ہے کہ تم زندہ رہو۔ انتقام لینے کے لئے نہیں بلکہ ایک بہادر کی موت مرنے کے لئے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم سفید زینے پر اپنا کلہاڑا لئے کھڑے ہو۔ تمہارے چاروں طرف لاشوں کے انبار ہیں۔ تمہارے قریب ایسی عورتیں ہیں جن کی جلد سفید ہے اور تمہارے ماتھے میں بڑا سا سوراخ ہے۔

"اگر میں زندہ رہا تو میرے ماتھے میں واقعی سوراخ رہ جائے گا"۔ اسلوپوگاس نے کہا "کیونکہ میری کنپٹی کی ہڈی ریزہ ریزہ ہو گئی ہے۔"

ناڈا خاموش تھا۔ اسلوپوگاس بھی خاموش تھا زخموں کی تکلیف ناقابل برداشت تھی اور یہ خیال بھی ناقابل برداشت تھا کہ ناڈا مر رہی تھی۔ ناکو کے پھینکے ہوئے کلہاڑے نے خونریز کی قوت گویائی اس سے چھین لی تھی ناڈا کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ غار کے اندھیرے میں بیٹھی موت کا انتظار کر رہی تھی اور اسلوپوگاس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ

پتھر ہٹا کر ناڈا کو بچا لیتا ناڈا کی موت اور پھر خود اپنی بے بسی کا خیال ایسا تھا کہ اسلوپوگاس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے چند قطرے ناڈا کے ہاتھ پر ٹپک پڑے۔

"یہ کیا میرے سرتاج! تم رو رہے ہو؟ ناڈا نے کہا" نہ رو میرے مالک نہ رو میری موت کا غم نہ کرو' کیونکہ میں بڑی منحوس ہوں۔ میری وجہ سے تم پر فتنے آئیں۔ میرا غم نہ کرو مالک لیکن مجھے بھولنا نہیں۔ میں نے شروع سے لے کر' اور اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ملتی ہے تو اس زندگی میں بھی تم سے محبت کرتی رہوں گی"۔

خاموشی کا طویل وقفہ رہا اور پھر ناڈا نے آخری بار کہا۔

"الوداع میرے شوہر میں مشکور ہوں کہ تم نے مجھ سے محبت کی۔ آہ! میں مر رہی ہوں۔ آل۔و۔داع۔"

اسلوپوگاس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا ناڈا کے ہاتھ کو دیکھتا رہا ناڈا نے دو دفعہ مٹھی کھولی اور بند کی۔ پھر مٹھی تیسری دفعہ کھلی۔ انگلیاں کانپیں اور ہاتھ سرد ہو گیا۔

پوپھٹ رہی تھی۔ افق مشرق سے اجالے کی لکیر پھیلنے لگی تھی کہ ناڈا کی روح پرواز کر گئی۔

انتقام

اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن' اسی وقت جب ناڈا نے غار میں دم توڑا تھا۔ میں افسروں اور امراء سے مل کر واپس آرہا تھا اور میں ناکام نہ لوٹا تھا۔ اس بڑے سردار نے جس سے میں ملنے گیا تھا میری باتیں غور سے سنی تھیں اور امسلوپوگاس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا صبح ہو رہی تھی جب میں کرال میں پہنچا لیکن وہاں مجھے لاشوں اور جلی ہوئی جھونپڑیوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔

"ڈنگان کے سپاہی" بے اختیاری میرے منہ سے نکلا۔

میں جلے ہوئے کرال میں آوارہ روح کی طرح بھٹک رہا تھا کہ مجھے چند کلہاڑے والے مل گئے یہ وہ لوگ تھے جو کھیتوں میں جا چھپے تھے اور قتل ہونے سے بچ گئے تھے یہ لوگ بہت خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے تھے۔ بہرحال میں نے حتی الامکان ان کا خوف دور کیا اور ڈنگان کی فوج کے شب خون مارنے کی پوری تفصیل ان سے معلوم کرلی۔

"بادشاہ کی یہ فوج کہاں گئی؟" میں نے پوچھا۔

"سارے کے سارے سپاہی غالازی' خونریز اور سوسن کے تعاقب میں آہنی پہاڑ کی طرف گئے تھے .... جنگل کی طرف سے جنگ کا شور اور بھیڑیوں کی آوازیں ہم نے سنی تھیں۔ پھر خاموشی طاری ہوگئی' اور کوئی واپس نہ آیا .... نہ غالازی نہ خونریز اور نہ سوسن البتہ کل سارا دن پہاڑ پر گدھا منڈلا رہے تھے۔"

"چلو پہاڑ پر" میں نے کہا۔

ابتدا میں تو وہ لوگ ڈرتے اور بہانے بناتے رہے۔ لیکن آخر کار میرے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے۔ چنانچہ ہم سپاہیوں کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے چل پڑے راستے میں ہمیں ایسے نشانات ملے جن کے ذریعہ ہم ان واقعات کا اندازہ لگا سکتے تھے جو جنگل میں ہوئے تھے۔

آخر کار ہم چڑیل کے گھٹنوں میں پہنچ گئے وہاں ہڈیوں کے پنجر پڑے ہوئے تھے۔

کیونکہ لاشوں کا گوشت گدھوں نے کھالیا تھا۔ لیکن غالازی کی لاش کو گدھوں نے نہ کھایا تھا..... اس کے سینے پر تھوتھنی رکھے ایک غیر معمولی طور پر بھیڑیا بیٹھا ہوا تھا.... جو اب تک زندہ تھا یہ وہی بھیڑیا تھا جس کا نام ڈ۔لمہ گرپ تھا.... میں لاش کے قریب پہنچا تو بھیڑیے نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا وہ لڑکھڑاتی ٹانگوں سے اٹھا اس کے ہونٹ اس کے دانتوں پر کھنچ گئے اور وہ میری طرف لپکا... لیکن چونکہ اس کے جسم میں زندگی کی کوئی چنگاری باقی نہ رہ گئی تھی.... اس لئے وہ مجھ تک پہنچ نہ سکا وہ ایک دم سے تیوار کر گرا اور مر گیا....

اب میں پنجروں میں اس کلہاڑے کو تلاش کرنے لگا جس کا نام کراہیں پیدا کرنے والا تھا۔ لیکن یہ کلہاڑا مجھے کہیں نہ ملا۔ چنانچہ امید کی کرن میرے دل میں رینگ آئی۔ کیونکہ مجھے یقین ہوگیا کہ امسلوپوگاس اپنی جان بچا لے گیا ہے۔ ہم پھر آگے بڑھے امسلوپوگاس نے کبھی مجھے غار کا پتہ نہ بتایا تھا.... چنانچہ اب میں اندازاً غار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہم غار کے قریب پہنچ گئے....

غار کے دہانے کے سامنے کوئی پڑا ہوا تھا.... میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچا۔ یہ امسلوپوگاس تھا بھوک اور پیاس نے اسے موت کے قریب پہنچا دیا تھا اور اس کی کنپٹی سے ذرا اوپر گہرا زخم تھا' اور اس کے سینے اور بازوؤں پر بھی گہرے زخم تھے وہ اپنے ہاتھ میں ایک دوسرا ہاتھ لئے ہوئے تھا جو پتھر کے سوراخ سے باہر نکلا ہوا تھا.... یہ دوسرا ہاتھ بے جان تھا مجھے اس ہاتھ کو پہچاننے میں دیر نہ لگی یہ میری بیٹی ناڈا کا ہاتھ تھا۔

فوراً ہی سارا معاملہ میری سمجھ میں آگیا۔ میں نے جھک کر اپنا ایک کان امسلوپوگاس کے سینے پر رکھ دیا اس کے دل کی دھڑکن مجھے سنائی نہ دی۔ چنانچہ میں نے عقاب کا پر امسلوپوگاس کی ناک پر رکھ دیا۔ امسلوپوگاس کا سانس چل رہا تھا۔ کیونکہ باہر آتے ہوئے سانس نے پر کو ذرا سا اٹھالیا تھا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ غار کے منہ پر سے پتھر ہٹا دیں۔ بڑی کوششوں کے بعد وہ پتھر ہٹانے میں کامیاب ہوسکے۔ پتھر کے ہٹتے ہی روشنی کا سیلاب سا غار میں گھس

پڑا ..... غار میں ناڈا پڑی تھی ..... میں نے اس کی ناک پر بھی پر رکھا۔ لیکن اس کا تنفس نہ چل رہا تھا۔

وہ مرچکی تھی۔

"جو مرگئے سو مرگئے۔ ہم ان کے لئے کچھ نہیں کرسکتے" میں نے کہا "چنانچہ جو زخمی ہے اسے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے"

چنانچہ ہم اسلوپوگاس کو اٹھالائے میرے کہنے سے ایک شخص نے یخنی تیار کی جو میں نے قطرہ قطرہ اسلوپوگاس کے حلق میں ٹپکادی پھر میں نے اس کا زخم جو اس کی کنپٹی پر تھا صاف کیا اور اس پر زخم مندمل کرنے والی جڑی بوٹی لگائی اے میرے آقا! میں اپنی دور کا مشہور اور ماہر حکیم تھا۔ چونکہ ڈنگان کا خاص طبیب رہ چکا تھا ..... اور یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اپنے فن میں ماہر نہ ہوتا تو اسلوپوگاس زندہ نہ رہتا۔ تین دنوں بعد اسلوپوگاس کو ہوش آگیا ..... اس عرصے میں مّیں نے ایک بڑا گڑھا کھدوایا ..... اور اس میں ناڈا کو جو میری بیٹی تھی اور جو سوسن کے نام سے مشہور تھی۔ دفن کردیا ..... میں نے غالازی کو اور اس کے ساتھ اس ڈنڈے کو بھی جس کا نام گھاٹ کا رکھوالا تھا غار میں دفن کردیا۔

تیسرے دن اسلوپوگاس کو ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی ناڈا کے متعلق پوچھا۔ جواب میں میں نے ناڈا کی قبر کی طرف اشارہ کردیا۔

اسلوپوگاس کو پچھلے واقعات یاد آگئے لیکن اس نے کچھ نہ کہا .....

رفتہ رفتہ اسلوپوگاس کی نقاہت دور ہونے لگی اور اس کے ماتھے کا زخم اچھا ہونے لگا۔ زخم مندمل ہونے کے بعد اس کے ماتھے پر سوراخ باقی رہا۔ البتہ زخم کو پتلی جلد نے جسے جھلی کہنا مناسب ہوگا ڈھک لیا اس دن کے بعد میں نے اسلوپوگاس کو ہمیشہ خاموش اور اداس ہی دیکھا۔

چند دنوں بعد ہی ہمیں زنیتا کے متعلق بھی معلوم ہوگیا..... وہ عورتیں ..... جو ضیافت منانے زنیتا کے ساتھ گئی تھیں واپس آگئیں۔ لیکن زنیتا اور اسلوپوگاس کے دونوں لڑکے واپس نہ آئے۔ پھر میرا ایک جاسوس مثابلی سے واپس آیا' اور اس نے زنیتا اور اس کے

بچوں کے قتل اور ڈنگان کے فرار کی خبردی....

جب امسلوپوگاس پوری طرح تندرست ہوگیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب اس کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ میں اسے زولولینڈ کا بادشاہ بنانے کی کوششیں جاری رکھوں یا نہیں؟

لیکن امسلوپوگاس نے نفی میں سرہلا کر کہا کہ وہ بادشاہ بننا نہیں چاہتا مگروہ بادشاہ سے انتقام ضرور لے گا.... میں نے کہا ٹھیک ہے وہ ڈنگان سے انتقام لینا چاہتا تھا۔

میرے آقا! ابھی تو بہت سی باتیں بتانی باقی ہیں۔ یہ کہانی طویل ہے۔ لیکن تمہیں اپنے بیل مل گئے ہیں' برف پگھل رہی ہے اور میرا بھی وقت آخر ہو رہا ہے۔ میں ایک ایسے سفر پر جانے والا ہوں جس سے کوئی واپس نہیں آتا۔ چنانچہ بعد کے واقعات میں مختصراً بیان کئے دیتا ہوں۔ کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے' اور میں نہیں چاہتا کہ میری داستان ادھوری رہ جائے۔

خیر تو ڈنگان سے انتقام لینے کی میں نے ایک ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ پانڈا کو ڈنگان کے خلاف اکسادوں .... وہ وقت آگیا تھا جس کے لئے میں نے پانڈا کی جان بچائی تھی .... اس جنگ کے بعد جو خونی دریا پر ہوئی تھی .... ڈنگان نے پانڈا کو اپنے ساتھ شکار پر چلنے کی دعوت دی تھی .... لیکن اسی وقت میں اور امسلوپوگاس تیزی سے سفر کرتے ہوئے پانڈا کے کرال میں پہنچ گئے۔

میں نے پانڈا سے کہا کہ اسے ڈنگان کے ساتھ شکار کرنے نہ جانا چاہئے۔ کیونکہ .... میں نے کہا .... ڈنگان کسی جانور کا نہیں بلکہ خود پانڈا کا شکار کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد میں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ناتال کی طرف چلا جائے۔

چنانچہ پانڈا نے ایسا ہی کیا....

اس کے بعد میں بوئروں کے پاس پہنچا اور ان سے گفتگو کی خصوصیا اس دیوہیکل اور بہادر بوئر سے جو افریقیوں میں "ام گلوگلو" کے نام سے مشہور تھا.... میں نے بوئروں کو یقین دلا دیا کہ ڈنگان ظالم' عیار اور کینہ توز ہے اور اس پر اعتبار کرنا سراسر حماقت ہے' اس کے برخلاف پانڈا شریف' نرم دل اور مخلص ہونے کے علاوہ قابل اعتبار ہے۔

نتیجہ یہ ہو کہ بوئروں نے پانڈا کو اپنے ساتھ ملا کر ڈنگان پر حملہ کر دیا۔
ماکوگو کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا ... میں اور اسلوپوگاس پانڈا کے ساتھ تھے۔
ڈنگان کی فوج نے ہمیں پیچھے دھکیل دیا ... عین اس وقت اسلوپوگاس اپنے کلہاڑے سے ڈنگان کے سپاہیوں کے سر اڑاتا اور راستہ بناتا بوئروں کے سردار کے پاس پہنچا۔ بوئر اب تک جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے بلکہ وہ دور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے اسلوپوگاس نے سردار سے کہا کہ وہ اپنے آدمیوں کو لے کر ڈنگان کی فوج کے میمنہ پر حملہ کر دے بوئروں نے ایسا ہی کیا اور اے میرے آقا جنگ کا فیصلہ ہو گیا ... ڈنگان کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے وہ بھاگے ہم نے ان کا تعاقب کیا اور راستہ میں ان کی لاشیں بچھا دیں۔
اب ڈنگان بادشاہ نہ تھا ... وہ ایک مفرور شخص تھا۔
بے شک ڈنگان بادشاہ نہ رہا تھا تاہم وہ زندہ تھا اور جب تک وہ زندہ تھا ہمارا انتقام پورا نہ ہو سکتا تھا ... چنانچہ ہم بوئروں کے [illegible]ار اور پانڈا کے پاس پہنچے۔
ہم نے آپ کی خدمت کی ... اور خوب کی' میں نے کہا ... ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی اور ہماری ترکیبوں نے آپ کو فتح دلائی۔ اب ہم آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ ہمیں ڈنگان کا تعاقب کرنے کی اجازت دی جائے۔
ہم اسے تلاش کر کے قتل کر دیں گے اور اس طرح اپنے انتقام کی آگ بجھائیں گے۔
بوئروں کا سردار اور پانڈا مسکرایا۔
جاؤ! ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ بوئروں کے سردار نے کہا "ڈنگان کے مرنے کے بعد ہمیں بھی اطمینان اور سکون نصیب ہو گا۔ جاؤ موپو ... ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"
چنانچہ ہم ڈنگان کی تلاش میں روانہ ہوئے۔
بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ ہم جنگلوں جنگلوں اسے تلاش کرتے رہے۔ دن ہفتوں میں تبدیل ہوتے گئے ڈنگان ایک سے دوسرے جنگل میں فرار ہوتا رہا ... کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انتقام لینے والے اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔
پھر ہم نے سنا کہ وہ اپنے چند وفاداروں کے ساتھ دریائے پونگولو کے اس پار پہنچ گیا

ہے.... ہم نے اس کا تعاقب کیا.... اور جنگل میں پہنچ کر جھاڑیوں میں چھپ گئے۔

آخر کار انتقام کا وقت آگیا تھا.....

مغرور ڈنگان اسی جنگل میں داخل ہوا.... اس کے ساتھ صرف دو آدمی تھے ہم اچانک جھاڑیوں سے نکل کر ان پر جا پڑے اور ڈنگان کے دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیا.... ڈنگان نے ہماری طرف دیکھا.... اس نے ہمیں پہچان لیا اور خوف سے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

"ڈنگان یاد ہے کیا کہا تھا میں نے؟.... یاد ہے نا تجھے کہ جب تیرے کرال سے نکل رہا تھا تو میں نے کہا تھا کہ تو نے مجھے کرال سے نکال کر غلطی کی ہے۔ کیونکہ میں نے تجھے تخت پر بٹھایا تھا.... اور میں ہی تجھے تخت پر قائم رکھ سکتا تھا۔

ڈنگان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ڈنگان میری طرف دیکھ" امسلوپوگاس نے کہا۔ "میں وہی خونریز ہوں جس کا سر لانے کے لئے تو نے اپنی فوج بھیجی تھی.... لیکن اب تیرے وہ سپاہی کہاں ہیں جنھوں نے کلھاڑے والوں کے کرال پر حملہ کیا تھا؟"

ڈنگان! تو بہت جلد اپنے ان سپاہیوں کو دیکھے گا۔

"موپو! خونریز.... اب تمہارا زمانہ آیا ہے۔" ڈنگان نے کہا۔ "بہت اچھا یونہی سہی .... قتل کر دو مجھے کیونکہ میں اس زندگی سے تنگ آگیا ہوں...."

یہاں نہیں ڈنگان یہاں نہیں.... امسلوپوگاس نے کہا۔ میں... سوسن کا شوہر ہوں.... اور یہ موپو اس کا باپ ہے سوسن مرگئی ڈنگان۔ تین دونوں تک زندگی اور موت کے درمیان معلق رہنے کے بعد وہ مرگئی.... تو وہ جگہ دیکھے گا.... جہاں سوسن ابدی نیند سو رہی ہے ایک دوسری عورت بھی تھی جس کا نام زفیتا تھا.... وہ بھی میری بیوی تھی.... اور میں اس کے بچوں کا باپ ہوں.... جنہیں تو نے قتل کر دیا ہے۔

دو دن بعد ڈنگان آسیب زدہ پہاڑ کے غار میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ ہم اسے گھسیٹتے ہوئے اوپر لائے تھے۔ وہ مردہ بیل کی طرح

بوجل تھا چنانچہ تین آدمیوں نے اسے اوپر سے دھکیلا تھا اور تین اسے آگے سے گھسیٹ رہے تھے آخر کار ہم غار میں پہنچ گئے ۔۔۔ اور میں نے دوسرے آدمیوں کو جو ہمارے ساتھ تھے رخصت کر دیا ۔۔۔ پھر میں نے ڈنگان کو بتایا کہ اسی غار میں سوسن اور غالازی ابدی نیند سو رہے ہیں اس کے بعد میں اور اسلوپاگاس غار سے باہر آ گئے اور ہم نے پتھر لڑھکا کر غار بند کر دیا۔

اور ڈنگان اس غار میں ناڈا اور غالازی کی روحوں کے ساتھ اکیلا تھا۔

تیسرے دن ہم ڈنگان کی خبر معلوم کرنے پہنچے۔

"مجھے قتل کر دو ۔۔۔" ڈنگان نے کہا "سوسن اور بھیڑیئے کی روحیں مجھے ڈرا رہی ہیں۔"

"ڈنگان! اب تم عظیم نہیں رہے=" میں نے کہا "بلکہ اپنی عظمتوں کا سایہ ہو کر رہ گئے ہو۔"

ڈنگان گڑگڑانے اور رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

"تم رحم کی بھیک مانگ رہے ہو ۔۔۔ حالانکہ خود تم نے کبھی کسی پر رحم نہیں کیا؟" میں نے کہا "بہت اچھا میں تم پر رحم کروں گا۔ لیکن مجھے میری بیٹی واپس لا دو۔ اسلوپوگاس کو اس کی بیوی اور بچے واپس دے دو۔ اس کے بعد ہم تم پر رحم کر دیں گے ۔۔۔ ظالم' بزدل' کمینے باہر آ اور بزدلوں کی موت مر جا ۔۔۔"

چنانچہ ہم اسے گھسیٹ کر باہر لائے اور پتھر کی چڑیل کے گھٹنوں پر لے گئے ۔۔۔ ڈنگان رو رہا تھا ۔۔۔ کراہ رہا تھا اور گڑگڑا رہا تھا۔

ہم منتظر کھڑے رہے۔

اور جب صبح کی روشنی افق مشرق سے نمودار ہوئی تو ہم نے زولوؤں کے بادشاہ کو نیچے گہرائیوں میں دھکیل دیا۔

تو اے میرے آقا! یہ انجام ہوا ڈنگان کا جو شاکا کی طرح ظالم تو تھا۔ لیکن اس کی طرح عظیم نہ تھا۔

انجام

تو یہ ہے میری بیٹی ناڈا کی کہانی جو سوسن کے نام سے مشہور تھی اور یہ ہے ہمارے انتقام کی کہانی بڑی غمناک کہانی ہے یہ لیکن میرے آقا! شاکا اور ڈنگان کے زمانے میں خوشیاں عنقا تھیں .... یا اگر تھیں تو خال خال تھیں۔ لیکن غموں اور دکھوں کی فراوانی تھی .... لیکن پانڈا کا دور حکومت ایسا نہ تھا اس کے زمانے میں سکون تھا اور لوگ اس کے سائے تلے خوش تھے۔

اس کے بعد کچھ زیادہ کہنے کو باقی نہیں رہ جاتا میں زولو لینڈ میں اب نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ میرے ہاتھ دو بادشاہوں کے خون میں رنگے ہوئے تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے نکل کر یہاں ناٹال میں چلا آیا۔

دنیا میں سب سے آخری چیز جو میں نے دیکھی وہ ڈنگان کی ہڈیاں تھیں جو آسیبی پہاڑ کی ایک گھاٹی میں پڑی ہوئی تھیں' اور شاید اب بھی پڑی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد میں اندھا ہوگیا۔ میں نہیں جانتا کہ میری آنکھوں کی روشنی کیوں بجھ گئی غالباً وہ میرے آنسوؤں کے ساتھ بہہ گئی۔

میں نے اپنا نام بھی بدل دیا۔ مبادا شاکا' ڈنگان یا اوم لاہانگانہ کا کوئی چاہنے والا مجھے قتل کردے رات کے اندھیری میں امسلوپوگاس مجھے زولو لینڈ سے نکال لایا اور تب سے میں یہیں مقیم ہوں .... اور اس علاقے کا سب سے بڑا دچ ڈاکٹر تسلیم کیا جاتا ہوں۔

میں کئی برسوں سے یہاں مقیم ہوں اور زواتی کے نام سے مشہور ہوں اور اب میں غریب بھی نہیں رہا کیونکہ امسلوپوگاس میرے وہ تمام مویشی یہاں لے آیا جن پر شاکا نے قبضہ کرلیا تھا.... پانڈا نے یہ سب مویشے مجھے بخش دیئے۔

کوئی مجھے نہیں پہچانتا .... کوئی نہیں جانتا کہ یہ اندھا زواتی وہی موپو ہے جس نے شاکا کو قتل کیا تھا یہ راز میں نے صرف تم کو بتایا ہے۔

اور یہ کہانی میں نے صرف تم کو سنائی ہے۔ چنانچہ جب تک میں نہ مرجاؤں یہ کہانی تم

کسی اور کو نہ سناتا۔

تم پوچھتے ہو امسلوپوگاس کا کیا ہوا؟ اس کا قصہ یہ ہے کہ وہ کلہاڑے والوں میں واپس چلا گیا' اور ان کا سردار بنا رہا.... لیکن کلہاڑے والے اب کمزور ہو چکے تھے۔ ڈنگان کے سپاہیوں کے حملے کے بعد ان کی قوت پارہ پارہ ہوگئی تھی .... کلہاڑے والے اب وہ کلہاڑے والے نہ تھے جنہوں نے ہالا قازیوں کا خاتمہ کردیا تھا.... پانڈا نے کلہاڑے والوں سے کوئی تعرض نہ کیا.... بلکہ وہ امسلوپوگاس کا دوست بن گیا.... وہ نہ جانتا تھا کہ خونریز دراصل اس کے بھائی شاکا کا بیٹا ہے۔

خود امسلوپوگاس کے لئے میں نے بھی زولولینڈ کا تخت حاصل کرنے کی کوشش نہ کی کیونکہ ناڈا کی موت کے بعد اس کا دل بجھ گیا تھا.... اس کے باوجود وہ ایک رجمنٹ کا جس کا نام کومباکوسی تھا.... افسر بنا.... اور بہت سی جنگوں میں شریک ہو کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے .... دریائے ٹاگولا کی جنگ میں وہ پانڈا کے بیٹے اوم بولازی کے ساتھ تھا۔ یہ جنگ زبردست جنگ تھی اور سردار کوٹی دایون کے ساتھ ہوئی تھی اسی جنگ میں اوم بولازی سردار کے ساتھ مارا گیا۔

امسلوپوگاس کو کوٹی دایون سے نفرت تھی اور اس نے اس کے خلاف سازش کی تھی اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا.... اور اگر ایک سفید فام شکاری نے جس کا نام میکومیزن ہے امسلوپوگاس کی مدد نہ کی ہوتی تو خونریز زندہ نہ بچتا.... امسلوپوگاس جنوب کی طرف فرار ہو گیا ہے.... پتہ نہیں اس وقت وہ کہاں ہے البتہ اس کا دوست میکومیزن اکثر مجھ سے ملنے آجاتا ہے۔

تو یہ ہے میری کہانی....

دیکھو! میرے اس ہاتھ کی طرف دیکھو.... ہاں اس ہاتھ سے میں نے دو بادشاہوں کو قتل کیا ہے میں اندھا ہوں۔ لیکن اندھے پن میں بھی اپنے اس ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں.... اس سے خون ٹپک رہا ہے.... دو بادشاہوں کا.... خون شاکا اور ڈنگان کا خون.... اور میرے آقا میرا بھی وقت آگیا ہے۔

چنانچہ الوداع۔

بوڑھا خاموش ہوگیا.... اس کا سر اس کے سینے پر ڈھلک گیا اس سفید فام نے جسے وہ اپنی کہانی سنا رہا تھا آگے بڑھ کر دیکھا۔

عظیم [illegible] رژنگان کا خاص طبیب اور سوسن کا باپ موپو مرچکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ ختم شدہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آپ کا ذوق ہمارا انتخاب

کشمیر بکس کراچی